کتاب الصلاۃ

حدیث کی مشہور و معروف کتاب مشکوۃ المصابیح کے ابواب کی ترتیب پر کتاب الصلاۃ کی ایک جامع اور مکمل شرح، جس میں نماز کے مسائل، فضائل، فقہی ابحاث، اختلافاتِ ائمہ کو تسہیل، ترتیب اور تخریج کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مرتب

مُفتی محمد سلمان

جامعہ انوار العلوم شاد باغ ملیر

فہرست

کتاب الصَّلَاۃ

صلوۃ کا لغوی معنی:

لغت میں "صلوۃ" کے کئی معانی آتے ہیں:

(1) صلوۃ بمعنی "دعاء" سے مشتق ہے۔ پس اِس صورت میں نماز کو تسمیۃ الکل باسم الجزء کی قبیل سے "صلوۃ" کہا جاتا ہے۔

(2) صلوۃ بمعنی "صَلَوَین" سے مشتق ہے، "مُصلّی" اُس پچھلے گھوڑے کو کہا جاتا ہے جو اگلے گھوڑے کے پیچھے ہو۔ پس اِس صورت میں نمازی کو "مصلّی" اِس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے امام کی اقتداء اور اتباع کرتا ہے۔

(3) صلوۃ بمعنی "صَلَوتُ العُودَ" یعنی ٹیڑھی لکڑی کو آگ سے سینک کر سیدھا کرنے سے مشتق ہے، پس اِس صورت میں نماز کو صلوۃ اِس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ نفسِ امّارہ کے ٹیڑھ پن کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ (تحفۃ المِراۃ فی دُروس المشکوۃ)

صلوۃ کی شرعی تعریف:

هِيَ أَقْوَالٌ وَأَفْعَالٌ مُفْتَتَحَةٌ بِالتَّكْبِيرِ مُخْتَتَمَةٌ بِالتَّسْلِيمِ مَعَ النِّيَّةِ بِشَرَائِطَ مَخْصُوصَةٍ۔ **نماز** چند ایسے اقوال اور افعال کا نام ہے جس کو مخصوص شرائط اور نیت کے ساتھ تکبیر کے ذریعہ شروع کر کے سلام کے ذریعہ ختم کیا جاتا ہے۔ (الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیۃ: مادہ: صلوۃ)

صلوۃ کی اہمیت:

نماز کی جو اہمیت اور عظمت ہے اُسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے تاہم چند امور ذکر کیے جا رہے ہیں جن سے نماز کی اہمیت کا کسی قدر علم ہو سکتا ہے:

1. ایمان کے بعد سب سے بڑا اور اہم فرض ہے۔
2. نماز اِسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ہے۔
3. اِس کے ترک کرنے والے کو حدیث میں کفر کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔
4. حدیث کے مطابق نماز اِسلام کا ستون ہے۔
5. قیامت میں سب سے پہلے نماز کا سوال کیا جائے گا۔
6. نبی کریم ﷺ کی آخری وصیت دنیا سے جاتے ہوئے نماز کی تھی۔

تارکِ صلوۃ کا حکم:

ترکِ صلوۃ کی دو صورتیں ہیں: (1) انکار کے ساتھ۔ (2) سستی کی وجہ سے۔

پہلی صورت کفر کی ہے، اِس لئے کہ نماز قرآن و حدیث کے دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہے اور اُس کا اِنکار کرنے والا بغیر کسی شک و شبہ کے کافر ہے۔

دوسری صورت میں اِختلاف ہے:

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: کافر ہے۔ اُسے تین دن تک قید میں ڈالا جائے گا اور نماز کی تلقین کی جائے گی، اگر پڑھ لے تو ٹھیک ورنہ باعتبار کافر ہونے کے قتل کر دیا جائے گا۔

- مالکیہ وشوافع رحمۃ اللہ علیہم: فاسق وفاجر ہے، اُسے حد کے طور پر قتل کر دیا جائے گا۔
- احناف رحمۃ اللہ علیہم: فاسق و فاجر ہے، اُسے قتل تو نہیں کیا جائے گا، لیکن قید میں ڈالا جائے گا یہاں تک کہ خود ہی مر جائے یا توبہ کرلے۔(الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، مادہ: صلوۃ)

فرضیتِ نماز کے تدریجی مَراحل:

پہلا مَرحلہ : سب سے پہلے تہجد کی نماز فرض ہوئی۔

دوسرا مَرحلہ: پھر دو سال بعد مکہ مکرمہ میں معراج سے پہلے تہجد کی فرضیت منسوخ ہو کر دو نمازیں یعنی فجر اور عصر کی نمازیں فرض ہوئی، کقولہٖ تعالیٰ: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ۔(غافر:55)

تیسرا مَرحلہ: پھر ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے شبِ معراج میں باقی تین نمازیں یعنی ظہر، مغرب اور عشاء بھی فرض ہو گئیں۔(تحفۃ المِراۃ فی دُروس المشکوۃ:253)

بَابُ المَوَاقِيت

نماز کے اوقات کی تین قسمیں ہیں:

(۱) نماز کے ابتدائی اور انتہائی اوقات۔ (۲) نماز کے اوقات مستحبہ۔ (۳) نماز کے اوقات مکروہہ۔

نماز کے اعتبار سے وقت کی قسمیں:

(1) وقتِ جائز۔ (2) وقتِ مختار۔ (3) وقتِ مکروہ۔ (4) وقتِ مہمل۔ (5) وقتِ مشترک۔

- وقتِ جائز: نمازوں کے مقررہ اوقات، اِن کو نمازوں کے ابتدائی اور انتہائی اوقات کہا جاتا ہے۔
- وقتِ مختار: یعنی نمازوں کے مستحب اوقات، جن میں نماز پڑھنے کا اجر وثواب زیادہ ہوتا ہے۔

- وقتِ مکروہ: یعنی جن اوقات میں نماز پڑھنا شرعاً ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔
- وقتِ مہمل: یعنی جو کسی نماز کے اوقات نہ ہوں۔ جیسے طلوع آفتاب سے زوال تک۔
- وقتِ مشترک: یعنی وہ وقت جو دو نمازوں کے درمیان مشترک ہو اور دونوں ہی نمازیں اُس وقت میں پڑھنے سے اداء ہوتی ہوں۔

اس میں اختلاف ہے کہ ایسا کوئی وقت جو دو نمازوں کے درمیان مشترک ہو پایا جاتا ہے یا نہیں:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: مثل اول کے بعد 4 رکعت کے بقدر۔ ظہر و عصر دونوں پڑھی جاسکتی ہیں۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: مثلِ اول سے مثل ثانی تک صاحب عذر ظہر و عصر دونوں پڑھ سکتا ہے۔
- جمہور رحمۃ اللہ علیہم: وقتِ مشترک کوئی نہیں ہے۔

مذکورہ بالا اوقات میں سے پہلی تین قسم کے اوقات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

وقتِ جائز یعنی نمازوں کے ابتدائی اور انتہائی اوقات:

فجر: اِس کے ابتدائی اور انتہائی وقت میں اتفاق ہے۔

چنانچہ بالاتفاق فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہو کر سورج کے طلوع ہونے تک فجر کا وقت رہتا ہے۔

فائدہ: آفتاب طلوع ہونے کے بعد سے لیکر زوالِ آفتاب تک کا وقت کسی بھی نماز کا نہیں، اِس وقت کو "وقتِ مہمل" کہا جاتا ہے۔

ظہر: اِس کے ابتدائی وقت میں اتفاق اور انتہائی وقت میں اختلاف ہے۔

چنانچہ بالاتفاق زوالِ شمس سے ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: مثلِ ثانی تک رہتا ہے۔
- ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم: مثلِ اوّل تک باقی رہتا ہے۔

فائدہ: ظہر اور عصر کے درمیان "وقتِ مشترک" (جس میں ظہر اور عصر دونوں نمازیں اداء کی جاسکتی ہوں) کے پائے جانے میں اختلاف ہے۔

- امام مالک اور ابنِ مبارک رحمۃ اللہ علیہما: مثلِ اوّل کے بعد چار رکعت کا وقت ظہر اور عصر دونوں نمازوں کے لئے مشترک ہے، چنانچہ اِس وقت میں ظہر پڑھی جائے یا عصر، دونوں ہی اداء ہوں گی۔
- ائمہ ثلاثہ اور جمہور رحمۃ اللہ علیہم: وقتِ مشترک نہیں۔(تحفۃ المِراۃ فی دُروس المشکوۃ:253)

عصر: اِس کے ابتدائی اور انتہائی دونوں وقتوں میں اختلاف ہے:

ابتدائی وقت میں وہی اختلاف ہے جو ظہر کے انتہائی وقت میں ہے، یعنی:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: مثلِ ثانی سے شروع ہوتا ہے۔
- ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم: مثلِ اوّل سے شروع ہوتا ہے۔

انتہائی وقت میں اختلاف کی تفصیل یہ ہے:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: تین قول ہیں: (1) غروبِ شمس تک۔ (2) مثلِ ثانی تک۔ (3) اِصفرارِ شمس تک۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: غروبِ آفتاب تک باقی رہتا ہے۔(تحفۃ المِراۃ فی دُروس المشکوۃ:253)

مغرب: اِس کے ابتدائی وقت میں اتفاق اور انتہائی وقت میں اختلاف ہے۔

چنانچہ بالاتفاق غروبِ آفتاب سے مغرب کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے اِس میں اختلاف ہے:

- **مالکیہ، حنابلہ اور صاحبین:** شفقِ احمر کے غائب ہونے تک مغرب کا وقت رہتا ہے۔
- **امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:** شفقِ اَبیض کے غائب ہونے تک مغرب کا وقت رہتا ہے۔
- **امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:** دو قول ہیں: (1) جمہور کے مطابق۔ وھو الراجح۔ (1) مغرب کی فرض اور سنتوں کے پڑھنے تک رہتا ہے۔

فائدہ : آفتاب غروب ہو جانے کے بعد آسمان میں مغرب کی جانب ایک سرخی ہوتی ہے، اُس کو شفق احمر کہتے ہیں، وہ ختم ہوتی ہے تو اس کی جگہ سفیدی آتی ہے، اس کو شفق ابیض کہتے ہیں، پھر کچھ دیر بعد وہ بھی غائب ہو جاتی ہے۔

عشاء: اِس کے ابتدائی اور انتہائی دونوں وقتوں میں اختلاف ہے:

ابتدائی وقت میں وہی اختلاف ہے جو مغرب کے انتہائی وقت میں ہے، یعنی:

- **امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:** شفقِ اَبیض کے غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے۔
- **ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم :** شفقِ احمر کے غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے۔

نمازوں کے مستحب اوقات:

فجر : اِس کے مستحب وقت میں اختلاف ہے:

- **احناف رحمۃ اللہ علیہم:** اسفار یعنی روشن کر کے پڑھنا افضل ہے۔

- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم : تغلیس یعنی تاریکی میں پڑھنا افضل ہے۔

روایات میں دونوں ہی کا تذکرہ ملتا ہے، احناف نے لوگوں کی آسانی کو دیکھتے ہوئے اور تقلیلِ جماعت سے احتراز کرتے ہوئے اِسفار کی روایات کو ترجیح دی ہے اور "غَلَس" کی روایات کو رمضان پر یا اُس صورت پر محمول کیا ہے جبکہ لوگوں کا رات کو شب بیداری کرنے کا معمول ہو، جیسے حرمین شریفین میں لوگ صبح صادق سے پہلے ہی اٹھے ہوتے ہیں اِس لئے جلدی نماز پڑھنے میں تقلیلِ جماعت کی خرابی لازم نہیں آتی۔

ظہر: اِس کے مستحب وقت میں اختلاف ہے:

- احناف اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: سردی میں تعجیل (جلدی پڑھنا) اور گرمی میں تاخیر افضل ہے۔
- مالکیہ اور شوافع رحمۃ اللہ علیہم: مطلقاً (خواہ سردی ہو یا گرمی) ہر صورت میں جلدی پڑھنا افضل ہے۔

عصر: اگر موسم اَبر آلود ہو تو بالاتفاق جلدی پڑھنا افضل ہے، اور عمومی حالت میں اِس کے مستحب وقت میں اختلاف ہے:

- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: تعجیل یعنی جلدی پڑھنا افضل ہے۔
- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: قدرے تاخیر افضل ہے، لیکن اِس قدر کہ "اِصفرارِ شمس" سورج زرد نہ ہوجائے، کیونکہ اُس وقت تک تاخیر کرکے پڑھنا مکروہ ہے۔

مغرب: اِس کے مستحب وقت میں کوئی اختلاف نہیں، بالاتفاق تعجیل یعنی جلدی پڑھنا افضل ہے۔

عشاء : اصلاً تو ثلثِ لیل تک مؤخر کرنا مستحب تھا، جیسا کہ احادیث میں اِس کا تذکرہ ملتا ہے، لیکن اب سب کے نزدیک تعجیل ہی مستحب ہے، اِس لئے کہ دیر سے پڑھنے میں تقلیلِ جماعت کی خرابی لازم آتی ہے، نیز بہت سے لوگوں کا اِس تاخیر کی وجہ سے نماز ہی کا ترک کرنا لازم آئے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ نمازوں کے مستحب اوقات میں مغرب اور عشاء کے اندر کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ مغرب میں تعجیل مستحب ہے بالاتفاق اور عشاء میں تاخیر الی ثلث اللیل مستحب ہے بالاتفاق، البتہ فجر، ظہر اور عصر کے مستحب وقت میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل ما قبل گزر چکی۔

نمازوں کے مکروہ اوقات:

اوقاتِ مکروہہ کی دو قسمیں ہیں:

(1) اوقاتِ مکروہہ لکل صلوۃ۔ (2) اوقاتِ مکروہہ للنوافل۔

اوقاتِ مکروہہ لکل صلوۃ:

وہ اوقات جن میں ہر قسم کی نماز اور سجدہ مکروہ ہوتا ہے۔ اور اس میں تین اوقات ہیں:

(1) عین طلوعِ آفتاب۔ (2) عین زوالِ آفتاب۔ (3) عین غروبِ آفتاب۔

اوقاتِ مکروہہ للنوافل:

وہ اوقات جن میں صرف نوافل مکروہ ہیں، اور فرائض (خواہ وقتی ہوں یا فوت شدہ) پڑھی جاسکتی ہیں۔

اس میں دو وقت ہیں:

(1) صبح صادق سے لے کر طلوعِ آفتاب تک۔ (2) عصر کے بعد سے غروبِ آفتاب تک۔

پس مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں مکروہ اوقات کل پانچ بنتے ہیں:

(1) صبح صادق سے لے کر طلوعِ آفتاب تک۔(2)عین طلوع آفتاب۔(3) عین زوالِ آفتاب۔

(4)عصر کے بعد سے غروبِ آفتاب تک۔(5) عین غروبِ آفتاب۔

فائدہ : غربِ آفتاب کے بعد مغرب کی نماز سے قبل نفل پڑھنا بھی مکروہ ہے، اِس لئے کہ اس سے مغرب کی نماز میں تاخیر لازم آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بقیہ تمام ائمہ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے کے قائل نہیں ہیں۔اِسی طرح خطبہ جمعہ کے وقت بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے اور کیونکہ اس سے خطبہ کا سننا متاثر ہوتا ہے۔نیز عیدین کی نماز سے پہلے خواہ گھر میں ہو یا عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے اور عیدین کی نماز کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے، البتہ گھر واپس آکر پڑھ سکتے ہیں۔

نوٹ: نمازوں کے مکروہ اوقات میں کون کون سی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں، یہ اور اِس سے متعلّقہ دیگر کئی اہم مسائل کی تفصیل آگے آنے والے باب "باب اوقات النہی" کے اندر ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ فَضَائِلِ الصَّلَاةِ

نمازوں کے فضائل میں دو طرح کی احادیث ہیں:

(1) **عمومی فضائل پر مشتمل احادیث** :یعنی وہ فضائل جو عمومی طور پر تمام نمازوں کے مشترکہ طور پر بیان کیے گئے ہیں اور اُن میں کسی خاص نماز کی فضیلت کا بیان نہیں۔

(2) **خصوصی فضائل پر مشتمل احادیث**:یعنی وہ فضائل جو کسی خاص نماز کے بارے میں ذکر کیے گئے ہیں۔

عمومی فضائل:

پہلی فضیلت: نماز کا گناہوں کا کفارہ ہونا:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: پانچوں نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک اُن تمام گناہوں کو مٹادیتے ہیں جو اُن کے درمیان ہوئے ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمْعَةُ إِلَى الْجُمْعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ۔(مسلم:233)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: کیا خیال ہے تمہارا اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اُس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: میل کچیل میں سے کوئی چیز باقی نہ رہے گی، آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح پانچوں نمازوں کی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن کی وجہ سے گناہوں کو مٹادیتے ہیں۔ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ

يَوْمٍ خَمْسًا، مَا تَقُولُ: ذَلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ " قَالُوا: لاَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا، قَالَ: «فَذَلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الخَمْسِ، يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الخَطَايَا۔(بخاری:528)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص (سے گناہ صادر ہو گیا کہ اُس) نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا اور پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اُس گناہ کے بارے میں بتایا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور (اے پیغمبر!) دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کرو، یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ پس اُس شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ حکم میرے ہی لئے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: میری ساری اُمّت کے لئے ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: میری اُمّت میں جو شخص اس پر عمل کرے اُس کے لئے یہ حکم ہے۔عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنَ امْرَأَةٍ قُبْلَةً، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: {أَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ، إِنَّ الحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ} فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلِي هَذَا؟ قَالَ: «لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ»۔(بخاری:526)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ سردی کے زمانے میں نکلے جبکہ پتے جھڑ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی دو ٹہنیاں پکڑیں تو اُس کے پتے جھڑنے لگے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اے ابوذر!، میں نے کہا: یا رسول اللہ ! میں حاضر ہوں ، اِرشاد فرمایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مسلمان بندہ اللہ کی رضاء وخوشنودی کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اُس کے گناہ ایسے ہی جھڑنے لگتے ہیں جیسا کہ درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔عَنْ أَبِي ذَرٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ يَتَهَافَتُ، فَأَخَذَ بِغُصْنَيْنِ مِنْ شَجَرَةٍ، قَالَ: فَجَعَلَ ذَلِكَ الْوَرَقُ يَتَهَافَتُ، قَالَ: فَقَالَ: "يَا أَبَا ذَرٍّ " قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ:إِنَّ الْعَبْدَ

الْمُسْلِمَ لَيُصَلِّي الصَّلَاةَ يُرِيدُ بِهَا وَجْهَ اللهِ، فَتَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوبُهُ كَمَا يَتَهَافَتُ هَذَا الْوَرَقُ عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ۔(مسند احمد:21556)

نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: جس نے دو رکعت پڑھی اور اُس میں اُس نے (جان بوجھ کر) کوئی غفلت اختیار نہیں کی تو اللہ تعالیٰ اُس کے پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کردیں گے۔مَنْ صَلَّى سَجْدَتَيْنِ، لَا يَسْهُو فِيهِمَا، غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔(مسند احمد:21691)

دوسری فضیلت:سب سے زیادہ افضل عمل:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کون سا عمل سب سے زیادہ افضل ہے ؟ آپ نے اِرشاد فرمایا: نماز کو اُس کے اوقات میں پڑھنا۔ میں نے کہا: پھر کون سا عمل افضل ہے ؟ آپ نے اِرشاد فرمایا: پھر والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا۔ میں نے کہا: پھر کون سا عمل افضل ہے ؟ آپ نے اِرشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہوگئے، اگر میں آپ سے اور زیادہ پوچھتا تو آپ اور بھی بتاتے۔قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ العَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «الصَّلاَةُ عَلَى مِيقَاتِهَا»، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «ثُمَّ بِرُّ الوَالِدَيْنِ»، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» فَسَكَتُّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي۔(بخاری:2782)

تیسری فضیلت: نماز مغفرت کا بہترین ذریعہ ہے :

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ اِرشاد فرمارہے تھے :اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں ،جو ان کے لئے اچھی طرح سے وضو کرکے اُن کو اُن کے (مستحب)اوقات میں اداء کرے اور رکوع و خشوع بھی مکمل کرے تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے اپنے اوپر

لازم کرلیاہے کہ اُس کی ضرور مغفرت کریں گے، اور جو ایسا نہیں کرے گا اُس کے لئے اللہ نے اپنے اوپر کچھ لازم نہیں کیا، اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اُس کی مغفرت کردیں اور چاہیں تو عذاب دیدیں۔ خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ أَحْسَنَ وُضُوءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَأَتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ۔(ابوداؤد:425)

چوتھی فضیلت: نماز جنّت میں داخلے کا بہترین ذریعہ ہے :

نبی کریم ﷺ کے خطبہ حج میں ایک نصیحت یہ تھی: اللہ سے ڈرو جو کہ تمہارا پروردگار ہے، پانچ نمازیں پڑھو، رمضان کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوۃ اداء کرو، حاکم کی اِطاعت کرو، تم اپنے پروردگار کی جنّت میں داخل ہوجاؤ گے۔اتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ، وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ، وَصُومُوا شَهْرَكُمْ، وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ، وَأَطِيعُوا ذَا أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ۔(ترمذی:616)

پانچویں فضیلت: نماز قیامت کے دن نور، حجت اور جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے نماز کی حفاظت کی اُس کے لئے قیامت کے دن یہ نماز نور، حجت اور جہنم سے نجات کا باعث بنے گی۔ اور جس نے نماز کی حفاظت نہیں کی اُس کے لئے نماز نہ نور ہوگی، نہ حجّت اور نہ نجات کا ذریعہ بنے گی اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون ہامان اور ابیّ بن خلف کے ساتھ ہوگا۔عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا فَقَالَ: «مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا، كَانَتْ لَهُ نُورًا، وَبُرْهَانًا، وَنَجَاةً مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَمْ

يُحَافِظْ عَلَيْهَا، لَمْ تَكُنْ لَهُ نُورًا، وَلَا نَجَاةً، وَلَا بُرْهَانًا، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ، وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ»۔(دارمی:2763)

چھٹی فضیلت:فرض نماز جماعت سے پڑھنے کے لئے جانا حج کے برابر ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے :جو فرض نماز جماعت سے پڑھنے کے لئے جائے تو اُس کی نماز حج کی طرح ہے اور جو نفل نماز کے جائے تو اُس کی نماز مکمل عمرہ کی طرح ہے۔مَنْ مَشَى إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فِي الْجَمَاعَةِ، فَهِيَ كَحَجَّةٍ، وَمَنْ مَشَى إِلَى صَلَاةِ تَطَوُّعٍ فَهِيَ كَعُمْرَةٍ تَامَّةٍ۔(طبرانی کبیر:7578)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے:جو فرض نماز پڑھے نے کے لئے وضو کرکے چلے تو اُس کا اجر احرام باندھ کر حج کرنے والے کی طرح ہے،اور جو چاشت کی نماز پڑھنے کے لئے چلے اُس کا اجر عمرہ کرنے والے کے اجر کی طرح ہے۔مَنْ مَشَى إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ وَهُوَ مُتَطَهِّرٌ، فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ مَشَى إِلَى تَسْبِيحِ الضُّحَى، فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ۔(طبرانی کبیر:7734)مَنْ مَشَى إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ كَانَتْ بِمَنْزِلَةِ حَجَّةٍ، وَمَنْ مَشَى إِلَى صَلَاةِ تَطَوُّعٍ كَانَتْ بِمَنْزِلَةِ عَمْرَةٍ۔(طبرانی کبیر:7764)

ساتویں فضیلت:مساجد کی طرف آتے جاتے رہنا جہاد فی سبیل اللہ کی طرح ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: صبح شام مسجدوں کی جانب جانا جہاد فی سبیل اللہ کی طرح ہے۔الْغُدُوُّ وَالرَّوَاحُ إِلَى الْمَسَاجِدِ مِنَ الْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللهِ۔(طبرانی کبیر:7739)

خصوصی فضائل:

احادیثِ طیبہ میں نمازوں کے خصوصی فضائل دوطر ح سے منقول ہیں:

(1) — پانچوں نمازوں میں سے ہر ہر نماز کے امتیازی اور خصوصی فضائل۔

(2) — پانچ نمازوں کے علاوہ دیگر نمازوں کے خصوصی فضائل۔

پانچوں نمازوں کے خصوصی فضائل:

فجر کی نماز کے فضائل:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کے ذمّہ میں آجاتا ہے، پس (اِس بات کا خیال رکھنا کہ) اللہ تعالیٰ تم سے اپنے ذمّہ کے بارے میں کسی چیز کا مطالبہ نہ کریں، اِس لئے کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمّہ کا مطالبہ کردیا اُسے پکڑلیں گے پھر اُسے اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیں گے۔مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ، فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبَّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔(مسلم:657)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے یعنی فجر اور سورج غرب ہونے سے پہلے یعنی عصر کی نماز پڑھی وہ شخص جہنم میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ لَنْ يَلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَقَبْلَ غُرُوبِهَا» - يَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ - ۔(مسلم:634)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس نے دو ٹھنڈی نمازیں (یعنی فجر اور عصر یا فجر اور عشاء کی نماز) پڑھی وہ جنت میں داخل ہوگا۔مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔(مسلم:635)

فائدہ : دو ٹھنڈی نمازوں سے مراد فجر اور عصر کی نماز ہے، بعض نے اِس کا مصداق فجر کی اور عشاء کی نماز کو قرار دیا ہے۔(مرقاۃ)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جو صبح سویرے فجر کی نماز کے لئے جاتا ہے وہ ایمان کا جھنڈا لیکر جاتا ہے اور جو صبح بازار کی جانب جاتا ہے وہ ابلیس کا جھنڈا لیکر جاتا ہے۔مَنْ غَدَا إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ غَدَا بِرَايَةِ الْإِيمَانِ، وَمَنْ غَدَا إِلَى السُّوقِ غَدَا بِرَايَةِ إِبْلِيسَ۔(ابن ماجہ:2234)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اندھیروں میں مسجدوں کی طرف جانے والوں کو قیامت کے دن مکمل نور کی بشارت دیدو۔ بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ، بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(ابن ماجہ:781)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اندھیروں میں مسجدوں کی طرف جانے والے لوگ دراصل اللہ کی رحمت میں ڈوب جانے والے ہیں۔الْمَشَّاءُونَ إِلَى الْمَسَاجِدِ فِي الظُّلَمِ، أُولَئِكَ الْخَوَّاضُونَ فِي رَحْمَةِ اللَّهِ۔(ابن ماجہ:779)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: تمہارے پاس یکے بعد دیگرے دن رات فرشتے آتے رہتے ہیں (جو تمہارے اعمال لکھتے اور بارگاہِ الٰہی میں پہنچاتے رہتے ہیں) اور فجر اور عصر کی نماز میں سب جمع ہوتے ہیں اور تمہارے پاس رہنے والے فرشتے (جس وقت) آسمان پر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال جاننے کے باوجود ان سے (بندوں کے احوال و اعمال) پوچھتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم نے اُنہیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا ہے اور جب ہم اُن کے پاس آئے تھے اُس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلاَئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلاَئِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلاَةِ الفَجْرِ وَصَلاَةِ العَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ۔(بخاری:555)

ظہر کی نماز کے فضائل:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اگر لوگ اذان دینے اور پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت جان لیں پھر وہ اِس کے حصول کے لئے سوائے قرعہ اندازی کے کوئی راستہ نہ پائیں تو وہ قرعہ اندازی کرنے لگیں، اور اگر لوگوں کو اوّل وقت میں (یا دوپہر کی سخت گرمی میں) نماز کے لئے جانے کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہا ایک دوسرے سے (اِس کے حصول کے لئے) سبقت کرنے لگ جائیں، اور اگر لوگوں کو عشاء کی اور فجر کی نماز کا اجر معلوم ہو جائے تو وہ اِن دونوں نمازوں کے لئے ضرور آئیں اگرچہ اُنہیں کولہوں کے بَل ہی کیوں

نہ گھسٹنا پڑے۔لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لاَسْتَهَمُوا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لاَسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي العَتَمَةِ وَالصُّبْحِ، لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا۔(بخاری:615)

"تَہْجِیر" کا ایک معنی اول وقت میں نماز کے لئے جانا ذکر کیا گیا ہے اور ھاجرہ یعنی دوپہر کی سخت گرمی میں ظہر کی نماز کے لئے جانے کو بھی "تَہْجِیر" کہا جاتا ہے۔(مرقاۃ)

عصر کی نماز کے فضائل:

اللہ تعالیٰ نے پانچوں نمازوں کی حفاظت کی تلقین فرمائی ہے اور بطور خاص عصر کی نماز کو اہمیت اور تاکید کے ساتھ بیان فرمایا۔ چنانچہ اِرشاد فرمایا:﴿ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى ﴾ تمام نمازوں کا پورا پورا خیال رکھو اور (خاص طور پر) بیچ کی نماز کا۔ بیچ کی نماز سے مراد "عصر" نماز ہے، اِس کا خاص طور پر اِس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ عام طور سے اس وقت لوگ اپنا کاروبار سمیٹنے میں مشغول ہوتے ہیں اور اِس مشغولیت میں بے برواہی ہونے کا اِمکان زیادہ ہے۔(آسان ترجمہ قرآن مع تشریح)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ صلاۃ الوسطیٰ سے مراد عصر کی نماز ہے۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الوُسْطَى صَلَاةُ العَصْرِ۔(ترمذی:181)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی وہ ایسا ہے جیسے گویا کہ اُس کا گھو اور مال سب کچھ چھین لیا گیا۔مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ، فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ۔(مسلم:626)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس نے عصر کی نماز ترک کردی اُس کا عمل ضائع ہوگیا۔مَنْ تَرَكَ صَلاَةَ العَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ۔(بخاری:553)

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے ، آپ ﷺ نے چودھویں کے چاند کی جانب دیکھا اور فرمایا: تم لوگ اپنے ربّ کا دیدار اِسی طرح کروگے

جیسا کہ تم اِس چاند کو دیکھ رہے ہو یعنی تمہیں اللہ کے دیدار میں کوئی مشقت نہیں ہوگی، پس اگر تم یہ کرسکتے ہو کہ سورج نکلنے سے پہلے کی نماز یعنی فجر اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز یعنی عصر میں کوئی کوتاہی نہ ہو تو ضرور کرو، اُس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الغُرُوبِ ﴾ اور اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہو، سورج نکلنے سے پہلے بھی اور سورج ڈوبنے سے پہلے بھی۔ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَى القَمَرِ لَيْلَةً - يَعْنِي البَدْرَ - فَقَالَ: «إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ، كَمَا تَرَوْنَ هَذَا القَمَرَ، لاَ تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لاَ تُغْلَبُوا عَلَى صَلاَةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا» ثُمَّ قَرَأَ: {وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الغُرُوبِ} [ق: 39] ۔(بخاری:554)

مغرب کی نماز کے فضائل:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل نماز مغرب کی نماز ہے، اور جس نے مغرب کے بعد دو رکعت پڑھی اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت میں محل بنادیں گے۔ إِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ عِنْدَ اللَّهِ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ، وَمَنْ صَلَّى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، يَغْدُو فِيهِ وَيَرُوحُ۔(طبرانی اوسط:6449)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی نماز مغرب کی نماز سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے، اِسی کے ذریعہ بندہ اپنی رات کی ابتداء اور دن کا اختتام کرتا ہے۔ مَا مِنْ صَلَاةٍ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، بِهَا يَفْتَحُ الْعَبْدُ لَيْلَهُ وَيَخْتِمُ بِهَا نَهَارَهُ۔(الترغیب فی فضائل الأعمال:74)

عشاء کی نماز کے فضائل:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: منافقین پر کوئی نماز فجر اور عشاء سے زیادہ بھاری نہیں ہے اور اگر وہ اِن دونوں نمازوں میں جو اجر رکھا ہے اُس کو جان لیتے تو اس میں ضرور حاضر ہوتے اگرچہ گھسٹ گھسٹ کر ہی کیوں نہ

آنا پڑتا۔لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ مِنَ الفَجْرِ وَالعِشَاءِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا۔(بخاری:657)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جو عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اُس نے گویا آدھی رات قیام کیا اور جو فجر کی نماز جماعت سے پڑھے اُس نے گویا ساری رات نماز پڑھی۔مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ۔(مسلم:656)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی اُس نے اُسی کے بقدر لیلۃ القدر میں سے حصہ پایا۔مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ، فَقَدْ أَخَذَ مِنْ حَظِّهِ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔(طبرانی کبیر:7745)

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مُرسلاً مَروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ہمارے اور منافقین کے درمیان عشاء کی نماز میں حاضر ہونے کا فرق ہے، اور منافقین اِن دونوں نمازوں میں حاضر ہونے کی اِستطاعت نہیں رکھیں گے۔عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُنَافِقِينَ شُهُودُ الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَا يَسْتَطِيعُونَهُمَا۔(شعب الایمان:2596)

پانچ نمازوں کے علاوہ دیگر نمازوں کے خصوصی فضائل:

پانچوں نمازوں کے علاوہ بھی بہت سی سنت اور نفل نمازیں ہیں جن کی احادیث طیبہ میں فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، ذیل میں مندرجہ ذیل نمازوں کے فضائل ذکر کیے جارہے ہیں:

(1)نوافل کے فضائل۔ (2)سننِ رواتب کے فضائل۔ (3)اِشراق کے فضائل۔

(4)چاشت کے فضائل۔ (5)تہجد کے فضائل۔ (6)اوّابین کے فضائل۔

(5)تراویح کے فضائل۔

نوافل کے فضائل:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: نوافل کی وجہ سے بندہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں، تو پھر میں اُس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنے، اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھے، اور اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑے اور اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو عطاء کرتا ہوں اور کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں۔مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ:كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ۔(بخاری:6502)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب اور بامراد ہوگا اور نماز بے کار ثابت ہوئی تو وہ نامراد اور خسارہ میں ہوگا، اور اگر نماز میں کچھ کمی پائی گئی تو اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہوگا: دیکھو اِس بندے کے پاس کہ کیا کچھ نفلیں بھی ہیں کہ جن سے فرضوں کو پورا کردیا جائے؟ اگر نکل آئیں تو اُن سے فرضوں کی تکمیل کردی جائے گی اُس کے بعد پھر اِسی طرح باقی اعمال روزہ زکوۃ وغیرہ کا حساب ہوگا۔إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ العَبْدُ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَإِنْ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ، قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلَ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الفَرِيضَةِ، ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ۔(ترمذی:413)

سننِ رواتب کے فضائل:

سننِ رواتب خواہ مؤکّدہ ہوں یا غیر مؤکّدہ، احادیث میں اِن کی بڑی فضیلت وارِد ہوئی ہے، جن میں اجتماعی طور پر دن بھر کی نمازوں کی قبلیہ اور بعدیہ سنتوں کا اہتمام کرنے کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے اور ایک ایک کرکے ہر نماز کی سنتوں کی الگ الگ فضیلت بھی ذکر کی گئی ہے۔ ذیل میں دونوں طرح کے فضائل احادیثِ طیبہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

بارہ رکعت سننِ مؤکّدہ کے فضائل:

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں: جس نے دن اور رات میں بارہ رکعات (مؤکّدہ سنتیں) پڑھیں اُس کے لئے ان کی برکت سے جنّت میں محل بنادیا جاتا ہے۔ مَنْ صَلَّى اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، بُنِيَ لَهُ بِهِنَّ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ۔(مسلم:728)

سنن نسائی کی روایت میں اِس پر جنّت میں داخلہ کی بشارت ذکر کی گئی ہے۔مَنْ ثَابَرَ عَلَى اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔(نسائی:1794)

اور اُن بارہ رکعات مؤکّدہ سنتوں کی تفصیل ایک دوسری روایت میں یہ بیان کی گئی ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد مَروی ہے: جس نے بارہ رکعات سنت پر پابندی اختیار کی اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت میں محل بنادیں گے (اور وہ بارہ رکعات یہ ہیں) چار رکعت ظہر سے پہلے، دو رکعت ظہر کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت فجر سے پہلے۔ مَنْ ثَابَرَ عَلَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ السُّنَّةِ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الجَنَّةِ: أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ المَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ العِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الفَجْرِ۔(ترمذی:414)

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ اِرشاد سنا ہے میں نے کبھی اِن بارہ رکعات سنتوں کو ترک نہیں کیا، اُن سے یہ حدیث نقل کرنے والے حضرت عنبسہ بن ابی سفیان ہیں اور اُن سے عَمرو بن اَوس نے نقل کیا ہے اور اُن سے حضرت نعمان بن سالم نے یہ روایت نقل کی ہے، سب کے سب یہی کہتے ہیں کہ جب سے ہم نے یہ روایت سنی ہے کبھی بھی ہم نے اِن بارہ رکعات سنتوں کو ترک نہیں کیا۔ اللہ کرے کہ ہم بھی اِس عظیم فضیلت کو سن کر قولاً اور عملاً اِس بات کا تہیہ کریں کہ ہم بھی ان شاء اللہ کبھی اِن سنتوں کو ترک نہیں کریں گے۔ واللہ ھو الموفّق

فجر کی دو رکعت سنت کی فضیلت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں: فجر کی دو رکعت سنت پڑھنا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اُن سب سے بہتر ہے۔ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔(مسلم:725)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: فجر سے پہلے کی یہ دونوں سنت مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا۔(مسلم:725)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نوافل میں کسی بھی نماز کا اِتنا زیادہ خیال نہیں رکھتے تھے جتنا صبح کی نماز سے پہلے کی دو رکعت سنت کا اہتمام کرتے تھے۔لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلَى رَكْعَتَيِ الفَجْرِ۔(بخاری:1169)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: فجر کی دو رکعت (سنت) کو ترک نہ کیا کرو اگرچہ تمہیں گھوڑے روند ڈالے۔لَا تَدَعُوهُمَا، وَإِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ۔(ابوداؤد:1258)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: فجر کی دو رکعتوں کی صرف وہ شخص حفاظت کرسکتا ہے جو بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرنے والا ہے۔لَا يُحَافِظُ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ إِلَّا أَوَّابٌ۔(شعب الایمان:2802)

ظہر کی سنتوں کی فضیلت:

اُم المؤمنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل کرتی ہیں: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اُس کو جہنم کی آگ پر حرام کردیں گے۔مَنْ صَلَّى قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ۔(ترمذی:428)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد مروی ہے: ظہر سے پہلے کی چار رکعت سنتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کی برکت سے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ لَيْسَ فِيهِنَّ تَسْلِيمٌ، تُفْتَحُ لَهُنَّ أَبْوَابُ السَّمَاءِ۔(ابوداؤد:1270)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے زوالِ آفتاب کے بعد چار رکعت پڑھا کرتے تھے اور فرماتے: یہ ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور مجھے یہ پسند ہے کہ اِس گھڑی میں میرا نیک عمل اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو۔كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَقَالَ:إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ۔(ترمذی:478)

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشاد نقل فرماتے ہیں: چار رکعت ظہر سے پہلے پڑھنا اپنے مثل رات کے آخری پہر کی نماز شمار کی جاتی ہیں۔یعنی اتنی ہی رکعات تہجد پڑھنے کے برابر سمجھا جاتا ہے۔أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ تُحْسَبُ بِمِثْلِهِنَّ فِي صَلَاةِ السَّحَرِ۔(ترمذی:3128)

عصر کی چار رکعت سنت کی فضیلت:

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عصر سے پہلے چار رکعت پڑھنے والے کو دعاء دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس پر رحمت نازل فرمائے جو عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھے۔رَحِمَ اللَّهُ امْرَأً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا۔(ابوداؤد:1271)

اِرشادِ نبوی ہے: جس نے عصر سے پہلے چار رکعت پڑھی اُسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔مَنْ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعَصْرِ لَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ۔(طبرانی اوسط:2580)

حضرت امّ سلمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں: جس نے عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھی اللہ تعالیٰ اُس کے بدن کو جہنم کی آگ پر حرام کردیں گے۔عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعَصْرِ حَرَّمَ اللهُ بَدَنَهُ عَلَى النَّارِ۔(طبرانی کبیر:23/281)

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: میری امّت عصر سے پہلے اِن چار رکعت کو مستقل پڑھتی رہے گی یہاں تک کہ وہ لوگ زمین پر یقینی طور پر مغفرت یافتہ ہوکر چلیں گے۔لَا تَزَالُ أُمَّتِي يُصَلُّونَ هَذِهِ الْأَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعَصْرِ حَتَّى تَمْشِيَ عَلَى الْأَرْضِ مَغْفُورًا لَهَا مَغْفِرَةً حَتْمًا۔(طبرانی اوسط:5131)

جنّت میں گھر: حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جس نے عصر سے پہلے چار رکعت کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت میں گھر بنادیں گے۔أُمّ حَبِيبَةَ بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ تَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعَصْرِ بَنَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔(مسند ابویعلیٰ موصلی:7137)

مغرب کی سنتوں کی فضیلت:

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مُرسلاً نقل فرماتے ہیں: جس نے مغرب کے بعد بات کرنے سے پہلے دو رکعت پڑھی اور ایک روایت میں چار پڑھنے کا ذکر ہے،اُس کی نماز علّیین میں اُٹھالی جاتی ہے۔مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ وَفِي رِوَايَةٍ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ رُفِعَتْ صَلَاتُهُ فِي عِلِّيِّينَ۔(مشکوۃ:1184)

حضرت حذیفہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: مغرب کے بعد کی دو رکعتوں کو جلدی پڑھا کرواِس لئے کہ یہ دونوں رکعتیں فرض کے ساتھ اُٹھائی جاتی ہیں ۔عَجِّلُوا الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَإِنَّهُمَا تُرْفَعَانِ مَعَ الْمَكْتُوبَةِ۔(مشکوۃ:1185)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں طویل قراءت فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اہلِ مسجد متفرّق ہوجاتے۔كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيلُ الْقِرَاءَةَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، حَتَّى يَتَفَرَّقَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ۔(ابوداؤد:1301)

عشاء کی سنتوں کی فضیلت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں عشاء کے بعد کی چار رکعت کی طرح ہیں اور عشاء کے بعد کی چار رکعتیں ایسی ہیں جیسے اتنی ہی (یعنی چار رکعتیں) لیلۃ القدر میں پڑھی جائیں۔أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ كَعِدْلِهِنَّ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَأَرْبَعٌ بَعْدَ الْعِشَاءِ كَعِدْلِهِنَّ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔(طبرانی اوسط:2733)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی عشاء کی نماز پڑھ کر چار یا چھ رکعات پڑھے بغیر میرے پاس داخل نہیں ہوئے۔مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَيَّ إِلَّا صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، أَوْ سِتَّ رَكَعَاتٍ۔(ابوداؤد:1303)

اِشراق کے فضائل:

فجر کی نماز کے بعد فوراً بستر جانے کے بجائے کچھ دیر مسجد ہی میں اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے ذکر و تلاوت میں مشغول رہیں اور جب سورج طلوع ہو جائے تو دو دو کر کے چار رکعت یا صرف دو رکعت اِشراق کی نیت سے پڑھ لیں، یہ ایسا مُبارک اور اجر و ثواب کا حامل عمل ہے کہ انسان کو بیٹھے بیٹھے مفت میں بغیر کسی مشقت کے مُختصر سے وقت میں درج ذیل بڑے بڑے فضائل حاصل ہو جاتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی پھر طلوعِ آفتاب تک بیٹھا اللہ کے ذکر میں لگا رہے، پھر دو رکعت پڑھے تو اُس کے لئے ایک مکمل حج اور عُمرہ کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے، راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ”تَامَّةٍ“ کا لفظ آپ ﷺ نے تین

مرتبہ اِرشاد فرمایایعنی مکمل حج اور مکمل عمرہ کا ثواب۔«مَنْ صَلَّى الغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللَّهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ»، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ»۔(ترمذی:586)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مَروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جس نے فجر کی نماز پڑھی پھر اُسی مجلس میں بیٹھ کر طلوعِ آفتاب تک اللہ کا ذکر کرتا رہا پھر کھڑا ہوا اور دو رکعت نماز پڑھی اللہ تعالیٰ اُس پر آگ کو حرام کردیں گے اِس سے کہ وہ آگ اُس کو جلاسکے یا چکھ بھی سکے۔مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِي مَجْلِسِهِ يَذْكُرُ اللهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَلْفَحَهُ أَوْ تَطْعَمَهُ۔(شعب الایمان:2697)

شعب الایمان کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں: جس نے صبح کی نماز پڑھی پھر طلوعِ آفتاب تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگارہا اُس کے بعد دو یا چار رکعات پڑھی تو اُس کی جلد کو آگ چھوئے گی بھی نہیں۔مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ ثُمَّ ذَكَرَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ أَوْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ لَمْ تَمَسَّ جِلْدَهُ النَّارُ۔(شعب الایمان:3671)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل کرتی ہیں: جس نے صبح کی نماز پڑھی اور طلوعِ شمس تک اپنے مصلّیٰ ہی پر بیٹھا(ذکر و تلاوت میں مشغول) رہے پھر چار رکعات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت فرمادیتے ہیں ۔مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ، وَقَعَدَ فِي مُصَلَّاهُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ذُنُوبَهُ۔(طبرانی اوسط:5940)

حضرت سہل بن مُعاذ بن انس الجُہنی اپنے والد سے نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جو صبح کی نماز سے فارغ ہوکر اپنی جگہ پر بیٹھا(ذکر و تلاوت میں مشغول) رہے، زبان سے صرف خیر کی بات نکالے، یہاں تک کہ اِشراق کی دو رکعت پڑھ لے تو اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔مَنْ قَعَدَ فِي مُصَلَّاهُ حِينَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، حَتَّى يُسَبِّحَ رَكْعَتَيِ الضُّحَى، لَا يَقُولُ إِلَّا خَيْرًا، غُفِرَ لَهُ خَطَايَاهُ، وَإِنْ كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ۔(ابوداؤد:1287)

نبی کریم ﷺ کی ایک زوجہ مطہرہ آپ ﷺ کا یہ اِرشاد نقل کرتی ہیں: جس نے فجر کی نماز پڑھی اور اُسی جگہ بیٹھے اللہ کا ذکر کرتا رہا اور دنیا کی کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ (طلوعِ آفتاب کے بعد)چار رکعات پڑھی تو وہ اپنے گناہوں سے اُس دن کی طرح نکل جاتا ہے جس دن اُس کی ماں نے اُس کو جنا تھا۔مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ،أَوْ قَالَ: الْغَدَاةَ،فَقَعَدَ فِي مَقْعَدِهِ فَلَمْ يَلْغُ بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا، وَيَذْكُرُ اللَّهَ حَتَّى يُصَلِّيَ الضُّحَى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ لَا ذَنْبَ لَهُ۔(مسند ابی یعلیٰ الموصلی:4365)

حدیثِ قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابنِ آدم! دن کے شروع میں میرے لئے چار رکعت پڑھ لے مَیں تیرے دن بھر کے کاموں کے لئے کافی ہوجاؤں گا۔ابْنَ آدَمَ ارْكَعْ لِي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَكْفِكَ آخِرَهُ۔(ترمذی:475)

فائدہ: دن کے شروع میں پڑھی جانے والی چار رکعات سے کون سی نماز مراد ہے، اِس بارے میں تین قول ہیں: ① صلوۃ الضحیٰ۔ ②، صلوۃ الاِشراق ③ فجر کی دو سنتیں اور دو فرض۔(مرقاۃ المفاتیح:3/980)

لہٰذا یہ مذکورہ فضیلت یعنی دن بھر کے کاموں کی کفایت تینوں نمازوں کی ہوسکتی ہے۔

چاشت کے فضائل:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جب صبح ہوتی ہے تو انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے پس ہر تسبیح یعنی "سُبحَان اللَّهِ" کہنا صدقہ ہے، ہر تحمید یعنی "اَلْحَمْدُ للَّهُ" صدقہ ہے، ہر تہلیل یعنی "لاإله إِلَّا اللَّهُ" کہنا صدقہ ہے، ہر تکبیر یعنی "اَللَّهُ أَكْبَرُ" کہنا صدقہ ہے، امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی عن المُنکر صدقہ ہے، اور اِس کی طرف سے چاشت کی دو رکعت کافی ہو جاتی ہیں ۔يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحَى۔(مسلم:720)

حضرت ابوبریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور اُن میں سے ہر جوڑ کے بدلے میں صدقہ لازم ہوتا ہے، لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! اِس کی کون طاقت رکھ سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد میں پڑی ہوئی ریزش کو دفن کردو یا کسی (تکلیف دہ) چیز کو راستے سے ہٹادو، اگر تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تو دو رکعت چاشت کی تمہاری طرف سے کافی ہو جائیں گی۔فِي الْإِنْسَانِ سِتُّونَ وَثَلَاثُ مِائَةِ مَفْصِلٍ، فَعَلَيْهِ أَنْ يَتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِنْهَا صَدَقَةً. قَالُوا: فَمَنِ الَّذِي يُطِيقُ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ:النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا، أَوِ الشَّيْءُ تُنَحِّيهِ عَنِ الطَّرِيقِ، فَإِنْ لَمْ تَقْدِرْ فَرَكْعَتَا الضُّحَى تُجْزِئُ عَنْكَ۔(مسند احمد:22998)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: بے شک جنّت کا ایک دروازہ ہے جسے "ضُحیٰ" کہا جاتا ہے، جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک پکارنے والا پکارے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جو چاشت کی

نماز کو پابندی سے پڑھا کرتے تھے؟ (پھر اُن سے کہا جائے گا) یہ تمہارا دروازہ ہے اِس میں اللہ کی رحمت سے داخل ہو جاؤ۔إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ: الضُّحَى، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ: أَيْنَ الَّذِينَ كَانُوا يُدِيمُونَ عَلَى صَلَاةِ الضُّحَى؟ هَذَا بَابُكُمْ فَادْخُلُوهُ بِرَحْمَةِ اللَّهِ۔(طبرانی اوسط:5060)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے جنہیں موت تک کبھی میں نہیں چھوڑوں گا: ایک ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنا، دوسرا چاشت کی نماز پڑھنا اور تیسرا وتر پڑھ کر سونا۔أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلاَثٍ لاَ أَدَعُهُنَّ حَتَّى أَمُوتَ: صَوْمِ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلاَةِ الضُّحَى، وَنَوْمٍ عَلَى وِتْرٍ۔(بخاری:1178) مسند احمد میں اِسی روایت کے اندر دو رکعت صلوۃ الضحیٰ کی دو رکعتیں ذکر کی گئی ہیں، اِس سے معلوم ہوا کہ چاشت کی کم از کم دو رکعت بھی پڑھی جاسکتی ہے۔أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ:الْوَتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ، وَصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحَى۔(مسند احمد:9217)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول حج اور مقبول عُمرے کے برابر ہے۔رَكْعَتَانِ مِنَ الضُّحَى تَعْدِلاَنِ عِنْدَ اللهِ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ مُتَقَبَّلَتَيْنِ۔(الجامع الصغیر:6877)

عبد اللہ بن زید سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد منقول ہے: مَیں نے اپنے ربّ سے سوال کیا کہ میری امّت پر چاشت کی نماز لازم ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا: یہ فرشتوں کی نماز ہے جو پڑھنا چاہے پڑھے اور جو ترک کرنا چاہے ترک کردے، اور جو پڑھے اُسے سورج کے بلند ہونے کے بعد پڑھنا چاہیئے۔سَأَلْتُ

رَبِّي أَنْ يَكْتُبَ عَلَى أُمَّتِي سُبْحَةُ الضُّحَى فَقَالَ: تِلْكَ صَلاَةُ الْمَلاَئِكَةِ مَنْ شاءَ صَلاَّهَا وَمَنْ شاءَ تَرَكَهَا وَمَنْ صَلاَّهَا فَلاَ يصلها حتى ترتفع۔(الجامع الصغیر:6969)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوست نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِس بات کی وصیّت فرمائی کہ میں چاشت کی نماز پڑھا کروں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب بہت زیادہ رجوع کرنے والوں کی نماز ہے۔أَوْصَانِي خَلِيلِي أَنْ أُصَلِّيَ صَلَاةَ الضُّحَى، فَإِنَّهَا صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ۔(ابن ابی شیبہ:7800)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد مروی ہے: چاشت کی نماز اوّابین یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والوں کی نماز ہے۔صَلَاةُ الضُّحٰى صَلَاةُ الْأَوَّابِيْن۔(الجامع الصغیر:7275)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: چاشت کی نماز کی حفاظت صرف وہی کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع ہونے والا ہو، اور یہ در اصل رجوع کرنے والوں کی نماز ہے۔لَا يُحَافِظُ عَلَى صَلَاةِ الضُّحَى إِلَّا أَوَّابٌ» قَالَ:وَهِيَ صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ۔(مستدرکِ حاکم:1182)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ جو کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خادم تھے، فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سر کے پاس کھڑا آپ کے ہاتھوں پر (وضو وغیرہ کے لئے) پانی ڈال رہا تھا کہ اتنے میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سر اٹھایا اور فرمایا: کیا میں تمہیں تین خصلتیں ایسی نہ بتاؤں جن سے تم خوب نفع حاصل کر سکو؟ حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ضرور بتایئے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: میری امّت (مسلمہ) میں سے جس سے بھی تمہاری ملاقات ہو اُس سے سلام کرو اِس سے تمہاری عُمر طویل ہو گی، جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو اِس سے تمہارے گھر میں بکثرت خیر و بھلائی ہو گی اور چاشت کی نماز پڑھا کرو کیونکہ یہ "صلوۃ الابرار" یعنی نیک لوگوں کی نماز

ہے۔كُنْتُ وَاقِفًا عَلَى رَأْسِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَصُبُّ عَلَى يَدَيْهِ الْمَاءَ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَأْسَهُ، فَقَالَ:أَلَا أُعَلِّمُكَ ثَلَاثَ خِصَالٍ تَنْتَفِعُ بِهَا؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلَى، بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ:مَنْ لَقِيتَ مِنْ أُمَّتِي فَسَلِّمْ عَلَيْهِ يَطُلْ عُمُرُكَ، وَإِذَا دَخَلْتَ بَيْتَكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ يَكْثُرْ خَيْرُ بَيْتِكَ، وَصَلِّ صَلَاةَ الضُّحَى فَإِنَّهَا صَلَاةُ الْأَبْرَارِ۔(شعب الایمان:8383)

حضرت کعب فرماتے ہیں: جو فرض نمازوں کے علاوہ دن میں بارہ رکعتیں پڑھ لے وہ جنّت میں داخل ہو گا یا جنت میں اُس کا محل بنادیا جائے گا(اور وہ یہ ہیں) فجر سے پہلے دو سنتیں، چاشت کی دو رکعت، ظہر سے پہلے چار سنتیں، ظہر کے بعد کی دو سنت، اور مغرب کے بعد کی دو سنت۔ثِنْتَا عَشْرَةَ رَكْعَةً، مَنْ صَلَّاهَا فِي يَوْمٍ سِوَى الْمَكْتُوبَةِ، دَخَلَ الْجَنَّةَ أَوْ بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ، رَكْعَتَانِ قَبْلَ الْغَدَاةِ، وَرَكْعَتَانِ مِنَ الضُّحَى،وَأَرْبَعُ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ،وَرَكْعَتَانِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ۔(ابن ابی شیبہ:5978)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے چاشت کی دو رکعت کی حفاظت کی اُس کے تمام گناہ معاف کردیے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔مَنْ حَافَظَ عَلَى شُفْعَةِ الضُّحَى غُفِرَ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ البَحْرِ۔(ترمذی:476)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے بارہ رکعات چاشت پڑھی اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت میں سونے کا محل بنادیں گے۔مَنْ صَلَّى الضُّحَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ قَصْرًا مِنْ ذَهَبٍ فِي الجَنَّةِ۔(ترمذی:473)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد مروی ہے: جس نے 2 رکعت چاشت پڑھی وہ غافل ہونے والوں میں نہیں لکھا جائے گا، جس نے 4 رکعت پڑھی وہ قانتین یعنی لمبے قیام کرنے والوں میں سے

لکھا جائے گا، جس نے 6 رکعت پڑھی اُس کے لئے اُس دن کے کاموں کی کفایت کر دی جائے گی، جس نے 8 رکعت پڑھی اللہ تعالیٰ اُسے عبادت گزاروں میں سے لکھ دیں گے اور جس نے 12 رکعت پڑھی اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت میں محل بنادیں گے۔مَنْ صَلَّى الضُّحَى سَجْدَتَيْنِ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ، وَمَنْ صَلَّى أَرْبَعًا كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِينَ، وَمَنْ صَلَّى سِتًّا كُفِيَ ذَلِكَ الْيَوْمِ، وَمَنْ صَلَّى ثَمَانِيًا كَتَبَهُ اللَّهُ مِنَ الْعَابِدِينَ، وَمَنْ صَلَّى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔(السنن الصغیر للبیہقی:825)

مذکورہ روایت میں چاشت کی دو، چار، چھ، آٹھ اور بارہ رکعات پڑھنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے، دس کا ذکر نہیں، لیکن ایک دوسری روایت میں دس رکعت کی فضیلت بھی ذکر کی گئی ہے کہ اُس دن گناہ نہیں لکھا جاتا وَإِنْ صَلَّيْتَهَا عَشْرًا لَمْ يُكْتَبْ لَكَ ذَلِكَ الْيَوْمَ ذَنْبٌ۔(السنن الکبریٰ للبیہقی:4906)

تہجد کے فضائل:

احادیثِ طیبہ میں تہجد کو فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز بتلایا گیا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز وہ ہے جو رات کے درمیان پڑھی جائے۔أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْمَفْرُوضَةِ، صَلَاةٌ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ۔(مسند احمد:8507)(مسلم:1163)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل کرتے ہیں: رات کے قیام یعنی تہجد کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے، تمہارے رب کے قُرب کا ذریعہ ہے، گناہوں کو مٹانے والی اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأَبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ، وَمَكْفَرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ، وَمَنْهَاةٌ لِلإِثْمِ۔(ترمذی:3549)

ایک اور روایت میں اِس کے ساتھ " وَمَطْرَدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الجَسَدِ "کے الفاظ بھی منقول ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ تہجد کی نماز جسم سے بیماریوں کو دور کر دینے والی ہے۔(ترمذی:3549)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اُس وقت ہوتا ہے جب وہ رات کے آخری پہر اپنے رب کے سامنے حاضر ہوتا ہے، پس اگر تم اُن لوگوں میں سے ہونے کی طاقت رکھتے ہو جو اُس گھڑی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں تو ضرور ہو جاؤ: أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ العَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الآخِرِ، فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللَّهَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ۔(ترمذی:3579)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد منقول ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں: ایک وہ شخص جب وہ رات کو نماز میں کھڑا ہوتا ہے دوسرے وہ لوگ جب وہ نماز میں صف باندھتے ہیں، تیسرے وہ لوگ جب وہ جہاد میں دشمن سے قتال کرتے ہوئے صف باندھتے ہیں۔ کما فی الحدیث ثَلَاثَةٌ يَضْحَكُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ الرَّجُلُ إِذَا قَامَ بِاللَّيْلِ يُصَلِّي وَالْقَوْمُ إِذَا صَفُّوا فِي الصَّلَاةِ وَالْقَوْمُ إِذَا صَفُّوا فِي قِتَالِ الْعَدُوِّ۔(مشکوۃ المصابیح:1228)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سی دعاء سب سے زیادہ سنی جاتی ہے (یعنی قبول ہوتی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جَوْفَ اللَّيْلِ الآخِرِ،وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ المَكْتُوبَاتِ"رات کے آخری پہر اور فرض نمازوں کے بعد مانگی جانے والی دعاء۔(ترمذی:3499)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: بے شک جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہری حصہ اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے نظر آتا ہے، ایک اعرابی کھڑے ہوئے اور سوال کیا

یارسول اللہ !(ﷺ)وہ کس کے لئے ہیں ؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:اُس کے لئے جو کلام میں نرمی رکھے ، کھانا کھلائے ، پے درپے روزے رکھے اور رات کو اُس وقت نماز پڑھے جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔إِنَّ فِي الجَنَّةِ لَغُرَفًا تُرَى ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا، فَقَامَ إِلَيْهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:هِيَ لِمَنْ أَطَابَ الكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَدَامَ الصِّيَامَ، وَصَلَّى لِلَّهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ۔(ترمذی:1984)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے:میری امّت کے سب سے معزّز لوگ قرآن کریم کے حافظ اور تہجد گزار ہیں۔أَشْرَافُ أُمَّتِيْ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَأَصْحَابُ اللَّيْلِ۔(شعب الایمان:2447)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو یہودیوں کے ایک بڑے عالم تھے اُنہوں نے پہلی مرتبہ جب آنحضرت ﷺ کا دیدار کیا تو فرماتے ہیں: میں سمجھ گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا ہرگز نہیں ہوسکتا، اور سب سے پہلے جو بات آپ ﷺ نے اِرشاد فرمائی وہ یہ تھی : اے لوگو! آپس میں سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، رات کو نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ گے ۔يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَفْشُوا السَّلَامَ،وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُونَ الجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔(ترمذی:2485)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد منقول ہے:جو شخص رات کو کثرت سے نماز پڑھتا ہے دن کو اُس کا چہرہ حسین ہوتا ہے۔مَنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهُ بِالنَّهَارِ۔(شعب الایمان:2447)

حضرت حسان بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے مُرسلاً مروی ہے:ابنِ آدم کا رات کے آخری پہر میں دو رکعت پڑھنا اُس کے لئے دنیا و مافیہا(جو کچھ دنیا میں ہے اُن سب) سے بہتر ہے۔رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُما ابْنُ آدَمَ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الآخِرِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الدُّنْياوَمَا فِيهَا۔(الجامع الصغیر:6882)

اوّابین کے فضائل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت اِس طرح اداء کی کہ اُن کے درمیان کوئی بُری بات نہ کی ہو تو اُن کا ثواب بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوتا ہے۔مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوءٍ عُدِلْنَ لَهُ بِعِبَادَةِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً۔(ترمذی:435)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں: جس نے مغرب اور عشاء کے درمیان بیس رکعت پڑھی اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت میں ایک گھر بنائیں گے۔مَنْ صَلَّى، بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، عِشْرِينَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔(ابن ماجہ: 1373)ایک روایت میں دس رکعت پر بھی یہی فضیلت ذکر کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عبد الکریم بن الحارث سے مُرسلاً مروی ہے کہ: جس نے مغرب اور عشاء کے درمیان دس رکعت پڑھی اُس کے لئے جنّت میں ایک محل بنادیا جائے گا۔مَنْ رَكَعَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ فِيمَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بُنِيَ لَهُ قَصْرٌ فِي الْجَنَّةِ۔(الجامع الصغیر:12378)

تراویح کے فضائل:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ رمضان کی پچیسویں شب میں آدھی رات تک ہمیں لے کر قیام فرمایا یعنی تراویح پڑھائی، ہم نے کہا: یارسول اللہ! رات کے بقیہ حصہ میں بھی اسی طرح ہمیں پڑھاتے رہیں تو کتنا اچھا ہو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: بے شک کوئی شخص جب امام کے ساتھ تراویح کے لئے کھڑا ہو یہاں تک کہ امام نماز سے فارغ ہو جائے تو اُس کے لئے پوری رات قیام(یعنی

عبادت)کا ثواب لکھا جاتا ہے۔إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ مِنْ صَلَاتِهِ،حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَتِهِ۔(دارمی:1818)اِس سے معلوم ہوا کہ امام کے ساتھ تراویح پوری رات کے قیام کے برابر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جس نے رمضان المُبارک میں ایمان کی حالت میں اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے قیام کیا یعنی تراویح پڑھی اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا،غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔(بخاری:2009)

ایک روایت میں پچھلے گناہوں کے ساتھ ساتھ اگلے گناہوں کی مغفرت کا بھی ذکر ہے، گویا اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔مَنْ قَامَ شهر رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ «وَ فِي حَدِيثِ قُتَيْبَةَ» وَمَا تَأَخَّرَ۔(السنن الکبریٰ للنسائی:2523)

حضرت ابوسلمہ اپنے والد حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے رمضان کے مہینہ میں ایمان کی حالت میں اجر و ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اور تراویح پڑھی وہ اپنے گناہوں سے اُس دن کی طرح نکل جاتا ہے جس دن اُس کی ماں نے اُس کو جَنا تھا۔شَهْرٌ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ، فَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔(ابن ماجہ:1328)(نسائی:2210)

حضرت عمرو بن مرّہ جُہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے دریافت کیا: یارسول اللہ! اگر میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دوں، پانچ نمازیں پڑھوں ،رمضان کے روزے رکھوں، رمضان میں تراویح پڑھوں اور زکوۃ اداء کروں تو آپ کا کیا خیال ہے میرے بارے میں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جو اِن کاموں کو کرتے ہوئے مَر جائے وہ صدّیقین اور شہداء میں

سے ہے۔عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ الْجُهَنِيِّ قَالَ: جَاءَ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلٌ مِنْ قُضَاعَةَ، فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ شَهِدْتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ، وَصَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَصُمْتُ الشَّهْرَ، وَقُمْتُ رَمَضَانَ، وَآتَيْتُ الزَّكَاةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ مَاتَ عَلَى هَذَا كَانَ مِنَ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ۔(صحیح ابن خزیمہ:2212)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رمضان المُبارک کے قیام (تراویح) کی طرف لازم کیے بغیر شوق ورغبت دلاتے۔كَانَ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عَزِيمَةٍ۔(ابن ابی شیبہ:7698)

صلوۃ التسبیح کے فضائل:

یہ وہ نماز ہے جس کے پڑھنے کی برکت سے دس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں:

(1)اگلے گناہ۔(2)پچھلے گناہ۔(3)قدیم گناہ۔(4)جدید گناہ۔(5)غلطی سے کیے ہوئے گناہ۔(6)جان بوجھ کر کیے ہوئے گناہ۔(7)صغیرہ گناہ۔(8)کبیرہ گناہ۔(9)چھپ چھپ کر کیے ہوئے گناہ۔(10)کھلم کھلا کیے ہوئے گناہ۔يا عَبَّاسُ، يا عَمَّاهُ، أَلَا أُعْطِيكَ، أَلَا أَمْنَحُكَ، أَلَا أَحْبُوكَ، أَلَا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ، إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذَلِكَ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ ذَنْبَكَ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ، خَطَأَهُ وَعَمْدَهُ، صَغِيرَهُ وَكَبِيرَهُ، سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ، عَشْرَ خِصَالٍ۔(ابوداؤد:1297)

صلوۃ التسبیح کی برکت سے اللہ تعالیٰ بکثرت گناہ معاف کرتے ہیں، احادیث طیّبہ میں اِس کثرت کی کئی مثالیں ذکر کی گئی ہیں:

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر تم ساری دنیا سے کے لوگوں سے بھی زیادہ گناہ گار ہوگے تو تمہارے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔فَإِنَّكَ لَوْ كُنْتَ أَعْظَمَ أَهْلِ الْأَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَ لَكَ بِذَلِكَ۔(ابوداؤد:1298)

آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اگر تمہارے گناہ ریت سے بھی زیادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردیں گے۔فَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُكَ مِثْلَ رَمْلِ عَالِجٍ غَفَرَهَا اللَّهُ لَكَ۔(ابن ماجہ:1386)

آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اگر تمہارے گناہ سمندر کے جھاگ سے بھی زیادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردیں گے۔فَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُكَ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ غَفَرَ اللهُ لَكَ۔(طبرانی کبیر:987)

آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اگر تمہارے گناہ آسمان کے ستارے، قطروں کی تعداد ،ریت کے تعداد یا زمانے بھر کے ایّام کے برابر بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ اُن سب کو معاف کردیں گے۔فَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُكَ عَدَدَ نُجُومِ السَّمَاءِ، أَوْ عَدَدَ الْقَطْرِ، أَوْ عَدَدَ رَمْلِ عَالِجٍ، أَوْ عَدَدَ أَيَّامِ الدَّهْرِ لَغَفَرَهَا اللَّهُ لَكَ۔(مصنّف عبد الرزاق:5004)

آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اِس نماز کے بارے میں بتاتے ہوئے اِسے تحفہ، بخشش اور خوشخبری قرار دیا: يَا عَبَّاسُ، يَا عَمَّاهُ، أَلَا أُعْطِيكَ، أَلَا أَمْنَحُكَ، أَلَا أَحْبُوكَ، أَلَا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ۔ (ابوداؤد:1297)ائْتِنِي غَدًا أَحْبُوكَ، وَأُثِيبُكَ، وَأُعْطِيكَ۔(ابوداؤد:1298)

✱ « » « » « » ✱ « » « » « » ✱

بَابُ الأَذَان

اذان کا لغوی اور اِصطلاحی معنیٰ:

اذان لغت میں "اِعلام" اعلان کرنے اور خبر دینے کو کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا: ﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ اِس میں " أَذِّنْ " کا معنیٰ اِعلان کرنا ہے۔

اصطلاحی تعریف یہ ہے : "الإِعْلاَمُ بِوَقْتِ الصَّلاَةِ الْمَفْرُوضَةِ، بِأَلْفَاظٍ مَعْلُومَةٍ مَأْثُورَةٍ، عَلَى صِفَةٍ مَخْصُوصَةٍ "فرض نمازوں کے اوقات کا مخصوص اور منقول الفاظ کے ذریعہ مخصوص طریقے سے اعلان کرنا اذان کہلاتا ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:مادہ:اذان)

اذان کی مشروعیت کی ابتداء کب ہوئی؟

اِس میں تین قول ذکر کیے گئے ہیں:

1. ہجرت سے قبل مکہ ہی میں مشروع ہو گئی تھی۔
2. ہجرت کے بعد پہلے سال میں۔
3. ہجرت کے بعد دوسرے سال میں۔

راجح قول کے مطابق ہجرت کے پہلے سال اَذان کی مشروعیت ہوئی ہے۔(مِرعاۃ المفاتیح:2/344)

اذان کی مشروعیت کاواقعہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمان مدینہ منورہ میں آکر جمع ہو گئے تو نماز کے لئے وقت اور اندازہ متعیّن کرنے لگے (کیونکہ) کوئی آدمی نماز کے لئے بلانے والا نہ تھا (ایک روز) جب اُس مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو بعضوں نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بنالیا جائے اور بعضوں نے کہا کہ یہود کی طرح سینگ بنالیا جائے (یہ تمام تجاویز سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ایک آدمی مقرر کردو جو نماز کے لئے (لوگوں کو) بلایا کرے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال کھڑے ہو جاؤ اور نماز کے لئے لوگوں کو بلایا کرو۔ كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَيَّنُونَ الصَّلَاةَ لَيْسَ يُنَادَى لَهَا، فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ.........الخ۔ (بخاری:604)

حضرت عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس بنائے جانے کا حکم دیا تاکہ نماز کی جماعت میں لوگوں کے حاضر ہونے کے لئے اسے بجایا جائے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں ناقوس لئے جارہاہے، میں نے اُس سے کہا: کیا یہ ناقوس فروخت کروگے؟ اُس نے کہا: تم اِس کا کیا کروگے؟ میں نے کہا: ہم اسے بجاکر لوگوں کو نماز کے لئے بلایا کریں گے۔ اُس نے کہا: کیا میں تمہیں اِس سے بہتر چیز نہ بتادوں؟ میں نے کہا کہ ضرور بتادیں۔ اُس شخص نے کہا: کہو "اللہ اَکبر" آخر تک اذان کے تمام کلمات بتائے، پھر اِسی طرح اِقامت کے کلمات آخر تک بتائے۔ جب صبح ہوئی تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا سارا خواب بیان کردیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر اِرشاد فرمایا: اِن شاء اللہ یہ خواب سچاہے لہٰذا تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو اور اپنے خواب کے مطابق بلال کو بتاتے جاؤ اور وہ

تم سے سن کر اذان کہتے جائیں، کیونکہ وہ تم سے بلند آواز والے ہیں، چنانچہ عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور اُنہیں اذان کے کلمات سکھلاتا گیا اور وہ اذان دیتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے گھر سے اذان کی آواز سنی تو جلدی میں اپنی چادر کھینچتے ہوئے نکلے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا: یارسول اللہ! قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهِ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلَاةِ..........الخ۔(ابوداؤد:499)

اذان سے متعلق چند فقہی اِصطلاحات:

ترجیع: شہادتین کو چار چار مرتبہ کہنا، پہلے دو مرتبہ آہستہ اور پھر دو مرتبہ بلند آواز سے۔

- **امام شافعی و مالک رحمۃ اللہ علیہما:** ترجیع کی جائے گی، یعنی شہادتین کے کلمات چار مرتبہ ہونگے۔
- **امام ابو حنیفہ و احمد رحمۃ اللہ علیہما:** ترجیع نہیں ہو گی، یعنی دو مرتبہ ہونگے۔

تربیع: اللہ اکبر کو چار مرتبہ کہنا۔

- **امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:** تربیع نہیں ہو گی، یعنی اذان کے شروع میں اللہ اکبر صرف دو مرتبہ ہے۔
- **ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم:** تربیع ہو گی، یعنی اللہ اکبر چار مرتبہ کہا جائے گا۔

ترسّل: لغت میں کسی کام کو اطمینان کے ساتھ کرنا۔اور اصطلاحی معنی اذان کے کلمات میں ہر کلمے پر وقف کرنے کے آتے ہیں۔

حدر: لغت میں کسی کام کو جلدی کرنا۔ اور اصطلاحی معنیٰ اقامت کے کلمات کو ایک ساتھ روانی سے اداء کرنا "حدَر" کہلاتا ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ کلماتِ اذان میں ترسّل اور کلماتِ اقامت میں حدر کیا جائے گا۔

تثویب: لغوی معنیٰ "الاعلام بعد الاعلام"، یعنی اعلان کے بعد اعلان کرنا۔ اور اصطلاحی اعتبار سے دو معنوں پر بولا جاتا ہے:

1. حیعلتین کے بعد " الصلوۃ خیر من النوم " کہنا۔ یہ تثویب صرف فجر کی اذان کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ خود حدیث میں نبی کریم ﷺ سے اِس کا ثبوت ملتا ہے، بقیہ کسی اذان میں جائز نہیں۔
2. اذان اور اقامت کے درمیان "الصلوۃ جامعۃ" یا "حیّ علی الصلوۃ" وغیرہ کے ذریعہ دوبارہ لوگوں کو نماز کی جانب متوجہ کرنا۔ یہ جائز نہیں۔

کلماتِ اذان کی تعداد میں فقہاء کرام کا اختلاف:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: 17 کلمات۔ ترجیع بلا تربیع۔
- امام ابو حنیفہ و احمد رحمۃ اللہ علیہما: 15 کلمات۔ تربیع بلا ترجیع۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: 19 کلمات۔ تربیع مع الترجیع۔(درسِ مشکوۃ:238)

کلماتِ اقامت کی تعداد میں فقہاء کرام کا اختلاف:

- امام شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہما: 11 کلمات۔ شہادتین و حیعلتین صرف ایک اور قد قامت دو مرتبہ۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: 10 کلمات۔ شہادتین و حیعلتین صرف ایک اور قد قامت بھی ایک مرتبہ۔

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: 17 کلمات۔ اذان کے 15 اور قد قامت الصلوۃ دو مرتبہ۔(درسِ مشکوۃ:239)

مؤذن کے علاوہ کسی اور کا اقامت کہنا:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے اذان دی ہو تو کیا اِقامت کا حق بھی اُسی کا ہوتا ہے یا کوئی اور بھی اِقامت کہہ سکتا ہے، اِس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد منقول ہے کہ: ”مَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ “جو اذان دے وہی اِقامت کہے۔(ترمذی:199)

یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت اِرشاد فرمائی تھی جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت زیاد بن حارِث صدائی نے اذان دیدی تھی، حضرت بلال موجود نہ تھے، بعد میں وہ آگئے اور اُنہوں نے اِقامت کہنی چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جو اذان دے وہی اِقامت کہے۔

مذکورہ حدیث کے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مؤذن کو ہی اقامت کہنی چاہیے، کیونکہ اصل اِقامت کہنے کا حق اُسی کا ہے، تاہم اگر کوئی اور اِقامت کہنا چاہے تو کہہ سکتا ہے یا نہیں، اِس کی تفصیل یہ ہے:

اگر مؤذن کی رضاء اور اجازت کے بغیر کسی اور نے اگر اقامت کہدی بایں طور کہ مؤذن راضی نہ ہو تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ اور اگر اجازت کے ساتھ کہی جائے تو اس میں اختلاف ہے:

- شوافع وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: مطلقاً مکروہ ہے، خواہ اجازت کے ساتھ ہو یا بغیر۔
- احناف ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: اجازت اور رضاء کے ساتھ مکروہ نہیں، ورنہ مکروہ ہے۔(درسِ مشکوۃ:242)

اذان کا حکم:

اذان سنّتِ مؤکّدہ ہے، اِس کا ترک واجب کے چھوڑنے کی طرح گناہ ہے۔ پانچوں نمازوں اور جمعہ کے لئے دینا منقول ہے، اِس کے علاوہ کسی اور نماز مثلاً: کسوف و خسوف، عیدین، تراویح یا جنازہ وغیرہ کے لئے درست نہیں۔(الدرالمختار:1/384،385)

اذان دینے کے فضائل:

حضرت ابو سعید خدریؓ کی نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے اور جو جن و انسان اور (ان کے علاوہ) جو کوئی دوسری چیز اس آواز کو سن لیتی ہے تو قیامت کے دن یہ سب اس کے لئے گواہی دیں گے۔لاَ يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ، جِنٌّ وَلاَ إِنْسٌ وَلاَ شَيْءٌ، إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ القِيَامَةِ»۔(بخاری:609)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اگر لوگ اذان دینے اور پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت جان لیں پھر وہ اِس کے حصول کے لئے سوائے قرعہ اندازی کے کوئی راستہ نہ پائیں تو وہ قرعہ اندازی کرنے لگیں، اور اگر لوگوں کو اوّل وقت میں (یا دوپہر کی سخت گرمی میں) نماز کے لئے جانے کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہا ایک دوسرے سے (اِس کے حصول کے لئے) سبقت کرنے لگ جائیں، اور اگر لوگوں کو عشاء کی اور فجر کی نماز کا اجر معلوم ہو جائے تو وہ اِن دونوں نمازوں کے لئے ضرور آئیں اگرچہ اُنہیں کولہوں کے بَل ہی کیوں نہ گھسٹنا پڑے۔لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لاَسْتَهَمُوا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لاَسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي العَتَمَةِ وَالصُّبْحِ، لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا۔(بخاری:615)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے : قیامت کے دن لوگوں میں سب ست اونچی گردن والے مؤذّنین ہوں گے۔الْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أعناقا يَوْمَ الْقِيَامَة۔(مسلم:387)

گردنوں کے بلند ہونے سے اُن کی عزت و رفعت کی جانب اِشارہ ہے، یا اِس سے مراد اُن کی ”کثرتِ رَجاء“یعنی امیدوں کی کثرت ہے کہ وہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ سے جنت میں داخلے کے امیدوار ہوں گے ، کیونکہ جس کو امید ہوتی ہے وہ گردن اونچی کرکے نمایاں ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ بعض نے اِس سے مراد اجر وثواب کی زیادتی کو بیان کیاہے،اور گردنوں کے اونچاہونے سے ایک مطلب لوگوں کا سردار ہونا بھی بیان کیاہے۔(نفحات التنقیح:2/348)

نبی کریم ﷺ(جب کسی دشمن پر لشکر کشی کااِرادہ رکھتے تو) صبح ہونے پر حملہ کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ(فجر ہو جانے پر بھی)کان لگاکر(اُس آبادی میں جہاں آپ کا حملے کا اِرادہ ہوتا)اذان سنا کرتے تھے،اگر اذان کی آواز آجاتی تو حملہ کرنے سے رک جاتے ،ورنہ حملہ کردیا کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے(راستے میں)سنا کہ کوئی شخص ”اللہ اَکبر اللہ اَکبر“ کہہ رہاہے، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: یہ شخص اِسلام کے طریقے پر ہے، پھر اُس شخص نے ”اَشھد اَن لا اِلٰہَ الّا اللہ“ کہا، آپ نے اِرشاد فرمایا: تم دوزخ سے نکل گئے۔ صحابہ کرام نے(یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ کون ہے چاروں طرف) دیکھا تو وہ ایک بکریاں چرانے والا شخص تھا۔كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغِيرُ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ، وَكَانَ يَسْتَمِعُ الْأَذَانَ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِلَّا أَغَارَ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلَى الْفِطْرَةِ» ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا

إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ» فَنَظَرُوا فَإِذَا هُوَ رَاعِي مِعْزًى۔(مسلم:382)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: امام (لوگوں کی نمازوں کا) ضامن ہے اور موٴذّن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔(اُس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ اور موٴذّنین کو یہ دعاء دی) اے اللہ ! ائمہ کو رُشدو ہدایت عطاء فرمااوراذان دینے والوں کی مغفرت فرما۔الْإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، اللَّهُمَّ أَرْشِدِ الْأَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ۔(ابوداؤد:517)

حضرت عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جس نے اجر و ثواب کی نیت سے سات سال تک اذان دی اُس کے لئے جہنم سے براءت (خلاصی) لکھ دی جاتی ہے۔مَنْ أَذَّنَ سَبْعَ سِنِينَ مُحْتَسِبًا كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ۔(ترمذی:206)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: قیامت کے دن تین لوگ مُشک کے ٹیلوں پر ہوں گے: ایک وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ کا بھی اور اپنے آقاؤں کا حق بھی اداء کیا، دوسرا وہ شخص جس نے کسی قوم کی اِمامت کی ہو اور وہ لوگ اُس سے خوش ہوں، تیسرا وہ شخص ہر دن و رات میں پانچ نمازوں کی اذان دیتا ہو۔ثَلَاثَةٌ عَلَى كُثْبَانِ المِسْكِ ــ أُرَاهُ قَالَ ــ يَوْمَ القِيَامَةِ: عَبْدٌ أَدَّى حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ بِهِ رَاضُونَ، وَرَجُلٌ يُنَادِي بِالصَّلَوَاتِ الخَمْسِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ۔(ترمذی:1986)

موٴذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے اُسی کے بقدر اُس کی مغفرت کردی جاتی ہے، اور اُس کے حق میں ہر تر اور خشک چیز اور نماز میں آنے والے گواہی دیں گی، اُس کے لئے پچیس گنا نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے، اور اُس کے وہ گناہ جو نمازوں کے درمیان سرزد ہوتے ہیں، معاف کردیے جاتے ہیں۔الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدَى

صَوْتِهِ وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ وَشَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهُ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ صَلَاةً وَيُكَفَّرُ عَنْهُ مَا بَيْنَهُمَا۔(ابوداؤد:515)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس نے بارہ سال تک اذان دی اُس کے لئے جنّت واجب ہو جاتی ہے اور اُس کے لئے اذان دینے کی برکت سے ہر دن (ہر اذان کے عوض میں) ساٹھ نیکیاں اور ہر اِقامت کے بدلے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔مَنْ أَذَّنَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَكُتِبَ لَهُ بِتَأْذِينِهِ فِي كُلِّ يَوْمٍ سِتُّونَ حَسَنَةً، وَلِكُلِّ إِقَامَةٍ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً۔(ابن ماجہ:728)

اذان کا جواب دینے کا حکم:

اجابت یعنی اذان کا جواب دینے کی دو قسمیں ہیں: (۱) اجابتِ قولی۔ (۲) اجابتِ فعلی۔

اجابتِ فعلی یعنی اذان سن کر عملاً مسجد کی طرف جانا واجب ہے۔ اور اجابتِ قولی کے بارے میں بعض حضرات وجوب کے قائل ہیں، لیکن جمہور کے نزدیک سنت ہے۔ (نفحات التنقیح:2/349)

اذان کا جواب دینے کا طریقہ:

- شوافع اور مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: مکمل اذان کا جواب مؤذن کے کلمات کی طرح ہے۔
- احناف اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: صرف حیعلتین (یعنی حیّ علی الصلاۃ اور حیّ علی الفلاح) کے جواب میں حوقلتین (یعنی لاحولَ و لا قوّۃَ اِلّا باللہ) ہے، باقی مؤذن کی طرح ہے۔(درس ترمذی:1/475)

فائدہ: فجر کی اذان میں "الصلاۃ خیر من النّوم" کا جواب "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ" ہے۔اور اِقامت میں "قَدْ قَامَتِ الصلَاۃُ" کا جواب "أَقَامَهَا اللهُ وَ أَدَامَهَا" سے دیا جائے گا۔

اذان کا جواب دینے کی فضیلت:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اذان دینے والے تو بزرگی میں ہم سے بڑھ جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح وہ فرماتے ہیں (ساتھ ساتھ) تم بھی اسی طرح کہتے جاؤ اور جب (اذان کے جواب سے) فارغ ہو جاؤ تو جو چاہو مانگو دیا جائے گا۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤَذِّنِينَ يَفْضُلُونَنَا، فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُلْ كَمَا يَقُولُونَ فَإِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلْ تُعْطَهْ۔(ابوداؤد:524)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اذان کہنے لگے۔ جب وہ (اذان دے کر) خاموش ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے اسی طرح یقیناً (یعنی خلوص دل سے) کہا تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ بِلَالٌ يُنَادِي، فَلَمَّا سَكَتَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَالَ مِثْلَ هَذَا يَقِينًا دَخَلَ الْجَنَّةَ»۔(نسائی:674)

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد منقول ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس نے مؤذن کی اذان کے کلمات کے جواب میں دل کی گہرائی کے ساتھ وہی کلمات کہے اور حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول و لا قوّۃ الا باللہ کہا تو وہ جنّت میں داخل ہو گیا۔إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ أَحَدُكُمْ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

إِلَّا بِاللهِ، ثُمَّ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔(مسلم:385)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں اور عورتوں کی صف کے درمیان کھڑے ہوئے اور عورتوں سے اِرشاد فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! جب تم اِس حبشی (حضرت بلال) کی اذان اور اِقامت کی آواز سنو تو وہی کلمات کہہ لیا کرو جو یہ کہتے ہیں اِس لئے کہ تمہارے لئے اس کے ہر ہر حرف کے بدلے میں ایک لاکھ درجہ ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: یارسول اللہ! یہ تو عورتوں کیلئے ہے، مَردوں کیلئے کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اے عمر! اس کا دوگنا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی جانب متوجہ ہوئے اور اِرشاد فرمایا: کوئی عورت ایسی نہیں جس نے اپنے شوہر کی اِطاعت کی، اس کا حق اداء کیا اور اس کی اچھائی کا تذکرہ کیا اور اپنی ذات اور شوہر کے مال میں کوئی خیانت نہیں کی مگر یہ کہ جنّت میں اُس کے اور شہداء کرام کے درمیان صرف ایک درجہ (کا فرق) ہوگا۔ پھر اگر اُس کا شوہر مؤمن اور بااخلاق ہو تو جنّت میں یہی عورت اُس کی بیوی ہوگی (جیسا کہ دنیا میں ہے) ورنہ اللہ تعالیٰ شہداء کے ساتھ اُس عورت کا نکاح کرادیں گے۔عَنْ مَيْمُونَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ بَيْنَ صَفِّ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ، إِذَا سَمِعْتُنَّ أَذَانَ هَذَا الْحَبَشِيِّ وَإِقَامَتِهِ فَقُلْنَ كَمَا يَقُولُ، فَإِنَّ لَكُنَّ بِكُلِّ حَرْفٍ أَلْفَ أَلْفَ دَرَجَةٍ» فَقَالَ عُمَرُ: هَذَا لِلنِّسَاءِ فَمَا لِلرِّجَالِ؟ قَالَ:ضِعْفَانِ يَا عُمَرُ ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ: «إِنَّهُ لَيْسَ مِنِ امْرَأَةٍ أَطَاعَتْ وَأَدَّتْ حَقَّ زَوْجِهَا، وَتَذْكُرُ حُسْنَهُ وَلَا تَخُونَهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ إِلَّا كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الشُّهَدَاءِ دَرَجَةً وَاحِدَةً

فِي الْجَنَّةِ، فَإِنْ كَانَ زَوْجُهَا مُؤْمِنًا حَسَنَ الْخُلُقِ فَهِيَ زَوْجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ وَإِلَّا زَوَّجَهَا اللهُ مِنَ الشُّهَدَاءِ»۔(طبرانی کبیر:16/24)

اذان کے وقت اور اُس کے بعد کی دعائیں:

اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ۔(ابوداؤد:529)

حدیث میں ہے کہ جس نے اذان کے بعد یہ مذکورہ دعاء پڑھ لی اُس کے لئے قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت لازم ہو جائے گی۔(ابوداؤد:529)

اذان کے بعد دعاء پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا جائے اُس کے بعد حدیث میں بیان کردہ دعاء پڑھی جائے جس میں نبی کریم ﷺ کے لئے وسیلے کی دعاء مانگی گئی ہے، حدیث کے مطابق اذان کا جواب دے کر درود پڑھنے اور پھر آنحضرت ﷺ کے لئے وسیلے کی دعاء کرنے والے کے لئے حضور کی شفاعت لازم ہو جاتی ہے۔إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ وَصَلُّوا عَلَيَّ؛ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ لِي الْوَسِيلَةَ؛ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ۔(نسائی:678)

اذان کے وقت پڑھنے کے لئے حدیث میں ایک اور بھی دعاء منقول ہے:

" أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا "۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس

کا کوئی شریک نہیں اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں میں راضی ہوں اللہ کو رب ماننے پر اور محمد ﷺ کو رسول ماننے پر اور اسلام کو دین ماننے پر۔(مسلم:386)

حدیث میں آتا ہے کہ جس نے اذان کے وقت یہ مذکورہ دعاء پڑھ لی اُس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اور اِس کے پڑھنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ مؤذن جب شہادتین کے کلمات سے فارغ ہو تو اُسی وقت اذان کا جواب دیتے ہوئے یہ دعاء بھی پڑھی جائے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پوری اذان مکمل ہونے کے بعد یہ دعاء پڑھ لی جائے۔ دونوں ہی طریقے درست اور باعثِ فضیلت ہیں۔

مغرب کی اذان کے وقت ایک دعاء حدیث میں یہ نقل کی گئی ہے:

" اللَّهُمَّ هَذَا إِقْبَال لَيْلِكَ وَإِدْبَارُ نَهَارِكَ وَأَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْ لِي "

ترجمہ: اے اللہ! یہ رات کے آنے اور دن کے جانے کا وقت ہے اور آپ کو پکارنے والوں کی آوازوں کا وقت ہے، پس آپ میری مغفرت فرمادیجئے۔(ابوداؤد:530)

اذان اور دعاء کی قبولیت :

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: اذان اور تکبیر کے درمیان دعارد نہیں کی جاتی۔لَا يُرَدُّ الدُّعَاءُ بَيْنَ الْأَذَان وَالْإِقَامَة۔(ابوداؤد:521)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے عرض کیا، یارسول اللہ (ﷺ)! اذان دینے والے تو بزرگی میں ہم سے بڑھ جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح وہ فرماتے ہیں (ساتھ ساتھ) تم بھی اسی طرح کہتے جاؤ اور جب (اذان کے جواب سے) فارغ ہو جاؤ تو جو چاہو مانگو دیا جائے

گا۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤَذِّنِينَ يَفْضُلُونَنَا، فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:قُلْ كَمَا يَقُولُونَ فَإِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلْ تُعْطَهْ۔(ابوداؤد:524)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: دو دعائیں ردّ نہیں کی جاتیں یا بہت کم ردّ کی جاتی ہیں: ایک اذان کے وقت مانگی جانے والی دعاء، دوسری جنگ کے وقت جب جبکہ لوگوں کی ایک دوسرے میں مڈ بھیڑ ہو جائے۔ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ، أَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ، وَعِنْدَ الْبَأْسِ حِينَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔(ابوداؤد:2540)

وقت سے پہلے اذان دینے کا حکم:

ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اِن چاروں نمازوں کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ ان کی اذان وقت سے پہلے دینا جائز نہیں، چنانچہ اگر دے دی گئی ہو تو وقت کے داخل ہونے بعد اذان کو لوٹانا ضروری ہے، تاہم فجر کی اذان کے بارے میں اختلاف ہے کہ وقت سے پہلے اذان دی جاسکتی ہے یا نہیں۔

- ائمہ ثلاثہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہم: نصفِ لیل کے بعد کسی بھی وقت فجر کی اذان دینا جائز ہے۔اور صبح صادق کے بعد اعادہ ضروری نہیں، البتہ بہتر ہے۔اس طرح فجر کی دو اذانیں ہو جائیں گی۔
- امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما: صبح صادق سے پہلے اذان دینا جائز نہیں، اگر دے دی ہو تو اعادہ ضروری ہے۔گویا فجر کے لئے ایک ہی اذان ہو گی۔

گویا اختلاف دو چیزوں میں ہے :

(1) وقت سے پہلے اذانِ فجر دینا کیسا ہے۔؟ (2) فجر کی کتنی اذانیں ہیں؟

- ائمہ ثلاثہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہم: وقت سے پہلے اذان دینا جائز ہے، اور فجر کی دو اذانیں ہیں۔

- حضرات طرفین رحمۃ اللہ علیہما: وقت سے پہلے جائز نہیں، اور فجر کی ایک ہی اذان ہے۔(تحفۃ الالمعی:1/529)

فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان و اقامت کا مسئلہ:

فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دینے کا حکم ہے یا نہیں اِس میں اختلاف ہے:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دینا مکروہ ہے، اِقامت کہی جائے گی۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: فوت شدہ نمازوں کے لئے بھی اذان دینا جائز ہے۔

پھر جمہور کے نزدیک فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان و اِقامت کی تفصیل یہ ہے:

فوت شدہ نماز اگر ایک ہی ہو تو اُس کے لئے اذان اور اقامت دونوں کہنا مستحب ہے۔ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو پہلی نماز کے لئے اذان اور اقامت دونوں ہونگی، باقی میں اذان کا اختیار ہے، البتہ اقامت کہنی چاہیئے۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: ج1، ص279)

ناپاکی کی حالت میں اذان و اقامت کہنا:

ناپاکی کی حالت میں اذان دینے والے کی دو صورتیں ہیں: (1) حدثِ اصغر۔ یعنی بے وضو ہونے کی حالت میں اذان دینا۔ (2) حدثِ اکبر۔ یعنی جُنبی ہونے کی حالت میں اذان دینا۔

- امام مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہما: حدث اصغر ہو یا اکبر، اذان اور اقامت دونوں ہی مکروہ ہیں۔
- امام ابو حنیفہ و احمد رحمۃ اللہ علیہما: حدث اکبر کی حالت میں مکروہ ہے اور حدَثِ اصغر کی حالت میں میں جائز ہے، لیکن بہر حال پھر بھی بہتر نہیں۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/275)

نوٹ: اذان یا اقامت کے لوٹانے کا حکم کسی صورت میں نہیں ہے، سوائے ایک صورت کے، اور وہ یہ ہے کہ جب اقامت جنابت کی حالت میں کہی جائے تو لوٹائی جائے گی۔(ہدایۃ، باب الاذان)

اذان دے کر اُجرت لینا :

اس مسئلے کو "اجرت علی الطاعات" بھی کہا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دینی کاموں کے کرنے پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں، اِس بارے میں روایات متعارض ہیں، اِس لئے ائمہ میں بھی اختلاف ہے:

- امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما: جائز ہے۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: ناجائز ہے۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: متقدمین کے نزدیک ناجائز، جبکہ متاخرین نے ضرورت کی بناء پر جائز قرار دیا ہے۔(درسِ ترمذی:1/476)امام مالک رحمہ اللہ کے جواز کا مسلک "الفقہ علی المذاہب الاربعۃ" سے لیا گیا ہے۔

اذان کو بلند آواز سے دینے کا حکم:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے :"فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ" یعنی اذان دیتے ہوئے اپنی آواز کو بلند کرو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی اِسی لئے مؤذّن مقرر کیا گیا تھا کیونکہ وہ بلند آواز کے حامل تھے، جیسا کہ روایات میں اِس کی صراحت ہے۔ پس اذان میں اِس کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ البتہ فقہاء کرام میں اِس کے حکم میں اختلاف ہے کہ بلند آواز سے اذان دینے کا کیا حکم ہے:

- شوافع اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: اگر غائبین کے لئے اذان دی جارہی ہے تو بلند آواز سے اذان دینا واجب ہے، اور اگر خود اپنی نماز کے لئے اذان دینا مقصود ہے تو ہلکے بھی دی جاسکتی ہے۔

- احناف ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: سنت ہے، واجب نہیں۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:2/365)

اذان دیتے ہوئے نیت کرنے کا حکم:

اذان دیتے ہوئے نیت کرنی چاہیئے، جیسا کہ "إِنَّمَا الأَعْمَال بِالنِّيَّاتِ" کی حدیث سے ہر عمل میں نیت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، تاہم اذان میں نیت کا حکم کیا ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- مالکیہ وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: اذان کی ادائیگی کے لئے نیت شرط ہے، اِس کے بغیر اذان نہیں ہوگی۔
- احناف وشوافع رحمۃ اللہ علیہم: نیت کرنا مندوب ومستحب ہے، شرط نہیں۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:2/364)

کلماتِ اذان کے درمیان ترتیب کا حکم:

اذان کے جو منقول و ماثور الفاظ ہیں اُن کو اُسی ترتیب ہی سے اداء کرنا چاہیئے، کیونکہ یہی اُس کا صحیح طریقہ ہے، تاہم اِس ترتیب کا حکم کیا ہے اِس میں اختلاف ہے:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: کلماتِ اذان کے درمیان ترتیب سنّت ہے، واجب نہیں، پس اگر بعض الفاظ کو مقدّم کردیا جائے تو صرف مقدّم کیے گئے الفاظ کو دہرایا جائے گا، از سرِ نَو اذان کو لوٹانا ضروری نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: ترتیب کو ملحوظ رکھنا واجب ہے، پس اگر بعض الفاظ کو مقدّم کردیا جائے تو از سرِ نَو اذان دی جائے گی۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:2/364)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ المسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلاۃ

مسجد کے لغوی اور اِصطلاحی معنی:

مسجد لغت میں " مَحَلُّ السُّجُودِ " سجدہ کرنے کی جگہ کو کہا جاتا ہے اوراِس لغوی معنی کے اعتبار سے ساری کی ساری زمین "مسجدِ لغوی" ہے، اِس لئے کہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ساری زمین کو اپنے لئے مسجد (سجدہ کرنے کی جگہ) قرار دیاہے۔"جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا "۔(مرقاۃ:2/581)

اِصطلاحی طور پر اِس کی کئی تعریفیں کی گئی ہیں، سرِ دست یہاں دو تعریفیں ذکر کی جارہی ہیں:

پہلی تعریف: ملّاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :الْمَحَلُّ الْمَوْقُوفُ لِلصَّلَاةِ فِيهِ۔وہ جگہ جس کو نماز پڑھنے کے لئے وقف کیا گیاہو وہ مسجد کہلاتی ہے۔(مرقاۃ:2/581)

دوسری تعریف : علّامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : الْمَكَانُ الْمُهَيَّأُ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ۔یعنی وہ جگہ جس کو پانچ نمازوں کے لئے تیار کیا گیاہو وہ مسجد کہلاتی ہے۔(اِعلام الساجد بأحکام المساجد:28)

مذکورہ بالا دونوں تعریفوں سے معلوم ہوا کہ بطورِ خاص پانچ نمازوں کے لئے وقف کردہ جگہ کو مسجدِ شرعی کہا جاتا ہے، صرف "مصلّیٰ" نماز پڑھنے کی جگہ کو، عید گاہ کو، یا"مسجد البیوت "(گھروں میں عورتوں کی نماز کے لئے مقررہ جگہوں)کو"مسجدِ شرعی" نہیں کہا جائے گا۔

روئے زمین کی سب سے پہلی مسجد:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ زمین میں سب سے پہلی مسجد کون سی بنائی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: مسجدِ حرام، میں نے پوچھا: پھر کون سی بنائی گئی ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: مسجدِ اقصیٰ، میں نے پوچھا: ان دونوں کے درمیان کتنا وقت گزرا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیس سال، پھر تم جس جگہ بھی نماز پاؤ تو وہاں پڑھ لو اِس لئے کہ اسی میں فضیلت ہے۔قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الأَرْضِ أَوَّلَ؟ قَالَ: «المَسْجِدُ الحَرَامُ» قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ «المَسْجِدُ الأَقْصَى» قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: «أَرْبَعُونَ سَنَةً، ثُمَّ أَيْنَمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلاَةُ بَعْدُ فَصَلِّهْ، فَإِنَّ الفَضْلَ فِيهِ»۔(بخاری:3366)

مسجد کے فضائل:

احادیثِ مبارکہ میں مساجد کے بہت سے فضائل ہیں، جن میں سے چند یہاں ذکر کیے جارہے ہیں:

مساجد اللہ تعالیٰ کی سب سے محبوب جگہیں ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: شہروں میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کی مساجد ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کے بازار ہیں۔أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ أَسْوَاقُهَا۔(مسلم:671)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے بہترین جگہ کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں، اُس نے پوچھا کہ سب سے بُری جگہ کون سی ہے؟ آپ نے

پھر وہی فرمایا: مجھے معلوم نہیں، اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اُن سے بھی یہی دونوں سوالات کیے، اُنہوں نے بھی یہی کہا کہ مجھے معلوم نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اِس بارے میں پوچھو، حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کر سکتا، پس اللہ تعالیٰ کا اِرشاد آگیا، فرمایا: اے جبریل! آپ ﷺ کو بتادو کہ سب سے بہترین جگہ مسجدیں اور سب سے بُری جگہ بازار ہیں۔اِنَّ خَيْرَ الْبِقَاعِ الْمَسَاجِدُ، وَأَنَّ شَرَّ الْبِقَاعِ الْأَسْوَاقُ۔(السنن الکبریٰ للبیہقی: 4984)

مسجد جانے والا اللہ تعالیٰ کا زائر ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو اچھی طرح وضو کرکے مسجد نماز پڑھنے کے لئے جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا زائر یعنی زیارت کرنے والا مہمان ہے اور میزبان کا (اخلاقی و شرعی) حق بنتا ہے کہ وہ اپنے مہمان زائر کا اِکرام کرے۔مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لِيُصَلِّيَ فِيهِ كَانَ زَائِرَ اللَّهِ، وَحَقٌّ عَلَى الْمَزُورِ أَنْ يُكْرِمَ زَائِرَهُ۔(ابن ابی شیبہ:34617)

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں اور میزبان کا (اخلاقی و شرعی) حق بنتا ہے کہ وہ اپنے مہمان زائر کا اِکرام کرے۔الْمَسَاجِدُ بُيُوتُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ، وَحَقٌّ عَلَى الْمَزُورِ أَنْ يُكْرِمَ زَائِرَهُ۔(ابن ابی شیبہ:34615)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: بے شک وہ سب سے بہترین لباس جس میں تم لوگ اپنی قبروں میں اور مساجد میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کرتے ہو وہ سفید لباس ہے۔إِنَّ أَحْسَنَ مَا زُرْتُمُ اللَّهَ بِهِ فِي قُبُورِكُمْ، وَمَسَاجِدِكُمْ، الْبَيَاضُ۔(ابن ماجہ:3568)

اللہ تعالیٰ اپنے گھر آنے والے مہمان کا اِکرام اپنے اوپر لازم کیا ہے :

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بے شک مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کیا ہے کہ اُن لوگوں کا اِکرام کریں گے جو مساجد میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں۔إنَّ الْمَسَاجِدَ بُيُوتُ اللهِ فِي الْأَرْضِ، وَإِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَى اللهِ أَنْ يُكْرِمَ مَنْ زَارَهُ فِيهَا۔(شعب الایمان:2682)

مساجد کو آباد کرنے والے اہل اللہ ہیں:

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھروں کو آباد کرنے والے اہل اللہ یعنی اللہ والے ہیں ۔اِنَّ عُمَّارَ بُيُوتِ اللهِ هُمْ أَهْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔(شعب الایمان:2684)

مسجد اللہ کے متقی بندوں کا گھر ہے:

حضرت ابو عُثمان فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر یہ نصیحت فرمائی: اے میرے بھائی مسجد (میں زیادہ سے زیادہ رہنے) کو اپنے اوپر لازم کرلو، اِس لئے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسجد ہر متقی بندے کا گھر ہے۔يَا أَخِي عَلَيْكَ بِالْمَسْجِدِ فَالْزَمْهُ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:الْمَسْجِدُ بَيْتُ كُلِّ تَقِيٍّ۔(مسند البزار:6/505)الْمَسَاجِدُ بُيُوتُ الْمُتَّقِينَ۔(ابن ابی شیبہ:34610)

مسجد کو گھر بنانے والوں کے لئے پل صراط کا عبور کرنا آسان ہو گا:

حضرت ابو عُثمان فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر یہ نصیحت فرمائی: اے میرے بھائی !مسجد تمہارا گھر ہو جانا چاہیئے، میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ

فرمارہے تھے: مسجد ہر متقی کا گھر ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لئے جن کے مساجد گھر ہوتے ہیں ،اِس بات کی ضمانت لے رکھی ہے کہ اُنہیں رحمت اور راحت نصیب فرمائیں گے اور پُل صراط کو عبور کرنا آسان کردیں گے۔كَتَبَ سَلْمَانُ إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ يَا أَخِي لِيَكُنِ الْمَسْجِدُ بَيْتَكَ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْمَسْجِدُ بَيْتُ كُلِّ تقِيٍّ، وَقَدْ ضَمِنَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَنْ كَانَ الْمَسَاجِدُ بُيُوتَهُ الرَّوْحَ، وَالرَّحْمَةَ، وَالْجَوَازَ عَلَى الصِّرَاطِ۔(طبرانی کبیر:6143)وتَكَفَّلَ اللهُ لِمَنْ كَانَ الْمَسْجِد بَيتَهُ بِالرَّوْحِ وَالرَّحْمَةِ وَالْجَوَازِ عَلَى الصِّرَاطِ إِلَى رِضْوَانِ اللهِ إِلَى الْجنَّة۔(الترغیب والترھیب:501)

جس کا دل مسجد میں لگا رہے وہ عرش کے سائے میں ہوگا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات قسم کے لوگ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے جس دن اُس کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: (1)انصاف کرنے والا حکمران ، اور (2)وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہوئے بڑا ہو، اور(3)وہ شخص جِس کا دِل مسجدوں میں ہی لگا رہے، اور(4)وہ دو شخص جو صِرف اللہ کے لیے محبت کرتے ہوں اسی محبت میں وہ ملتے ہوں اور اِسی محبت میں وہ الگ ہوتے ہوں، اور(5)وہ شخص جِسے کسی رتبے اور حُسن والی عورت نے (برائی کے لیے)دعوت دی ہو اور وہ شخص(اُس عورت کی دعوت ٹُھکراتے ہوئے)کہے میں اللہ سے ڈرتا، اور(6)وہ شخص جو اس قدر چُھپا کر صدقہ کرتا ہو کہ اُس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ ہو کہ اُس کے دائیں ہاتھ نے کیا صدقہ کیا ہے، اور(7)وہ شخص جِس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ

عَدْلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي المَسَاجِدِ، وَرَجُلاَنِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ، اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لاَ تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔(بخاری:1423)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر یہ نصیحت فرمائی: بے شک اللہ تعالیٰ کے عرش میں ایک وہ شخص بھی ہوگا جس کا دل مسجد کی محبت کی وجہ سے مسجد میں اٹکا ہوا ہو۔إِنَّ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ رَجُلًا قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ مِنْ حُبِّهَا۔(ابن ابی شیبہ:34614)

مسجدوں کو آباد کرنے والوں کی برکت سے عذابِ الٰہی ٹل جاتا ہے:

حدیثِ قدسی ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں زمین والوں پر عذاب نازل کرنے کا اِرادہ کرتا ہوں لیکن جب اپنے گھروں (مساجد) کے آباد کرنے والوں، میری خاطر محبت کرنے والوں اور سحر کے وقت میں اِستغفار کرنے والوں کو دیکھتا ہوں تو اُن سے عذاب کو پھیر لیتا ہوں۔إِنِّي لَأَهُمُّ بِأَهْلِ الْأَرْضِ عَذَابًا فَإِذَا نَظَرْتُ إِلَى عُمَّارِ بُيُوتِي وَالْمُتَحَابِّينَ فِيَّ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ صَرَفْتُ عَنْهُمْ۔(شعب الایمان:2685)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جب کوئی آفت و مصیبت آسمان سے نازل ہوتی ہے تو وہ مسجدوں کے آباد کرنے والوں سے پھیر لی (دور کردی) جاتی ہے۔إِذَا عَاهَةٌ مِنَ السَّمَاءِ أُنْزِلَتْ صُرِفَتْ عَنْ عُمَّارِ الْمَسَاجِدِ۔(شعب الایمان:2686)

مسجد میں پڑکر رہنے والوں کے ہمنشین فرشتے ہوتے ہیں:

حضرت سعید بن المسیّب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بے شک مسجد کے لئے کچھ لوگ میخوں کی طرح ہوتے ہیں

(یعنی کیل کی طرح مسجدوں میں جمے ہوئے ہوتے ہیں) اور اُن کے ہمنشین فرشتے ہوتے ہیں، پس جب وہ فرشتے کبھی اُن لوگوں کو مسجد میں نہیں پاتے تو ایک دوسرے سے اُن کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، اگر وہ بیمار ہوتے ہیں تو اُن کی عیادت کرتے ہیں اور اگر وہ کسی حاجت میں پھنسے ہوتے ہیں تو اُن کی مدد کرتے ہیں ۔إِنَّ لِلْمَسَاجِدِ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ أَوْتَادًا، جُلَسَاؤُهُمُ الْمَلَائِكَةُ، فَإِنْ فَقَدُوهُمْ سَأَلُوا عَنْهُمْ، فَإِنْ كَانُوا مَرْضَى عَادُوهُمْ، وَإِنْ كَانُوا فِي حَاجَةٍ أَعَانُوهُمْ۔(ابن ابی شیبہ:34612)

مسجد شیطان سے بچنے کے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: بے شک شیطان انسان کا بھیڑیا(دشمن) ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا(دشمن) ہوتا ہے، وہ(موقع پاتے ہی) الگ ہونے والی اور کنارے ہونے والی بکری کو پکڑلیتا ہے، پس تم گھاٹیوں سے بچو اور اپنے اوپر جماعت کو، اکثریت کو اور مسجد کو لازم کرلو۔إِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْإِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ،يَأْخُذُ الشَّاةَ الْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ،فَإِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ، وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ وَالْمَسْجِدِ۔(مسند احمد:22029)

حضرت عبد الرحمن بن مَعقِل فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہا کرتے تھے: مسجد شیطان سے بچنے کے لئے ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ ہے۔كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّ الْمَسْجِدَ حِصْنٌ حَصِينٌ مِنَ الشَّيْطَانِ۔(ابن ابی شیبہ:34613)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مسجدیں انبیاء کی مجلسیں ہیں اور شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہیں۔الْمَسَاجِدُ مَجَالِسُ الْأَنْبِيَاءِ وَحِرْزٌ مِنَ الشَّيْطَانِ۔(الجامع لأخلاق الراوی للخطیب البغدادی:2/60)

خیر کی بات کے سیکھنے یا سکھانے کے لئے مسجد جانے والا مجاہدِ غانم کی طرح ہے:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کوئی شخص جو صبح کے وقت کسی خیر و بھلائی کی بات کو سیکھنے یا سکھانے کے لئے مسجد جائے تو اُس کے لئے ایسے مجاہد کا اَجر لکھا جاتا ہے جو خوب مالِ غنیمت لوٹ کر آیا ہو۔مَا مِنْ رَجُلٍ يَغْدُو إِلَى الْمَسْجِدِ لِخَيْرٍ يَتَعَلَّمُهُ أَوْ يُعَلِّمُهُ إِلَّا كُتِبَ لَهُ أَجْرُ مُجَاهِدٍ لَا يَنْقَلِبُ إِلَّا غَانِمًا۔(ابن ابی شیبہ:34616)

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن فرماتے ہیں: جو شخص صبح یا شام کسی خیر کی بات کے سیکھنے یا سکھانے کے لئے مسجد جائے اور کوئی مقصد نہ ہو پھر واپس لوٹ آئے تو وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے مَنْ غَدَا أَوْ رَاحَ إِلَى الْمَسْجِدِ، لاَ يُرِيدُ غَيْرَهُ، لِيَتَعَلَّمَ خَيْرًا أَوْ لِيُعَلِّمَهُ، ثُمَّ رَجَع، كَانَ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ، رَجَعَ غَانِمًا۔(مؤطاء مالک:529)

صبح شام مسجد جانے والے کے لئے جنّت میں مہمانی کا انتظام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِرشاد فرماتے ہیں: جو شخص صبح شام مسجد آتا جاتا رہتا ہو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت میں ہر صبح و شام کے بدلے میں مہمانی کا انتظام فرمائیں گے۔مَنْ غَدَا إِلَى المَسْجِدِ وَرَاحَ، أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ ۔(بخاری:662)وَالْأَصْلُ فِي الْغُدُوِّ الْمُضِيُّ مِنْ بُكْرَةِ النَّهَارِ وَالرَّوَاحُ بَعْدَ الزَّوَالِ ثُمَّ قَدْ يُسْتَعْمَلَانِ فِي كُلِّ ذَهَابٍ وَرُجُوعٍ تَوَسُّعًا۔(فتح الباری:2/148)

مسجد میں آتے جاتے رہنا جہاد فی سبیل اللہ کی طرح ہے:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: مسجد میں آتے جاتے رہنا جہاد فی سبیل

اللہ کی طرح ہے۔الْغُدُوُّ وَالرَّوَاحُ إِلَى الْمَسَاجِدِ مِنَ الْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللّٰہِ۔(طبرانی کبیر:7739)

مسجد میں آنے والا اللہ تعالیٰ کے ضمان میں ہوتا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں: چھ مجلسیں ایسی ہیں جن میں سے کسی بھی مجلس میں اگر مومن ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے ضمان میں ہوتا ہے: اللہ تعالیٰ کے راستہ میں، جماعت سے نماز ہونے والی مسجد میں، مریض کے پاس، جنازے کے پیچھے جانے میں، میت کے گھر میں، امامِ عادل کے پاس (اُس کی مدد و نصرت اور تعظیم کے لئے)۔سِتُّ مَجَالِسٍ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُ فِي مَجْلِسٍ مِنْهَا إِلاَّ كَانَ ضَامِنًا عَلَى اللَّهِ: فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ، أَوْ عِنْدَ مَرِيضٍ، أَوْ تَبِعَ جَنَازَةً، أَوْ فِي بَيْتِهِ، أَوْ عِنْدَ إِمَامٍ مُقْسِطٍ۔(کشف الاستار:435)عِنْدَ إِمَامٍ مُقْسِطٍ يُعَزِّرُهُ وَيُوَقِّرُهُ۔(مجمع الزوائد:2034)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: جو شخص صبح یا شام مسجد جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ضمان میں آجاتا ہے۔وَمَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ كَانَ ضَامِنًا عَلَى اللَّهِ۔(ابن خزیمہ:1495)

مسجد کے لئے گھر سے نکلنے والے پر اللہ تعالیٰ کا خوش ہونا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: کوئی شخص مساجد کو نماز کے لئے اپنا وطن بنادے تو اللہ تعالیٰ اُس کے اپنے گھر سے نکلتے ہوئے اتنا خوش ہوتے ہیں جیسا کہ کسی غائب شخص کے گھر والے اُس وقت خوش ہوتے ہیں جب وہ غائب شخص اُن کے پاس لوٹ کر آتا ہے۔لَا يُوَطِّنُ الرَّجُلُ الْمَسَاجِدَ لِلصَّلَاةِ إِلَّا تَبَشْبَشَ اللَّهُ بِهِ مِنْ حِينِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ كَمَا يَتَبَشْبَشُ أَهْلُ الْغَائِبِ بِغَائِبِهِمْ إِذَا قَدِمَ عَلَيْهِمْ۔(ابن خزیمہ:1503)مَا تَوَطَّنَ رَجُلٌ مُسْلِمٌ الْمَسَاجِدَ لِلصَّلَاةِ وَالذِّكْرِ، إِلَّا تَبَشْبَشَ اللَّهُ لَهُ، كَمَا يَتَبَشْبَشُ أَهْلُ الْغَائِبِ بِغَائِبِهِمْ إِذَا قَدِمَ عَلَيْهِمْ۔(ابن ماجہ:800)

وضو کر کے نماز کے لئے مسجد جانے والا گھر واپس آنے تک نماز میں ہوتا ہے:

حضرت عُقبہ بن عامر جُہنی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب کوئی شخص وضو کر کے نماز کی نیت سے مسجد جائے تو نامہ ءاعمال لکھنے والے فرشتے اُس کے ہر قدم پر جو وہ مسجد کی جانب اُٹھاتا ہے، دس نیکیاں لکھتے ہیں، اور نماز کے اِرادے سے بیٹھنے والا بھی نماز میں کھڑے ہونے والے کی طرح ہے اور وہ اپنے گھر سے نکلنے سے لے کر واپس لوٹنے تک نماز پڑھنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔إِذَا تَطَهَّرَ الرَّجُلُ ثُمَّ مَرَّ إِلَى الْمَسْجِدِ يَرْعَى الصَّلَاةَ كَتَبَ لَهُ كَاتِبَاهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الْمَسْجِدِ عَشْرَ حَسَنَاتٍ، وَالْقَاعِدُ يَرْعَى الصَّلَاةَ كَالْقَانِتِ وَيُكْتَبُ مِنَ الْمُصَلِّينَ مِنْ حِينَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ حَتَّى يَرْجِعَ۔(السنن الکبریٰ للبیہقی:4974)

جب تک انسان مسجد میں رہے نماز میں ہوتا ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ایک آزاد کردہ غلام روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: بے شک تم میں سے جو شخص بھی جب تک مسجد میں ہو وہ نماز میں ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد سے نکل جائے۔إِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَزَالُ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْهُ۔(مسند احمد:11385)

اہلِ زمین کے لئے مساجد کی مثال چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اِرشاد فرماتے ہیں: بے شک مساجد زمین میں اللہ کے گھر ہیں جو زمین والوں کے لئے ایسے روشن ہوتے ہیں جیسے آسمان کے ستارے آسمان والوں کے لئے روشن ہوتے ہیں۔إِنَّ الْمَسَاجِدَ بُيُوتُ اللهِ فِي الْأَرْضِ تُضِيءُ لِأَهْلِهَا كَمَا تُضِيءُ نُجُومُ السَّمَاءِ لِأَهْلِهَا۔(شعب الایمان:2687)

فرصت کے اوقات مسجد میں گزارنا صحابہ و تابعین اور اَسلاف کا طریقہ ہے:

حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پانچ چیزیں ایسی ہیں جن پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نیکی کے ساتھ اُن کی پیروی کرنے والے تابعین رحمۃ اللہ علیہم جمے ہوئے تھے: جماعت کو لازم پکڑنا، سنت کی اتباع کرنا، مسجدوں کو آباد کرنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔ خَمْسٌ كَانَ عَلَيْهَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعُونَ بِإِحْسَانٍ: لُزُومُ الْجَمَاعَةِ، وَاتِّبَاعُ السُّنَّةِ، وَعِمَارَةُ الْمَسَاجِدِ، وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ، وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ۔(شعب الایمان:2696)

مشہور تابعی حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ اَسلاف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اُن کی حالت یہ تھی کہ جب وہ کسی کام سے فارغ ہوتے تو مسجد آجاتے۔ كَانُوا إِذَا فَرَغُوا مِنْ شَيْءٍ أَتَوُا الْمَسَاجِدَ۔(شعب الایمان:2690)

حضرت اسماء بنت یزید فرماتی ہیں کہ حضرت ابوذر غِفاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے اور جب خدمت سے فارغ ہوتے تو مسجد میں ہی ٹھکانہ بناکر لیٹ جاتے ، پس وہی اُن کا گھر تھا۔ اِنَّ أَبَا ذَرٍّ الْغِفَارِيَّ، كَانَ يَخْدُمُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْ خِدْمَتِهِ أَوَى إِلَى الْمَسْجِدِ، فَاضْطَجَعَ فِيهِ، فَكَانَ هُوَ بَيْتَهُ۔(طبرانی کبیر:1623)

اندھیروں میں مسجد جانے والوں کے لئے قیامت کے دن نورِ تام اور بے خوفی کی بشارت:

حضرت بُریدہ اَسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِرشاد فرماتے ہیں: اندھیروں میں مسجدوں کی طرف چلنے والوں کو قیامت کے دن نورِ تام (مکمل روشنی) ملنے کی خوشخبری سنادو۔ بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(ترمذی:223)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جو شخص رات کے اندھیرے میں مسجد کی طرف جائے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے نور کے ساتھ ملاقات کرے گا۔مَنْ مَشَى فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ بِنُورٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(مجمع الزوائد:2083)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں: اندھیروں میں رات کو مسجدوں کی طرف جانے والوں کو قیامت کے دن نور کے منبروں کے ملنے کی خوشخبری دیدو، (اُس نفسا نفسی کے وقت میں) لوگ خوفزدہ ہوں گے اور اُنہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔بَشِّرِ الْمُدْلِجِينَ إِلَى الْمَسَاجِدِ فِي الظُّلْمِ بِمَنَابِرَ مِنْ نُورٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَفْزَعُ النَّاسُ وَلَا يَفْزَعُونَ۔(طبرانی کبیر:7633)

مسجدیں انبیاء اور معزز لوگوں کی مجالس ہیں:

حضرت ابو اِدریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ایک تابعی ہیں، فرماتے ہیں مسجدیں معزز لوگوں کی مجالس ہیں۔ الْمَسَاجِدُ مَجَالِسُ الْكِرَامِ۔(شعب الایمان:2695)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مسجدیں انبیاء کی مجلسیں ہیں اور شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہیں۔الْمَسَاجِدُ مَجَالِسُ الْأَنْبِيَاءِ وَحِرْزٌ مِنَ الشَّيْطَانِ۔(الجامع لأخلاق الراوی للخطیب البغدادی:2/60)

مسجد کے آباد کرنے والے کے لئے ایمان کی گواہی:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِرشاد فرماتے ہیں: جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد کی دیکھ بھال کر رہا ہے تو اُس کے ایمان کی گواہی دو، اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: اللہ کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لائے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ

اداء کریں ۔إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ المَسْجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالإِيمَانِ،فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ:﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ﴾۔(ترمذی:2617)

فائدہ :مسجد کی دیکھ بھال سے مُراد مسجد کی خدمت کرنا اور اُس کو آباد کرنا ہے جس کی حقیقی شکل پنجوقتہ نماز کو جماعت کے ساتھ قائم کرنا ہے ، چنانچہ سنن ابن ماجہ کی روایت میں ”إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ “کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جو مسجد میں آنے جانے کا عادی ہو اور بار بار پلٹ کر مسجد میں نماز کے لئے آتا جاتا رہتا ہو، اور ظاہری طور پر مسجد کے امور کی اِصلاح اور درستگی بھی داخل ہے۔(تحفۃ الأحوذی:7/306)(حاشیۃ السندی علی ابن ماجہ:1/268)

مسجد کی جانب جانا گناہوں کا کفارہ اور نیکیوں میں زیادتی کا باعث ہے:

حضرت ابو سعید خدری ﷛ سے مَروی ہے نبی کریم ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں: کیا میں ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو معاف کرتے ہیں اور نیکیوں میں اِضافہ فرماتے ہیں ؟ صحابہ کرام ﷝ نے فرمایا: کیوں نہیں یارسول اللہ! ضرور بتایئے، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:مشقت کے وقت میں کامل وضو کرنا، کثرت سے مسجدوں کی طرف قدموں کو اٹھانا، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا ۔أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يُكَفِّرُ اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَزِيدُ بِهِ فِي الْحَسَنَاتِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ:إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عِنْدَ الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَى إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ۔(ابن ماجہ:776)

مسجد میں نماز کا اداء کرنا اللہ کے حضور سرخروئی کا باعث ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے موقوفاً مَروی ہے کہ جو یہ چاہتا ہو کہ کَل (بروزِ قیامت) اللہ تعالیٰ سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کرے تو اُسے چاہیئے کہ اِن پانچ نمازوں کو بحفاظت وہاں اداء کرے جہاں پر ان کی اذان دی جاتی ہے۔مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللَّهَ غَدًا مُسْلِمًا، فَلْيُحَافِظْ عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ۔(ابن ماجہ:777)

مسجد کی طرف جانے والے رحمتِ خداوندی میں ڈوبے ہوئے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مَروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِرشاد فرماتے ہیں: اندھیروں میں مسجدوں کی طرف پیدل جانے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں گھس(ڈوب)جانے والے ہیں ۔الْمَشَّاءُونَ إِلَى الْمَسَاجِدِ فِي الظُّلَمِ، أُولَئِكَ الْخَوَّاضُونَ فِي رَحْمَةِ اللَّهِ۔(ابن ماجہ:779)

مسجد سے محبت رکھنے والے سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مَروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِرشاد فرماتے ہیں جس نے مسجد سے محبت رکھی اللہ تعالیٰ اُس سے محبت رکھتے ہیں۔مَنْ أَلِفَ الْمَسْجِدَ أَلِفَهُ اللَّهُ۔(طبرانی اوسط:6383)

مسجد کی طرف جانے والے کے لئے ہر قدم پر آنے جانے میں عظیم ثواب ہے:

عُتبہ بن عبد المازنی فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے: کوئی بندہ صبح یا شام مسجد جانے کے لئے اپنے گھر سے نہیں نکلتا مگر یہ کہ اُس کا ہر ایک قدم ایک گناہ کے لئے کفارہ اور دوسرا

قدم ایک درجہ کو بلند کرتا ہے۔مَا مِنْ عَبْدٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ، إِلَى غُدُوٍّ، أَوْ رَوَاحٍ إِلَى الْمَسْجِدِ، إِلَّا كَانَتْ خُطَاهُ خَطْوَةً كَفَّارَةً، وَخَطْوَةً دَرَجَةً۔(مسند احمد:17655)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: جو شخص جماعت سے نماز ہونے والی مسجد کی طرف جائے تو اُس کے جانے آنے میں اُٹھنے والا ہر قدم ایک بُرائی کو مٹادیتا ہے اور ایک نیکی لکھ دیتا ہے ۔ مَنْ رَاحَ إِلَى مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ فَخَطْوَةٌ تَمْحُو سَيِّئَةً، وَخَطْوَةٌ تَكْتُبُ لَهُ حَسَنَةً، ذَاهِبًا وَرَاجِعًا۔(مسند احمد:6599)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جب تم میں سے کوئی اچھی طرح وضو کرکے مسجد کی طرف صرف نماز پڑھنے کی غرض سے جائے تو اُس کا بایاں پاؤں ایک گناہ کو مٹاتا ہے اور دوسرے پاؤں پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہوجاتا ہے۔إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَنْزِعُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ تَزَلْ رِجْلُهُ الْيُسْرَى تَمْحُو سَيِّئَةً، وَتَكْتُبُ الْأُخْرَى حَسَنَةً حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ۔(طبرانی کبیر:13328)

مخصوص مساجد کے فضائل:

اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کچھ ایسی معزز اور بابرکت مسجدیں بنائی ہیں جن کے فضائل دوسری مساجد کے مقابلے میں زیادہ ہیں، اِسی وجہ سے اُن میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب بھی زیادہ بلکہ کئی گنا بتایا گیا ہے، ذیل میں اُن کا تذکرہ احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

مساجدِ ثلاثہ (مسجد الحرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ قُباء) کی فضیلت:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین مسجدوں کے علاوہ (کسی دوسری مسجد کے لیے) تم اپنے کجاووں کو نہ باندھو (یعنی سفر نہ کرو) مسجد حرام، مسجد اقصی، اور میری مسجد یعنی مسجد نبوی۔لاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ: المَسْجِدِ الحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَسْجِدِ الأَقْصَى۔(بخاری:1188)

مسجدِ نبوی کی فضیلت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: میری اس مسجد (نبوی) میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ۔(ابن ماجہ: 1406)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر پیش کیا جائے گا۔مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي۔(بخاری:1196)

مسجدِ قُباء کی فضیلت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ جو شخص اپنے گھر میں وضو کرے پھر "مسجدِ قُباء" آئے اور وہاں نماز پڑھے اُس کے لئے عُمرہ کرنے والے کی طرح اجر ہے۔مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءَ، فَصَلَّى فِيهِ صَلَاةً، كَانَ لَهُ كَأَجْرِ عُمْرَةٍ۔(ابن ماجہ:1412)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے : مسجدِ قُباء میں نماز پڑھنا عمرہ کرنے کی طرح ہے۔صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِ قُبَاءَ كَعُمْرَةٍ۔(ابن ماجہ:1411)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جب حضرت سُلیمان علیہ السلام بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوگئے تو اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے تین سوال کیے: ایک ایسا فیصلہ جو اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق ہو (یعنی اُنہیں صحیح فیصلہ کرنے کی قوّت حاصل ہو جائے) دوسرا ایسی سلطنت جو اُن کے بعد کسی کے لئے نہ ہو، اور تیسرا یہ کہ جو بھی بیت المقدس میں صرف نماز پڑھنے کی غرض سے آئے وہ اپنے گناہوں سے اُس دن کی طرح (پاک صاف ہو کر) نکل جائے جس دن اُس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔اُس کے بعد آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: دو دعائیں تو اُنہیں عطاء کردی گئی ہیں ، مجھے امید ہے کہ تیسری دعاء بھی عطاء کردی گئی ہے۔لَمَّا فَرَغَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ مِنْ بِنَاءِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، سَأَلَ اللَّهَ ثَلَاثًا: حُكْمًا يُصَادِفُ حُكْمَهُ، وَمُلْكًا لَا يَنْبَغِي لَأَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ، وَأَلَّا يَأْتِيَ هَذَا الْمَسْجِدَ أَحَدٌ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ فِيهِ، إِلَّا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ " فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَّا اثْنَتَانِ فَقَدْ أُعْطِيَهُمَا، وَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدْ أُعْطِيَ الثَّالِثَةَ»۔(ابن ماجہ:1408)

نبی کریم ﷺ ہر ہفتے کو پیدل اور سوار ہو کر مسجدِ قُباء تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور یہی عمل حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی تھا۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ، مَاشِيًا وَرَاكِبًا» وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا «يَفْعَلُهُ»۔(بخاری:1193)

جامع مسجد کی فضیلت:

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی کی نماز اپنے گھر میں ایک ہی نماز کے برابر ہے اور محلے کی مسجد میں پچیس نمازوں کے برابر ہے اور اس مسجد میں جہاں جمعہ ہوتا ہے (یعنی جامع مسجد میں) اس کی نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے اور مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس میں) اور میری مسجد (مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس کی نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں اس کی نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔«صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ بِصَلَاةٍ، وَصَلَاتُهُ فِي مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ صَلَاةً، وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُجَمَّعُ فِيهِ بِخَمْسِ مِائَةِ صَلَاةٍ، وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى بِخَمْسِينَ أَلْفِ صَلَاةٍ، وَصَلَاتُهُ فِي مَسْجِدِي بِخَمْسِينَ أَلْفِ صَلَاةٍ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ»۔(ابن ماجہ:1413)

محلہ کی مسجد:

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی کی نماز اپنے گھر میں ایک ہی نماز کے برابر ہے اور محلے کی مسجد میں (جماعت کے ساتھ) پچیس نمازوں کے برابر ہے۔«صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ بِصَلَاةٍ، وَصَلَاتُهُ فِي مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ صَلَاةً۔(ابن ماجہ:1413)

مسئلہ شدِّ رِحال:

شدِّ رِحال رختِ سفر یعنی سامانِ سفر کو باندھنے کو کہا جاتا ہے، حدیث میں مساجدِ ثلاثہ کے علاوہ کسی بھی مسجد کی طرف اُس کی اِضافی فضیلت کے اعتقاد کے ساتھ سفر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، اِس لئے کہ دوسری تمام مساجد برابر ہیں، اُن کے بارے میں شریعت نے کوئی اِضافی فضیلت ذکر نہیں فرمائی۔

چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین مسجدوں کے علاوہ (کسی دوسری مسجد کے لیے) تم اپنے کجاووں کو نہ باندھو (یعنی سفر نہ کرو) مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، اور میری مسجد یعنی مسجد نبوی۔لاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ: المَسْجِدِ الحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَسْجِدِ الأَقْصَى۔(بخاری:1188)

اِس حدیث سے کے ضمن میں یہ مسئلہ بیان کرنا کہ خاص روضہ رسول پر حاضری دینے کی نیت سے سفر کرنا درست نہیں کیونکہ وہ مساجدِ ثلاثہ میں داخل نہیں جیسا کہ علّامہ ابن تیمیہ اور ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہما نے کیا ہے، یہ ہرگز درست نہیں، اِس لئے یہ معنی تو اُس وقت لیا جاسکتا ہے جبکہ حدیثِ مذکور میں مستثنیٰ منہ کو عام ہونے کی حیثیت سے محذوف مانا جائے، لیکن ظاہر ہے کہ حدیثِ مذکور میں مستثنیٰ منہ کو عام نہیں لیا جاسکتا کیونکہ پھر تو مساجدِ ثلاثہ کے علاوہ کسی بھی چیز کی جانب سفر جائز نہ ہوگا، حتیٰ کہ حصولِ علم، والدین کی زیارت اور تجارت کی غرض سے کیے جانے والے تمام اَسفار ممنوع اور حرام ہو جائیں گے، حالآنکہ خود علامہ ابن تیمیہ اور اُن کے پیروکار بھی اس کے قائل نہیں، پس لازماً یہی کہا جائے گا کہ حدیثِ مذکور میں مستثنیٰ منہ خاص ہونے کی حیثیت سے محذوف ہے اور وہ ”مسجد“ ہے ،أي: لا تشد الرحال الی مسجد إلا إلى ثلاثة مساجد۔یعنی کجاوہ کسی بھی مسجد کی طرف اُس کی فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے نہیں کسا جائے گا مگر تین مساجد کی طرف، کیونکہ اُن کی اِضافی فضیلت احادیث میں منقول ہیں۔

اولیاء و صلحاء کی قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنا:

اولیاء کرام اور اللہ کے نیک اور محبوب بندوں کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا بلاشبہ جائز ہے، ”شدِّ

رِحال" کی حدیث سے اِستدلال کرتے ہوئے اُس کو ممنوع قرار دینا جیسا کہ بعض حضرات نے کیا ہے، یہ ہر گز درست نہیں، اِس لئے کہ حدیث میں مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف فضیلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے، مطلقاً ہر قسم کے سفر کی ممانعت کو بیان نہیں کیا گیا، لہٰذا اُن کا اِستدلال اِس حدیث سے کسی طور درست نہیں۔(فتح الباری: 3/66)(مرقاۃ:2/589)(نفحات التنقیح:2/362)

مسجد بنانے کے فضائل:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس نے اللہ کی خوشنودی کے لئے گھر بنایا خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت میں محل بنادیتے ہیں۔مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا صَغِيرًا كَانَ أَوْ كَبِيرًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الجَنَّةِ۔(ترمذی:319)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی اگرچہ وہ "قطاۃ" پرندے کے گھونسلے کی طرح یا اس سے بھی چھوٹی ہو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت میں گھر بنادیں گے۔مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلَّهِ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ، أَوْ أَصْغَرَ، بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔(ابن ماجہ:738)

مسجدوں کی صفائی اور اِصلاح و درستگی کا حکم:

نبی کریم ﷺ نے محلوں (یا گھروں) میں مساجد بنانے کا حکم دیا اور اِس بات کا حکم دیا کہ اُنہیں صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھا جائے۔أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ وَأَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ۔(ابوداؤد:455)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سُلیمان بن سمرہ کو خط لکھا کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اپنے محلوں (یاگھروں) میں مسجدیں بنائیں اور یہ کہ ہم اُن کی بناوٹ صحیح رکھیں (بایں طور کہ وہ دوسری جگہوں سے ممتاز رہیں، کما فی شرح العینی)۔سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ أَبِيهِ سَمُرَةَ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِهِ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُنَا بِالْمَسَاجِدِ أَنْ نَصْنَعَهَا فِي دِيَارِنَا، وَنُصْلِحَ صَنْعَتَهَا وَنُطَهِّرَهَا۔(ابوداؤد:456)

حضرت ابو الولید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مسجد کے اندر کنکری بچھانے کے بارے میں دریافت کیا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) ایک رات بہت تیز بارش ہوئی جس سے زمین جل تھل ہوگئی، ایک شخص اپنے کپڑوں میں کنکریاں لے کر آیا اور اُنہیں نیچے بچھادیا (تاکہ لوگ نماز پڑھ سکیں) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کرلی تو آپ نے اِرشاد فرمایا: یہ کتنا اچھا کام کیا!۔عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ، سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، عَنِ الْحَصَى الَّذِي فِي الْمَسْجِدِ؟ فَقَالَ: مُطِرْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ مُبْتَلَّةً، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَأْتِي بِالْحَصَى فِي ثَوْبِهِ، فَيَبْسُطُهُ تَحْتَهُ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ، قَالَ: «مَا أَحْسَنَ هَذَا»۔(ابوداؤد:458)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: میرے سامنے میری امّت کے نیک اعمال پیش کیے گئے یہاں تک کہ وہ تنکا جو کوئی شخص مسجد سے نکال دے وہ عمل بھی پیش کیا گیا، اور میرے سامنے میری امّت کے گناہ پیش کیے گئے، میں نے کوئی گناہ اِس سے بڑھ کر نہیں دیکھا کہ قرآن کریم کی کوئی سورت یا آیت کسی شخص کو عطاء کی گئی ہو (یاد کرایا گیا ہو) پھر وہ اُسے بھول جائے۔عُرِضَتْ عَلَيَّ أُجُورُ أُمَّتِي حَتَّى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا

الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوبُ أُمَّتِي، فَلَمْ أَرَ ذَنْبًا أَعْظَمَ مِنْ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ آيَةٍ أُوتِيَهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا۔(ابوداؤد:461)

﴿مسجد کی طرف جانے کے آداب﴾

گھر سے وضو کرکے مسجد جانا۔

بہت سی احادیث میں مسجد جانے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے گھر سے وضو کرکے جانے کو بیان کیا گیا ہے،اِس لئے مناسب اور بہتر یہی کہ گھر سے وضو کرکے نکلا جائے۔چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عُقبہ بن عامر جُہنی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:جب کوئی شخص وضو کرکے نماز کی نیت سے مسجد جائے تو نامہ ءاعمال لکھنے والے فرشتے اُس کے ہر قدم پر جو وہ مسجد کی جانب اُٹھاتا ہے، دس نیکیاں لکھتے ہیں،اور نماز کے اِرادے سے بیٹھنے والا بھی نماز میں کھڑے ہونے والے کی طرح ہے اور وہ اپنے گھر سے نکلنے سے لے کر واپس لوٹنے تک نماز پڑھنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔إِذَا تَطَهَّرَ الرَّجُلُ ثُمَّ مَرَّ إِلَى الْمَسْجِدِ يَرْعَى الصَّلَاةَ كَتَبَ لَهُ كَاتِبَاهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الْمَسْجِدِ عَشْرَ حَسَنَاتٍ، وَالْقَاعِدُ يَرْعَى الصَّلَاةَ كَالْقَانِتِ وَيُكْتَبُ مِنَ الْمُصَلِّينَ مِنْ حِينَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ حَتَّى يَرْجِعَ۔(السنن الکبریٰ للبیہقی:4974)

حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں:جو اچھی طرح وضو کرکے مسجد نماز پڑھنے کے لئے جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا زائر یعنی زیارت کرنے والا مہمان ہے اور میزبان کا(اخلاقی و شرعی)حق بنتا ہے کہ وہ اپنے مہمان زائر کا اِکرام کرے۔مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لِيُصَلِّيَ فِيهِ كَانَ زَائِرَ اللَّهِ، وَحَقٌّ عَلَى الْمَزُورِ أَنْ يُكْرِمَ زَائِرَهُ۔(ابن ابی شیبہ:34617)

مسجد کے لئے نکلتے ہوئے دعاء پڑھنا:

مؤذنِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت بلال رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب نماز کے لئے گھر سے نکلتے تو یہ دعاء پڑھا کرتے تھے: «بِسْمِ اللَّهِ، آمَنْتُ بِاللَّهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، اللَّهُمَّ بِحَقِّ السَّائِلِينَ عَلَيْكَ، وَبِحَقِّ مَخْرِجِي هَذَا، فَإِنِّي لَمْ أَخْرُجْهُ أَشَرًا وَلَا بَطَرًا وَلَا رِيَاءً وَلَا سُمْعَةً، خَرَجْتُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ، وَاتِّقَاءَ سَخَطِكَ، أَسْأَلُكَ أَنْ تُعِيذَنِي مِنَ النَّارِ، وَتُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ» ۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:1/75)

پیدل جانے کا اہتمام کرنا:

سواری پر جانا بھی جائز ہے لیکن پیدل جانے کے فضائل احادیث میں بیان کیے گئے ہیں ، اِس لئے بلاضرورت سواری سے اجتناب کرنا چاہیئے۔چند احادیث پیدل جانے کی فضیلت سے متعلق ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مَروی ہے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِرشاد فرماتے ہیں: کیا میں ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو معاف کرتے ہیں اور نیکیوں میں اِضافہ فرماتے ہیں؟ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ نے فرمایا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! ضرور بتایئے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: مشقت کے وقت میں کامل وضو کرنا، کثرت سے مسجدوں کی طرف قدموں کو اٹھانا، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يُكَفِّرُ اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَزِيدُ بِهِ فِي الْحَسَنَاتِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ:إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عِنْدَ الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَى إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ۔(ابن ماجہ:776)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِرشاد فرماتے ہیں: اندھیروں میں مسجدوں کی طرف پیدل جانے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں گھس(ڈوب)جانے والے ہیں۔الْمَشَّاءُونَ إِلَى الْمَسَاجِدِ فِي الظُّلَمِ، أُولَئِكَ الْخَوَّاضُونَ فِي رَحْمَةِ اللَّهِ۔(ابن ماجہ:779)

عُتبہ بن عبد المازنی فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرمارہے تھے: کوئی بندہ صبح یا شام مسجد جانے کے لئے اپنے گھر سے نہیں نکلتا مگر یہ کہ اُس کا ہر ایک قدم ایک گناہ کے لئے کفارہ اور دوسرا قدم ایک درجہ کو بلند کرتا ہے۔مَا مِنْ عَبْدٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ، إِلَى غُدُوٍّ، أَوْ رَوَاحٍ إِلَى الْمَسْجِدِ، إِلَّا كَانَتْ خُطَاهُ خَطْوَةً كَفَّارَةً، وَخَطْوَةً دَرَجَةً۔(مسند احمد:17655)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جو شخص جماعت سے نماز ہونے والی مسجد کی طرف جائے تو اُس کے جانے آنے میں اُٹھنے والا ہر قدم ایک بُرائی کو مٹادیتا ہے اور ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔ مَنْ رَاحَ إِلَى مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ فَخَطْوَةٌ تَمْحُو سَيِّئَةً، وَخَطْوَةٌ تُكْتَبُ لَهُ حَسَنَةً، ذَاهِبًا وَرَاجِعًا۔(مسند احمد:6599)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: جب تم میں سے کوئی اچھی طرح وضو کرکے مسجد کی طرف صرف نماز پڑھنے کی غرض سے جائے تو اُس کا بایاں پاؤں ایک گناہ کو مٹاتا ہے اور دوسرے پاؤں پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہوجاتا ہے۔إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَنْزِعُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ تَزَلْ رِجْلُهُ الْيُسْرَى تَمْحُو سَيِّئَةً، وَتَكْتُبُ الْأُخْرَى حَسَنَةً حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ۔(طبرانی کبیر:13328)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کے قریب کچھ مکان خالی ہوئے تو بنو سلمہ نے یہ ارادہ کیا کہ وہ مسجد کے قریب آجائیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کے اس ارادے کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ! ہم نے یہی ارادہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بنو سلمہ! تم اپنے مکانوں ہی میں رہو تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں تم اپنے مکانوں ہی میں رہو تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ، فَأَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَنْتَقِلُوا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمْ: «إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ»، قَالُوا: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ أَرَدْنَا ذَلِكَ، فَقَالَ: «يَا بَنِي سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ»۔(مسلم:665)

مسجد میں داخل ہونے کی دعاء پڑھنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو یہ دعاء پڑھے:

اللهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور جب مسجد سے نکلے تو یہ پڑھے: **اللهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔** اے اللہ! میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں۔(مسلم:713)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو درود پڑھ کر دعاء پڑھتے: **«رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ»** اِسی طرح مسجد سے نکلتے ہوئے بھی درود پڑھ کر یہ دعاء پڑھتے: **«رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ»**۔(ترمذی:314)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اُسے چاہیئے کہ نبی کریم ﷺ پر سلامتی بھیجے، پھر یہ دعاء پڑھے: " اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ "۔(ابوداؤد:465)

نبی کریم ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعاء پڑتے تھے۔

«أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ»

اِس دعاء کی برکت سے پورے دن شیطان سے انسان کی حفاظت ہو جاتی ہے۔(ابوداؤد:466)

نبی کریم ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے اور بسم اللہ پڑھتے اور یہ دعاء پڑھتے: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ»اِسی طرح جب مسجد سے نکلتے تو یہی عمل دہراتے اور پھر یہ دعاء پڑھتے:«اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ » ۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:87)

نماز کے لئے جاتے ہوئے راستے میں سکون اور وقار کو ملحوظ رکھنا۔

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جب تم نماز کے لئے آؤ تو دوڑتے ہوئے مت آیا کرو، سکون و وقار کے ساتھ چلتے ہوئے آیا کرو، پس نماز کا جو حصہ ملے تم پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اُس کو(اِمام کے فارغ ہونے کے بعد) مکمل کرلو۔إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ، فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ وَأْتُوهَا تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ، فَأَتِمُّوا۔(سنن الدارمی:1319)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب تم میں سے کوئی نماز کی جانب متوجہ ہو اور نماز کھڑی ہو جائے تو اُسے اپنی روش کے مطابق اعتدال سے ہی چلنا چاہیئے اِس لئے کہ وہ نماز کی حالت میں ہوتا ہے، پس جو حصہ نماز کا پائے وہ پڑھ لے اور جو فوت ہو جائے اُس کو بعد میں قضاء کرلے (یعنی امام کے فارغ ہونے کے بعد

پڑھ لے)۔إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ مُقْبِلًا إِلَى الصَّلَاةِ فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلْيَمْشِ عَلَى رِسْلِهِ، فَإِنَّهُ فِي صَلَاةٍ، فَمَا أَدْرَكَ فَصَلَّى، وَمَا فَاتَهُ فَلْيَقْضِهِ بَعْدُ۔(مصنّف عبد الرزاق3402)

صحیح نیت لے کر مسجد میں داخل ہونا۔

نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اِرشاد ہے جو شخص جس کام کے لئے مسجد آئے وہی اُس کا حصہ ہوتا ہے۔مَنْ أَتَى الْمَسْجِدَ لِشَيْءٍ فَهُوَ حَظُّهُ۔(ابوداؤد:472)

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن فرماتے ہیں: جو شخص صبح یا شام کسی خیر کی بات کے سیکھنے یا سکھانے کے لئے مسجد جائے اور کوئی مقصد نہ ہو پھر واپس لوٹ آئے تو وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔مَنْ غَدَا أَوْ رَاحَ إِلَى الْمَسْجِدِ، لاَ يُرِيدُ غَيْرَهُ، لِيَتَعَلَّمَ خَيْرًا أَوْ لِيُعَلِّمَهُ، ثُمَّ رَجَعِ، كَانَ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ، رَجَعَ غَانِمًا۔(مؤطاءمالک:529)

مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا۔

نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اِرشاد ہے: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اُسے چاہیئے کہ بیٹھنے سے قبل (تحیۃ المسجد کی) دو رکعتیں پڑھ لے۔عَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ المَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ»۔(بخاری:444)

مسجد کی بے ادبی کی شکلیں اور وعیدیں :

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا۔

رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ مساجد میں دنیوی باتیں کریں گے ان کے

ساتھ نہ بیٹھو، اللہ کو ان (کی عبادت) سے کوئی غرض نہیں۔يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُونُ حَدِيثُهُمْ فِي مَسَاجِدِهِمْ فِي أَمْرِ دُنْيَاهُمْ، فَلَا تُجَالِسُوهُمْ، فَلَيْسَ لِلَّهِ فِيهِمْ حَاجَةٌ۔(شعب الایمان:2701)

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا ہوا تھا(ایک روایت کے الفاظ کے مطابق "میں مسجد میں سو رہا تھا") کہ کسی شخص نے مجھے کنکر مارا، میں دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، اُنہوں نے فرمایا کہ جاؤ! اِن دونوں کو (جو مسجد میں باتیں کر رہے ہیں) میرے پاس لے کر آؤ، میں اُن دونوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا: تم لوگ کہاں کے یا کس قبیلے کے ہو؟اُنہوں نے بتایا کہ وہ طائف کے رہنے والے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِرشاد فرمایا: اگر تم اِس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں (سخت مار کر) تکلیف پہنچاتا، تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد (مسجدِ نبوی) میں اپنی آواز اونچی کر رہے ہو۔عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: كُنْتُ قَائِمًا فِي المَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، قَالَ: مَنْ أَنْتُمَا – أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟–قَالاَ: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ:«لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ البَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»۔(بخاری:470)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجدِ نبوی کے ایک کنارے پر چبوترہ بنایا تھا جس کا نام " بُطَيْحَاءَ " تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرما رکھا تھا کہ جو کوئی لغو بات کرنا یا شعر کہنا یا اونچی آواز سے کچھ کہنا چاہے تو اُسے چاہیئے کہ اِس چبوترے میں نکل کر کہے۔عن سالم بن عبد الله أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَنَى إلى جنب الْمَسْجِدِ رَحْبَةً، سَمّاها الْبُطَيْحَاءَ، فكَانَ يُقول من أراد أَنْ يَلْغَطَ , أَوْ يُنْشِدَ شِعْرًا، أَوْ يَرْفَعَ صَوْتَهُ، فلْيَخْرُجْ إِلَى هَذِهِ الرَّحْبَةِ۔(مؤطاء مالک:581)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جب میری امت میں پندرہ خصلتیں آ جائیں گی تو ان پر مصیبتیں نازل ہوں گی عرض کیا گیا: یارسول اللہ !وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب مال غنیمت ذاتی دولت بن جائے گی ،امانت کو لوگ مال غنیمت سمجھنے لگیں گے، زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا، شوہر بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے گا، دوستوں کے ساتھ بھلائی اور باپ کے ساتھ ظلم وزیادتی کرے گا، مسجد میں لوگ زور زور سے باتیں کریں گے، ذلیل قسم کے لوگ حکمران بن جائیں گے، کسی شخص کی عزت اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے جائے گی، شراب پی جائے گی، ریشمی کپڑا پہنا جائے گا، گانے بجانے والی لڑکیاں اور گانے کا سامان (موسیقی کے آلات) گھروں میں رکھے جائیں گے اور امت کے آخری لوگ پہلوں پر لعن طعن کریں گے پس اس وقت لوگ عذابوں کے منتظر رہیں یا تو سرخ آندھی یا زمین میں دھنسنے اور چہرے مسخ ہو جانے والا عذاب آئے گا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ: پھر وہ لوگ سرخ آندھی زلزلے، زمین میں دھنسنے، چہرے کے بدلنے اور آسمان سے پتھر برسنے کے عذابوں کا انتظار کریں، اس وقت نشانیاں اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی پرانی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور پے درپے گرنے لگیں۔إِذَا فَعَلَتْ أُمَّتِي خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ،فَقِيلَ:وَمَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟قَالَ:إِذَا كَانَ الْمَغْنَمُ دُوَلًا،وَالأَمَانَةُ مَغْنَمًا،وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا،وَأَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ،وَعَقَّ أُمَّهُ،وَبَرَّ صَدِيقَهُ،وَجَفَا أَبَاهُ،وَارْتَفَعَتِ الأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ،وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ،وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ،وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ،وَلُبِسَ الْحَرِيرُ،وَاتُّخِذَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ،وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الأُمَّةِ أَوَّلَهَا،فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ أَوْ خَسْفًا وَمَسْخًا۔(ترمذی:2211)فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ،وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ۔(ترمذی:2211)

حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں: قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ مساجد میں فاسق و فاجر کی آواز بلند ہو جائے گی، بارش ہو گی لیکن غلّہ اناج نہ اُگے گا، مسجد کو راستہ بنالیا جائے گا، اور زانیوں کی اولاد کی کثرت ہو گی ۔مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ عُلُوُّ صَوْتِ الْفَاسِقِ فِي الْمَسَاجِدِ، وَمَطَرٌ وَلَا نَبَاتٌ، وَأَنْ تُتَّخَذَ الْمَسَاجِدُ طُرُقًا، وَأَنْ تَظْهَرَ أَوْلَادُ الزُّنَاةِ۔(مصنف عبد الرزاق:5138)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو مسجدوں میں حلقے بنا بنا کر بیٹھیں گے، اُن کا امام و مقتدیٰ دنیا ہو گا (یعنی اُن کا موضوعِ سخن دنیا ہو گا) اُن کے ساتھ مت بیٹھنا اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی کوئی حاجت نہیں۔سَيَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَجْلِسُونَ فِي الْمَسَاجِدِ حِلَقًا حِلَقًا، إِمَامُهُمُ الدُّنْيَا، فَلَا تُجَالِسُوهُمْ؛ فَإِنَّهُ لَيْسَ لِلَّهِ فِيهِمْ حَاجَةٌ۔(طبرانی کبیر:10452)

ایک اَعرابی نے نبی کریم ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: جس سے پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، لیکن اُس کی علامات یہ ہیں: بازاروں کا قریب قریب ہو جانا، بارش ہونے کے باوجود پیداوار کا نہ ہونا، غیبت کا پھیل جانا، زنا سے پیدا ہونے والی اولاد کا پھیل جانا، مالدار کی تعظیم و عزت کرنا، مساجد میں فاسقوں اور فاجروں کا آوازیں بلند کرنا، گناہ گاروں کا نیکوکاروں پر غالب آجانا۔ پس جس نے یہ زمانہ پالیا تو اُسے چاہیئے کہ اپنے دین کو چپکے سے لے کر کہیں چھپ جائے اور اپنے گھر کا ٹاٹ بن جائے ۔مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَلَكِنَّ أَشْرَاطَهَا تَقَارُبُ الْأَسْوَاقِ، وَمَطَرٌ وَلَا نَبَاتَ، وَظُهُورُ الْغِيبَةِ، وَظُهُورُ أَوْلَادِ الْغَيَّةِ، وَالتَّعْظِيمُ لِرَبِّ الْمَالِ، وَعُلُوُّ أَصْوَاتِ الْفُسَّاقِ فِي الْمَسَاجِدِ، وَظُهُورُ أَهْلِ الْمُنْكَرِ عَلَى أَهْلِ الْمَعْرُوفِ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ الزَّمَانَ فَلْيَرُغْ بِدِينِهِ، وَلْيَكُنْ حِلْسًا مِنْ أَحْلَاسِ بَيْتِهِ۔(الفتن لنعیم:1796)

مسجد میں خرید وفروخت کرنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں لین دین کر رہا ہے تو کہو کہ اللہ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم دیکھو کہ کوئی گمشدہ چیز کا اعلان کررہا ہے تو کہو کہ اللہ تعالیٰ یہ گمشدہ چیز تمہیں نہ لوٹائے۔إِذَا رَأَيْتُم مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي المَسْجِدِ، فَقُولُوا: لَا أَرْبَحَ اللَّهُ تِجَارَتَكَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ فِيهِ ضَالَّةً، فَقُولُوا: لَا رَدَّ اللَّهُ عَلَيْكَ۔(ترمذی:1321)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد میں (فحش) اشعار پڑھنے، خرید وفروخت کرنے اور جمعہ کے دن مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے حلقے بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔نَهَى عَنْ تَنَاشُدِ الأَشْعَارِ فِي المَسْجِدِ، وَعَنِ البَيْعِ وَالِاشْتِرَاءِ فِيهِ، وَأَنْ يَتَحَلَّقَ النَّاسُ فِيهِ يَوْمَ الجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ۔(ترمذی:322)

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب اُن کا کسی ایسے شخص کے پاس سے گزر ہوتا جو مسجد میں فروخت کرتا ہو تو وہ اُس سے فرماتے: تمہارے پاس کیا ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟ اگر وہ یہ کہتا کہ میں چیزیں فروخت کرنا چاہتا ہوں تو آپؒ فرماتے: تو پھر تم دنیا کے بازار جاؤ(وہاں جاکر چیزیں فروخت کرو) یہ آخرت کے بازار ہیں۔أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ كَانَ إِذَا مَرَّ عَلَيْهِ بَعْضُ مَنْ يَبِيعُ فِي الْمَسْجِدِ، دَعَاهُ فَسَأَلَهُ مَا مَعَكَ؟ وَمَا تُرِيدُ؟ فَإِنْ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَبِيعَ، قَالَ: عَلَيْكَ بِسُوقِ الدُّنْيَا، وإِنَّمَا هَذَا هو سُوقُ الآخِرَةِ۔(مؤطاءمالک:580)

مسجد میں شعر وشاعری کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد میں (فحش) اشعار پڑھنے، خرید وفروخت کرنے اور جمعہ کے دن مسجد میں نماز

جمعہ سے پہلے حلقے بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔نَهَى عَنْ تَنَاشُدِ الأَشْعَارِ فِي المَسْجِدِ، وَعَنِ البَيْعِ وَالِاشْتِرَاءِ فِيهِ، وَأَنْ يَتَحَلَّقَ النَّاسُ فِيهِ يَوْمَ الجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ۔(ترمذی:322)

مسجد کو گندگی اور نجاستوں سے آلودہ کرنا۔

ایک آدمی جماعت کی نماز پڑھا رہا تھا اور اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا (اتفاق سے) رسول اللہ ﷺ (اس کی طرف) دیکھ رہے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس کے مقتدیوں سے فرمایا کہ آئندہ سے یہ آدمی تمہیں نماز نہ پڑھائے اس کے بعد اس آدمی نے جب ان کو نماز پڑھانی چاہی تو ان لوگوں نے اسے (امامت سے) روک دیا اور اس سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بیان کر دیا وہ آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ہی لوگوں سے تمہیں امام نہ بنانے کے لیے کہا تھا اور راوی فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے اس آدمی سے (امامت سے روک دینے کا سبب بیان کرتے ہوئے یہ بھی) فرمایا تھا کہ، تم نے (اس ممنوع فعل کا ارتکاب کر کے) اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے۔عَنْ أَبِي سَهْلَةَ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ–قَالَ أَحْمَدُ: مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – أَنَّ رَجُلًا أَمَّ قَوْمًا، فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ فَرَغَ: «لَا يُصَلِّي لَكُمْ»، فَأَرَادَ بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ يُصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوهُ وَأَخْبَرُوهُ بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «نَعَمْ»، وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: «إِنَّكَ آذَيْتَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ»۔(ابوداؤد:481)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اُس کا کفارہ یہ کہ تم اُسے دفنادو (یعنی صاف کردو)۔التَّفْلُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهُ أَنْ تُوَارِيَهُ۔(ابوداؤد:474)

مسجد کو گزر گاہ بنانا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے انسان مسجد میں سے گزرے گا، اُس میں دو رکعت بھی نہیں پڑھے گا، انسان صرف اپنی جان پہچان کے لوگوں کو سلام کرے گا، اور بچہ بوڑھے اور معمّر شخص کو قاصد بناکر بھیجے گا۔ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَمُرَّ الرَّجُلُ فِي الْمَسْجِدِ لَا يُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، وَأَنْ لَا يُسَلِّمَ الرَّجُلُ إِلَّا عَلَى مَنْ يَعْرِفُ، وَأَنْ يُبْرِدَ الصَّبِيُّ الشَّيْخَ۔(طبرانی اوسط:9489)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مسجدوں کو راستہ بنالیا جائے گا، لوگ صرف جان پہچان کے لوگوں کو سلام کریں گے، عورت اور اُس کا شوہر دونوں تجارت کرنے لگیں گے، گھوڑے (سواریاں) اور عورتیں (یعنی اُن کا مہر) بہت گراں (زیادہ) ہوجائے گا، پھر سستا ہوجائے گا اور پھر قیامت تک مہنگا نہیں ہوگا۔إِنَّهُ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُتَّخَذَ الْمَسَاجِدُ طُرُقًا، وَحَتَّى يُسَلِّمَ الرَّجُلُ عَلَى الرَّجُلِ بِالْمَعْرِفَةِ، وَحَتَّى تَتْجَرَ الْمَرْأَةُ وَزَوْجُهَا، وَحَتَّى تَغْلُو الْخَيْلُ وَالنِّسَاءُ، ثُمَّ تَرْخُصَ فَلَا تَغْلُو إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔(مستدرک حاکم:8379)مِنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ، أَوْ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُتَّخَذَ الْمَسَاجِدُ طُرُقًا۔(ابن ابی شیبہ: 3420)

بے شک قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگ صرف اپنی جان پہچان کے لوگوں کو سلام کریں گے اور یہ کہ انسان مسجد میں داخل ہوکر اُس کے طول و عرض میں چلتا رہے گا لیکن دو رکعت نماز بھی نہ پڑھے گا۔ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُسَلِّمَ الرَّجُلُ عَلَى الرَّجُلِ بِالْمَعْرِفَةِ، وَأَنْ يَدْخُلَ الرَّجُلُ الْمَسْجِدَ لَمْ

يَخْرُجْ مِنْهُ يَخْرِقُ عَرْضَهَ وَطُولَهُ لَا يُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ۔(المسند للشاشی:400)إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَمُرَّ الرَّجُلُ فِي طُولِ الْمَسْجِدِ، وَعِرْضِهِ لَا يُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ۔(طبرانی کبیر:9488)

مسجد میں بدبودار چیزیں کھاکر آنا۔

نبی کریم ﷺ کے سامنے لہسن اور پیاز کا تذکرہ کرتے ہوئے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ! لہسن ان میں سب سے زیادہ سخت بدبو دار ہے، کیا آپ اسے حرام قرار دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اسے کھالو، اور تم میں سے جو یہ کھائے اُسے چاہیئے کہ اِس مسجد کے قریب نہ جائے یہاں تک کہ اُس کی بُو ختم ہوجائے۔ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الثُّومُ وَالْبَصَلُ، وَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَأَشَدُّ ذَلِكَ كُلِّهُ الثُّومُ، أَفَتُحَرِّمُهُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كُلُوهُ وَمَنْ أَكَلَهُ مِنْكُمْ فَلَا يَقْرَبْ هَذَا الْمَسْجِدَ حَتَّى يَذْهَبَ رِيحُهُ مِنْهُ»۔(ابوداؤد:3823)

حضرت مُعاویہ بن قرّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اِن دو درختوں (پیاز اور لہسن) کھانے سے منع فرمایا اور اِرشاد فرمایا: جو اِن کو کھائے وہ ہر گز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔اور آپ ﷺ نے یہ بھی اِرشاد فرمایا: اگر تمہیں یہ دونوں چیزیں کھانی ہی ہیں تو ان کی پکاکر ان کی بُو کو ختم کردو۔عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ، وَقَالَ: «مَنْ أَكَلَهُمَا فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا» وَقَالَ: «إِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ آكِلِيهِمَا فَأَمِيتُوهُمَا طَبْخًا» قَالَ: يَعْنِي الْبَصَلَ وَالثُّومَ۔(ابوداؤد:3827)

مسجد میں گمشدہ چیزوں کا اِعلان کرنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: جو کسی شخص کو مسجد میں گمشدہ

چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو اُسے چاہیئے کہ یوں کہے: ”اللہ کرے تجھے یہ چیز نہ ملے“ کیونکہ مساجد اس مقصد کے لیے نہیں بنائی گئیں(کہ اُن میں گمشدہ چیزوں کا اعلان کیا جائے)۔مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ، فَلْيَقُلْ: لَا أَدَّاهَا اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهَذَا۔(ابوداؤد:473)

فخر و غرور کے طور پر مسجدوں کو آراستہ و مزیّن کرنے میں لگ جانا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: جب لوگ اپنی مساجد کو مزیّن کرنے لگیں تو اُن کے اعمال فاسد ہو جائیں گے۔ إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا زَيَّنُوا مَسَاجِدَهُمْ فَسَدَتْ أَعْمَالُهُمْ۔(مصنف عبد الرزاق:5140)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: تمہاری مساجد کو بھی اسی طرح مزیّن کیا جائے گا جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے کلیساؤں اور گرجا گھروں کو مزیّن کیا ہے۔تُزَخْرَفُ مَسَاجِدُكُمْ كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى بِيَعَهَا۔(مصنف عبد الرزاق:5131)

حضرت حوشب طائی فرماتے ہیں: کسی امّت نے اپنے اعمال خراب نہیں کیے مگر اِسی طرح کہ اُنہوں نے اپنی مساجد کو مزیّن کرنا شروع کر دیا۔مَا أَسَاءَتْ أُمَّةٌ أَعْمَالَهَا إِلَّا زَخْرَفَتْ مَسَاجِدَهَا، وَمَا هَلَكَتْ أُمَّةٌ قَطُّ إِلَّا مِنْ قِبَلِ عُلَمَائِهَا۔(مصنف عبد الرزاق:5133)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مجھے مساجد کو مزیّن کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔مَا أُمِرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ،قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى۔(ابوداؤد:448)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم اپنے مصحف (قرآن کریم) کو مزیّن اور مساجد کو آراستہ کرنے لگو گے تو سمجھ لو کہ تمہاری ہلاکت آگئی ہے: إِذَا حَلَّيْتُمْ مَصَاحِفَكُمْ، وَزَخْرَفْتُمْ مَسَاجِدَكُمْ فَالدَّبَارُ عَلَيْكُمْ۔(مصنف عبد الرزاق:5132)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ لوگ مساجد کے بارے میں ایک دوسرے پر فخر کرنے لگیں گے۔لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ۔(ابوداؤد:449)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں پر ضرورایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ مسجدیں بناکر اُس پر ایک دوسرے سے تفاخر کریں گے اور اُس کو آباد کرنے والے بہت تھوڑے ہوں گے۔لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَبْنونَ الْمَسَاجِدَ يَتَبَاهَوْنَ بِهَا، وَلَا يَعْمُرُونَهَا إِلَّا قَلِيلًا۔(ابن ابی شیبہ :3146)يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَتبَاهَوْنَ بِكَثْرَةِ الْمَسَاجِدِ، لَا يَعْمُرُونَهَا إِلَّا قَلِيلًا۔(طبرانی اوسط:7559)

بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنے کا حکم:

بیت اللہ شریف کے اندر نفل نماز پڑھنے کے جائز ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، بالاتفاق جائز ہے۔ البتہ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔

- امام مالک واحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما: بیت اللہ شریف کے اندر فرض نماز پڑھنا جائز نہیں۔
- امام ابو حنیفہ وشافعی رحمۃ اللہ علیہما: نفل اور فرض تمام نمازیں جائز ہیں۔(مرقاۃ2/582)

حضور ﷺ نے بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھی ہے؟

اِس بارے میں دو طرح کی روایات ہیں، بعض سے پڑھنا اور بعض سے نہ پڑھنا معلوم ہوتا ہے:

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (فتح مکہ کے دن) جب نبی کریم ﷺ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو اس کے چاروں کونوں میں جاکر دعا کی اور بغیر نماز پڑھے باہر نکل آئے اور پھر باہر آکر کعبہ کے سامنے آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہی قبلہ ہے۔ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ البَيْتَ، دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا، وَلَمْ يُصَلِّ حَتَّى خَرَجَ مِنْهُ، فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي قُبُلِ الكَعْبَةِ، وَقَالَ: «هَذِهِ القِبْلَةُ»۔(بخاری:398)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (فتح مکہ کے روز) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، اسامہ ابن زید، عثمان ابن طلحہ حجبی اور بلال ابن رباح رضی اللہ عنہم خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور حضرت بلال یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اندر سے دروازہ بند کر لیا(تا کہ لوگ ہجوم نہ کریں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر تک اندر (دعاوغیرہ میں) مشغول رہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے جب کہ وہ (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) خانہ کعبہ سے باہر آئے تو پوچھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم (خانہ کعبہ کے اندر) کیا کر رہے تھے؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے (ایسی جگہ) کھڑے ہو کر نماز پڑھی کہ ایک ستون آپ کے بائیں طرف تھا، دو داہنی طرف تھے، تین پیچھے تھے۔ ان دنوں خانہ کعبہ میں چھ ستون تھے (اور اب تین ستون ہیں)۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ:أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الكَعْبَةَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَبِلاَلٌ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الحَجَبِيُّ فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ، وَمَكَثَ فِيهَا، فَسَأَلْتُ بِلاَلًا حِينَ خَرَجَ: مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: جَعَلَ عَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ، وَعَمُودًا عَنْ يَمِينِهِ، وَثَلاَثَةَ أَعْمِدَةٍ وَرَاءَهُ، وَكَانَ البَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ۔(بخاری:505)

تعارضِ احادیث کے جوابات:

(1)......دونوں روایات میں ترجیح کے طریقے سے عمل کریں گے، بایں طور کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا معلوم ہوتا ہے وہ راجح ہے اِس لئے کہ وہ مُثبِت (یعنی حکم کو ثابت کرنے والی) روایت ہے، جبکہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت (جو در حقیقت حضرت اُسامہ بن

زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) یہ روایت نافی (حکم کی نفی کرنے والی روایت) ہے، پس ضابطہ کی رو سے "مثبت" کو ترجیح دی جائے گی۔

(2)......... تطبیق کی شکل یوں بیان کی گئی ہے کہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھ سکے تھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء میں مشغول ہوگئے تھے، حضرت اُسامہ بھی دوسری طرف دعاء میں مشغول ہوگئے، اتنے میں آپ نے نماز پڑھ لی جس کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ قریب ہونے کی وجہ سے تو دیکھ لیا لیکن حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نہ دیکھ سکے، پس اُنہوں نے اپنے علم کے مطابق نماز نہ پڑھنا بیان فرمایا۔

(3)......... یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو پانی لانے کے لئے بھیجا تھا تاکہ بیت اللہ کی دیواروں سے تصویریں مٹائی جاسکیں، اِس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، جس کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ چونکہ نہ دیکھ سکے تھے اِس لئے اُنہوں نے نماز نہ پڑھنا نقل کردیا۔

(4)......... بعض نے اِس کو تعدّدِ واقعہ پر بھی محمول کیا ہے، کہ ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ داخل ہوکر نماز پڑھی ہو اور دوسری دفعہ نہ پڑھی ہو۔ لیکن یہ تطبیق راجح نہیں، اِس لئے کہ فتح مکہ کے بعد آپ بیت اللہ شریف کے اندر صرف ایک مرتبہ ہی داخل ہوئے ہیں۔ واللہ اَعلم۔(مرقاۃ:2/583)

عورتوں کا مساجد اور عید گاہ میں حاضر ہونا:

فقہائے احناف میں متقدمین اور متاخرین کی رائے اس بارے میں مختلف ہیں:

متقدمین: امام صاحب اور حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جوان عورتوں کا نکلنا مطلقاً ممنوع ہے۔اور بوڑھی عورتوں کے نکلنے کی تفصیل میں اختلاف ہے:

- امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ: فجر، مغرب اور عشاء میں نکل سکتی ہیں، بقیہ نمازوں میں جائز نہیں۔
- حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما: بوڑھی عورتیں تمام نمازوں میں نکل سکتی ہیں۔(ہدایہ:1/242)

متاخرین: فسادِ زمان اور ظہورِ فسق کی وجہ سے جوان اور بوڑھی تمام عورتوں کے لئے دن اور رات کی تمام نمازوں میں بشمول جمعہ اور عیدین کے نکلنا مطلقاً ممنوع ہے۔

عالمگیری میں ہے:وَكُرِهَ لَهُنَّ حُضُورُ الْجَمَاعَةِ إلَّا لِلْعَجُوزِ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْفَتْوَى الْيَوْمُ عَلَى الْكَرَاهَةِ فِي كُلِّ الصَّلَوَاتِ لِظُهُورِ الْفَسَادِ. كَذَا فِي الْكَافِي وَهُوَ الْمُخْتَارُ. كَذَا فِي التَّبْيِينِ۔(عالمگیری:1/89)

در مختار میں ہے: (وَيُكْرَهُ حُضُورُهُنَّ الْجَمَاعَةَ) وَلَوْ لِجُمُعَةٍ وَعِيدٍ وَوَعْظٍ (مُطْلَقًا) وَلَوْ عَجُوزًا لَيْلًا (عَلَى الْمَذْهَبِ) الْمُفْتَى بِهِ لِفَسَادِ الزَّمَانِ۔(الدر المختار:1/566)

محدّثِ کبیر ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عورتوں کا جمعہ و عیدین کے اندر نکلنے کا حکم اِبتداءِ اِسلام میں تھا جبکہ مسلمان قلیل تھے لہٰذا دشمنوں کے سامنے مسلمانوں کی کثرت کو واضح کرنے کیلئے یہ حکم دیا گیا تھا تاکہ مسلمانوں کا خوف اُن کے دل میں پیدا ہو، لیکن اب چونکہ سبب نہیں رہا تو مسبب بھی ختم ہو گیا، جیسے : زکوۃ کے مصارِف میں ایک مصرَف "مؤلّفۃ قلوب" بھی ذکر کیا گیا ہے، یعنی نئے نئے اِسلام لانے والے وہ کچے ذہن کے لوگ جو ابھی تک اِسلام میں پختگی کو نہ پہنچ سکے ہوں اُن کی تالیفِ قلبی کیلئے زکوۃ دی جاتی تھی ، لیکن بعد میں یہ مصرف بھی ختم کردیا گیا۔وَوَجَّهَ الطَّحَاوِيُّ بِأَنَّ ذَلِكَ كَانَ أَوَّلَ الْإِسْلَامِ

وَالْمُسْلِمُونَ قَلِيلٌ، فَأُرِيدَ التَّكْثِيرُ بِهِنَّ تَرْهِيبًا لِلْعَدُوِّ اهــ.وَمُرَادُهُ أَنَّ الْمُسَبَّبَ يَزُولُ بِزَوَالِ السَّبَبِ،وَلِذَا أُخْرِجَتِ الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ مِنْ مَصْرِفِ الزَّكَاةِ۔(مرقاۃ:3/1064)

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: میں عورتوں کیلئے اب عیدین میں نکلنے کو ناپسند کرتا ہوں، پس اگر عورت پھر بھی نکلنے پر مُصر ہو تو اُس کے شوہر کو اِجازت دیدینی چاہیئے لیکن اِس شرط کے ساتھ کہ وہ اچھی طرح پردے میں نکلے اور زیب و زینت سے اجتناب کرے، اگر وہ اِس طرح نکلنے پر راضی نہ ہو تو شوہر کو چاہیئے کہ اُسے نکلنے سے منع کردے: أَكْرَهُ اليَوْمَ الخُرُوجَ لِلنِّسَاءِ فِي العِيدَيْنِ، فَإِنْ أَبَتِ المَرْأَةُ إِلَّا أَنْ تَخْرُجَ فَلْيَأْذَنْ لَهَا زَوْجُهَا أَنْ تَخْرُجَ فِي أَطْمَارِهَا وَلَا تَتَزَيَّنْ، فَإِنْ أَبَتْ أَنْ تَخْرُجَ كَذَلِكَ فَلِلزَّوْجِ أَنْ يَمْنَعَهَا عَنِ الخُرُوجِ-(ترمذی:باب فی خروج النساء فی العیدین، رقم:540)

مساجد کی تزئین و آرائش کا حکم:

مساجد کو مزّین اور آراستہ کرنے کی مختلف صورتیں ہیں، اور اُن کا حکم بھی اُسی کے اعتبار سے مختلف ہوگا:

1. ایسی تزئین و آرائش جس سے نمازیوں کا خیال بٹے۔ — بالاتفاق جائز نہیں۔
2. تفاخر اور دکھلاوے کے طور پر ہو۔ — بالاتفاق جائز نہیں۔
3. مسجد کے مال وقف سے کیا جائے۔ — بالاتفاق جائز نہیں۔

اگر مندرجہ بالا صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے:

- جمہور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ: جائز ہے۔ جس کی دلیل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عمل ہے۔
- علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ: مطلقاً جائز نہیں۔ ما امرت بتشييد المساجد۔(درسِ مشکوۃ 254)

خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا:

کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ حدیث میں اِس کی ممانعت آئی ہے، چنانچہ سات مقامت پر آپ ﷺ نے نے نماز پڑھنے سے منع فرمایاہے، اُن میں سے ایک کعبہ کی چھت بھی ہے، نیز اِس میں بے ادبی کا پہلو بھی ہے اِس لئے بالاتفاق نماز مکروہ ہے، البتہ نماز ہو گی یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: فرض اور نفل کوئی نماز نہ ہو گی۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: فرض و نفل دونوں ہو جائیں گی بشر طیکہ سامنے کوئی سترہ وغیرہ رکھاہو۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: فرض نہ ہو گی، اور نفل ہو جائے گی بشر طیکہ سُترہ سامنے رکھاہو۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: فرض و نفل دونوں نمازیں ہو جائیں گی اور سامنے سُترہ ہونا بھی شرط نہیں، تاہم یہ مکروہ ہے، جیساکہ حدیث میں اِس کی ممانعت آئی ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:34/263)

مقبرہ میں نماز پڑھنا:

مقبرہ میں نماز پڑھنے کی کئی صورتیں ہیں :

1. اگر قبر کو سجدہ کیا جائے تو یہ شرک ہے، جس سے اجتناب ضروری ہے۔
2. اگر سجدہ تو اللہ تعالی کو کیا جائے لیکن بزرگ کی تعظیم مقصود ہو تو یہ بھی حرام ہے۔
3. اگر قبر کے برابر میں اُس کا رُخ کیے بغیر حصولِ برکت کیلئے نماز پڑھی جائے تو اس میں اختلاف ہے :
   - امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: جائز نہیں خواہ قبر منبوش ہو یا غیر منبوش۔
   - امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: منبوش میں جائز اور غیر منبوش میں ناجائز ہے۔

- امام ابو حنیفہ و مالک رحمۃ اللہ علیہما: خواہ منبوش ہو یا غیر منبوش، دونوں صورتوں میں کراہت کے ساتھ جائز ہے، یعنی نہیں پڑھنی چاہیئے۔(درسِ مشکوۃ:253)

لہسن اور پیاز کھاکر مسجد جانے کی کراہیت:

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے لہسن اور پیاز کا تذکرہ کرتے ہوئے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ! لہسن ان میں سب سے زیادہ سخت بدبو دار ہے، کیا آپ اسے حرام قرار دیتے ہیں؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: اسے کھالو، اور تم میں سے جو یہ کھائے اُسے چاہیئے کہ اِس مسجد کے قریب نہ جائے یہاں تک کہ اُس کی بُو ختم ہوجائے۔ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الثُّومُ وَالْبَصَلُ، وَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَأَشَدُّ ذَلِكَ كُلِّهُ الثُّومُ، أَفَتُحَرِّمُهُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كُلُوهُ وَمَنْ أَكَلَهُ مِنْكُمْ فَلَا يَقْرَبْ هَذَا الْمَسْجِدَ حَتَّى يَذْهَبَ رِيحُهُ مِنْهُ»۔(ابوداؤد:3823)

حضرت مُعاویہ بن قرّہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِن دو درختوں (پیاز اور لہسن) کھانے سے منع فرمایا اور اِرشاد فرمایا: جو اِن کو کھائے وہ ہر گز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ بھی اِرشاد فرمایا: اگر تمہیں یہ دونوں چیزیں کھانی ہی ہیں تو ان کی پکاکر ان کی بُو کو ختم کردو۔عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ، وَقَالَ: «مَنْ أَكَلَهُمَا فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا» وَقَالَ: «إِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ آكِلِيهِمَا فَأَمِيتُوهُمَا طَبْخًا» قَالَ: يَعْنِي الْبَصَلَ وَالثُّومَ۔(ابوداؤد:3827)

لہسن اور پیاز کھاکر مسجد جانے سے متعلّق چند قابلِ وضاحت امور:

اِس میں چند باتیں قابلِ وضاحت ہیں جن کو بالترتیب ذکر کیا جارہا ہے:

پہلی بات: کراہیت کس چیز میں ہے؟

یہ کراہیت لہسن اور پیاز کھانے کی نہیں، بلکہ کھا کر مسجد جانے کی ہے، کیونکہ لہسن اور پیاز بالاتفاق حلال ہیں، ان کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، کما فی الحدیث: الثُّومُ مِنْ طَيِّبَاتِ الرِّزْقِ(ترمذی) پس بعض اہلِ ظاہر کا اِس حدیث سے "ثوم اور بصل" کی حرمت کو ثابت کرنا درست نہیں۔(تحفۃ الاحوذی:5/428)

دوسری بات: کراہیت مسجد نبوی کے ساتھ خاص نہیں۔

یہ کراہیت صرف مسجد نبوی کے ساتھ خاص نہیں، جیسا کہ حدیث کے جملے " فَلَا يَقْرَبْنَا فِي مَسْجِدِنَا " سے استدلال کر کے بعض علماء نے اختیار کیا ہے، بلکہ اِس سے مراد تمام مساجد ہیں۔(تحفۃ الاحوذی:5/428)

تیسری بات: کراہیت صرف مسجد کے ساتھ خاص نہیں۔

مساجد کے ساتھ اِس میں وہ تمام مقامات اور مواقع بھی شامل ہیں جس میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے، فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، جیسے علم و ذکر کی مجالس، دینی و اصلاحی اجتماع، قرآن کریم کی تلاوت۔(تحفۃ الاحوذی :5/428)

چوتھی بات: کراہیت صرف ثوم و بصل کے ساتھ خاص نہیں۔

حدیث میں اگرچہ ثوم و بصل کو ذکر کیا ہے، لیکن اِس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو منہ میں بدبو پیدا کرے، جیسے سگریٹ نوشی وغیرہ۔ اسی طرح ہر وہ حالت بھی اِس میں شامل ہے جس سے لوگوں کو تکلیف و اذیت پہنچتی ہے، جیسے بعض بیماریاں اِس طرح کی ہوتی ہیں یا زخم اِس طرح کے ہوتے ہیں جس سے لوگوں کو گھن آتی ہے۔ پس ایسی حالت میں مسجد جانا بھی مکروہ ہوگا۔(فتح الباری:9/575)(تحفۃ الاحوذی:5/428۔430)

پانچویں بات: کراہیت صرف بدبو پیدا ہونے کی صورت میں ہے۔

ثوم و بصل اگر مطبوخ یعنی پکے ہوئے ہوں تو اُن کے کھانے سے چونکہ منہ میں بو پیدا نہیں ہوتی اِس لئے اُنہیں کھاکر مسجد جانے میں بھی کوئی حرج نہیں،کما فی الحدیث: نُهِيَ عَنْ أَكْلِ الثُّومِ، إِلَّا مَطْبُوخًا(ترمذی:2/3)

لیکن واضح رہے کہ محض پکانے سے کراہیت کا حکم ختم نہیں ہوتا، اصل چیز بو کا ختم ہونا ہے، پس اگر وہ بغیر پکائے بھی ختم ہو جائے (جیسا کہ پیاز کو سرکہ وغیرہ میں ڈال دیا جاتا ہے) تو کراہیت کا حکم نہیں لگے گا، اور اگر پکانے کے بعد بھی بو باقی رہے تو کراہیت کا حکم ہی باقی رہے گا۔(الکوکب الدری:3/15)

چھٹی بات: کراہیت سے کون سی کراہیت مراد ہے۔

لہسن اور پیاز کھاکر مسجد جانے میں کراہیت کس درجہ کی ہے، اس میں دو قول ہیں:

- اہلِ ظاہر: مکروہ تحریمی ہے۔
- جمہور ائمہ کرام: مکروہ تنزیہی ہے۔(فتح الباری:9/575)

❋«»«»«»❋«»«»«»❋

بَابُ السَّتْرِ

نماز کی شرائطِ متقدّمہ:

وہ شرائط جن کا نماز سے قبل لحاظ رکھنا ضروری ہے اُن کے بغیر نماز نہیں ہوتی وہ سات ہیں:

(1)طہارتِ بدن۔ (2)طہارتِ لِباس۔ (3)طہارتِ مکان۔

(4)ستر عورت۔ (5)وقتِ صلوۃ۔ (6)نیت۔ (7)اِستقبالِ قبلہ۔

ان میں سے ایک ستر بھی ہے، جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

ستر کا لغوی معنیٰ :

ستر لغت میں " تَغْطِيَةُ الشَّيْءِ " کسی بھی چیز کو ڈھانکنے اور چھپانے کے آتے ہیں، "سَتّار" کا لفظ بھی اِسی سے ماخوذ ہے چھپانے والے کو کہا جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے: "إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَيِيٌّ سِتِّيرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسَّتْرَ فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ " بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ حیاء کرنے والے عیبوں کو چھپانے والے ہیں، حیاء اور ستر پوشی کو پسند کرتے ہیں، پس اگر تم میں سے کوئی غسل کرے تو اُسے چاہیئے کہ ستر پوشی کا اہتمام کرے۔(ابوداؤد:4012)

ستر کا اِصطلاحی معنیٰ:

" هُوَ: تَغْطِيَةُ الإِنْسَانِ مَا يَقْبُحُ ظُهُورُهُ وَيُسْتَحَى مِنْهُ، ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى أَوْ خُنْثَى "

ستر عورت" کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا اپنے جسم کے اُن حصوں کو ڈھانکنا جن کا ظاہر کرنا قبیح اور بُرا سمجھا جاتا ہے اور اُس سے حیاء کی جاتی ہے، خواہ مرد ہو یا عورت یا خنثیٰ۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ)

مَرد و عورت کا ستر :

- مَرد: ناف سے گھٹنے تک کا حصہ ستر ہے، اِس میں ناف داخل نہیں، گھٹنا شامل ہے۔
- عورت: چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ پورا جسم ستر ہے۔(الدر المختار)

مَرد و عورت کے ستر میں ائمہ اربعہ کا اختلاف :

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

- مَرد: ناف سے گھٹنے تک کا حصہ ستر ہے، اِس میں ناف داخل نہیں، گھٹنا شامل ہے۔
- عورت: چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ پورا جسم ستر ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

- مَرد: ناف سے گھٹنے تک، ناف اور گھٹنا دونوں ستر میں داخل نہیں۔
- عورت: چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ پورا جسم ستر ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

- مَرد: ناف سے گھٹنے تک، ناف اور گھٹنا دونوں ستر میں داخل نہیں۔
- عورت: چہرہ کے علاوہ پورا جسم ستر ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

- مَرد: قُبُل اور دُبُر "عورۃِ غلیظہ" ہے اور ناف سے گھٹنے کے درمیان کا حصہ "مخففہ" ہے۔
- عورت: سینے کے نیچے سے گھٹنے تک آگے پیچھے دونوں جانب "عورۃِ غلیظہ" ہے، اور سینہ، گردن، سر، اوپر کی جانب سے گٹوں تک کے ہاتھ اور گھٹنے سے قدموں کے آخر تک یہ سب "مخففہ" ہے۔

چہرہ اور گٹوں سے نیچے کے دونوں ہاتھ ستر نہیں۔(الفقہ علی المذاہب:1/172)(الفقہ الاِسلامی:1/743تا751)

ستر کا حکم:

ستر کا چھپانا نماز اور غیر نماز ہر حال میں فرض ہے، حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ نے تنہائی اور خلوت میں بھی جبکہ کوئی نہ دیکھ رہا ہو، اُس وقت بھی ستر کے چھپانے کا حکم دیا ہے۔

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ ہم اپنا ستر کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ستر کو اپنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ ہر ایک سے چھپاؤ۔ میں نے عرض کیا اگر لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر ہو سکے کہ تمہارے ستر کو کوئی نہ دیکھے تو ضرور ایسا ہی کرو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر کوئی اکیلا ہو تو؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں سے زیادہ اس کا حقدار ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَا نَذَرُ؟ قَالَ «احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ» قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ؟ قَالَ:إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَيَنَّهَا أَحَدٌ فَلَا يَرَيَنَّهَا، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا؟ قَالَ:اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ.(ابوداؤد:4017)

نماز میں ستر چھپانے کا حکم :

نماز میں ستر کے حصے کا چھپانا فرض ہے، اِس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِ مَسْجِدٍ﴾ اِس آیت میں زینت سے مراد کپڑے اور مسجد سے مراد نماز ہے ، پس ترجمہ یہ ہوگا کہ ہر نماز کے وقت اپنی زینت کا سامان یعنی کپڑے لے لو۔ نیز نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے : اللہ تعالیٰ کسی بالغ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں فرماتے۔ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ.(ابوداؤد:641)

فقہاء کرام نے نماز کے شروع ہونے کی شرائط میں سے ستر کا چھپانا ذکر کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ستر کا حصہ کھلا ہو تو نماز شروع ہی نہیں ہوتی ، اور اگر نماز کے دوران کھل جائے تو مقدارِ عفو سے زائد مقدار کھل جانے کی صورت میں نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

کشفِ عورت کی مُفسِد مقدار :

نماز میں ستر کا چھپانا ضروری ہے، پس اگر نماز کے شروع میں ہی ستر کھلا ہو تو نماز شروع ہی نہیں ہوتی یا نماز کے دوران کھل جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے، البتہ اگر ستر کے کھلنے کی مقدار قلیل ہو یا کثیر مقدار قلیل وقت کے لئے کھل جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

باقی رہا یہ کہ وہ قلیل مقدار اور وقت کیا ہے، اِس کی تفصیل یہ ہے:

مقدارِ کثیر: اعضاءِ ستر میں سے کسی بھی عضو کے ایک چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ کھل جانا کثیر ہے اور اِس سے کم قلیل ہے۔

وقتِ کثیر: ایک رکن کو اداء کرنے کی مقدار جس کو فقہاء کرام نے تین تسبیحات یعنی تین مرتبہ "سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیم" کہنے کے برابر قرار دیا ہے، یہ کثیر ہے اور اِس سے کم کم قلیل ہے۔

پس مذکورہ بالا تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے کشفِ عورت کے مُفسِد ہونے کو یوں بیان کیا جائے گا:

دورانِ نماز اگر ستر کھل جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے، بشرطیکہ اعضاءِ ستر میں سے کسی بھی عضو کا چوتھائی یا اس سے زیادہ مقدار میں حصہ کھل جائے اور اتنی دیر کھلا رہے جس میں تین مرتبہ (سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیم) کہا جاسکتا ہو۔ گویا چوتھائی سے کم مقدار میں کھلنے سے یا کھلتے ہی فوراچھپا لینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

واضح رہے کہ یہ ستر کے کھل جانے کا مسئلہ ہے اور اگر از خود جان بوجھ کر ستر کھولا جائے تو بغیر کسی تفصیل کے مطلقاً نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ مقدار قلیل ہو یا کثیر، اِسی طرح تھوڑی دیر کھولا جائے یا زیادہ دیر تک، بہر صورت نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ:

1. جان کر ستر کھولا جائے: نماز فاسد ہو جائے گی
2. ربع سے کم کم حصہ کھل جائے: نماز فاسد نہیں ہو گی۔
3. ربع یا اس سے زائد کھل جائے اور فوراچھپا لیا گیا ہو: نماز فاسد نہیں ہو گی۔
4. ربع یا اس سے زائد تین تسبیح کے بقدر کھل جائے: نماز فاسد ہو جائے گی۔

اِسی کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے:

اِنکشافِ ستر (ستر کے کھلنے) کی ابتداءً دو صورتیں ہیں: (1) اِنکشاف عمداً ہو گا۔ (2) اِنکشاف سہواً ہو گا۔

پہلی صورت میں نماز فاسد ہے، دوسری صورت میں مزید چار صورتیں ہیں:

1. اِنکشاف کثیر فی الزّمان الکثیر ہو گا : نماز فاسد ہو جائے گی۔

2. اِنکشاف کثیر فی الزّمان القلیل ہو گا: نماز فاسد نہ ہو گی۔

3. اِنکشاف قلیل فی الزّمان الکثیر ہو گا : نماز فاسد نہ ہو گی۔

4. اِنکشاف قلیل فی الزّمان القلیل ہو گا: نماز فاسد نہ ہو گی۔(رد المحتار:1/409،408)

کشفِ عورۃ کے مُفسِد ہونے میں ائمہ کا اختلاف:

نماز کے دوران ستر کھل جانے سے نماز کب فاسد ہوتی ہے اِس میں ائمہ کا اختلاف ہے:

- امام شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہما: ستر کو قصداً کھولا جائے یا خود سے ستر کھل جانے میں مصلّی کا قصور ہو یا دیر تک کھلا رہے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے، ورنہ نہیں۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: عورۃِ غلیظہ کے کھل جانے سے مطلقاً نماز فاسد ہو جاتی ہے اور عورۃِ خفیفہ کے کھلنے سے فاسد نہیں ہوتی۔ غلیظہ اور خفیفہ کی تفصیل کیا ہے اِس کیلئے "مَرد و عورت کے ستر میں ائمہ کا اختلاف" ملاحظہ فرمائیں۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: قصداً کھولنے سے مطلقاً فاسد ہو جاتی ہے اور غلطی سے کھل جائے تو اِنکشافِ کثیر میں نماز فاسد ہو جائے گی اور اِنکشافِ قلیل میں فاسد نہ ہو گی۔

پھر اِنکشافِ کثیر کی مقدار کیا ہے اِس میں خود احناف کے ائمہ ثلاثہ میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ و محمد رحمۃ اللہ علیہما: ربعِ ثوب یا اس سے زیادہ مقدار کثیر ہے اور اس سے کم قلیل ہے۔

- امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ: نصف سے کم کم معاف ہے اور اُس سے زائد کثیر ہونے کی وجہ سے مفسد ہے ،اور نصف کے بارے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دو قول منقول ہیں:

(1) نماز ٹوٹ جائے گی، اس لئے کہ نجاست قلیل نہیں ہے۔(2) نماز نہیں ٹوٹے گی، اس لئے کہ نجاست کثیر بھی نہیں ہے۔(الفقہ الاِسلامی:1/742)(ہدایۃ:1/173،بشریٰ)

ستر چھپانے کے لئے کپڑا نہ ہو تو نماز کیسے پڑھی جائے:

جب ستر چھپانے کے لئے کپڑے موجود نہ ہوں تو بالا تفاق عُریانا(برہنہ) نماز پڑھی جائے گی، اِس لئے کہ ستر کا چھپانا قدرت کی حالت میں ضروری ہے اور عاجز ہونے کی صوررت میں یہ حکم ساقط ہو جاتا ہے۔

البتہ نماز کیسے پڑھی جائے، اِس میں اختلاف ہے :

- امام شافعی و مالک رحمۃ اللہ علیہما: کھڑے ہو کر رکوع اور سجدے کے ساتھ نماز پڑھی جائے گی۔
- امام ابو حنیفہ و احمد رحمۃ اللہ علیہما: کھڑے ہو کر رکوع و سجدے کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے ، لیکن بیٹھ کر اشارے سے رکوع اور سجدہ کرنا افضل ہے۔(الفقہ علی المذاہب:1/173)(الفقہ الاِسلامی:1/741)

فائدہ : برہنہ نماز پڑھنے کی صورت میں چار طریقے ہو سکتے ہیں اور چاروں جائز ہیں:

1. کھڑے ہو کر رکوع اور سجدے کے ساتھ نماز پڑھنا۔
2. بیٹھ کر رکوع اور سجدے کے ساتھ نماز پڑھنا۔
3. کھڑے ہو کر اِشارے سے رکوع اور سجدہ کرنا۔
4. بیٹھ کر اِشارے سے رکوع اور سجدہ کرنا۔(البحر الرائق:1/288)(حاشیہ ہدایۃ:177،بشریٰ)

البتہ چاروں صورتوں میں سے چوتھی صورت یعنی بیٹھ کر اِشارے سے رکوع اور سجدہ کرنا افضل ہے ، کیونکہ اِس میں ستر کے چھپنے کا زیادہ سے زیادہ اہتمام ہو سکتا ہے۔

ستر چھپانے کیلئے پاک کپڑا نہ ہو تو نماز کیسے پڑھی جائے:

یعنی کپڑے تو موجود ہوں لیکن پاک نہ ہوں تو کیا کیا جائے ، اِس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

پاک کپڑا نہ ہونے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

1. ثوبِ نجس ہو: یعنی وہ وہ نجس العین مثلاً خنزیر کی کھال وغیرہ کے بنے ہوں۔
2. ثوبِ متنجّس ہو: یعنی اُن پر نجاست کی "قدرِ عفو" سے زیادہ مقدار لگی ہو۔

بہر حال دونوں صورتوں میں جبکہ اُس ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو اور متبادل کوئی اور پاک کپڑا بھی نہ ہو تو اِس صورت میں نماز پڑھنے کے طریقے میں ائمہ کے نزدیک درج ذیل تفصیل ہو گی:

- **امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:** ناپاک کپڑوں میں ہی نماز پڑھ لی جائے اور بعد میں لوٹانا ضروری تو نہیں ہے ، لیکن اگر وقت کے اندر اندر پاک کپڑا دستیاب ہو جائے تو لوٹالینا بہتر ہے۔
- **امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:** ثوبِ متنجّس میں نماز پڑھی جائے گی اور بعد میں اِعادہ بھی لازم ہو گا ، جبکہ ثوبِ نجس میں عُریاناً (برہنہ) نماز پڑھی جائے اور بعد میں اِعادہ بھی لازم نہ ہو گا۔
- **امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:** ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز نہیں ، عُریاناً (برہنہ) نماز پڑھی جائے گی اور بعد میں اِعادہ بھی لازم نہیں۔
- **امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:** ناپاک کپڑے کو دیکھا جائے گا کہ اُس کا کتنا حصہ پاک ہے:

1. ربع یا اس سے زائد پاک ہو: اُسی کپڑے میں نماز پڑھی جائے گی، برہنہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔

2. چوتھائی سے کم حصہ پاک ہو: اِس میں احناف کے ائمہ ثلاثہ کے درمیان اختلاف ہے:

- امام محمد رحمۃ اللہ علیہ: اِس صورت میں بھی ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھنا ضروری ہے، برہنہ پڑھنا جائز نہیں۔
- شیخین رحمۃ اللہ علیہما: دونوں طرح نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن ناپاک کپڑوں میں پڑھنا بہتر ہے، اِس لئے کہ ستر کے چھپانے کا حکم نماز اور غیر نماز ہر حال میں ہے جبکہ کپڑوں کی پاکی کا حکم صرف نماز کے ساتھ ہی خاص ہے، اِس لئے ستر کا اہتمام کرتے ہوئے نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

(الفقہ علی المذاہب:1/173)(الفقہ الاِسلامی:1/731)(ہدایہ:1/175،بشریٰ)

ستر چھپانے کیلئے حلال کپڑا نہ ہو تو نماز کیسے پڑھی جائے:

اگر کپڑے موجود ہوں اور پاک بھی ہوں، لیکن حلال نہ ہوں مثلاً: ریشم کا کپڑا ہو جو مَردوں کیلئے پہننا جائز نہیں، یا مالِ حرام سے خریدا گیا کپڑا ہو تو اس صورت میں کیا کیا جائے:

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: حرام کپڑوں میں نماز درست نہیں، لہٰذا اُس سے ستر کو چھپانا معتبر نہ ہوگا۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: حرام کپڑوں کے ذریعہ ستر پوشی کرکے نماز پڑھنا درست ہے لیکن اگر کوئی عذر و مجبوری نہ ہو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔(الفقہ الاِسلامی:1/740)

ثوبِ واحد میں نماز پڑھنے کا حکم:

ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ ستر عورت کا مکمل اہتمام ہو، جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے

کہ اُس کو تہبند کے طور باندھ لیا جائے اور پھر اُس کے دونوں کناروں کو مخالف سمت کے کندھے پر لاتے ہوئے پیچھے کی جانب گدی پر باندھ لیا جائے، اِس طرح ستر کے کھلنے کا احتمال کم ہو جائے گا۔

پھر اس صورت میں "وضعِ طرفین علی العاتقین "یعنی اُس کپڑے کے کناروں کو کندھے پر ڈالنا ضروری ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے:

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: ضروری ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: نماز ہو جاتی ہے، لیکن مکروہ تنزیہی ہوتی ہے۔(مرقاۃ المفاتیح:2/631)

نوٹ: ایک ہی کپڑے میں اس طرح نماز پڑھنا کہ اوپر کا جسم کھلا ہوا ہو، اگر ضرورت کی وجہ سے ہے، بایں طور کہ اور کوئی کپڑا نہ ہو تو جائز ہے بلا کراہت۔ اور بغیر ضرورت کے مکروہ ہے۔

نماز میں کپڑوں کے اندر سدل کرنا :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر کپڑوں میں سدل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اس میں تین چیزیں قابلِ وضاحت ہیں:

(1)سدل کا معنیٰ۔ (2)سدل کا حکم۔ (3)سدل کا مصداق۔

سدل کا معنیٰ: سدل لغت میں "الْإِرْخَاءُ وَالْإِرْسَالُ " یعنی چھوڑنے اور لٹکانے کو کہا جاتا ہے۔ اور اِصطلاح میں "الْإِرْسَالُ بِدُونِ الْمُعْتَادِ "کپڑے کو خلافِ عادت طریقے سے لٹکانا۔(مرقاۃ المفاتیح:2/631)

سدل کا حکم: مکروہ تحریمی ہے، نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

سدل کا مصداق: اس کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں:

1. کپڑے کو سر یا کندھے پر ڈال کر دونوں طرف سے لٹکا دیا جائے۔

2. ایک کپڑے کو بدن پر اس طرح لپیٹ لیا جائے کہ ہاتھ پیر اندر رہوں۔

3. اسبالِ ازار یعنی ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانا۔

4. لباس کے پہننے کا معروف طریقہ چھوڑ کر بے ڈھنگا پن اختیار کرنا۔(درسِ مشکوۃ:257)(مرقاۃ)

✱ « » « » « » ✱ « » « » « » ✱

بَابُ السُّتْرَۃ

سُترہ کا معنی :

سُترہ لغت میں "مَا يُسْتَتَرُ بِهِ " اُس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ چھپا جاسکے۔

اِصطلاح میں سُترہ اُس چیز کو کہتے ہیں جو نمازی اپنے سامنے رکھے۔"مَا يَنْصِبُهُ الْمُصَلِّي قُدَّامَهُ " وہ چیز خواہ عصاہو، کرسی ہو، یااور کوئی چیز۔(مرقاۃ:2/639)

سُترہ کی چند حکمتیں :

سُترہ کے کئی فائدے اور مصلحتیں ہیں:

1. سُترہ کے ذریعہ نمازی کے لئے اپنے سجدہ کی جگہ متعیّن ہوجاتی ہے۔
2. آگے سے لوگوں کا آناجانا موقوف نہیں ہوتا، ہر شخص آگے سے گزر سکتا ہے۔
3. سُترہ کے آگے سے گزرنے والا گناہ گار نہیں ہوتا۔
4. نمازی کی آنکھیں سُترہ سے آگے تجاوز نہیں کرتیں۔
5. نماز پڑھنے والے کے خیالات مجتمع ہوجاتے ہیں۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ،مادہ:سُترۃ)(الفقہ الاسلامی)

سُترہ کا حکم:

- اصحابِ ظواہر: سُترہ رکھنا واجب ہے۔
- امام ابوحنیفہ ومالک رحمۃ اللہ علیہما : مستحب ہے جبکہ آگے سے کسی کے گزرنے کا اندیشہ ہو۔
- امام شافعی واحمد رحمۃ اللہ علیہما: مطلقاً سنت ہے، خواہ آگے سے گزرنے کا احتمال ہو یا نہیں۔

سُترہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے امر کی روایات مروی ہیں جن سے بظاہر سُترہ کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ خود آپ ﷺ سے بغیر سُترہ کے نماز پڑھنا ثابت ہے اِس لئے جمہور کے نزدیک سُترہ واجب نہیں، زیادہ سے زیادہ اسے مستحب یا سنّت کہا جائے گا۔(درسِ مشکوۃ:259)(الفقہ علی المذاہب:1/244)

سُترہ کی مقدار:

- لمبائی میں: ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ جس کی مقدار دو بالشت بنتی ہے۔
- چوڑائی میں: ایک انگلی کے برابر۔(مرقاۃ:2/639)(الدر المختار:1/637)

سُترہ کہاں رکھا جائے:

سترہ نمازی کے قدم سے تقریباً تین ہاتھ کے فاصلہ پر ہونا سنت ہے زیادہ دور نہ ہو، بالکل سیدھ میں بھی نہ ہو کچھ دائیں یا بائیں ہو، داہنی ابرو کی سیدھ میں ہونا افضل ہے۔(زبدۃ الفقہ)(الدر المختار:1/637)

نمازی کے کتنے آگے سے گزرا جاسکتا ہے :

جو بغیر سُترہ کے نماز پڑھ رہا ہو اُس کے کتنے آگے سے گزرنا درست ہے، اِس کی تفصیل یہ ہے:

اگر مسجد صغیر یعنی چالیس ذراع (334.451 مربع میٹر) سے کم ہو تو بغیر سُترہ کے آگے سے گزرنا مطلقاً جائز نہیں۔ اگر مسجد کبیر یا صحرا یعنی کھلی جگہ ہو تو آگے سے گزرنا جائز ہے، لیکن کتنا آگے سے، اس میں دو قول ہیں:

1. موضعِ سجود یعنی سجدے کی جگہ چھوڑ کر آگے سے گزرا جاسکتا ہے۔
2. حالتِ خشوع میں نماز پڑھتے ہوئے جہاں تک مصلی کی نگاہ پڑے، اُس کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

دوسرا قول راجح ہے، لہذا دو یا تین صفیں چھوڑ کر آگے سے گزرا جاسکتا ہے۔(درس مشکوۃ:259)

نمازی اگر کسی اونچی جگہ پر ہو تو آگے سے گزرنا کیسا ہے:

اگر نماز پڑھنے والا کسی اونچی جگہ مثلاً: چبوترے یا چھت یا تخت وغیرہ جیسی جگہ پر ہو اور سامنے سے کوئی گزرنا چاہے تو دیکھا جائے گا، اگر وہ اونچی جگہ گزرنے والے کے قد سے زیادہ اونچی ہو تو آگے سے گزرنا جائز ہے مکروہ نہیں اور اس سے کم ہو تو مکروہ ہے۔(زبدۃ الفقہ)(الدر المختار:1/635)

کیا نمازی کے آگے سے گزر جانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے:

- اصحابِ ظواہر: عورت، گدھا اور کتا نمازی کے آگے سے گزر جائیں تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: صرف کتے کے گزرنے سے نماز ٹوٹتی ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: کسی کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔(الفقہ الاِسلامی:2/951)

فائدہ: نمازی کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص کے لئے اٹھ کر جانا جائز ہے، اس لئے کہ یہ مرور (گزرنا) نہیں بلکہ نہوض (اٹھ کر جانا) ہے۔

عورت وغیرہ کے قاطعِ صلوۃ کا مطلب:

بعض احادیث میں عورت، گدھا اور کتے کو نمازی کے آگے سے گزرنے کی صورت میں "قاطع" یعنی نماز کو توڑ دینے والا قرار دیا گیا ہے، جبکہ دوسری کئی احادیث سے نماز کا نہ ٹوٹنا بھی معلوم ہوتا ہے، پس تطبیق یوں دی گئی ہے:

1. قطعِ صلوۃ سے نماز کا خشوع و خضوع اور کمال کا ٹوٹنا مراد ہے۔

2. کبھی کبھی واقعۃً خیالات کے منتشر ہو جانے کی وجہ سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔(مرقاۃ:2/644)

نماز کے آگے سے گزرنے کی صورت میں گناہ گار کون ہو گا:

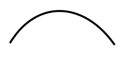
علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس کی چار صورتیں لکھی ہیں:

(1) مصلی اور مار دونوں مجبور نہ ہوں۔	مار (گزرنے والا) گناہ گار ہو گا۔
(2) مصلی اور مار دونوں مجبور ہوں۔	کوئی گناہ گار نہ ہو گا۔
(3) مصلی مجبور جبکہ مار غیر مجبور ہو۔	مار گناہ گار ہو گا۔
(4) مصلی غیر مجبور جبکہ مار مجبور ہو۔	مصلی گناہ گار ہو گا۔(ردالمحتار:1/635)

کیا خط کھینچنا سُترہ کا قائم مقام ہو سکتا ہے:

اگر سُترہ رکھنے کے لئے کچھ نہ ہو تو حدیث میں ایک خط کھینچ دینے کا حکم دیا ہے۔اس سے اگرچہ سُترہ کا فائدہ تو حاصل نہیں ہوتا، چنانچہ آگے سے گزرنا جائز نہیں ہوتا۔لیکن نمازی کو جمعیتِ خاطر (یکسوئی) حاصل ہو جاتی ہے۔اور یہ بھی سُترہ کا ایک مقصد ہے۔کما مر سابقاً۔

پھر یہ خط کس طرح کھینچا جائے اس کی چار صورتیں ذکر کی گئی ہیں:

1. ہلالی شکل میں۔ 
2. محرابی شکل میں۔ 
3. ایک طویل خط قبلہ کی جانب۔
4. دائیں سے بائیں چوڑائی میں۔

چاروں صورتیں جائز ہیں، البتہ پہلی صورت اولی ہے۔ (نفحات التنقیح:2/384)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی وعیدیں:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کو پتہ چل جائے کہ اس کا کتنا بڑا گناہ ہے تو وہ چالیس تک کھڑا رہے، یہ بہتر ہے اس بات سے کہ اس کے سامنے سے گذرے۔ راوی کو شک ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے چالیس سال کہا یا چالیس مہینہ یا چالیس دن۔ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ، لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ» قَالَ أَبُو النَّضْرِ: لاَ أَدْرِي، أَقَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ شَهْرًا، أَوْ سَنَةً۔(بخاری:510)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اگر تم میں سے کوئی یہ جان لے کہ اپنے مسلمان بھائی کے سامنے سے جبکہ وہ نماز پڑھ رہا ہو عرضاً گزرنا کتنا بڑا گناہ ہے تو اس کے لئے سو برس تک کھڑے رہنا ایک قدم آگے بڑھانے سے بہتر معلوم ہو۔ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُكُمْ مَا لَهُ فِي أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْ أَخِيهِ، مُعْتَرِضًا فِي الصَّلَاةِ، كَانَ لَأَنْ يُقِيمَ مِائَةَ عَامٍ، خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْخَطْوَةِ الَّتِي خَطَاهَا۔(ابن ماجہ:946)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والا اگر یہ جان لے کہ اس کے اس جرم کی سزا کیا ہے تو اس کو اپنا زمین میں دھنسایا جانا نمازی کے آگے سے گزرنے سے زیادہ بہتر معلوم ہو اور ایک روایت میں بجائے بہتر کے "زیادہ آسان" کا لفظ ہے"۔أَنَّ كَعْبَ الأَحْبَارِ قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي، مَاذَا عَلَيْهِ، لَكَانَ أَنْ يُخْسَفَ بِهِ، خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ.(مؤطاءمالک:410)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: کسی چیز کا آگے سے گزرنا نماز کو نہیں توڑتا، تم (آگے سے گزرنے والے کو) جس قدر بھی ہوسکے روکا کرواِس لئے کہ وہ شیطان ہے۔لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ وَادْرَءُوا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ۔(ابوداؤد:719)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جب تم میں سے کوئی لوگوں سے بچتے ہوئے سُترہ رکھ کر نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی تمہارے سامنے(سُترہ کے اندر) سے گزرنا چاہے تو اُس کو روکنا چاہیئے، اگر وہ نہ مانے تو اُس سے قِتال کرواِس لئے کہ وہ شیطان ہے۔إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَلْيَدْفَعْهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ۔(بخاری:509)

✱ « » « » « » ✱ « » « » « » ✱

بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ

صفتِ صلاۃ سے مراد ”جنسِ صفتِ صلاۃ“ ہے، جس کے ماتحت نماز کے ارکان، فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات ذکر کیے جاتے ہیں۔(مرقاۃ:2/649)

اِس باب کی مباحثِ فقہیہ سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی شرائط، فرائض، واجبات اور سنتوں کا ایک اِجمالی خاکہ پیش کردیا جائے:

نماز کی شرائط:

شرط سے مراد وہ چیزیں ہوتی ہیں جس پر کوئی دوسری چیز موقوف ہوتی ہے، اور وہ شرائط اُس چیز میں داخل نہیں ہوتیں یعنی اُس کی ماہیت سے خارج ہوتی ہیں۔(عُمدۃ الفقہ:2/43، زوار اکیڈمی)

نماز کی شرائط دو طرح کی ہیں:

(1) شرائطِ وجوب۔ یعنی وہ شرائط جن کے پائے جانے سے نماز لازم ہوتی ہے۔

(2) شرائطِ صحّت۔ یعنی وہ چیزیں جن کے پائے جانے سے نماز صحیح ہوتی ہے۔

شرائطِ وجوب:

نماز کے واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں:

(1) مسلمان ہونا۔ لہٰذا کافر پر نماز فرض نہیں، کیونکہ اُس کیلئے پہلے اِسلام لانا ضروری ہے۔

(2)عاقل ہونا۔ لہذا مجنون اور بیہوش پر نماز لازم نہیں،بشرطیکہ جنون اور بیہوشی پانچ نمازوں کے وقتوں تک یااِس سے زیادہ رہے،اِس سے کم ہو تو نماز لازم ہوگی، جس کی قضاء کرنا عذر زائل ہونے کے بعد ضروری ہوگا۔

(3)بالغ ہونا۔ لہٰذا نابالغ پر نماز فرض نہیں۔

(4)قادر ہونا۔ یعنی حیض و نفاس وغیرہ کی وجہ سے نماز پڑھنے سے عاجز نہ ہو۔

(5)وقت کا ملنا۔ یعنی مسلمان ہونے،بالغ ہونے،جنون و بیہوشی کے دور ہونے یا حیض و نفاس کے زائل ہونے کے بعد کم از کم اتنا وقت مل جائے جس میں صرف تکبیرِ تحریمہ کہنے کی گنجائش ہو تو اس کو وقت کا ملنا کہا جاتا ہے،پس اگر اتنا وقت بھی نہ مل سکے تو اس پر اُس وقت کی نماز فرض نہ ہوگی،اِس لئے کہ اُسے اُس نماز کا وقت ہی نہ ملا۔(عُمدۃ الفقہ:2/43)

شرائطِ صحّت:

یعنی وہ شرائط جن کا نماز سے قبل اہتمام ضروری ہے،اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی،ان کو "نماز کے خارجی فرائض" بھی کہا جاتا ہے۔ایسی شرائط سات ہیں:

(1)**<u>طہارتِ بدن</u>**۔ نجاستِ حقیقیہ خواہ غلیظہ ہو یا خفیفہ اِسی طرح نجاستِ حکمیہ خواہ حدثِ اصغر ہو یا حدثِ اکبر، تمام نجاستوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔چنانچہ اگر وضو نہ ہو یا جنابت کی حالت ہو یا نجاستِ غلیظہ ایک درہم کی مقدار(ہتھیلی کے پھیلاؤ)یااس سے زیادہ ہو یا نجاستِ خفیفہ عضو کے ایک چوتھائی یااس سے زیادہ مقدار میں لگی ہو تو اُس میں نماز پڑھنا جائز نہیں،اِس سے نماز نہیں ہوتی۔

(2)**طہارتِ ثوب**۔ کپڑے نجاستِ حقیقیہ خواہ غلیظہ ہو یا خفیفہ، دونوں سے پاک ہوں، پس ناپاک کپڑے پہن کر نماز پڑھنے سے اداء نہیں ہو گی۔

(3) **طہارتِ مکان**۔ نماز پڑھنے کی جگہ پاک ہو۔اِس سے مراد قیام اور سجدے کی جگہوں کا پاک ہونا ہے، یعنی دونوں قدم، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور پیشانی کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔

(4) **ستر عورۃ**۔ مردوں کا ناف سے بشمول گھٹنے تک کا حصہ ستر ہے، نماز میں اِس کا چھپانا ضروری ہے، اِسی طرح عورتوں کا سارا بدن سوائے چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کے سب ستر میں داخل ہے، لہذا ان سب کا چھپا ہوا ہونا ضروری ہے۔ پس اگر ستر کھول کر نماز پڑھی جائے یا نماز کے دوران عضو کے چوتھائی حصے یا اس سے زیادہ مقدار میں تین تسبیح کے بقدر ستر کھلا رہ جائے تو نماز نہیں ہو گی۔

(5)**نیۃ الصلاۃ**۔ نماز کی نیت کرنا۔ نیت متصلاً کرنی چاہئے، اگر کسی وجہ سے مفصولاً ہو تو فصل بالمنافی نہیں ہونا چاہئے۔ کالاکل والشرب۔ نیت شروع میں ضروری ہے، پس نماز کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد کی جانے والی نیت کا اعتبار نہیں۔ زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں، دل سے جان لینا بھی کافی ہے جس کی حد یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے۔ نوافل اور سنن میں مطلقِ نیت، فرائض میں تعیین الفرض اور جماعت میں اقتداء کی نیت بھی ضروری ہے۔

(6)**اِستقبالِ قبلہ**۔ قبلہ کی جانب رُخ کرنا۔ مکہ مکرمہ میں اصابتِ عین یعنی عین کعبہ کا استقبال ضروری ہے۔ دوسرے تمام مقامات میں اصابتِ جہت یعنی کعبہ کی سمت کا استقبال ضروری ہے۔ 45ڈگری دائیں یا بائیں تک اِنحراف کی گنجائش ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ قصداً انحراف کیا جائے، بلکہ اصابتِ عین

یعنی عین کعبہ کا رُخ کرنے کی ہی کوشش کرنی چاہئے، پھر اگر 45 ڈگری کے اندر اندر استقبال ہو گیا تو نماز ہو جائے گی۔

وہ شخص جو استقبالِ قبلہ پر قادر نہ ہو، وہ کسی بھی جانب رُخ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ جیسے: معذور شخص جو قبلہ کے استقبال پر قادر نہ ہو اور کوئی اُس کو قبلہ رُخ کرنے والا نہ ہو یا دشمن سے ڈرنے والا شخص جبکہ استقبالِ قبلہ کی صورت میں ہلاکت کا خوف ہو۔ وغیرہ

اگر قبلہ کا علم نہ ہو اور معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ بھی نہ ہو، مثلاً: کوئی ایسا شخص نہ ہو جس سے دریافت کیا جاسکتا ہو تو تحری کر کے ظن غالب کے مطابق نماز پڑھے۔ پھر اگر بعد میں اپنی غلطی کا علم ہو جائے اور قبلہ کا صحیح رُخ معلوم ہو جائے تو نماز کے اندر پتہ چلے تو نماز کے اندر ہی گھوم جائے، نماز کو جاری رکھے، شروع سے پڑھنا ضروری نہیں۔ نماز کے بعد پتہ چلے تو نماز ہو گئی، اعادہ ضروری نہیں۔

(7) <u>وقت</u>۔ ادائیگیِ صلوۃ کے لئے نماز کا وقت ہونا شرط ہے، پس وقت سے پہلے نماز نہیں ہو گی اور وقت کے بعد نماز قضاء ہو جائے گی۔

نماز کے فرائض:

اس سے مراد وہ افعال ہیں جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی، خواہ اُنہیں نسیاناً ترک کیا جائے یا قصداً۔

(1) **<u>تکبیر تحریمہ</u>**۔ تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے اُن نمازوں میں کھڑا ہونا بھی فرض ہے جن میں قیام فرض ہوتا ہے، مثلاً: فرائض، وتر، نذر کی نماز، عیدین اور فجر کی سنتیں۔ لہذا جو شخص تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے قیام نہ کرے جیسے امام کے ساتھ رکعت پانے کی جلدی میں بسا اوقات جھک کر تکبیر تحریمہ کہی جاتی ہے اس

صورت میں نماز نہیں ہوتی۔ تکبیر کہتے ہوئے ہاتھوں کا اُٹھانا سنت اور تکبیر کہنا فرض ہے۔ بولنے سے عاجز جیسے گونگے شخص کیلئے صرف نیت کرنے سے نماز شروع ہو جاتی ہے۔

(2)**قیام۔** فرائض اور اُس سے ملحَق نمازیں مثلاً: وتر، نذر کی نماز، عیدین اور فجر کی سنتیں یہ سب فرائض کے ساتھ ملحق ہیں ان سب میں قیام فرض ہے، جس کو بغیر کسی عذر کے نہیں چھوڑا جاسکتا۔ البتہ نوافل، سنن غیر مؤکّدہ، اور فجر کے علاوہ سنن مؤکّدہ، ان سب نماز میں قیام فرض نہیں، تاہم قیام نہ کرنے کی صورت میں حدیث کے مطابق ثواب آدھا ہو جاتا ہے۔

قیام میں فرض قراءت کی مقدار (ایک آیت جو کم از کم چھ حروف پر مشتمل ہو ولو تقدیراً) قیام کرنا فرض ہے، واجب قراءت کی مقدار (ایک آیتِ طویلہ یا تیس حروف پر مشتمل چھوٹی تین آیات جن کے کم از کم تیس حروف بنتے ہیں) قیام کرنا واجب ہے، اور سنّت قراءت یعنی مفصّلات کی تلاوت کرنے کے بقدر قیام کرنا مسنون ہے۔

(3) **قراءۃ** ۔ فرض نماز کی دو رکعتوں میں قراءت کرنا فرض ہے، اور فرض کے علاوہ تمام نمازوں میں خواہ وہ واجب ہوں، یا سنن یا نوافل، تمام نمازوں کی تمام رکعات میں قراءت کرنا فرض ہے۔ قراءت کی فرض مقدار امام صاحب کے نزدیک ایک آیت (اگرچہ چھوٹی ہی ہو) ہے جبکہ حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کم از کم تین آیات کی مقدار کو فرض قرار دیتے ہیں۔

(4)**رکوع**۔ یہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ فرض ہے، اور اس میں کم از کم اتنا جھکنا ضروری ہے کہ جس کو رکوع کہہ سکیں اور اِس کی حد یہ ہے کہ اگر ہاتھوں کو بڑھایا جائے تو ہاتھ گھٹنے تک پہنچ جائیں۔

(5) **سجود**۔ سجدہ کرنا ہر رکعت میں دو مرتبہ فرض ہے۔ سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں ہی کو رکھنا چاہیئے۔ پیشانی کا کچھ نہ کچھ حصہ زمین پر رکھنا فرض اور اکثر حصہ رکھنا واجب ہے۔ پیشانی اور ناک میں سے کسی ایک پر اکتفا کرنا اگر عذر کی وجہ سے ہو تو بالاتفاق جائز ہے، اور بغیر عذر کے صرف پیشانی لگانا بالاتفاق کراہت کے ساتھ جائز ہے، جبکہ صرف ناک لگانا امام صاحب کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں۔ سجدے میں دونوں گھٹنوں اور ہاتھوں کا رکھنا سنت ہے لہذا گھٹنے اور ہاتھ اگر نہ رکھے جائیں تب بھی نماز ہو جائے گی۔ لیکن دونوں پاؤں کا رکھنا فرض ہے لہذا اگر بغیر کسی عذر کے دونوں پاؤں زمین پر نہ رکھے تو سجدہ اداء نہیں ہو گا۔

(6) **قعدہ اخیرہ مقدارِ تشہد**۔ تشہد کی مقدار بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ "عبدہٗ ورسولہٗ" تک پڑھنے کی مقدار تک بیٹھنا فرض ہے اور تشہد پڑھنا فرض نہیں، واجب ہے۔ اور یہ قعدہ اخیرہ فرض، واجب اور سنن ونوافل سب کے اندر فرض ہے۔ (عُمدۃ الفقہ ملخصًا)

نماز کے واجبات:

یعنی وہ افعال جو جان بوجھ کر ترک کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور بھولے سے ترک کرنے کی صورت میں سجدہ سہو لازم ہوتا ہے اور سجدہ سہو بھی نہ کیا ہو تو نماز واجب الاِعادہ ہوتی ہے۔

نماز کے واجبات چودہ ہیں:

(1) قراءۃ الفاتحہ۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور اس کے علاوہ تمام نمازوں کی ہر رکعت میں فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ (2) ضم السورۃ۔ فرض کی تیسری چوتھی رکعت کے علاوہ تمام نمازوں کی ہر رکعت میں فاتحہ

کے بعد کسی سورت (یعنی ایک بڑی آیت، یا تین چھوٹی آیات) کا ملانا واجب ہے۔ (3) فرائض میں ترتیب کو ملحوظ رکھنا۔ یعنی پہلے قیام پھر رکوع اور پھر سجدہ کرنا، یہ واجب ہے۔ (4) سورہ فاتحہ کو سورۃ سے پہلے پڑھنا لہذا سورت کو فاتحہ سے پڑھنا جائز نہ ہو گا۔ (5) دو رکعت پر بیٹھنا۔ یہ پہلا قعدہ ہے، اور اس میں بیٹھنا تشہد پڑھنا دونوں واجب ہے۔ (6) دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا۔ (7) وتر میں دعاءِ قنوت پڑھنا۔ (8) "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہہ کر نماز کو ختم کرنا۔ (9) فرض کی پہلی دو رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ یا آیت پڑھنا۔ (10) کسی بھی فرض اور واجب کو مکرر ادا نہ کرنا۔ (11) عیدین کی نماز میں زائد تکبیرات کہنا۔ (12) ظہر اور عصر کی نماز میں آہستہ قراءۃ کرنا۔ (13) مغرب، عشاء اور فجر میں امام کا آواز سے قراءۃ کرنا۔ (14) تعدیلِ ارکان یعنی ہر فرض میں کم از کم ایک تسبیح (سبحان ربی الاعلیٰ) کے بقدر ٹھہرنا۔

نماز کی سنتیں:

(1) تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا۔ عورتوں کے لئے کندھوں تک۔ (2) تکبیر کے بعد فوراً ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا۔ عورتوں کے لئے سینے پر۔ (3) مردوں کے لئے ہاتھ اس طرح باندھنا کہ دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر رکھ لیں اور دائیں انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کو پکڑ لینا اور تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانا۔ (4) امام، منفرد اور مقتدی سب کا سورۂ فاتحہ کے ختم ہونے پر آہستہ سے آمین کہنا۔ (5) مردوں کا رکوع کی حالت میں اچھی طرح جھک جانا کہ پیٹھ، سر اور سرین سب برابر ہو جائیں (6) رکوع میں مردوں کا دونوں ہاتھوں کو پہلو سے جدا رکھنا۔ (7) قومہ میں امام کا صرف " سمع اللہ " کہنا، مقتدی کا صرف " ربنا لک الحمد " کہنا اور منفرد کا دونوں کہنا۔ (8) سجدے کی حالت میں مردوں کا پیٹ کو

رانوں سے اور کہنیوں کا پہلو سے علیحدہ رکھنا اور بازو کا زمین سے اٹھا ہوا رکھنا۔(9) دونوں قعدوں میں مردوں کے لئے اس طرح بیٹھنا کہ دایاں پیر انگلیوں کے بل کھڑا ہو، اس کی انگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہو، بایاں پیر زمین پر بچھا کر اس پر بیٹھے ہوں اور دونوں ہاتھ رانوں پر اس طرح رکھے ہوں کہ انگلیوں کے سرے گھٹنوں کی طرف ہوں۔(10) امام کا بلند آواز سے سلام کہنا۔(11) امام کا سلام میں تمام مقتدیوں کی اور ساتھ رہنے والے فرشتوں کی نیت کرنا اور مقتدیوں کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی اور ساتھ رہنے والے فرشتوں کی نیت کرنا۔ اگر امام دائیں ہو تو دائیں سلام میں اور بائیں طرف ہو تو بائیں سلام میں، اور اگر بالکل سامنے ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرنا سنت ہے۔(12) تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت مردوں کا اپنے ہاتھوں کو آستین یا چادر وغیرہ سے باہر نکال لینا۔(13) مقتدیوں کا ہر رُکن کو امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر اداء کرنا سنت ہے۔

«»«»«»«»«»«»«»«»«»«»«»«»«»«»«»«»«»«»

اب اِس باب سے متعلّق مباحثِ فقہیہ ملاحظہ فرمائیں:

تعدیلِ ارکان کا مطلب:

هو تسكين الجوارح فی الركوع و السجود و القومة و الجلسة حتی يطمئن مفاصله۔یعنی رکوع، سجدہ، قومہ، اور جلسہ میں اعضاء کو اس قدر اعتدال اور سکون کے ساتھ رکھنا کہ ہر عضو اپنی اصلی حالت میں آجائے۔(قواعد الفقہ:231)

اور اِسی کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہر رکن اتنے اطمینان سے اداء کیا جائے کہ تمام اعضاء اپنے اپنے مقام پر مستقر ہو جائیں۔(درسِ ترمذی:2/47)

تعدیلِ ارکان کا حکم:

- ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم: فرض ہے۔لہٰذا ترک کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔
- امام ابو حنیفہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہما: واجب ہے۔لہٰذا ترک کرنے سے سجدہ سہو لازم ہو گا اور جان کر ترک کرنے سے نماز نہیں ہو گی۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/204)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:23/127)

تسمیہ کا حکم:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: تسمیہ مکروہ ہے،اِسلئے کہ تکبیر اور فاتحہ کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: تسمیہ فرض ہے،اِس لئے کہ یہ سورۃ الفاتحہ کا جزو ہے اور وہ فرض ہے۔
- امام ابو حنیفہ و احمد رحمۃ اللہ علیہ: تسمیہ مسنون ہے۔امام احمد بن حنبل کے نزدیک سورۃ الفاتحہ فرض ہے لیکن وہ تسمیہ کے فاتحہ کا جزو ہونے کے قائل نہیں۔(الفقہ علی المذاہب الأربعۃ:1/232)

بسم اللہ پڑھیں گے یا نہیں:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: تکبیر اور فاتحہ کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں،لہٰذا "بسم الله" نہیں پڑھیں گے،نہ سرّاً پڑھیں گے اور نہ جہراً۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: تسمیہ پڑھیں گے۔(الفقہ الاِسلامی:2/878)(درسِ ترمذی:1/499)

تسمیہ سراً پڑھیں گے یا جہراً:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ائمہ ثلاثہ جو کہ تسمیہ کے قائل ہیں اُن کے درمیان اِس بات میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھی جائے گی یا ہلکی آواز سے:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: بسم اللہ جہری نمازوں میں جہراً اور سری نمازوں میں سراً پڑھی جائے گی۔
- احناف اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: مطلقاً سراً پڑھی جائے گی۔(الفقہ الاِسلامی:2/878)(درسِ ترمذی:1/499)

تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ:

تشہد میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دو طرح بیٹھنا ثابت ہے: (1)اِفتراش۔ (2)تورّک۔

اِفتراش: بایاں پاؤں بچھا کر اُس پر بیٹھنا اور دایاں کھڑا کرتے ہوئے انگلیوں کو قبلہ رو کر دینا۔

تورّک: سرین کے بائیں حصہ پر بیٹھ کر دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکال دینا۔

اِس میں اختلاف ہے کہ دونوں میں سے کِس طریقے سے بیٹھنا افضل ہے:

- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: قعدہ اولی اور اخیرہ دونوں میں افتراش افضل ہے۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: دونوں میں تورک افضل ہے۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: قعدہ سلام میں تورک اور قعدہ غیر سلام میں افتراش افضل ہے۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: دو رکعت والی نماز میں افتراش اور رباعی کے قعدہ اخیرہ میں تورک افضل ہے، پس جمعہ، فجر اور عیدین کی دو رکعت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "تورّک" کریں گے جبکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اِفتراش کیا جائے گا۔(البنایۃ:2/262)(درسِ ترمذی:2/60)

نماز سے نکلنے کیلئے سلام کے الفاظ کا حکم :

نماز سے نکلنے کیلئے سلام کے الفاظ کا استعمال فرض ہے یا واجب، اِس میں اختلاف ہے:

- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: السلام علیکم کے الفاظ فرض ہیں، ان کے بغیر نماز سے خروج نہ ہو گا۔
- احناف رحمۃ اللہ علیہم: واجب ہیں، فرض نہیں۔(عُمدۃ القاری:6/121)(فتح الباری:12/329)

رکوع میں جاتے ہوئے رفعِ یدین کرنا:

رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہی جائے گی یا نہیں، یہ "رفعِ یدین" کا مسئلہ کہلاتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

رفعِ یدین کی تین صورتیں ہیں:

1. **رفعِ یدین عند التحریمہ:** بالاتفاق مسنون ہے۔ صرف شیعوں کا فرقہ زیدیہ اس کا قائل نہیں۔
2. **رفعِ یدین عند السجود و عند الرفع منہ:** بالاتفاق متروک ہے۔
3. **رفعِ یدین عند الرکوع و عند الرفع منہ:** اس میں اختلاف ہے:
    - امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما: رفعِ یدین کیا جائے گا۔
    - امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما: رفعِ یدین نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ: رفعِ یدین کے مسئلے میں اختلاف افضلیت کا ہے، نفسِ جواز میں سب کا اتفاق ہے۔ صرف امام اوزاعی ، حُمیدی اور ابنِ خزیمہ رحمہم اللہ اس کے وجوب کے قائل ہیں۔(درسِ ترمذی:2/26)

ترکِ رفع یدین کی روایات:

عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ: «أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَصَلَّى، فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ»۔(ترمذی:257)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے سفر و حضر کے ساتھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دفعہ لوگوں سے فرمانے لگے: میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ اُس کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ تکبیر میں ہاتھوں کو اٹھایا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:«صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ»۔(مسند ابویعلیٰ موصلی:5039)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، انہوں نے سوائے تکبیر تحریمہ کے کہیں بھی اپنے ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

عَنِ الْبَرَاءِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى قَرِيبٍ مِنْ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَا يَعُودُ»۔(ابوداؤد:749)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں قریب تک اُٹھاتے پھر اُس کے بعد (رکوع میں جاتے ہوئے یا رکوع سے اُٹھتے ہوئے) دوبارہ نہیں اُٹھاتے تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ حِينَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ وَحِينَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فَيَنْظُرُ إِلَى الْبَيْتِ، وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الصَّفَا، وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الْمَرْوَةِ، وَحِينَ يَقِفُ مَعَ النَّاسِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ وبِجَمْعٍ، وَالْمَقَامَيْنِ حِينَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ».(طبرانی کبیر:12072)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں: ہاتھوں کو صرف سات مقامات پر اُٹھایا جائے گا: نماز شروع کرتے ہوئے، جب مسجدِ حرام میں داخل ہوکر بیت اللہ پر نگاہ پڑے، جب صفاء کی پہاڑی پر چڑھے، جب مَروہ کی پہاڑی پر چڑھے، جب عرفہ کی شام لوگوں کے ساتھ وقوف کرے، اور مزدلفہ میں (وقوفِ مزدلفہ کے وقت) دونوں مقام پر جبکہ جمرہ کی رمی کرے۔

عَن عباد بن الزبير أَن رَسُول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَانَ إِذا افْتتح الصَّلَاة رفع يَدَيْهِ فِي أول الصَّلَاة ثمَّ لم يرفعها فِي شَيْء حَتَّى يفرغ.(الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ:1/152)

ترجمہ: حضرت عباد بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو نماز کے شروع میں اپنے ہاتھ اُٹھاتے پھر (نماز سے) فارغ ہونے تک کسی بھی رکن میں ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:«مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ».(مسلم:430)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس (حجرہ سے) نکل کر تشریف لائے اور فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ نماز میں اپنے ہاتھوں کو ایسے اُٹھا رہے ہو جیسے وہ بدکے ہوئے گھوڑے کی دُمیں ہیں (ایسا نہ کیا کرو) نماز میں سکون سے رہا کرو۔

ترکِ رفع کے بارے میں چند آثار:

عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، «أَنَّ عَلِيًّا، كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَا يَعُودُ»۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:2442)

ترجمہ: حضرت عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھ اُٹھاتے تھے پھر (آخر تک) دوبارہ نہیں اُٹھاتے۔

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، «أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَا يَسْتَفْتِحُ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا»۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:2443)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ نماز کے شروع میں (تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے) ہاتھ اُٹھاتے تھے پھر (آخر تک) نہیں اُٹھاتے۔

عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيرِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:2444)

ترجمہ: حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ صرف پہلی تکبیر (تکبیرِ تحریمہ) میں ہاتھ اُٹھاتے تھے پھر (آخر تک) نہیں اُٹھاتے۔

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: «إِذَا كَبَّرْتَ فِي فَاتِحَةِ الصَّلَاةِ فَارْفَعْ يَدَيْكَ، ثُمَّ لَا تَرْفَعْهُمَا فِيمَا بَقِيَ»۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:2445)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: جب تم نماز کے شروع میں تکبیر کہو تو اپنے ہاتھوں کو اُٹھاؤ پھر بقیہ پوری نماز میں ہاتھوں کو نہ اُٹھاؤ۔

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: «كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ، لَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، قَالَ وَكِيعٌ، ثُمَّ لَا يَعُودُونَ»۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:2446)

ترجمہ:حضرت ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اصحاب صرف نماز کے شروع میں (تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے)ہاتھ اُٹھایا کرتے تھے، حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر وہ دوبارہ نماز کے آخر تک دوبارہ ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: «لَا تَرْفَعْ يَدَيْكَ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ إِلَّا فِي الِافْتِتَاحَةِ الْأُولَى»۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:2447)

ترجمہ:حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نماز کے شروع میں (تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے) ہاتھ اُٹھاؤ اور اس کے علاوہ نماز کے کسی بھی رکن میں مت اُٹھایا کرو۔

رفعِ یدین کی "اَصح مافی الباب" روایت اور اُس کا اِضطراب:

رفعِ یدین کی "اَصح مافی الباب" روایت جس کو رفعِ یدین کے بارے میں "حجۃ اللہ علی الخلق" کہا جاتا ہے، وہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے:"عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ: " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاَةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ "۔(بخاری:735)

عدمِ رفع کے قائلین یعنی مالکیہ و احناف نے اِس روایت کو اِس لئے ترجیح نہیں دی کیونکہ یہ حدیث متناً مضطرب ہونے کی وجہ سے قابلِ اِستدلال نہیں،اور اِس کے اضطراب کی تفصیل یہ ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول صرف رکوع سے اُٹھ کر رفعِ یدین کرنے کی روایت۔عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلى الله عَلَيه وَسَلم: كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاَةَ يرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ۔(مؤطامالک:210)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول دو رکعتوں کے بعد جب کھڑے ہوں ہوں تو اُس وقت رفعِ یدین کی روایت ۔عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلاَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا قَالَ:سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ۔(بخاری:739)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول سجدے میں جاتے ہوئے رفعِ یدین کرنے کی روایت۔عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ «يَرْفَعُ يَدَيْهِ عِنْدَ التَّكْبِيرِ لِلرُّكُوعِ، وَعِنْدَ التَّكْبِيرِ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا»۔(طبرانی اوسط:16)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہر خفض و رفع یعنی ہر اونچ نیچ کے وقت رفعِ یدین کی روایت:عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ:أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ خَفْضٍ، وَرَفْعٍ، وَرُكُوعٍ، وَسُجُودٍ وَقِيَامٍ، وَقُعُودٍ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَيَزْعُمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ۔(شرح مشکل الآثار:5831)

مذکورہ بالا تمام احادیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہیں، اور ان سب میں کس قدر شدید متن کا اضطراب پایا جاتا ہے، نیز خود حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو کہ اِس "اَصح مافی الباب" روایت کے راوی ہیں، خود اُن کا عمل رفعِ یدین کا نہیں تھا، چنانچہ مشہور تابعی حضرت مُجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: «مَا رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ»۔**میں نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما صرف نماز کے شروع میں ہاتھ اُٹھاتے ہوئے دیکھا**۔(مصنّف ابن ابی شیبۃ:2452)

پس اِسی لئے حضرات احناف و مالکیہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو ترجیح نہیں دی، اور ظاہر ہے کہ اِس کی وجہ سے احناف و مالکیہ پر رفعِ یدین نہ کرنے کی وجہ سے کوئی ترکِ حدیث کا اِلزام نہیں لگایا جاسکتا، کیونکہ پھر یہی اِلزام تو رفعِ یدین کرنے والوں پر بھی لگتا ہے کہ اُنہوں نے اِن تمام روایات کو چھوڑ کر صرف دو دفعہ رفعِ یدین کی روایت کو کیوں اختیار کیا ہے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

رکعتِ ثانیہ کے لئے کھڑے ہونے کا طریقہ:

دوسرے سجدے سے قیام کی طرف جانے کا طریقہ یہ ہے کہ جو حصہ زمین سے بعید تر ہو اُس کو پہلے اٹھایا جائے گا، چنانچہ بالترتیب پیشانی، ناک، ہاتھ اور پھر گھٹنے اُٹھائے جائیں گے۔ (البنایۃ:2/236)

کیا جلسہ استراحت کیا جائے گا؟

جلسہ اِستراحت در اصل دوسرے سجدے سے اُٹھ کر بیٹھنے کو کہا جاتا ہے جس کی مقدار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو سجدوں کے درمیان جو جلسہ کیا جاتا ہے اُس کے برابر ذکر کی گئی ہے۔

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد جلسہ استراحت کیا جائے گا۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جلسہ استراحت نہیں کیا جائے گا۔ (البنایۃ:2/251،250)(الموسوعۃ الفقہیۃ:15/267)

ہاتھوں کا سہارا لینا:

دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے ہوئے گھٹنوں پر ہاتھ رکھیں گے یا زمین پر، اِس میں اختلاف ہے:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: اعتماد علی الارض کیا جائے گا، یعنی زمین پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوں گے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: اعتماد علی الرکبتین ہو گا، یعنی گھٹنوں پر ہاتھ رکھیں گے۔ (البنایہ:2/277)

رکعتِ اولی اور بعد کی رکعتوں میں فرق:

دوسری تمام رکعات بالکل پہلی رکعت کی طرح ہیں، البتہ:

1. پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ ہے، دوسری میں نہیں۔
2. پہلی رکعت میں ثناء پڑھتے ہیں، دوسری میں نہیں۔
3. پہلی رکعت میں تعوذ پڑھا جاتا ہے دوسری رکعت میں نہیں۔
4. فرض کی پہلی دو رکعتوں میں ضمّ سورت بھی ہے جبکہ آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ ہے۔
5. پہلی رکعت دوسری رکعت کے مقابلے میں قدرے طویل کرنا بہتر ہے۔
6. پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد کھڑے ہوتے ہیں جبکہ دوسری رکعت میں قعدہ کیا جاتا ہے۔

ہاتھوں کو باندھا جائے گا یا چھوڑا جائے گا:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: ارسال کیا جائے گا۔ یعنی لٹکا کر رکھیں گے، باندھا نہیں جائے گا۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: وضع کیا جائے گا۔ یعنی باندھیں گے۔
- امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ: وضع اور اِرسال میں اختیار ہے۔(البنایۃ:2/180)(الفقہ الاِسلامی:2/874)

ہاتھوں کو کہاں باندھا جائے گا:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو اِرسال کریں گے اِس لئے اُن کے نزدیک ہاتھوں کو باندھا نہیں، بلکہ چھوڑا جائے گا، البتہ بقیہ حضرات جو ہاتھوں کے باندھنے کے قائل ہیں اُن کے درمیان اِس بات میں اختلاف ہے کہ ہاتھوں کو باندھ کر کہاں رکھا جائے گا:

- امام ابو حنیفہ واحمد رحمۃ اللہ علیہما: تحت السرّہ یعنی ہاتھوں کو زیرِ ناف رکھا جائے گا۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: ناف سے اوپر اور سینے سے نیچے کچھ بائیں جانب میلان کے ساتھ ہاتھ باندھے جائیں گے، اِس لئے کہ بائیں جانب دل ہے۔(الفقہ الاِسلامی:2/874)

نماز میں طولِ قیام بہتر ہے یا کثرتِ سجود:

یعنی نماز میں طویل قراءت کرتے ہوئے لمبے لمبے قیام کرنا افضل ہے یا مختصر تلاوت کرتے ہوئے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ سجدے کرنا افضل ہے، اِس میں علماء کی آراء مختلف ہیں، مجموعی طور پر چار قول ہیں:

1. **طولِ قیام**: اِس لئے کہ لمبے قیام میں قراءت زیادہ سے زیادہ ہوتی ہے اور قراءت ظاہر ہے کہ ہر ذکر سے بہتر اور افضل ہے، لہٰذا طولِ قیام ہی بہتر ہو گا۔
2. **کثرتِ سجود:** حدیث کے مطابق ہر سجدے پر انسان کے ایک درجہ کا اِضافہ ہو جاتا ہے، اِس لئے زیادہ سے زیادہ سجدے کرتے ہوئے اپنے درجات کو بڑھانا افضل ہو گا۔
3. **تسویہ**: دونوں برابر ہیں، اِس لئے کہ دونوں طریقوں میں افضلیت کی وجہ پائی جاتی ہے۔
4. **دن میں کثرتِ سجود اور رات میں طولِ قیام**: نبی کریم ﷺ کے دن و رات کے معمول کو دیکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دن کو کثرتِ سجود پر عمل کیا جائے اور رات کو لمبی لمبی رکعتوں اور تلاوتوں کے ذریعہ طولِ قیام پر عمل کیا جائے۔(شرح النّووی علی مسلم:4/200)

نفل نماز دو دو کر کے پڑھنا افضل ہے یا چار چار:

- حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما: دن میں چار چار اور رات میں دو دو رکعت کر کے پڑھنا بہتر ہے۔

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: چار چار رکعت کر کے پڑھنا افضل ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: دو دو رکعت کر کے پڑھنا افضل ہے۔(البنایۃ:2/515)(مرقاۃ:2/666)

❋«»«»«»❋«»«»«»❋

بَابُ مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ

ثناء کی دعاء کے بارے میں مختلف الفاظ احادیث طیبہ میں وارد ہوئے ہیں، چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

دعائے ثناء:

«سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ»۔(ترمذی:243)

دعائے مُباعدہ:

«اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ، كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ المَشْرِقِ وَالمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالبَرَدِ»۔(بخاری:744)

دعائے توجیہ:

«وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ العَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اللَّهُمَّ أَنْتَ المَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي، فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الأَخْلَاقِ، لَا

يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا، لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، آمَنْتُ بِكَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ»۔(مسلم:771)

تکبیر کے بعد ثناء پڑھی جائے گی یا نہیں:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: تکبیر اور فاتحہ کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں، پس ثناء نہیں پڑھی جائے گی۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: ثناء پڑھی جائے گی۔(الفقہ الاِسلامی:2/875)

ثناء کے الفاظ:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ احادیث میں بیان کردہ دعائیں یعنی دعائے مُباعدہ، دعائے توجیہ اور ثناء "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ" میں سے کوئی بھی دعاء پڑھی جاسکتی ہے، البتہ افضلیت میں اختلاف ہے:

- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: دعائے توجیہ (اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ) پڑھنا افضل ہے۔
- امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ: دعائے توجیہ اور ثناء دونوں پڑھنا افضل ہے۔
- احناف و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: فرائض میں ثناء (سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ) پڑھنا افضل ہے اور نوافل میں دونوں دعاؤں کو پڑھنا افضل ہے۔(الفقہ الاِسلامی:2/875)(مرقاۃ:2/678)(مرعاۃ:3/95)

فائدہ : ثناء کے اندر "وجل ثناءک" کے الفاظ احادیث مشہورہ میں ثابت نہیں ہیں، لہٰذا فرائض کے اندر یہ الفاظ نہیں پڑھنا چاہئے۔(ھدایہ:96)

✱ «» «» «» ✱ «» «» «» ✱

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ

قراءت کی فرض وواجب اور مسنون مقدار:

قراءت کی فرض مقدار: ایک آیت کے برابر ہے اور اس کے کم سے کم چھ حروف بنتے ہیں۔ جیسے: "لَمْ یَلِدْ"۔ اس میں تقدیری طور پر (لَمْ یَوْلِدْ) چھ حروف ہیں۔

قراءت کی واجب مقدار : ایک آیتِ طویلہ یا تین چھوٹی آیات ہیں، جس کی مقدار قرآن کریم کی سب سے چھوٹی تین آیات کے مطابق کم از کم 30 حروف بنتے ہیں۔ جیسے: ﴿ثم نظر ،ثم عبس وبسر ،ثم ادبر و استکبر﴾۔ یہ تیس حروف پر مشتمل قرآن کریم کی سب سے چھوٹی تین آیات ہیں۔

قراءت کی مسنون مقدار: مفصّلات کی تلاوت کرنا ہے۔ یعنی:

- فجر اور ظہر میں: طوالِ مفصل (سورۃ الحجرات سے سورۃ البروج تک)
- عصر اور عشاء میں: اوساطِ مفصل (سورۃ البروج سے سورۃ البینہ تک)
- مغرب میں: قصارِ مفصل (سورۃ البینہ سے آخر تک) (الدر المختار 1/ 537، 538)

مفصّلات کی مقدار میں ائمہ کا اختلاف:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: الحجرات سے سورۃ البروج تک طوالِ مفصل ، پھر آگے سورۃ البیّنۃ تک اوساطِ مفصّل اور پھر آخرِ قرآن تک قصارِ مفصّل کہلاتا ہے۔

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: سورۃ الحجرات، قمر اور رحمن جیسی سورتیں طوالِ مفصّل ہیں، سورۃ الشمس، ضحیٰ اور لیل جیسی سورتیں اوساطِ مفصل ہیں اور سورۃ العصر، اخلاص جیسی سورتیں قصارِ مفصّل ہیں۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: الحجرات سے نازعات تک طوالِ مفصّل، پھر آگے ضحیٰ تک اوساطِ مفصّل اور پھر اُس سے آگے آخرِ قرآن تک قصارِ مفصّل ہے۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: سورہ قٓ سے عمّ تک طوالِ مفصّل، اُس سے آگے ضحیٰ تک اوساطِ مفصّل اور پھر اُس آگے آخر تک قصارِ مفصّل ہیں۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:33/48)

کتنی رکعتوں میں قراءت فرض ہے؟

- امام شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہما: تمام رکعتوں میں فرض ہے۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: اکثر رکعتوں میں فرض ہے۔للاکثر حکم الکل کے قاعدے کے تحت۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: دو رکعتوں میں فرض ہے۔
- امام زفر و حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما: صرف ایک رکعت میں فرض ہے۔(البنایۃ:2/523،524)

سورۃ الفاتحہ کا حکم:

سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا بالاتفاق ضروری ہے، البتہ اِس کے ضروری ہونے کی تفصیل میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: سورۃ الفاتحہ پڑھنا واجب ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: فرض ہے۔(مرعاۃ المفاتیح:3/103)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:33/47)

ضمِّ سورۃ کا حکم:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بعد سورت یا آیات کی تلاوت کرنا چاہیئے، جیسا کہ احادیث میں صراحۃً مذکور ہے، تاہم اُس کے حکم میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: ضمِّ سورۃ یعنی فاتحہ کے بعد سورت کا ملانا واجب ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: ضمِّ سورۃ مسنون ہے، لازم نہیں۔(الفقہ علی المذاہب:1/229)(الفقہ الاِسلامی:2/882)

نوٹ: صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ اُن کے نزدیک ضمِّ سورۃ فرض ہے، حالآنکہ یہ درست نہیں، اُن کے نزدیک بھی یہ سورت ہے، پس خلاصہ یہ ہے کہ ضمِّ سورۃ کسی کے نزدیک بھی فرض نہیں۔(البنایۃ:2/209)

ضمِّ سورۃ کی مقدار:

سورۃ الفاتحہ کے بعد کم از کم کتنی تلاوت کرنی چاہیئے، اِس کی تفصیل میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: ایک سورت یا تین چھوٹی یا ایک بڑی آیت واجب ہے۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: کم از کم ایک ایسی آیت پڑھنی چاہیئے جو اپنے معنی کے اعتبار سے مستقل ہو، ما قبل سے مربوط نہ ہو، چنانچہ "مُدْهَامَّتَان" یا "ثُمَّ نَظَرَ" جیسی آیت کافی نہ ہوگی۔
- امام مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہما: ایک چھوٹی سورت یا ایک مکمل آیت یا ایک آیت کا کچھ حصہ پڑھنے سے سنت اداء ہو جائے گی۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:230)

تکبیر کے بعد ثناء پڑھی جائے گی یا نہیں:

اِس مسئلہ کی تفصیل پہلے بھی گزری ہے کہ نماز کی ابتداء سورۃ الفاتحہ سے ہوگی یا ثناء بھی پڑھیں گے:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: تکبیر اور فاتحہ کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں، پس ثناء نہیں پڑھی جائے گی۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: ثناء پڑھی جائے گی۔(الفقہ الاِسلامی:2/875)

"آمین" کا معنی:

1. یہ اسمِ فعل بمعنی امر حاضر ہے،" اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ " کے معنی میں ہے، یعنی اے اللہ! سن لیجئے اور قبول فرمالیجئے۔ یا" كَذَلِكَ، فَلْيَكُنْ " کے معنی میں ہے، یعنی اِسی طرح ہونا چاہیئے۔
2. یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں اِس کی صراحت ہے۔(مصنّف عبد الرزاق:2650)
3. یہ بھی کہا گیاہے کہ اس کا معنی "اللَّهُمَّ أَمِّنَّا بِخَيْرٍ " ہے یعنی اے اللہ! ہمارے ساتھ خیر و بھلائی کا اِرادہ فرمالیجئے۔(مرقاۃ المفاتیح:2/686)

آمین کہنے کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جب کوئی تم میں سے آمین کہے اور فرشتوں نے بھی اسی وقت آسمان پر آمین کہی۔ اس طرح ایک کی آمین دوسرے کے آمین کے ساتھ مل گئی تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ: آمِينَ، وَقَالَتِ المَلاَئِكَةُ فِي السَّمَاءِ: آمِينَ، فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔(بخاری:781)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جب امام ” غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس نے فرشتوں کے ساتھ آمین کہی اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔إِذَا قَالَ الإِمَامُ: {غَيْرِ المَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ} فَقُولُوا: آمِينَ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ المَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔(بخاری:782/1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں کہ یہودیوں کو تم سے جتنا ”آمین“ کہنے اور سلام کرنے پر حسد ہے اتنا کسی اور چیز پر نہیں۔مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ، مَا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِينِ۔(ابن ماجہ:856)عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم:«مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ، مَا حَسَدَتْكُمْ عَلَى آمِينَ، فَأَكْثِرُوا مِنْ قَوْلِ آمِينَ۔(ابن ماجہ:857)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جب امام ” غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ کہے تو تم بھی آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعاء کو قبول فرمالیں گے۔إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: {غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ}، فَقُولُوا: آمِينَ، يُجِبْكُمُ اللہُ۔(طبرانی کبیر:6891)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سوال کیا کہ اے عائشہ! کیا تم جانتی ہو کہ یہودی ہم سے کیوں حسد کرتے ہیں؟ میں نے کہا: اللہ اور اُس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: وہ لوگ ہم پر اُس قبلہ کی وجہ سے حسد کرتے ہیں جو ہمیں عطاء کیا گیا اور وہ اُس سے گمراہ ہوگئے، اور اُس جمعہ پر حسد کرتے ہیں جو ہمیں عطاء کیا گیا اور وہ لوگ اُس سے گمراہ ہوگئے، اور (تیسری چیز) ہمارے امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں۔تَدْرِينَ عَلَى مَا حَسَدُونَا؟

قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ:فَإِنَّهُمْ حَسَدُونَا عَلَى الْقِبْلَةِ الَّتِي هُدِينَا لها، وَضَلُّوا عَنْهَا وَعَلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي هُدِينَا لَهَا، وَضَلُّوا عَنْهَا، وَعَلَى قَوْلِنَا خَلْفَ الْإِمَامِ آمِينَ۔(شعب الایمان:2707)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے مجھے تین ایسی خصلتیں عطاء کی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی: پہلی چیز صفوں میں نماز پڑھنا، دوسرا اہلِ جنّت کے طریقے کے مطابق سلام کرنا، اور تیسرا "آمین" کہنا، ہاں! مگر تیسری چیز یعنی آمین کی نعمت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عطاء کی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعاء کررہے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہہ رہے تھے۔إِنَّ اللهَ أَعْطَانِي ثَلَاثَ خِصَالٍ لَمْ يُعْطِهَا أَحَدًا قَبْلِي:الصَّلَاةُ فِي الصُّفُوفِ، وَالتَّحِيَّةُ مِنْ تَحِيَّةِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَآمِينَ إِلَّا أَنَّهُ أَعْطَى مُوسَى أَنْ يَدْعُوَ مُوسَى وَيُؤَمِّنَ هَارُونُ۔(شعب الایمان:2708)

آمین کہنے کا حکم:

آمین کہنا سنت ہے، نماز میں بھی اور نماز کے علاوہ بھی جب سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کی جائے تو اس کے اختتام پر آمین کہنا چاہیئے، حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو اِسی طرح تلقین فرمائی تھی اور نماز میں اس کو جان بوجھ کر ترک کرنے یا بھولے سے ترک ہوجانے سے نماز ہوجاتی ہے، سجدہ سہو وغیرہ کچھ لازم نہیں ہوتا۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:1/115)

امام کیلئے آمین کہنے کا حکم:

منفرد اور مقتدی کیلئے سرّی و جہری تمام نمازوں میں اِسی طرح امام کیلئے بھی سرّی نماز میں بالاتفاق آمین کہنا سنت ہے، البتہ امام کیلئے جہری نمازوں میں فاتحہ کے بعد آمین کہنے کا کیا حکم ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- احناف و شوافع رحمۃ اللہ علیہم : مستحب ہے۔

- مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم : مستحب نہیں۔
- حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم : دو قول ہیں:(1) مستحب ہے۔(2)واجب ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:1/112)

آمین سراً کہا جائے گا یا جہراً:

- امام شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہما: سری نمازوں میں سراًاور جہری نمازوں جہراً کہیں گے۔
- امام ابو حنیفہ و مالک رحمۃ اللہ علیہما: سرّی و جہری تمام نمازوں میں "آمین" مطلقاً سراً کہیں گے۔

(درس ترمذی:1\514) (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1\216)(الفقہ الاِسلامی:2/879)

خلاصہ یہ ہے کہ سرّی نمازوں میں "آمین" کے سرّاً کہنے پر سب کا اتفاق ہے ، البتہ جہری نمازوں میں سراً کہیں گے یا جہراً، اِس میں اختلاف ہے: شوافع و حنابلہ جہراً کے قائل ہیں، جبکہ حضرات احناف و مالکیہ سراً کہنے کے قائل ہیں۔ ایک تیسرا قول علّامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "تخییر" کا بھی ہے،یعنی اُن کے نزدیک سراًاور جہراًدنوں طرح سے "آمین" کہنے کا اختیار ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:1/113)

کیا مقتدی امام کے پیچھے قراءت کرے گا؟

امام کے پیچھے سورت کی تلاوت کرنے کا ائمہ کرام میں سے کوئی قائل نہیں، البتہ سورۃ الفاتحہ امام کے پیچھے پڑھی جائے گی یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: جہری اور سری تمام نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت نہیں کی جائے گی۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: جہری اور سری تمام نمازوں میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

- امام مالک واحمد رحمۃ اللہ علیہما: سرّی نمازوں میں تلاوت کی جائے گی، جہری نمازوں میں نہیں، اور سرّی نمازوں میں بھی صرف مستحب ہے، واجب نہیں۔(البنایۃ:2/314)(درسِ ترمذی:2/72)

پہلی رکعت کو دوسری رکعات کے مقابلے میں طویل کرنا:

- امام محمد وائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: تمام نمازوں میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے طویل کیا جائے گا۔
- امام ابو حنیفہ و ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما: صرف فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے طویل کریں گے، دوسری نمازوں میں برابری کی جائے گی۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:27/91)

اقتداء المفترض خلف المتنفل:

یعنی کوئی فرض نماز پڑھنے والا کسی نفل پڑھنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے یا نہیں اِس میں اختلاف ہے:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: جائز ہے، لیکن کراہت کے ساتھ۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جائز نہیں۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/380)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:6/32)

نماز میں قراءت کے دوران دعاء کرنا:

یعنی آیاتِ رحمت پڑھتے ہوئے رحمت کا سوال، تذکرۂ جنت کی آیات پر جنت کا سوال اور ذکرِ نار پر مشتمل آیات کو پڑھتے ہوئے جہنم سے پناہ مانگنے کا سوال کرنا، کیا یہ دورانِ نماز کیا جاسکتا ہے ؟ اس بارے میں اختلاف ہے:

- احناف اور مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: صرف نوافل میں کیا جاسکتا ہے، فرائض میں نہیں۔
- شوافع اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: نوافل اور فرائض دونوں میں کیا جاسکتا ہے۔(درسِ ترمذی:2/46)

بَابُ الرُّکُوعِ

رکوع کالغوی اور اصطلاحی معنی :

- **لغۃً:** مطلقاً "الانحناء "یعنی جھکنے کے معنی میں آتا ہے۔
- **اصطلاحاً :** الانحناء بالظهر والرأس معاً حتى تبلغ يداه ركبتيه۔ یعنی سر اور پیٹھ کے ساتھ اس قدر جھک جانا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔(الفقہ الاسلامی:2/840)

رکوع کے اندر قابلِ لحاظ امور :

رکوع کے اندر مندرجہ ذیل امور کالحاظ رکھا جائے گا:

(1)— اوپر کے دھڑ کو اتنا جھکائیں کہ کمر اور گردن ایک سطح پر آجائے،نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم۔

(2)— رکوع کی حالت میں گردن کو اتنا نہ جھکائیں کہ ٹھوڑی سینہ سے ملنے لگے اور نہ اتنا اوپر رکھیں کہ گردن کمر سے بلند ہو جائے، بلکہ کمر اور گردن ایک سطح پر رکھیں۔

(3)— دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑلیں،اس طرح کہ انگلیاں کھلی ہوئی ہوں، یعنی ہر دو انگلیوں کے درمیان فاصلہ ہو۔

(4)— رکوع میں پاؤں کو سیدھا رکھیں،ان میں خم نہیں ہونا چاہئے۔

(5)— رکوع کی حالت میں کلائیاں اور بازو سیدھے تنے ہوئے اور پہلو سے جدا رہنے چاہئیں۔

(6)— دونوں پاؤں کے ٹخنے ایک دوسرے کے بالمقابل رہنے چاہئیں۔

(7)۔۔ رکوع کی حالت میں نظریں پاؤں کی طرف ہونی چاہئیں۔

(8)۔۔ کم از کم مرتبہ تین مرتبہ "سُبحان ربی العظیم" پڑھا جائے گا۔

رکوع اور سجدے کی تسبیحات کے تین درجے :

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ رکوع اور سجود کی تسبیحات مسنون ہیں، فرض و واجب نہیں۔

اور مقدار کے اعتبار سے اس کے 3 درجات ہیں:

(1) اعلی درجہ 7 مرتبہ۔ (2) متوسط درجہ 5 مرتبہ۔ (3) ادنی درجہ 3 مرتبہ۔ (مرقاۃ المفاتیح)

رکوع اور سجدے کے اندر طمانینت کی اہمیت اور تاکید :

حدیث میں ارکان کی ادائیگی اطمینان کے ساتھ کرنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ "حدیثِ مُسیء فی الصّلوۃ" کے قصہ میں آپ ﷺ نے اُس اَعرابی کو نماز کا طریقہ بتلاتے ہوئے اِرشاد فرمایا تھا" ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا"یعنی پھر تم اطمینان کے ساتھ رکوع کرو۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اطمینان اور اعتدال کے ساتھ رکوع کرنا چاہیئے۔ مکمل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا، رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک کونہ میں جلوہ گر تھے اس نے نماز پڑھی، پھر آپ ﷺ کے پاس آیا اور حضور کو سلام کیا، نبی ﷺ نے فرمایا وعلیکم السلام لوٹ جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ لوٹ گیا نماز پڑھی پھر آیا سلام کیا، آپ ﷺ نے فرمایا وعلیک السلام لوٹ جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، اس نے تیسری بار یا اس کے بھی بعد (یعنی چوتھی مرتبہ) عرض کیا: یارسول اللہ ! مجھے سکھا دیجئے (کہ میں کس طرح نماز پڑھوں؟) آپ ﷺ نے اِرشاد

فرمایا جب تم نماز کی طرف اٹھو تو وضو پورا کرو، پھر کعبے کو منہ کرو، پھر تکبیر کہو، پھر جس قدر قرآن آسان ہو پڑھ لو، پھر رکوع کرو حتی کہ رکوع میں مطمئن ہو جاؤ پھر اٹھو حتی کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو حتی کہ سجدے میں مطمئن ہو جاؤ، پھر اٹھو حتی کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر سجدہ کرو حتی کہ سجدے میں مطمئن ہو جاؤ پھر اٹھو حتی کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے پھر اٹھو حتی کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اپنی ساری نماز میں یہی کرو۔ (بخاری:793)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں رکوع سجدہ صحیح طور پر نہیں کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا: تم نے نماز نہیں پڑھی، اور اگر اس حالت میں تمہارا انتقال ہو گیا تو اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے اس کے خلاف پر مروگے۔ رَأَى حُذَيْفَةُ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، قَالَ: مَا صَلَّيْتَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ الفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللَّهُ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم عَلَيْهَا۔ (بخاری:791)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اپنے حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لائے تو ایک شخص کو مسجد میں دیکھا جو نماز میں اچھی طرح رکوع و سجدہ نہیں کر رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اس شخص کی نماز قبول نہیں کی جاتی جو رکوع سجدہ اچھی طرح نہیں کرتا "۔ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَأَى فِي الْمَسْجِدِ رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُودَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ رَجُلٍ لَا يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ»۔ (طبرانی اوسط:4863)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بد ترین چوری کرنے والا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کرے ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ نماز میں سے کیسے چوری کرے گا؟ ارشاد فرمایا: اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح سے نہ کرے۔ «أَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِي يَسْرِقُ صَلَاتَهُ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ

يَسْرِقُ صَلَاتَهُ؟ قَالَ: «لَا يُتِمُّ رُكُوعَهَا وَلَا سُجُودَهَا»۔(دارمی:1367)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت میں پڑھے، وضو بھی اچھی طرح کرے، کھڑا بھی وقار سے ہو، خشوع خضوع سے بھی پڑھے، اور رکوع و سجود بھی مکمل کرے تو وہ نماز نہایت روشن اور چمکدار بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دعاء دیتی ہے کہ اللہ تعالی تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی۔ اور جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے، وقت کو بھی ٹال دے وضو کو بھی اچھی طرح نہ کرے، خشوع کا بھی خیال نہ رکھے اور رکوع و سجود بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بری صورت سے سیاہ رنگ میں بددعاء دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالی تجھے بھی ایسے ہی برباد کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔ اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح سے لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔مَنْ صَلَّى الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا، وَأَسْبَغَ لَهَا وُضُوءَهَا، وَأَتَمَّ لَهَا قِيَامَهَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا وَسُجُودَهَا خَرَجَتْ وَهِيَ بَيْضَاءُ مُسْفِرَةٌ، تَقُولُ: حَفِظَكَ اللَّهُ كَمَا حَفِظْتَنِي، وَمَنْ صَلَّى الصَّلَاةَ لِغَيْرِ وَقْتِهَا فَلَمْ يُسْبِغْ لَهَا وُضُوءَهَا، وَلَمْ يُتِمَّ لَهَا خُشُوعَهَا وَلَا رُكُوعَهَا وَلَا سُجُودَهَا خَرَجَتْ وَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ، تَقُولُ: ضَيَّعَكَ اللَّهِ كَمَا ضَيَّعْتَنِي، حَتَّى إِذَا كَانَتْ حَيْثُ شَاءَ اللَّهُ لُفَّتْ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلَقُ، ثُمَّ ضُرِبَ بِهَا وَجْهُهُ۔(طبرانی اوسط:3095)

رکوع کے اندر طمانینت کا حکم :

- ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم: فرض ہے۔ لہٰذا ترک کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔
- امام ابو حنیفہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہما: واجب ہے۔ لہٰذا ترک کرنے سے سجدہ سہو لازم ہو گا اور جان کر ترک کرنے سے نماز نہیں ہو گی۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1\204)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:23/127)

قیام و قعود میں رکوع کا ادنیٰ اور اعلیٰ درجہ:

کھڑے ہو کر رکوع کرنا:

- ادنیٰ درجہ: کم از کم اتنا جھکنا کہ دونوں ہاتھ بڑھائیں تو ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔
- اعلیٰ درجہ: اتنا جھکنا کہ پیٹھ سیدھی ہو جائے، یعنی سر، پیٹھ اور سُرین ایک سیدھ میں آجائیں۔

بیٹھ کر رکوع کرنا:

- ادنیٰ درجہ: کم از کم اتنا جھکنا کہ سر اور کمر کسی قدر جُھک جائے۔
- اعلیٰ درجہ: اتنا جھکنا کہ پیشانی اُس کے دونوں زانو کے مُقابل آجائیں۔(عُمدۃ الفقہ:2/93)

قومہ کی مسنون دعائیں:

رکوع سے کھڑے ہو کر ”تحمید“ کا حکم ہے، اور نبی کریم ﷺ سے اس کے مختلف الفاظ منقول ہیں:

(1)—«رَبَّنَا لَكَ الحَمْدُ»۔(بخاری:789)صرف ”رَبَّنا“ کے ساتھ۔

(2)—«رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ»۔(بخاری:803)”رَبَّنا“ اور ”واوٗ“ دونوں کے ساتھ۔

(3)—«اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ»۔(مسلم:404)”اَللّٰهُمَّ“ اور ”رَبَّنا“ دونوں کے ساتھ۔

(4)—«اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ»۔(بخاری:795)”اَللّٰهُمَّ“ اور ”رَبَّنا“ کے ساتھ واوٗ بھی۔

(5)—«رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ»۔(بخاری:799)

(6)ـــ«رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ، وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ: اللهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ»۔(مسلم:477)

(7)ـــ«اَللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، مِلْءَ السَّمَاوَاتِ، وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ»۔(مسلم:476)

(8)ـــ«اللهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، مِلْءُ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ، وَمَا بَيْنَهُمَا، وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ»۔(مسلم:478)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ السُّجُودِ وَفَضْلِهِ

سجدہ کا لغوی اور اِصطلاحی معنیٰ:

سجدہ لغت میں "سر کے جھکانے" کو کہا جاتا ہے۔

اِصطلاحی اعتبار سے سجدہ کا معنی یہ ذکر کیا گیا ہے:" وَضْعُ بَعْضِ الْوَجْهِ مِمَّا لَا سُخْرِيَةَ فِيهِ "یعنی چہرے کے بعض حصے کا زمین پر اِس طرح رکھنا کہ جس میں کوئی مسخرہ پن نہ ہو۔(البحر الرائق:1/335)

سجدے کے اندر قابلِ لحاظ امور:

سجدے کے اندر مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھا جائے گا۔

1. سجدے میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے، پھر ہاتھ، پھر ناک، پھر پیشانی رکھی جائے گی۔
2. سُرین کو اٹھایا جائے گا۔
3. سر کو زمین پر اس طرح رکھا جائے گا کہ ہاتھ کانوں کی سیدھ میں آجائیں۔
4. ہاتھوں کو اس قدر کھولا جائے گا کہ بغلیں ظاہر ہو جائیں۔
5. پیٹ کو رانوں سے الگ رکھیں گے۔
6. پاؤں کی انگلیوں کو موڑ کر قبلہ کی جانب کر دیں گے۔
1. کم از کم تین مرتبہ "سبحان ربی الاعلی" پڑھا جائے گا۔(تسہیل بہشتی زیور:1/269،بتغیر یسیر)

اعضاءِ سجدہ کی تفصیل :

سجدہ سات اعضاء ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں: پیشانی پر، اور یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی ناک کی جانب اِشارہ کیا، اور دونوں ہاتھوں، گھٹنوں اور دونوں قدموں کے کناروں پر۔أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَى الجَبْهَةِ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ وَاليَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَأَطْرَافِ القَدَمَيْنِ۔(بخاری:812)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ سات اعضاء پر سجدہ کیا جائے گا:

(1) پیشانی ناک کے ساتھ۔(2،3) دونوں ہاتھ۔(4،5) دونوں گھٹنے۔(6،7) دونوں پاؤں کے کنارے۔

اعضاءِ سجدہ میں سے پیشانی کا بعض حصہ رکھنا فرض ہے اور اکثر پیشانی کا حصہ رکھنا واجب ہے، اس کے علاوہ دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کا رکھنا راجح قول کے مطابق واجب ہے، اگرچہ کتبِ فقہ میں مشہور قول کے مطابق ہاتھوں اور گھٹنوں کے رکھنے کو سنت اور دونوں قدموں کے رکھنے کو فرض قرار دیا گیا ہے۔(البحر الرائق:1/336)(ردّ المحتار:1/497،498،499)

پیشانی اور ناک پر سجدہ کرنا:

اعضاءِ سجدہ میں سے ایک "وجہ" ہے، جس میں ناک اور پیشانی دونوں داخل ہیں، چنانچہ بالاتفاق دونوں پر سجدہ کرنا چاہیئے، اور بغیر کسی عذر کے دونوں میں کسی عضو کے رکھنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ البتہ ان دونوں میں سے کسی ایک پر اقتصار کرنا درست ہے یا نہیں، اِس کی تفصیل یہ ہے:

اس کی ابتداءً دو صورتیں ہیں: (1) عذر کے ساتھ ہو گا۔ (2) بغیر عذر کے ہو گا۔

اگر عذر کے ساتھ ہو تو بالاتفاق کسی ایک پر بھی اکتفاء کیا جاسکتا ہے بلا کراہت۔(البنایہ:2/277)

اگر بلا عذر ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: (1) اقتصار علی الجبہۃ۔ (2) اقتصار علی الانف۔

اقتصار علی الجبہۃ:

یعنی بغیر کسی عذر کے صرف پیشانی پر اکتفاء کرنا جائز ہے یا نہیں:

- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: جائز نہیں، سجدہ اداء نہیں ہو گا، اِسلئے کہ ناک رکھنا بھی ضروری ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

اقتصار علی الانف:

یعنی بغیر کسی عذر کے صرف ناک پر اکتفاء کرنا جائز ہے یا نہیں:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: کراہت کے ساتھ جائز ہے۔
- ائمہ ثلاثہ وصاحبین رحمۃ اللہ علیہم: جائز نہیں، سجدہ اداء نہیں ہو گا، اِسلئے کہ پیشانی رکھنا ضروری ہے۔

خلاصہ: مختصراً اس کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ:

- صاحبین، شوافع اور مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: اقتصار علی الجبھہ: کراہت کے ساتھ جائز ہے۔
  اقتصار علی الانف: جائز نہیں۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: اقتصار علی احد ہما یعنی دونوں جائز ہے لیکن کراہت کے ساتھ۔
- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: اقتصار علی احد ہما یعنی دونوں جائز نہیں۔ (درسِ ترمذی:2/51)(البنایہ:2/277)

سجدہ میں دعاء کی قبولیت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: بندہ اپنے پروردگار کے سب سے زیادہ قریب اُس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے، لہٰذا تم (سجدہ میں) کثرت سے دعاء کیا کرو۔ أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ، وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ۔ (مسلم:482)

ایک اور روایت میں ہے: سن لو! مجھے رکوع اور سجدے کی حالت میں قرآن کریم پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، پس رکوع میں پروردگار کی تعظیم بیان کیا کرو اور سجدوں میں خوب دعائیں کیا کرو، کیونکہ اس میں یہ بات زیادہ لائق تر ہے کہ تمہاری دعاء قبول کیجائے (یعنی دعاء کی قبولیت کا زیادہ امکان ہوتا ہے)۔ أَلَا وَإِنِّي

نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا، فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ الرَّبَّ عَزَّ وَجَلَّ، وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ، فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ۔(مسلم:479)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: مجھے رکوع اور سجدے کی حالت میں تلاوت سے منع کیا گیا ہے، رکوع کے اندر اللہ رب العزت کی تعظیم بیان کیا کرو اور سجدے میں خوب دعاء مانگا کرو کیونکہ وہ وہ زیادہ قبول ہونے کے لائق ہے۔إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا، أَوْ سَاجِدًا، فَأَمَّا الرُّكُوعُ، فَعَظِّمُوا الرَّبَّ فِيهِ، وَأَمَّا السُّجُودُ، فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ، فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ۔(ابوداؤد:876)

سجدے میں مانگی جانے والی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مُبارک دعائیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدے کے اندر تسبیحات کے علاوہ کئی دعاؤں کا پڑھنا وارد ہے، چند ملاحظہ فرمائیں:

(1)—«اَللَّهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ»۔(مسلم:486)

(2)—«سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ»۔(مسلم:485)

(3)—«سُبْحَانَكَ اللهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللهُمَّ اغْفِرْ لِي»۔(مسلم:484)

(4)—«اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ»۔(مصنف ابن ابی شیبہ:29237)

(5)—«سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ، رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ»۔(مسلم:487)

(6)—«سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ»۔(ابوداؤد:873)

(7)—«سُبْحَانَ رَبِّي ذِي الْمَلَكُوتِ وَالْجَبَرُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ»۔(مصنّف عبد الرزاق:2881)

(8)—«سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ»۔(ترمذی:580)

(9)— «رَبِّ أَعْطِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، زَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا»۔(مسند احمد:25757)

(10)—«سَجَدَ لَكَ خَيَالِي وَسَوَادِي، وَآمَنَ بِكَ فُؤَادِي، فَهَذِهِ يَدِي وَمَا جَنَيْتُ بِهَا عَلَى نَفْسِي يَا عَظِيمُ يُرْجَى لِكُلِّ عَظِيمٍ، يَا عَظِيمُ اغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِيمَ، سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ»۔(شعب الایمان:3557)

(11)—«أُعَفِّرُ وَجْهِي فِي التُّرَابِ لِسَيِّدِيْ، وَحَقَّ لَهُ أَنْ يُسْجَدَ»۔(شعب الایمان:3557)

(12)—«اَللَّهُمَّ اغْفِرْلِي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّهُ، وَجِلَّهُ، وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ وَعَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ »۔(مسلم:483)

(13)—«اَللَّهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَلَكَ أَسْلَمْتُ، سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ، وَصَوَّرَهُ، وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ»۔(مسلم:771)

سجدہ میں ادعیہ ماثورہ پڑھنے کا حکم:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: فرائض میں نہیں پڑھیں گے، نوافل میں پڑھ سکتے ہیں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: فرائض اور نوافل سب میں پڑھ سکتے ہیں۔(الفقہ الاسلامی:2/896)

سجدہ میں جانے کا طریقہ:

سجدے میں جاتے ہوئے پہلے زمین پر ہاتھ رکھے جائیں گے یا گھٹنے، اس میں ائمہ کا اختلاف ہے:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: پہلے ہاتھ رکھے جائیں گے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: پہلے گھٹنے رکھے جائیں گے۔(مرعاۃ:3/216)(درسِ ترمذی:2/50)

ضابطہ : فقہاء کرام نے سجدے میں جاتے ہوئے "الاقرب فالاقرب" کا، اور سجدے سے اٹھتے ہوئے "الابعد فالابعد" کا قاعدہ بیان کیا ہے۔ یعنی سجدے میں جاتے ہوئے زمین سے جو عضو قریب تر ہو، اُس کو پہلے رکھا جائے گا، چنانچہ بالترتیب گھٹنے، ہاتھ، ناک اور پھر پیشانی رکھی جائے گی اور اٹھتے ہوئے اِس کے برعکس جو حصہ زمین سے بعید تر ہو اُس کو پہلے اٹھایا جائے گا، چنانچہ بالترتیب پیشانی، ناک، ہاتھ اور پھر گھٹنے اُٹھائے جائیں گے۔(البنایۃ:2/236)

سجدہ میں جاتے ہوئے ایک اہم کوتاہی:

بکثرت یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ سجدہ میں جاتے ہوئے زمین پر گھٹنے لگنے سے پہلے اوپر کا دھڑ جھکا دیتے ہیں جس سے صورۃً ایک اور رکوع کی مشابہت ہو جاتی ہے جو یقیناً درست نہیں، چنانچہ علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردّ المحتار میں فتاویٰ تاتارخانیہ کے حوالے سے اِس کوتاہی کی صراحت کی ہے۔(ردّ المحتار:1/497)

رکعتِ ثانیہ کے لئے کھڑے ہونے کا طریقہ:

دوسرے سجدے سے قیام کی طرف جانے کا طریقہ یہ ہے کہ جو حصہ زمین سے بعید تر ہو اُس کو پہلے اٹھایا جائے گا، چنانچہ بالترتیب پیشانی، ناک، ہاتھ اور پھر گھٹنے اُٹھائے جائیں گے۔(البنایۃ:2/236)

کیا جلسہ استراحت کیا جائے گا؟

جلسہ اِستراحت دراصل دوسرے سجدے سے اُٹھ کر بیٹھنے کو کہا جاتا ہے جس کی مقدار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو سجدوں کے درمیان جو جلسہ کیا جاتا ہے اُس کے برابر ذکر کی گئی ہے۔

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد جلسہ استراحت کیا جائے گا۔

- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جلسہ استراحت نہیں کیا جائے گا۔(البنایۃ:2/251،250)(الموسوعۃ الفقہیۃ:15/267)

ہاتھوں کا سہارا لینا:

دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے ہوئے گھٹنوں پر ہاتھ رکھیں گے یا زمین پر، اِس میں اختلاف ہے:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: اعتماد علی الارض کیا جائے گا، یعنی زمین پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوں گے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: اعتماد علی الرکبتین ہو گا، یعنی گھٹنوں پر ہاتھ رکھیں گے۔(البنایہ:2/277)

رکعتِ اولی اور بعد کی رکعتوں میں فرق:

دوسری تمام رکعات بالکل پہلی رکعت کی طرح ہیں، البتہ:

7. پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ ہے، دوسری میں نہیں۔
8. پہلی رکعت میں ثناء پڑھتے ہیں، دوسری میں نہیں۔
9. پہلی رکعت میں تعوذ پڑھا جاتا ہے دوسری رکعت میں نہیں۔
10. فرض کی پہلی دو رکعتوں میں ضمِّ سورت بھی ہے جبکہ آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ ہے۔
11. پہلی رکعت دوسری رکعت کے مقابلے میں قدرے طویل کرنا بہتر ہے۔
12. پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد کھڑے ہوتے ہیں جبکہ دوسری رکعت میں قعدہ کیا جاتا ہے۔

اِقعاء بین السجدتین:

دو سجدوں کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "اِقعاء" کی کیفیت میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے:

چنانچہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اے علی! میں تمہارے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں اور تمہارے لئے بھی وہی ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں، تم دو سجدوں کے درمیان "اِقعاء" کے طریقے سے نہ بیٹھنا۔ يَا عَلِيُّ، أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي، وَأَكْرَهُ لَكَ مَا أَكْرَهُ لِنَفْسِي، لَا تُقْعِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔(ترمذی:282)

"اِقعاء" کے طریقے سے بیٹھنا کس طرح ہوتا ہے، اِس کی تفسیر اور حکم ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

اقعاء کی تفسیر: اقعاء کی دو تفسیریں کی گئی ہیں:

1. الیتین (کولھوں) پر بیٹھ کر پاؤں کو اس طرح کھڑا کرلینا کہ گھٹنے شانوں کے مقابل آجائیں، اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک لیا جائے۔
2. دونوں پاؤں کو پنجے کے بَل کھڑا کرکے ایڑیوں پر بیٹھا جائے۔(مرقاۃ:2/727)

اقعاء کا حکم: پہلی تفسیر کے مطابق "اِقعاء" کی کیفیت میں بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے اور دوسری تفسیر کی رو سے مکروہ تنزیہی ہے۔(العرف الشذی:1/ 279)

اقعاء کے حکم میں اختلاف: پہلی تفسیر کے اعتبار سے اقعاء بالاتفاق مکروہ ہے۔ اور دوسری تفسیر کی رو سے اقعاء کے حکم میں اختلاف ہے:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: مسنون ہے۔(یعنی اُن کے نزدیک جلسہ میں افتراش اور اقعاء دونوں مسنون ہیں)
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مکروہ ہے۔(یعنی جلسہ میں صرف افتراش مسنون ہے)۔(درسِ ترمذی:2/53)

جلسہ کی مسنون دعائیں:

جلسہ میں مندرجہ ذیل دعائیں جو احادیث سے ثابت ہیں، ان میں سے کوئی بھی دعاء پڑھی جاسکتی ہے:

« اللَّهُمَّ اغْفِرْلِي، وَارْحَمْنِي، وَعَافِنِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي »۔(ابوداؤد:850)

« رَبِّ اغْفِرْلِي رَبِّ اغْفِرْلِي »۔(ابوداؤد:874)

« رَبِّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي وَاجْبُرْنِي وَارْفَعْنِي وَارْزُقْنِي وَاهْدِنِي »۔(سنن کبریٰ بیہقی:2750)

« رَبِّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي »۔(الدعاء للطبرانی:614)

« اللَّهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي وَاجْبُرْنِي وَارْفَعْنِي »۔(الدعاء للطبرانی عن علی موقوفاً:614)

« اللَّهُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاهْدِ السَّبِيلَ الْأَقْوَمَ »۔(مصنف ابن ابی شیبہ، عن اُمّ سلمہ موقوفاً:8839)

« أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ »۔(مصنف ابن ابی شیبہ، عن عطاء مرسلاً:8839)

✱ «» «» «» ✱ «» «» «» ✱

بَابُ التَّشَهُّدِ

تشہد کا لغوی اور اصطلاحی معنی :

تشہد لغت میں مصدر ہے، جس کا معنی شہادتین پڑھنے یعنی توحید و رسالت کی گواہی دینے کے آتے ہیں۔ فقہاء کرام کی اِصطلاح میں تشہد فی الصلوۃ کا مطلب " اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ......الخ " پڑھنا ہے اور چونکہ وہ "شہادتین" یعنی توحید و رسالت کی گواہی پر مشتمل ہوتا ہے، اِس لئے "تسمیۃ الشّیء باسم الجزء" کی قبیل سے اُس کو تشہد کہا جاتا ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:12/34)

تشہد کے الفاظ:

احادیث میں تشہد کے مختلف کلمات منقول ہیں، اُن میں سے تین تشہد زیادہ مشہور ہیں:

(1) تشہد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (2) تشہد عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ (3) تشہد عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

تشہد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلاَمُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلاَمُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔(ترمذی:289)

تشہد عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، الزَّاكِيَاتُ لِلَّهِ، الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔(مؤطاء امام مالک:499)

تشہد عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ، الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ، سَلاَمٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، سَلاَمٌ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ۔(ترمذی:290)

تشہد کے کلمات میں افضلیت کا اختلاف:

تشہد کے بارے میں منقول کوئی بھی کلمات بالاتفاق پڑھے جاسکتے ہیں، البتہ افضلیت میں اختلاف ہے

- احناف اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: تشہد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پڑھنا افضل ہے۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: تشہد عمر فاروق رضی اللہ عنہ پڑھنا افضل ہے۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: تشہد عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پڑھنا افضل ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:35/12)

تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ:

تشہد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو طرح بیٹھنا ثابت ہے: (1)اِفتراش۔ (2)تورّک۔

<u>اِفتراش:</u> بایاں پاؤں بچھا کر اُس پر بیٹھنا اور دایاں کھڑا کرتے ہوئے انگلیوں کو قبلہ رو کر دینا۔

<u>تورّک:</u> سرین کے بائیں حصہ پر بیٹھ کر دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکال دینا۔

اِس میں اختلاف ہے کہ دونوں میں سے کِس طریقے سے بیٹھنا افضل ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: قعدہ اولی اور اخیرہ دونوں میں افتراش افضل ہے۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: دونوں میں تورک افضل ہے۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: قعدہ سلام میں تورک اور قعدہ غیر سلام میں افتراش افضل ہے۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: دو رکعت والی نماز میں افتراش اور رباعی کے قعدہ اخیرہ میں تورک افضل ہے، پس جمعہ، فجر اور عیدین کی دو رکعت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "تورّک" کریں گے جبکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اِفتراش کیا جائے گا۔(البنایۃ:262/2)(درسِ ترمذی:60/2)

تشہد کا حکم:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: قعدہ اولی اور اخیرہ دونوں میں تشہد پڑھنا واجب ہے۔

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: قعدہ اولیٰ میں سنت اور اخیرہ میں فرض ہے۔
- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: قعدہ اولیٰ میں واجب اور اخیرہ میں فرض ہے۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: دونوں میں سنت ہے۔(الفقہ الاسلامی:2/901)

قعدہ اولیٰ میں تشہد سے زیادہ پڑھنے کا حکم:

فرض، واجب اور سننِ مؤکّدہ کے قعدہ اولیٰ میں تشہد پڑھتے ہوئے" عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ " کے بعد کچھ نہیں پڑھا جاتا، اگر کسی نے پڑھ لیا تو جان بوجھ کر پڑھنے کی صورت میں نماز کا اِعادہ لازم ہے اور بھول کر پڑھنے کی صورت میں "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ" تک اگر پڑھ لیا جائے تو سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے اور اِس سے کم میں اگر یاد آجائے تو سجدہ سہو لازم نہیں ہو گا۔(الدر المختار مع رد المحتار:1/510)

اِشارہ بالسّبابہ کا حکم :

جمہور فقہاء و محدّثین کے نزدیک قعدہ میں تشہد پڑھتے ہوئے شہادت کی انگلی سے اِشارہ کرنا سنّت ہے، متعدّد احادیثِ طیبہ نبی کریم ﷺ سے قولاً فعلاً یہ ثابت ہے، لہٰذا اِس کو اہتمام سے کرنا چاہیئے۔ اور بعض احناف کی جانب سے جو اِس کو غیر مستحب ذکر کیا گیا ہے وہ محقّقین کے نزدیک معتبر نہیں، لہٰذا احناف کے نزدیک بھی دوسرے ائمہ کی طرح اِس کی حیثیت سنّت ہی کی ہوتی ہے۔(اوجز المسالک:2/206)

اِشارہ بالسّبابہ کی فضیلت :

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: شہادت کی انگلی سے اِشارہ کرنا شیطان پر لوہے سے بھی زیادہ سخت اور گراں گزرتا ہے۔لَهِيَ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ الْحَدِيدِ " يَعْنِي السَّبَّابَةَ۔(مسند احمد:6000)

حضرت عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما سے نماز کے اندر انگلی کے ذریعہ اِشارہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ اِخلاص کی علامت ہے۔سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ تَحْرِيكِ الرَّجُلِ إِصْبَعَهُ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: «ذَلِكَ الْإِخْلَاصُ»۔(مصنّف عبد الرزّاق:3244)

حضرت مُجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نماز کے اندر انگلی سے اِشارہ کرنا شیطان کو مارڈالنے والی چیز ہے۔تَحْرِيكُ الرَّجُلِ إِصْبَعَهُ فِي الصَّلَاةِ مِقْمَعَةٌ لِلشَّيْطَانِ۔(مصنّف عبد الرزّاق:3245)

احادیثِ طیّبہ میں بیان کردہ اِشارہ بالسّبابہ کے طریقے :

احادیثِ مبارکہ میں اِشارہ بالسّبابہ کے مختلف طریقے نقل کیے گئے ہیں، چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

1. خنصر اور بنصر کو بند کرکے وسطیٰ اور اِبہام کے ذریعہ حلقہ بنانا اور سبابہ کے ذریعہ اِشارہ کرنا۔
2. ہاتھوں کی تمام انگلیوں کو کھول کر صرف شہادت کی انگلی کے ذریعہ اِشارہ کرنا۔
3. تمام انگلیوں کو بند کرکے صرف سبابہ کر ذریعہ اِشارہ کرنا۔
4. تین انگلیوں یعنی خنصر، بنصر اور وسطیٰ کو بند کرکے ابہام اور سبابہ کو کھول کر اِشارہ کرنا۔
5. ترپین(53) کے عدد میں انگلیوں کو بند کرنا، جس کی صورت یہ ہے کہ خنصر، بنصر اور وسطیٰ کو بند کرکے ابہام کو شہادت کی انگلی کی جڑ میں لگانا اور سبابہ کے ذریعہ اِشارہ کرنا۔
6. تیئیس(23) کے عدد میں انگلیوں کو بند کرنا، جس کی صورت یہ ہے کہ خنصر، بنصر اور وسطیٰ کو بند کرکے ابہام کو وسطیٰ کی جڑ میں لگا کر اِشارہ کرنا۔(اوجز المسالک:2/206)(مرعاۃ:3/228)

فائدہ : مذکورہ بالا تمام طریقوں کو بغور دیکھا جائے تو ان میں تین صورتیں بنتی ہوئی نظر آتی ہیں:

(1) تحلیق۔ جیسے پہلی صورت (2) بسط۔ جیسے دوسری صورت (3) عقد۔ جیسے بقیہ چاروں صورتیں۔

اور اِنہی صورتوں کو ایک دوسرے طریقے سے آسانی کے ساتھ یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے:

انگلیوں کو رکھنے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

(1) قبضِ کُل۔ ساری انگلیاں بند جائیں گی۔

(2) بسطِ کُل۔ ساری انگلیاں کھولی جائیں گی۔

(3) قبضِ بعض۔ بعض انگلیوں کو بند کیا جائے گا۔

قبضِ کُل ہو تو پہلی اور بسطِ کُل ہو تو دوسری صورت ہے، اور قبضِ بعض ہو تو اُس کی چار صورتیں ہیں:

(1) قبضِ ثِنتین مع التحلیق۔ خنصر و بنصر کو بند کر کے وسطیٰ و اِبہام کا حلقہ بنانا۔

(2) قبضِ ثلاث مع العقد بثلاثۃٍ و خمسین۔ خنصر، بنصر اور وسطیٰ کو بند کر کے ترپین کا عقد بنانا۔

(3) قبضِ ثلاث مع العقد بثلاثۃٍ و عشرین۔ خنصر، بنصر اور وسطیٰ کو بند کر کے تئیس کا عقد بنانا۔

(4) قبضِ ثلاث مع بسط الاِبہام۔ خنصر، بنصر اور وسطیٰ کو بند کر کے انگوٹھے کو کھول دینا۔(از مرتب)

اِشارہ بالسّبابہ کا کون سا طریقہ افضل ہے:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ احادیثِ طیّبہ میں بیان کردہ اِشارہ بالسّبابہ کے طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے، البتہ افضل کون سا ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- حضرات احناف رحمۃ اللہ علیہم: تحلیق کا طریقہ افضل ہے، بعض نے قبضِ کُل کو افضل کہا ہے۔
- حضرات حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: تحلیق افضل ہے۔

- **امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:** قبضِ ثلاث یعنی خنصر، بنصر اور وسطیٰ کو بند کرنا افضل ہے، پھر خواہ ترپین کا عقد بنایا جائے یا تیئس کا، البتہ اُن کے نزدیک ترپین کا عقد بنانا زیادہ افضل ہے۔
- **امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:** ان سے کوئی خاص طریقہ کا افضل ہونا ثابت نہیں، روایات میں ذکر کردہ کسی بھی طریقے کو عمل میں لا جاسکتا ہے۔(اوجز المسالک:2/206،207)

نوٹ: علّامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضل طریقہ یہ لکھا ہے کہ خنصر، بنصر اور وسطیٰ تینوں کو بند کرکے ابہام کو کھول کر اِشارہ کیا جائے، اِسی کو ماقبل میں "قبضِ ثلاث مع بسط الاِبہام" ذکر کیا گیا ہے۔(الفقہ علی المذاہب الأربعۃ:1/239)

اشارہ کب کیا جائے؟

- **امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:** "لا الہ" پر انگلی کو اٹھا کر "الا اللہ" پر چھوڑ دیں گے۔
- **امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:** شروع سے ہی اشارہ کرکے انگلی کو آخر تک دائیں بائیں حرکت دیں گے۔
- **امام شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہما:** "الا اللہ" پر اشارہ کیا جائے گا۔(الفقہ الاسلامی:2/902تا904)

اِشارہ بالسّبابہ کے بعد انگلی کو حرکت دیتے رہنا:

اِشارہ بالسّبابہ کرنے کے بعد کیا انگلی کو سلم پھیرنے تک متحرک رکھیں گے یا ساکن، اِس میں اختلاف ہے:

- **امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:** انگلی کو آخر تک متحرک رکھیں گے، اور دائیں بائیں حرکت دی جائے گی۔
- **ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم:** انگلی کو حرکت نہیں دی جائے گی۔(مرقاۃ:2/735)

اشارہ بالسبابہ کے بعد انگلی کس حالت میں رکھیں گے؟

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: انگلی کو آخر تک متحرک رکھیں گے، اور دائیں بائیں حرکت دی جائے گی۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: انگلی کو بلا حرکت دیے آخر تک اٹھا کر رکھا جائے گا۔
- امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما: انگلی کو بلا حرکت دیے چھوڑ دیا جائے گا، اٹھا کر نہ رکھیں گے۔(کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ:1/228،227)(الفقہ الاسلامی:2/903)(اوجز المسالک:2/207)

اِشارہ بالسّبابہ کتنی انگلیوں سے کیا جائے گا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی دو انگلیوں سے دعاء(یعنی اِشارہ) کر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: ایک انگلی سے اِشارہ کرو۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَدْعُو بِإِصْبَعَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَحِّدْ أَحِّدْ»۔(ترمذی:3557)

اِس سے معلوم ہوا کہ صرف ایک انگلی سے ہی اِشارہ کرنا چاہیئے، کیونکہ یہ اِشارہ توحید پر دلالت کرتا ہے جو دو سے نہیں ہو سکتا۔ اور وہ انگلی بھی دائیں ہاتھ کی ہو، بائیں ہاتھ کی انگلی سے اِشارہ نہیں کرنا چاہیئے، چنانچہ روایات میں ”وَرَفَعَ أُصْبُعَهُ الْيُمْنَى“ کی صراحت ہے۔(مسلم:580)

✱ «» «» «» ✱ «» «» «» ✱

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَفَضْلِهَا

قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھنا:

دو سے زائد رکعت والی نماز میں پہلے قعدہ کے اندر درود شریف پڑھا جائے گا یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: سنّت ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مکروہ ہے۔(ردّ المحتار:1/510)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:27/235،237)

قعدہ اخیرہ میں درود شریف پڑھنا:

- امام ابو حنیفہ و مالک رحمۃ اللہ علیہما: سنت ہے۔
- امام شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہما: فرض ہے۔

پھر یہ کہ صلاۃ علی النبی اور صلاۃ علی الآل دونوں واجب ہیں؟ اس میں شوافع اور حنابلہ کا اختلاف ہے:

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: صلاۃ علی النبی اور صلاۃ علی الآل دونوں واجب ہیں۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: صلاۃ علی النبی واجب اور صلاۃ علی الآل سنت ہے۔

(الفقہ الاسلامی:2/906)(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/229)

درود شریف پڑھنے کا حکم :

الدر المختار(1/518) میں اِس کے حکم کی مختلف صورتیں ذکر کی گئی ہیں:

1. فرض: زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔
2. واجب: جب کسی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہو تو پہلی مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔

3. مکروہ تحریمی: دنیاوی مفاد کے حصول کیلئے، جیسے سودا نافذ کرنے کیلئے درود پڑھنا۔

4. سنّت: نماز کے اندر قعدہ اخیرہ میں، نماز جنازہ میں، نوافل کے پہلے قعدہ میں۔

5. مستحب: ہر وقت درود پڑھنا مستحب ہے جبکہ اُس کے پڑھنے سے کوئی مانع نہ ہو۔

6. مکروہ: نماز میں قعدہ اخیرہ اور دعائے قنوت کے بعد پڑھنے کے علاوہ مکروہ ہے۔

درود شریف پڑھنے کے مستحب مواقع:

بہت سے مقامات ،اوقات ، ایام اور افعال ایسے ہیں جن میں درود شریف پڑھنا مستحب ہے ، چند مواقع ملاحظہ فرمائیں:

1. جمعہ کے دن اور اُس کی شب میں درود پڑھنا۔
2. ہفتہ ،اتوار اور جمعرات کے دن درود شریف پڑھنا۔
3. صبح شام درود شریف پڑھنا۔
4. مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے ہوئے درود شریف پڑھنا۔
5. نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری کے وقت درد شریف پڑھنا۔
6. صفا مروَہ پر درود شریف پڑھنا۔
7. جمعہ کے اور دوسرے خطبوں میں درود شریف پڑھنا۔
8. مؤذّن کی اذان کا جواب دینے کے بعد درود پڑھنا۔
9. اِقامت کے وقت درود شریف پڑھنا۔

10. دعاء کے شروع، درمیان اور آخر میں درود شریف پڑھنا۔

11. دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا۔

12. تلبیہ سے فارغ ہونے کے وقت درود شریف پڑھنا۔

13. کسی جگہ جمع ہوتے اور جدا ہوتے وقت درود شریف پڑھنا۔

14. وضو کے وقت درود شریف پڑھنا۔

15. کانوں کے بجنے کے وقت درود شریف پڑھنا۔

16. کسی چیز کے بھول جانے کے وقت درود شریف پڑھنا۔

17. وعظ کہنے اور علوم کی نشر واِشاعت کے وقت درود شریف پڑھنا۔

18. حدیث کی قراءت کرتے ہوئے شروع اور آخر میں درود شریف پڑھنا۔

19. اِستفتاء یعنی دریافت کرنے کی غرض سے دینی مسئلہ لکھتے ہوئے درود شریف پڑھنا۔

20. تالیف و تصنیف کے وقت درود شریف پڑھنا۔

21. مدرِّس کے لئے تدریس کے وقت درود شریف پڑھنا۔

22. خطیب کیلئے خطبہ دیتے ہوئے درود شریف پڑھنا۔

23. پیغامِ نکاح دیتے ہوئے درود شریف پڑھنا۔

24. نکاح کرنے اور کرانے والے کیلئے درود شریف پڑھنا۔(فتاویٰ شامیہ:1/518)

درود شریف پڑھنے کے مکروہ مواقع:

کچھ مقامات ایسے ہیں جن میں درود شریف پڑھنا مکروہ ہے، اُن میں درس شریف نہیں پڑھنا چاہیئے، چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

1. جماع کے وقت درود شریف پڑھنا۔
2. قضاءِ حاجت کے وقت درود شریف پڑھنا۔
3. عقد وغیر کو نافذ کرنے کیلئے درود شریف پڑھنا۔
4. حیرت و تعجّب کے وقت درود شریف پڑھنا۔
5. چھینک کے وقت درود شریف پڑھنا۔
6. ذبح کرتے ہوئے درود شریف پڑھنا۔۔(فتاویٰ شامیہ:1/518)

دعاء کے وقت درود شریف پڑھنے کے درجات :

علّامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کی روشنی میں اس کے تین مرتبہ ذکر کیے ہیں:

1. دعاء کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد درد شریف پڑھنا اور پھر اپنی حاجت پیش کرنا۔
2. دعاء کے شروع، درمیان اور آخر میں درود شریف پڑھنا۔
3. دعاء کے شروع اور آخر میں درد پڑھنا اور درمیان میں اپنی حاجت پیش کرنا۔(جلاء الأفہام:375)

درود شریف کے فضائل :

درود شریف کے فضائل احادیث طیّبہ میں اِس قدر کثرت سے منقول ہیں کہ اُن کا اِحاطہ کرنا ایک مکمل کتاب کا تقاضا کرتا ہے، فی الحال یہاں چند اہم اور بڑے فضائل کو ذکر کیا جارہا ہے:

پہلی فضیلت: خود اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں:

درود شریف کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ یہ ایک ایسا عمل ہے کہ جس کو خود اللہ اور اُس کے فرشتے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مطلب رحمت بھیجنا ہے، فرشتوں اور بندوں کے درود کا مطلب رحمت کی دعاء کرنا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اُن پر دُرود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔(آسان ترجمہ قرآن کریم)

فائدہ: یہ اعزاز و اِکرام جو اللہ تعالیٰ نے حضور کو عطاء فرمایا ہے اُس اعزاز سے بہت بڑھا ہوا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرا کر عطاء فرمایا تھا، اِس لئے کہ حضور اقدس ﷺ کے اس اعزاز و اِکرام میں اللہ جلّ شانہ خود بھی شریک ہیں بخلاف حضرت آدم علیہ السلام کے اعزاز کے کیونکہ وہاں صرف فرشتوں کو حکم تھا۔(فضائلِ درود شریف:7)

دوسری فضیلت: درود و سلام پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی:

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر سے نکلے میں بھی آپ کے پیچھے نکلا یہاں تک کہ آپ کھجوروں کے باغ میں داخل ہو کر سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں پڑے رہے

یہاں تک کہ مجھے آپ کی وفات کا خدشہ ہونے لگا، میں آپ کے قریب آپ کو دیکھنے کے لئے آیا تو آپ نے سر مُبارک اُٹھایا اور فرمایا کہ اے عبد الرحمن! کیا ہوا؟ میں نے اپنا خدشہ آپ کے سامنے ذکر کیا آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: جبریل علیہ السلام نے آکر مجھ سے یہ کہا ہے کہ کیا میں آپ کو خوشخبری نہ سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کہا ہے: جو آپ پر درود بھیجے گا مَیں اُس پر رحمت بھیجوں گا اور جو آپ پر سلامتی بھیجے گا مَیں اُس پر سلامتی بھیجوں گا۔عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاتَّبَعْتُهُ حَتَّى دَخَلَ نَخْلًا فَسَجَدَ، فَأَطَالَ السُّجُودَ حَتَّى خِفْتُ - أَوْ خَشِيتُ - أَنْ يَكُونَ اللهُ قَدْ تَوَفَّاهُ - أَوْ قَبَضَهُ - قَالَ: فَجِئْتُ أَنْظُرُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ:مَا لَكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ قَالَ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، قال: فَقَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِي: أَلَا أُبَشِّرُكَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ لَكَ: مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ۔(مسند احمد:1662)

تیسری فضیلت: درود پڑھنے والے کے لئے فرشتوں کا رحمت کی دعاء کرنا:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جو مسلمان بھی مجھ پر درود بھیجے تو جب تک وہ مجھ پر درود پڑھتا ہے خواہ تھوڑا پڑھے یا زیادہ، فرشتے اُس کے لئے رحمت کی دعاء کرتے رہتے ہیں ۔مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَلِّي عَلَيَّ، إِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلَّى عَلَيَّ، فَلْيُقِلَّ الْعَبْدُ مِنْ ذَلِكَ أَوْ لِيُكْثِرْ۔(ابن ماجہ:907)

چوتھی فضیلت: ایک مرتبہ درود پر دس رحمتیں نازل ہونا:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس نے مجھ پر ایک درود بھیجا اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا۔(مسلم:408)

حضرت عبد اللہ بن ابی طلحہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دفعہ تشریف لائے تو آپ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار نمایاں تھے، آپ نے اِرشاد فرمایا: حضرت جبریل نے آکر (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) مجھے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ: اے محمد! کیا آپ اِس بات پر خوش نہیں ہیں کہ آپ کی امّت میں سے جو بھی آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا میں اُس پر دس رحمتیں بھیجوں گا اور آپ کی امّت میں سے جو بھی آپ پر ایک مرتبہ سلامتی بھیجے گا میں اُس پر دس مرتبہ سلامتی بھیجوں گا۔جَاءَنِي جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَمَا يُرْضِيكَ يَا مُحَمَّدُ أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا۔(نسائی:1295)

پانچویں فضیلت: ایک مرتبہ درود پر ستر رحمتیں نازل ہونا:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس نے نبی کریم ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے اُس پر ستر رحمتیں بھیجتے ہیں، پس بندہ کم پڑھے یا زیادہ۔مَنْ صَلَّى عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ، وَمَلَائِكَتُهُ سَبْعِينَ صَلَاةً فَلْيُقِلَّ عَبْدٌ مِنْ ذَلِكَ أَوْ لِيُكْثِرْ۔(مسند احمد:6605)

فائدہ: اِس روایت میں ایک درود کے مقابلے میں ستر رحمتوں کا تذکرہ ہے جبکہ مشہور روایات میں دس رحمتیں ذکر کی گئی ہیں، علماء نے اِس کے مختلف مطلب بیان کیے ہیں:

1. یہ جمعہ کے دن درود پڑھنے کے بارے میں ہے، کیونکہ روایات میں جمعہ کے دن اعمال کا ثواب ستر گنا بڑھ جانے کا ذکر ملتا ہے، پس اِسی لئے درود شریف کا ثواب بھی ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔
2. ابتداءً دس رحمتوں کا بدلہ ذکر کیا گیا تھا جو بعد میں بڑھا کر ستر کر دیا گیا، وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ۔

3. دس رحمتیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہیں اور اس کے علاوہ بقیہ رحمتیں فرشتوں کی جانب سے ہوتی ہیں۔(مرقاۃ:2/750)(حاشیۃ مسند احمد:11/366)

چھٹی فضیلت:ایک مرتبہ درود پڑھنے پر دس نیکیاں:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے:جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں اوراُس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا وَكَتَبَ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ۔(ترمذی:484)

ساتویں فضیلت:ایک مرتبہ درود پڑھنے پر دس گناہ معاف ہونا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں:جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں،اُس کی دس خطائیں مٹادی جاتی ہیں اور اُس کے دس درجے بلند کردیے جاتے ہیں۔مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔(نسائی:1297)

آٹھویں فضیلت:ایک مرتبہ درود پڑھنے پر دس درجے بلند ہونا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیثِ سابق ہی میں ایک مرتبہ درود پڑھنے پر دس درجوں کا بلند ہونا بھی مذکور ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا اِرشاد ہے:جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں،اُس کی دس خطائیں مٹادی جاتی ہیں اور اُس کے دس درجے بلند کردیے جاتے ہیں۔مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔(نسائی:1297)

فائدہ : ایک روایت میں " مُخلِصًا مِنْ قَلْبِهِ "کی قید بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف کے اصل اجر اور ثواب کو حاصل کرنے کے لئے خلوص اور دل سے پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا اِرشاد ہے: میری امّت میں سے جس نے اپنے دلی اِخلاص کے ساتھ مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، اُس کے دس درجے بلند کردیتے ہیں، اُس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتے ہیں اور اُس کے دس گناہ معاف کردیتے ہیں۔مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِنْ أُمَّتِي صَلَاةً مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَرَفَعَهُ بِهَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ، وَكَتَبَ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ، وَمَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ۔(السنن الکبریٰ للنسائی:9809)

نویں فضیلت:ایک مرتبہ درود پڑھنے پر دس غلام آزاد کرنے کا ثواب:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اُس کے بدلے میں دس نیکیاں لکھ دیتے ہیں، دس گناہ مٹادیتے ہیں اور اُس کے دس درجات بلند کردیتے ہیں اور یہ (ایک مرتبہ)درود اُس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوجاتا ہے۔مَنْ صَلَّى عَلَيَّ كَتَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ بِهَا عَشْرَ حسناتٍ، وَمَحَا عَنْهُ بِهَا عَشْرَ سَيِّئَاتٍ، وَرَفَعَهُ بِهَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ، وَكُنَّ بِهِ عَدْلَ عِتْقِ عَشْرِ رِقَابٍ۔(الصلاۃ علی النبی لابن ابی عاصم:52)(الترغیب:2563)

دسویں فضیلت:ایک دفعہ دُرود پڑھنے پر اُحُد پہاڑ کے برابر اَجر و ثواب کا ملنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اُس کے لئے ایک قیراط یعنی اُحُد پہاڑ کے برابر اَجر مقرر فرمادیتے ہیں۔وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً كَتَبَ اللَّهُ لَهُ قِيرَاطًا، وَالْقِيرَاطُ مِثْلُ أُحُدٍ۔(مصنف عبد الرزاق:153)

گیارہویں فضیلت: درود پڑھنے والے کیلئے قیامت میں نبی کریم ﷺ کا سب سے قرب:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں: لوگوں میں سب سے زیادہ میرے نزدیک (یا سب سے زیادہ میری شفاعت کا حق دار) قیامت کے دن وہ ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتا ہوگا۔أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ القِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً۔(ترمذی:484)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد مَروی ہے: بے شک قیامت کے دن ہر موقع پر تم میں سے سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہوگا جو دنیا میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوگا۔إِنَّ أَقْرَبَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ أَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً فِي الدُّنْيَا۔(شعب الایمان:2773)

بارہویں فضیلت: نبی کریم ﷺ تک سلام پہنچانے کے لئے فرشتوں کا مقرر ہونا:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ کی جانب سے کچھ فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور میری امّت کی جانب سے مجھ تک سلام پہنچاتے ہیں۔إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ۔(نسائی:1282)

حضرت اَوس ابن اوس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: بے شک تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اِسی میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اِسی میں اُن کی روح قبض کی گئی، اِسی میں قیامت کا نَفخہ (پہلا صور) اور صَعقہ (دوسرا صور) ہوگا، پس مجھ پر (اس دن میں) کثرت سے درود بھیجا کرو اِس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ تک کیسے پہنچایا جائے گا حالآنکہ آپ مٹی ہوچکے ہوں گے یا یہ فرمایا کہ آپ بوسیدہ ہوچکے ہوں گے، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے (پاکیزہ) جسموں کے کھانے کو حرام قرار

دیدیاہے۔ إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ، وَقَدْ أَرَمْتَ أَيْ يَقُولُونَ قَدْ بَلِيتَ؟ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ»۔(نسائی:1284)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امّتِ محمد یہ کا کوئی بھی فرد جب نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتا ہے تو وہ ضرور حضور ﷺ تک پہنچتا ہے، فرشتہ آپ ﷺ تک یہ پہنچاتا ہے کہ: فلاں شخص نے آپ پر درود بھیجا ہے۔لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَيْهِ صَلَاةً إِلَّا وَهِيَ تَبْلُغُهُ يَقُولُ له الْمَلَكُ: فُلَانٌ يُصَلِّي عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا صَلَاةً۔(شعب الایمان:1482)

اِرشادِ نبوی ہے: تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجا کرو اِس لئے کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔حَيْثُمَا كُنْتُمْ فَصَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي۔(طبرانی کبیر:2729)

حضرت عمّار بن یاسر سے مَروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جسے تمام مخلوق کی بات سننے کی صلاحیت عطاء کی ہے، پس قیامت تک جو بھی مجھ پر درود پڑھے وہ فرشتہ مجھے اُس پڑھنے والے کے نام اور ولدیت کے ساتھ درود پہنچاتا ہے کہ یہ فلاں بن فلاں نے آپ کی خدمت میں درود بھیجا ہے۔إِنَّ اللَّهَ وَكَّلَ بِقَبْرِي مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ، فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ أَحَدٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَبْلَغَنِي بِاسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ، هَذَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ قَدْ صَلَّى عَلَيْكَ۔(مسند البزّار:4/254)

تیرہویں فضیلت: نبی کریم ﷺ کا بذاتِ خود سلام کا جواب دینا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں: کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو(جو تجلّیاتِ الٰہی کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتی ہے)واپس لوٹاتے ہیں یہاں تک کہ

میں اُس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔(ابو داؤد:2041)

فائدہ: حدیث کے اس جملے کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ آپ ﷺ اپنے روضہ اقدس میں نعوذ باللہ زندہ نہیں، جیسا کہ باطل نظریہ کے حامل لوگ اِس سے اِستدلالِ فاسد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک چونکہ ہمہ وقت تجلیاتِ الٰہی کے مشاہدہ میں مستغرق رہتی ہے،اس لئے اس کو حالتِ استغراق ومشاہدہ سے ہٹاکر عالَمِ دنیا کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے، تاکہ آپ ﷺ اپنے امتیوں کے درود وسلام کو سنیں اور اس کا جواب دیں، چناچہ روح مبارک کے اسی متوجہ کرنے کو ان الفاظ میں تعبیر کیا گیا کہ:”اللہ تعالی میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے“۔یعنی امتیوں کے سلام کا جواب دینے کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔(مظاہر حق:1/600)(مرقاۃ:2/743)

نیز ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ” إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي “ جملہ حالیہ ہو، پس اِس صورت میں معنی یہ ہو گا :کوئی شخص جب مجھ پر سلام بھیجتا ہے اِس حالت میں کہ اُس سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے روح لوٹا دی ہے اِس لئے میں خود اُس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ایک احتمال یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ روح سے مجازاً ”نطق“ یعنی گویائی مراد ہے، پس اِس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے گویائی عطاء فرماتے ہیں اور میں بذاتِ خود اُس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔(عون المعبود:6/21،20)

چودھویں فضیلت: گناہوں کی مغفرت اور تمام کاموں کی کفایت:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں، مجھے یہ بتایئے کہ میں آپ پر درود پڑھنے کے لئے (دن ورات میں) کتنا وقت مقرر کروں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جتنا بھی چاہو مقرر کرسکتے ہو، میں نے کہا: چوتھائی وقت مقرر کرلوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جتنا بھی چاہو، اور اِس سے بھی زیادہ مقرر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے، حضرت ابی فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: آدھا وقت مقرر کرلوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جتنا بھی چاہوں، اور اِس سے بھی زیادہ مقرر کرو تو تمہارے لئے اور زیادہ بہتر ہے، میں نے کہا: دو تہائی وقت مقرر کرلوں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جتنا بھی چاہوں، اور اِس سے بھی زیادہ مقرر کرو تو تمہارے لئے اور زیادہ بہتر ہے، میں نے کہا: یارسول اللہ! میں اپنا تمام وقت آپ پر درود پڑھنے کے لئے مقرر کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: (اگر یہی بات ہے تو سن لو کہ) تمہارے تمام کاموں کے لئے کفایت کی جائے گی اور تمہارے گناہوں کی مغفرت کردی جائے گی۔قَالَ أُبَيٌّ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟ فَقَالَ: «مَا شِئْتَ». قَالَ: قُلْتُ: الرُّبُعَ، قَالَ: «مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ»، قُلْتُ: النِّصْفَ، قَالَ: «مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ»، قَالَ: قُلْتُ: فَالثُّلُثَيْنِ، قَالَ: «مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ»، قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ: «إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ»۔(ترمذی: 2457)

حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان فرماتے ہیں: ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ! میں اپنی تمام دعائیں آپ ہی کے لئے کردینا چاہتا ہوں (یعنی ہر وقت آپ پر درود پڑھنا چاہتا ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اِرشاد فرمایا: پھر تو اللہ تعالیٰ تمہارے دنیا و آخرت کے تمام کاموں کے لئے کافی ہو جائیں گے۔أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَجْعَلَ صَلَاتِي كُلَّهَا لَكَ قَالَ: إِذًا يَكْفِيكَ اللهُ أَمْرَ دُنْيَاكَ وَآخِرَتِكَ۔(شعب الایمان:1478)

حضرت ابو کاھل رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھ سے اِرشاد فرمایا: اے ابو کاہل! اچھی طرح جان لو، جو شخص روزانہ دن اور رات کو مجھ پر شوق اور محبّت کے ساتھ تین تین مرتبہ درود پڑھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمّہ لیا ہوا ہے کہ اُس کے اُس دن اور رات کے گناہ معاف کردیں گے۔وَاعْلَمَنَّ يَا أَبَا كاهلٍ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ كُلَّ يومٍ ثَلاثَ مراتٍ وَكُلَّ ليلةٍ ثَلاثَ مراتٍ حُبًّا وَشَوْقًا إِلَيَّ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ ذُنُوبَهُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَذَلِكَ الْيَوْمَ۔(الصلاۃ علی النبیّ لابن ابی عاصم:62)(الترغیب:2580)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد مروی ہے: مجھ پر درود بھیجنا پُلِ صراط پر نور اور روشنی کا باعث ہے، پس جس نے مجھ پر جمعہ کے دن اسّی مرتبہ درود پڑھا اُس کے اسّی سال کے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَظُنُّهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:الصَّلَاةُ عَلَيَّ نُورٌ عَلَى الصِّرَاطِ فَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثَمَانِينَ مَرَّةً غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُ ثَمَانِينَ عَامًا۔(الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاھین:22)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: اللہ کے لئے دو محبت کرنے والے جب ایک دوسرے سے ملیں اور ایک دوسرے سے مُصافحہ کریں اور دونوں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود پڑھیں تو اُن کے جُدا ہونے سے پہلے ہی اُن کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔مَا مِنْ عَبْدَيْنِ مُتَحَابَّيْنِ فِي اللَّهِ

يَسْتَقْبِلُ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ فَيُصَافِحُهُ وَيُصَلِّيَانِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا لَمْ يَفْتَرِقَا حَتَّى تُغْفَرَ ذُنُوبُهُمَا مَا تَقَدَّمَ مِنْهُمَا وَمَا تَأَخَّرَ۔(مسند ابی یعلی الموصلی:2960)

پندرہویں فضیلت: دعاء سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور درود پڑھنا دعاء کی قبولیت کا ذریعہ ہے:

حضرت فضالہ بن عُبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص داخل ہوا اور اُس نے نماز پڑھ کر یہ دعاء مانگی: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ نبی کریم ﷺ نے اُس کی دعاء سنی تو فرمایا: اے نماز پڑھنے والے تو نے (دعاء میں) جلد بازی سے کام لیا، (آئندہ اِس بات کا لحاظ رکھو کہ) جب تم نماز پڑھ کر بیٹھو تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو جیسا کہ اُس کے شایانِ شان ہے اور پھر مجھ پر درود پڑھو اُس کے بعد دعاء کیا کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر ایک اور شخص نے نماز پڑھی اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے نماز پڑھنے والے! دعاء مانگو تمہاری دعاء قبول کی جائے گی۔ بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَقَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَجِلْتَ أَيُّهَا الْمُصَلِّي، إِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللَّهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ». قَالَ: ثُمَّ صَلَّى رَجُلٌ آخَرُ بَعْدَ ذَلِكَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّهَا الْمُصَلِّي ادْعُ تُجَبْ»۔(ترمذی:3776)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نماز پڑھ رہا تھا نبی کریم ﷺ اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ تھے، جب میں نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو میں نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا اُس کے بعد اپنے دعاء مانگی، آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: مانگو مانگو

تمہیں دیا جائے گا ۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ مَعَهُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللَّهِ، ثُمَّ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَلْ تُعْطَهْ، سَلْ تُعْطَهْ»۔(ترمذی:593)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: دعاء بارگاہِ الٰہی میں پہنچنے سے رُکی رہتی ہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل پر درود پڑھا جائے۔الدُّعاءُ مَحْجُوبٌ عَنِ اللهِ حَتَّى يُصَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ۔(شعب الایمان:1475)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بے شک دعاء آسمان اور زمین کے درمیان موقوف یعنی ٹھہری رہتی ہے اُس کا کوئی حصہ بھی آسمان پر نہیں چڑھتا(یعنی قبول نہیں ہوتا) یہاں تک کہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو۔إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ، حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔(ترمذی:486)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: مجھے دعاء کے شروع، درمیان اورآخر میں یاد رکھا کرو(یعنی درود شریف پڑھا کرو)۔فَاذْكُرُونِي فِي أَوَّلِ الدُّعَاءِ، وَفِي وَسَطِهِ، وَفِي آخِرِ الدُّعَاءِ۔(کشف الاستار عن زوائد البزار:3156)

سولہویں فضیلت: سو مرتبہ درود پڑھنے پر نفاق اور جہنم سے براءت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور جس نے مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اُس پر سو رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور جس نے مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان

نفاق اور جہنم سے براءت لکھ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُس کو قیامت کے دن شہداء کے ساتھ سکونت عطاء فرمائیں گے۔مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ عَشْرًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ مِائَةً، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِائَةً كَتَبَ اللَّهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: بَرَاءَةً مِنَ النِّفَاقِ، وَبَرَاءَةً مِنَ النَّارِ، وأَسْكَنَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الشُّهَدَاءِ۔(طبرانی اوسط:7235)

سترہویں فضیلت:درود پڑھنے والے کے لئے خود حضور ﷺ کا دعاء کرنا:

اِرشادِ نبوی ہے: جس نے مجھ پر درود بھیجا اُس کا درود مجھ تک پہنچتا ہے اور مَیں اُس کے لئے رحمت کی دعاء کرتا ہوں اور اُس کے لئے اِس کے علاوہ دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔مَنْ صَلَّى عَلَيَّ بَلَغَتْنِي صَلَاتُهُ، وَصَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَكُتِبَتْ لَهُ سِوَى ذَلِكَ عَشْرُ حَسَنَاتٍ۔(طبرانی اوسط:1642)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد مَروی ہے: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا میں اُس کے لئے دس مرتبہ رحمت کی دعاء کرتا ہوں۔مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً، صَلَّيْتُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا۔(طبرانی اوسط:2671)

اٹھارہویں فضیلت:درود پڑھنا پُلِ صراط پر روشنی کا باعث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد مَروی ہے: مجھ پر درود بھیجنا پُلِ صراط پر نور اور روشنی کا باعث ہے، پس جس نے مجھ پر جمعہ کے دن اَسّی مرتبہ درود پڑھا اُس کے اَسّی سال کے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَظُنُّهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:الصَّلَاةُ عَلَيَّ نُورٌ عَلَى الصِّرَاطِ فَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثَمَانِينَ مَرَّةً غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُ ثَمَانِينَ عَامًا۔(الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاہین:22)

دُرود شریف لکھنے کے فضائل:

حضرت جعفر بن محمدؒ سے موقوفاً مَروی ہے: جس نے نبی کریم ﷺ پر کسی کتاب میں (لکھ کر) دُرود بھیجا فرشتے صبح شام اُس کے لئے رحمت کی دُعاء کرتے رہتے ہیں جب تک نبی کریم ﷺ کا نام اُس کتاب میں لکھا رہتا ہے۔مَنْ صَلَّى عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي كِتَابٍ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَة غدْوَة ورَوَاحاً مَا دَامَ اسْمُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي ذَلِك الْكتاب۔(جلاء الأفہام:116)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے مجھ پر کسی کتاب میں (لکھ کر) دُرود بھیجے تو جب تک میرا نام اُس کتاب میں باقی رہے گا فرشتے مستقل اُس کے لئے اِستغفار کی دُعاء کرتے رہیں گے۔مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي كِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَسْتَغْفِرُ لَهُ مَا دَامَ اسْمِي فِي ذَلِكَ الْكِتَابِ۔(طبرانی کبیر:1835)

جمعہ کے دن درود پڑھنے کے فضائل:

حضرت اَوس ابن اوس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: بے شک تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اِسی میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اِسی میں اُن کی روح قبض کی گئی، اِسی میں قیامت کا نفخہ اور صَعقہ ہو گا، پس مجھ پر (اس دن میں) کثرت سے درود بھیجا کرو اِس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ تک کیسے پہنچایا جائے گا حالآنکہ آپ مٹی ہوچکے ہوں گے یا یہ فرمایا کہ آپ بوسیدہ ہوچکے ہوں گے، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے (پاکیزہ) جسموں کے کھانے کو حرام قرار دیدیا ہے۔ إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ،

فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ، وَقَدْ أَرَمْتَ أَيْ يَقُولُونَ قَدْ بَلِيتَ؟ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ»۔(نسائی:1284)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو اِس لئے کہ یہ "یومِ مشہود" ہے یعنی اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو جب تک وہ اس درود سے فارغ نہ ہو جائے وہ درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ موت کے بعد بھی پہنچایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ہاں! موت کے بعد بھی، اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے جسموں کو حرام کردیا ہے، پس اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں اُس کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم :أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ؛ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ، تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ، إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ، حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا، قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ:وَبَعْدَ الْمَوْتِ، إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔(ابن ماجہ:1637)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جمعہ کے دن اور شبِ جمعہ میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، پس جس نے یہ عمل اختیار کیا تو کل قیامت کے دن مَیں اُس کے لئے گواہ اور سفارشی بنوں گا۔أَكْثِرُوا عَلَيَّ الصَّلَاةَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ، وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا، أَوَ شَافِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(شعب الایمان:2771)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ روشن رات اور روشن دن یعنی شبِ جمعہ اور جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَى نَبِيِّكُمْ فِي اللَّيْلَةِ الْغَرَّاءِ، وَالْيَوْمِ الْأَزْهَرِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ۔(شعب الایمان:2772)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد مَروی ہے: بے شک قیامت کے دن ہر موقع پر تم میں سے سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہوگا جو دنیا میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوگا۔ جس نے جمعہ کے دن اور جمعہ کی شب میں مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اُس کی سو حاجتیں پوری فرمائیں گے جن میں سے ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس حاجتیں دنیا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ اُس درود پر ایک فرشتہ مقرر کردیتے ہیں جو اُس کو میرے پاس قبر شریف میں لے کر آتا ہے اسی طرح جیسا کہ تمہارے پاس ہدایا و تحائف پیش کیے جاتے ہیں، وہ فرشتہ مجھے اُس درود پڑھنے والے کے نام و نسب اور خاندا کے بارے میں پوری تفصیل بتاتا ہے، پس میں اُسے اپنے پاس روشن اور چمکتے ہوئے صحیفہ میں محفوظ کرلیتا ہوں۔إِنَّ أَقْرَبَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ أَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً فِي الدُّنْيَا مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ، قَضَى اللهُ لَهُ مِائَةَ حَاجَةٍ، سَبْعِينَ مِنْ حَوَائِجِ الْآخِرَةِ، وَثَلَاثِينَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا، ثُمَّ يُوَكِّلُ اللهُ بِذَلِكَ مَلَكًا يُدْخِلُهُ فِي قَبْرِي كَمَا يُدْخِلُ عَلَيْكُمُ الْهَدَايَا، يُخْبِرُنِي مَنْ صَلَّى عَلَيَّ بِاسْمِهِ وَنَسَبِهِ إِلَى عَشِيرَتِهِ فَأُثْبِتُهُ عِنْدِي فِي صَحِيفَةٍ بَيْضَاءَ۔(شعب الایمان:2773)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن سو مرتبہ درود پڑھا وہ کل قیامت کے دن اِس حال میں آئے گا کہ اُس کے چہرے پر ایک نور ہوگا جس کو دیکھ کر لوگ (رشک اور حیرت کرتے ہوئے) کہیں گے یہ شخص کون سا عمل کرتا تھا۔مَنْ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ مِائَةَ مَرَّةٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَى وَجْهِهِ مِنَ النُّورِ نُورٌ، يَقُولُ النَّاسُ: أَيُّ شَيْءٍ كَانَ يَعْمَلُ هَذَا۔(شعب الایمان:2774)

حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے مجھ پر جمعہ کے دن سو مرتبہ درود پڑھا وہ قیامت کے دن اِس حال میں آئے گا کہ اُس کے ساتھ ایک بہت بڑا نور ہو گا جس کو اگر ساری مخلوق کے درمیان تقسیم کردیا جائے تو سب کے لئے کافی ہوجائے۔مَنْ صَلَّى عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِائَةَ مَرَّةٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَعَهُ نُورٌ لَوْ قُسِّمَ ذَلِكَ النُّورَ بَيْنَ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ لَوَسِعَهُمْ۔(حلیۃ الاولیاء:8/46)

حضرت جعفر بن محمد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: جب جمعرات کا دن ہوتا ہے تو عصر کے وقت اللہ تعالیٰ کچھ فرشتوں کو آسمان سے زمین پر اُتارتے ہیں جن کے پاس سونے کے تختے اور ہاتھوں میں سونے کے قلم ہوتے ہیں، وہ اُس رات اور دن میں غروبِ شمس تک نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر (درود پڑھنے والوں کے) درود لکھتے رہتے ہیں۔إِذَا كَانَ يَوْمُ الْخَمِيسِ عِنْدَ الْعَصْرِ أَهْبَطَ اللهُ مَلَائِكَةً مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، مَعَهَا صَفَائِحُ مِنْ ذهَبٍ بِأَيْدِيهِمَا أَقْلَامٌ مِنْ ذَهَبٍ تَكْتُبُونَ الصَّلَاةَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ، وتِلْكَ اللَّيْلَةِ إِلَى الْغَدِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ۔(شعب الایمان:2775)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد مَروی ہے: مجھ پر درود بھیجنا پُلِ صراط پر نور اور روشنی کا باعث ہے، پس جس نے مجھ پر جمعہ کے دن اسّی مرتبہ درود پڑھا اُس کے اسّی سال کے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَظُنُّهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:الصَّلَاةُ عَلَيَّ نُورٌ عَلَى الصِّرَاطِ فَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثَمَانِينَ مَرَّةً غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُ ثَمَانِينَ عَامًا۔(الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاہین:22)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس نے جمعہ کے دن مجھ پر سو مرتبہ دُرود بھیجا اُس کے اسّی (80) سال کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔مَنْ صَلَّى عَلَيّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِائَةَ صَلَاةٍ غُفِرَتْ لَهُ خَطِيْئَة ثَمَانِيْنَ سَنَة۔(شرف المصطفیٰ للخرکوشی:5/102)

درود شریف نہ پڑھنے والوں کیلئے وعیدیں:

درود شریف پڑھنا جس طرح ایک عظیم اور دنیاوآخرت کے اعتبار سے فائدہ مند ہے اِسی طرح اس کے نہ پڑھنے کی صورت میں وعیدیں بھی ذکر کی گئی ہیں، ذیل میں اس کا کچھ حصہ ملاحظہ فرمائیں:

ذکرِ نبی ﷺ پر درود نہ پڑھنے والے کیلئے بد دعاء:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں: اُس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس کے سامنے میرا تذکرہ کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے، اور اُس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس پر رمضان آئے اور اُس کی مغفرت ہونے سے پہلے گزر جائے اور اُس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جو اپنے والدین کو بُڑھاپے کی حالت میں پائے اور وہ اُن کی خدمت کر کے جنّت میں داخل نہ ہو۔رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ الكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الجَنَّةَ۔(ترمذی:3545)

نبی کریم ﷺ نے ایک دن اِرشاد فرمایا: جبریلِ امین میرے پاس آئے تھے اور اُنہوں نے یہ کہا ہے: وہ شخص بد بخت یا ہلاک ہو جائے جس کے سامنے آپ کا تذکرہ کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔شَقِيَ امرؤٌ أَوْ تَعِسَ امرؤٌ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ۔(الصلاۃ علی النبی لابن ابی عاصم:67)

درود نہ پڑھنے والا سب سے بڑا بخیل ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔البَخِيلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ۔(ترمذی:3546)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا: کیا میں تمہیں لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا: ضرور یا رسول اللہ!، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: وہ شخص جس کے سامنے میرا تذکرہ کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے تو وہ لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل ہے۔خَرَجْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ:أَلا أُخْبِرُكُمْ بِأَبْخَلِ النَّاسِ؟،قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ، فَذَلِكَ أَبْخَلُ النَّاسِ۔(الصلاۃ علی النبی ﷺ لابن ابی عاصم:29)

درود سے خالی مجلس بروزِ قیامت حسرت وندامت کا باعث ہوگی:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھے اور اُس میں نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھے تو وہ مجلس (قیامت کے دن) اُن کے لئے حسرت و ندامت کا باعث ہوگی اگرچہ وہ جنت میں داخل بھی ہوجائیں۔مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يُصَلِّ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا كَانَتْ عَلَيْهِمْ حَسْرَةٌ وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ۔(السنن الکبریٰ للنسائی:10171)

درود سے خالی مجلس مُردار سے بھی زیادہ بدبودار ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد مَروی ہے: کوئی قوم جب کسی مجلس میں بیٹھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے بغیر منتشر ہو جائے تو وہ مُردار کی بدبُو سے بھی زیادہ بدبودار چیز کے پاس سے اُٹھ کر منتشر ہوتے ہیں۔مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا ثُمَّ تَفَرَّقُوا عَنْ غَيْرِ صَلَاةٍ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَّا تَفَرَّقُوا عَلَى أَنْتَنِ مِنْ رِيحِ الْجِيفَةِ۔(السنن الکبریٰ للنسائی:10172)

دُرود سے خالی مجلس نقصان و خسران کا باعث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جو قوم بھی کسی مجلس میں دیر تک بیٹھے رہے پھر وہاں سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے بغیر منتشر ہو جائے تو وہ مجلس اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُن پر نقصان و خسران کا باعث ہو گی، اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو اُنہیں عذاب دیں گے اور اگر چاہیں تو معاف کردیں گے۔أَيُّمَا قَوْمٍ جَلَسُوا فَأَطَالُوا الْجُلُوسَ، ثُمَّ تَفَرَّقُوا قَبْلَ أَنْ يَذْكُرُوا اللَّهَ، وَيُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا كَانَتْ عَلَيْهِمْ مِنَ اللَّهِ تِرَةٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ عَذَّبَهُمْ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ۔(مستدرکِ حاکم:1826)

دُرود سے محروم شخص جنّت کے ایک عظیم راستے سے محروم ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: جس نے مجھ پر درود پڑھنے کو بھلادیا اُس سے جنت کا ایک راستہ خطا ہو گیا۔مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ، خَطِئَ طَرِيقَ الْجَنَّةِ۔(ابن ماجہ:908)

درود شریف اور شفاعت کا واجب ہونا:

حضرت رُوَیفع بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور یہ کہا: ”اللَّهُمَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ “۔”اے اللہ! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن اپنے پاس ایسے مقام پر پہنچائیے جو آپ کے نزدیک مقرّب ہو“ اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوجاتی ہے۔مَنْ صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَقَالَ:اللَّهُمَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي۔(مسند البزّار:6/299)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے مجھ پر دن میں ہزار مرتبہ درود پڑھا اُسے اُس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک وہ جنّت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے۔مَنْ صَلَّى عَلَيّ فِيْ يَوْمٍ ألفَ مَرّةٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ۔(الترغیب:2579)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: جس نے مجھ پر درود پڑھا میں قیامت کے دن اُس کی شفاعت کروں گا۔مَنْ صَلَّى عَلَيَّ كُنْتُ شَفِيعَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاہین:12)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: جب تم اذان سنا کرو تو جو الفاظ مؤذن کہے وہی کہا کرو اُس کے بعد مجھ پر درود بھیجا کرو اس لئے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جلّ شانہٗ اُس پر دس دفعہ رحمتیں بھیجتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ کی دعاء کیا کرو۔ وسیلہ جنّت کا ایک درجہ ہے جو صرف ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے اُمید ہے کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں پس جو شخص میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعاء کرے گا اُس پر میری شفاعت اُتر پڑے (واجب ہوجائے) گی۔إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ، فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللهَ لِيَ

الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ، لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ۔(مسلم:384)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اذان سن کر یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:«**اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، وَاجْعَلْنَا فِي شَفَاعَتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ**»اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص اذان سن کر یہ دعاء پڑھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے میری شفاعت عطاء فرمائیں گے۔(طبرانی اوسط:3662)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے مجھ پر صبح اور شام دس دس مرتبہ درود پڑھا اُسے قیامت کے دن میری شفاعت حاصل ہوجائے گی۔مَنْ صَلَّى عَلَيَّ حِينَ يُصْبِحُ عَشْرًا وَحِينَ يُمْسِي عَشْرًا أَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(الصلاۃ علی النبی لابن اَبی عاصم:61)

✱ «» «» «» ✱ «» «» «» ✱

بَابُ الدُّعَاءِ فِي التَّشَهُّدِ

سلام سے قبل کس طرح کی دعاء مانگی جاسکتی ہے:

تشہد کے بعد کوئی بھی دعاء پڑھنی چاہیے، البتہ وہ کس طرح کی دعائیں ہوں، اس میں ائمہ کا اختلاف ہے:

- **شوافع ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم:** ماثور اور غیر ماثور تمام دعائیں مانگی جاسکتی ہیں، لیکن ماثور افضل ہے۔
- **امام ابو حنیفہ واحمد رحمۃ اللہ علیہما:** صرف ماثورہ دعائیں مانگنی چاہیئے۔(اوجز المسالک:2/243)

نوٹ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضل تو یہی ہے کہ ماثورہ دعائیں پڑھی جائیں تاہم اگر غیر ماثورہ دعائیں پڑھی جائیں تو اِس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ کلام النّاس یعنی لوگوں کے کلام کے مشابہ نہ ہو، اور اِس کی پہچان یہ ہے کہ اُس سوال کو بندوں سے اگر کیا جاسکتا ہے تو وہ کلام النّاس کے مشابہ کہلائے گا ، ورنہ نہیں۔(ہدایۃ، باب صفۃ الصلوۃ)

سلام سے قبل مانگی جانے والی ماثور دعائیں:

سلام سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی دعائیں ثابت ہیں، اُن میں سے چند یہ ہیں:

(1)—«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ المَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ المَحْيَا، وَفِتْنَةِ المَمَاتِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ المَأْثَمِ وَالمَغْرَمِ»۔(بخاری:832)

(2)—«اَللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، وَلاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الغَفُورُ الرَّحِيمُ »۔(بخاری:834)

(3)—«اَللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ »۔(مسلم:588)

(4)—«اَللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ، وَالْعَزِيمَةَ عَلَى الرُّشْدِ، وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ، وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيمًا، وَلِسَانًا صَادِقًا، وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ، وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ »۔(نسائی:1304)

(5)—«اَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَسْرَفْتُ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ»۔(مسلم:771)

نماز سے نکلنے کیلئے سلام کے الفاظ کا حکم :

نماز سے نکلنے کیلئے سلام کے الفاظ کا استعمال فرض ہے یا واجب، اِس میں اختلاف ہے:

- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: السلام علیکم کے الفاظ فرض ہیں، ان کے بغیر نماز سے خروج نہ ہوگا۔
- احناف رحمۃ اللہ علیہم: واجب ہیں، فرض نہیں۔(عُمدۃ القاری:6/121)(فتح الباری:12/329)

پہلے اور دوسرے سلام کا حکم:

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: دونوں سلام فرض ہیں۔
- وشافعی رحمۃ اللہ علیہ: پہلا سلام واجب اور دوسرا سنّت ہے۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: ایک سلام فرض، اور مقتدی کیلئے تثلیث یعنی تین سلام سنت۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: دونوں واجب ہیں۔(مرعاۃ:3/299)(الدر المختار:1/468)

احناف کا مسلک علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے راجح قول کے مطابق دونوں سلاموں کے واجب ہونے کا ذکر کیا ہے لیکن چونکہ دوسرے سلام کے ترک سے نماز کے اعادے کا حکم نہیں، خواہ جان بوجھ کر کیا جائے یا بھولے سے، اِس سے دوسرے سلام کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے، اِسی لئے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے "اوجز المسالک" میں اپنی رائے دوسرے سلام کے بارے میں سنت ہونے کی ذکر کی ہے۔(اوجز:2/249)

سلام کے کس قدر الفاظ سے خروج ہوتا ہے :

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ سلام کا کامل درجہ یہ ہے کہ مکمل "السلام علیکم" کے الفاظ اداء کیے جائیں البتہ اِس میں اختلاف ہے کہ کم از کم کتنی مقدار میں سلام کے الفاظ سے نماز سے خروج ہوجاتا ہے۔

- امام شافعی و مالک رحمۃ اللہ علیہما: ایک مرتبہ "السلام علیکم" کہنے سے۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: دومرتبہ "السلام علیکم" کہنے سے۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: ایک مرتبہ "السلام" کہنے سے نماز سے خروج ہوجاتا ہے، اگرچہ دوسرا سلام بھی راجح قول کے مطابق واجب ہی ہے۔پس پہلے سلام میں "السلام" کہنے سے امام کی نماز پوری ہوجائے گی، اب اگر کوئی آکر امام کے ساتھ شامل ہو تو اُس کو شامل نہیں سمجھا جائے گا۔(الدر المختار:1/468)(مرعاۃ:3/299)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:11/314)

سلام دونوں جانب ہے یا ایک طرف:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: امام اور منفرد صرف ایک جانب سلام پھیریں گے، جس کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ سامنے کی طرف سلام پھیر کر سر کو قدرے دائیں جانب مائل کردیں گے۔جبکہ مقتدی تین سلام

پھیرے گا: پہلا سلام دائیں طرف، دوسرا سامنے کی جانب امام کے سلام کا جواب دیتے ہوئے، اور تیسرا بائیں جانب کے نمازیوں کو، اگر کوئی بائیں جانب ہو، ورنہ بائیں جانب نہیں پھیرے گا۔

- ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ: دونوں طرف سلام پھیرا جائے گا۔(البنایۃ:2/283)(مرعاۃ:3/299)

خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک امام اور منفرد کیلئے ایک جبکہ مقتدی کیلئے تین سلام ہیں، بقیہ حضرات ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ دائیں بائیں دو سلام کے قائل ہیں۔

سلام میں "وبرکاتہ" کے کلمہ کا اِضافہ کرنا:

سلام کے کلمہ میں "وبرکاتہ" کے الفاظ کی زیادتی کرنا جائز ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

امام مالک رحمہ اللہ: سلام میں "وبرکاتہ" کا اضافہ کرنا بہتر ہے۔

ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ: سلام میں "وبرکاتہ" کا اِضافہ کرنا درست نہیں۔(الفقہ الاِسلامی:2911)

سلام میں تیامن کیا جائے گا یا اِستقبالِ قبلہ:

تیامن کا مطلب دائیں جانب سے سلام کا آغاز کرنا ہے اور اِستقبالِ قبلہ کی شکل میں قبلہ کی طرف سے سلام کو شروع کیا جاتا ہے۔ اِس میں اختلاف ہے کہ سلام پھیرتے ہوئے تیامن کیا جائے گا یا اِستقبالِ قبلہ:

- **احناف رحمہم اللہ:** تیامن کیا جائے گا، یعنی دائیں طرف سے شروع کرکے بائیں طرف ختم کریں گے۔
- **شوافع وحنابلہ رحمہم اللہ:** استقبالِ قبلہ کیا جائے گا، یعنی قبلہ رُخ ہونے کی حالت میں "السلام علیکم" کہا جائے گا، پھر "ورحمۃ اللہ" دائیں طرف رُخ کرکے کہا جائے گا۔
- **مالکیہ رحمہم اللہ:** مقتدی تیامن کرے گا اور امام ومنفرد استقبالِ قبلہ کریں گے۔(الفقہ الاسلامی:2/911)

سلام کو جہراً کہا جائے گا یا سرّاً:

امام کیلئے دونوں ہی سلاموں کو جہراً کہنا مسنون ہے، البتہ دوسرے سلام کو "أَخْفَض مِنْ الْأَوَّل" یعنی پہلے سلام سے پست آواز میں کہنا بہتر ہے۔ بعض احناف نے دوسرے سلام کو سراً کہنے کو بہتر ذکر کیا ہے، لیکن راجح یہ ہے کہ دوسرا سلام بھی جہرا ہو گا، البتہ پہلے کے مقابلے میں آواز کچھ پست ہو گی۔(شامیہ:1/526)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سلامِ تحلیل (نماز سے نکلنے کے سلام) کو صرف جہراً کہنا مسنون ہے اور سلامِ ردّ جو مقتدی امام اور نمازیوں کو جواب دینے کی نیت سے کہتا ہے وہ سراً کہنا بہتر ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلا سلام جہراً اور دوسرا سرّاً کہا جائے گا۔(الفقہ الاسلامی:2/912)

سننِ بعدیہ کے لئے جگہ کی تبدیلی:

- **امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:** امام کے لئے اُسی جگہ مکروہ ہے، اور مقتدی کے لئے دونوں جائز ہے لیکن جگہ کو تبدیل کرنا احسن ہے۔
- **امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:** گھر میں افضل اور مسجد میں جائز ہے البتہ مسجد میں پڑھنے کی صورت میں جگہ کی تبدیلی مسنون ہے۔ اور اگر ہجوم کی وجہ سے تبدیلی ممکن نہ ہو تو اُسی جگہ پڑھنا بھی درست ہے لیکن منافیِ صلوۃ کا ئی جملہ کہہ لینا چاہیئے، مثلاً: انھیت الصلوۃ۔ یعنی میں نے نماز ختم کر دی۔
- **امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:** سننِ بعدیہ مسجد میں ہی پڑھنا افضل ہے، خواہ جگہ تبدیل ہو یا نہیں۔ لیکن یہ مؤکدہ کا حکم ہے، اور اگر غیر مؤکدہ ہوں تو اُن کو گھر میں پڑھنا افضل ہے، جیسے: اشراق، چاشت وغیرہ۔

- **امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:** گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ البتہ وہ نماز جس میں جماعت مشروع ہے، جیسے: تراویح، تو اُس کو مسجد میں پڑھنا ہی افضل ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ: 1/284،285)

«»«»«»«»«»«»*

بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

آپ ﷺ کے نماز کے اختتام پر تکبیر کہنے کا مطلب:

آپ ﷺ کے نماز کے اختتام پر تکبیر کہنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کی مختلف وجوہات ذکر کی گئی ہیں:

1. اِس سے نماز کے بعد کا ذکر مراد ہے، اور آپ ﷺ کا جہر تعلیمِ امّت کیلئے تھا، یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور جمہور نماز کے بعد ذکر بالجہر کے قائل نہیں، البتہ ابن حزم ظاہری اِسی حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے نماز کے بعد ذکر بالجہر کو مستحب قرار دیتے ہیں۔
2. اِس سے نماز کی وہ تکبیرات ہیں جو عند کل خفض ورفع اداء کی جاتی ہیں اور اِنقضاءِ صلوۃ سے مراد اِنقضاءِ ہیئت ہے، اور مطلب یہ ہے کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے کو تکبیر کے ذریعہ پہچان لیتا تھا۔
3. نماز کے بعد کی تسبیح، تحمید اور تکبیر مراد ہے، جو تینتیس مرتبہ پڑھی جاتی ہیں۔
4. نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں نماز کے بعد ایک یا تین مرتبہ تکبیر کہی جاتی تھی، یہاں حدیث میں وہی تکبیر مراد ہے۔

5. یہ ایامِ تشریق کے بارے میں کہا گیا ہے۔(نفحات التنقیح:2/474،475)

نماز کے بعد کے اذکار و اوراد سنن سے پہلے ہیں یا بعد میں :

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: سنن کے بعد۔ البتہ اللھم انت السلام و منك السلام پڑھنا چاہیے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: سنن سے قبل۔(کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ:1/300)

﴿نماز کے بعد کے اذکار کا تفصیلی جائزہ﴾

احادیثِ طیبہ میں نماز کے بعد کے مختلف اذکار اور دعائیں منقول ہیں اُن کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: (1)عمومی اذکار۔ (2)خصوصی اذکار۔

نماز کے بعد کے عمومی اذکار:

جو ہر نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں، اُن میں کسی خاص نماز کی تعیین نہیں کی گئی، چند ایک یہ ہیں:

پہلی دعاء:"أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ" :

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ اِستغفار کرتے اور یہ دعاء پڑھتے :«اللھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ»۔ حدیث کے راوی حضرت ولید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم استغفار کس طرح فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا:"أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ"۔(مسلم:591)

دوسری دعاء:" اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ ":

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نمز کا سلام پھیلیتے ے و یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:«اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ»۔(ابوداؤد:1512)

تیسری دعاء:" اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ ":

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو یہ دعاء پڑھا کرتے تھے: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ»۔(ابوداؤد:1509)

چوتھی دعاء:" رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ ":

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:

«اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، أَنَا شَهِيدٌ أَنَّكَ أَنْتَ الرَّبُّ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ أَنَا شَهِيدٌ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، أَنَا شَهِيدٌ أَنَّ الْعِبَادَ كُلَّهُمْ إِخْوَةٌ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، اجْعَلْنِي مُخْلِصًا لَكَ وَأَهْلِي فِي كُلِّ سَاعَةٍ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اسْمَعْ وَاسْتَجِبْ، اللَّهُ أَكْبَرُ الْأَكْبَرُ، اللَّهُمَّ نُورَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ»۔(ابوداؤد:1508)

پانچویں دعاء:" لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ ":

حضرت مُغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:

«لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ المُلْكُ، وَلَهُ الحَمْدُ،وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ،وَلاَ يَنْفَعُ ذَا الجَدِّ مِنْكَ الجَدُّ»۔(بخاری:844)

چھٹی دعاء:" لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ ":

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد اِن کلمات کے ذریعہ تہلیل فرماتے تھے:«لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ»۔(مسلم:594)

ساتویں دعاء:" إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الجُبْنِ ":

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کو یہ کلمات اِس طرح سکھاتے تھے جیسے کوئی استاذ بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے، اور فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِن کلمات کے ذریعہ نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے:

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الجُبْنِ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ العُمُرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ»۔(بخاری:2822)

آٹھویں دعاء:"تسبیحاتِ فاطمی" پڑھنا:

نماز کے بعد کیے جانے والے اعمال میں سے ایک اہم اور نہایت فضیلت والا عمل "تسبیحاتِ فاطمی" ہے، اِس کی تفصیل میں تین باتیں قابلِ وضاحت ہیں:

(1)فضائل۔ (2)طریقہ۔ (3)چند قابلِ اِصلاح کوتاہیاں۔

فضائل :

ایک دفعہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس فقراء صحابہ کرام آئے اور آپ سے عرض کیا کہ مالدار لوگ تو بڑے بڑے درجات اور ہمیشہ رہنے والی جنت کو حاصل کرنے کرنے میں آگے بڑھ گئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا کہ کیسے؟ اُنہوں نے کہا کہ وہ بھی ہماری طرح نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں، لیکن وہ صدقہ کرتے اور غلام آزاد کرتے ہیں، جبکہ ہم اِس پر قادر نہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلادوں جس پر عمل کرکے تم سبقت کرنے (آگے بڑھنے) والوں کو پالو اور بعد میں آنے والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے افضل نہ رہے، سوائے اُس کے جو تمہاری طرح کا عمل کرے۔ صحابہ کرام نے فرمایا کہ ضرور بتادیجئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہر نماز کے بعد "سُبْحَانَ اللہ"، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ"، "اَللّٰہُ اَکْبَر" 33، 33 مرتبہ پڑھ لیا کرو۔(مسلم:595)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: جو شخص ہر نماز کے بعد "سُبْحَانَ اللہ" 33 دفعہ، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" 33 دفعہ، "اَللّٰہُ اَکْبَر" 33 مرتبہ اور سو کی تعداد کو مکمل کرتے ہوئے ایک دفعہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھے تو اُس کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔(مسلم:597)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: چند پیچھے آنے والے (یعنی نماز کے بعد پڑھے جانے والے) کلمات ایسے ہیں جن جن کو پڑھنے والا کبھی نامراد اور نقصان کا شکار نہیں ہوتا، وہ یہ ہیں: ہر نماز کے بعد "سُبْحَانَ اللہ" 33 دفعہ، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" 33 دفعہ اور "اَللّٰہُ اَکْبَر" 34 مرتبہ۔(مسلم:596)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی مشقت ذکر کر کے خادم کو طلب کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں خادم سے بھی بہتر چیز نہ بتلادوں؟ ہر نماز کے بعد "سُبْحَانَ اللہ"، "اَلْحَمْدُلِلّٰہ"، "اَللّٰہُ اَکْبَر" 33، 33 مرتبہ پڑھ لیا کرو اور ایک دفعہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھ لیا کرو، یہ خادم سے بہتر ہے۔(ابوداؤد:2987)

ایک روایت میں ہے: دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو جو مسلمان بھی اختیار کرے گا وہ جنّت میں داخل ہو گا: ایک یہ کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ " سُبْحَانَ اللہ"، دس مرتبہ "اَلْحَمْدُلِلّٰہ" اوردس مرتبہ "اَللّٰہُ اَکْبَر" پڑھے، اور دوسری خصلت یہ ہے کہ سوتے ہوئے 33 مرتبہ "سُبْحَانَ اللہ" 33 مرتبہ "اَلْحَمْدُلِلّٰہ" اور 34مرتبہ "اَللّٰہُ اَکْبَر" پڑھے۔(ترمذی:410)

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ: دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا اور وہ دونوں بہت آسان اور سہل ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے بہت تھوڑے ہیں: ایک یہ کہ ہر نماز کے بعد "سُبْحَانَ اللہ"، "اَلْحَمْدُلِلّٰہ" اور "اَللّٰہُ اَکْبَر" 10،10 مرتبہ پڑھے، یہ پڑھنے میں تو 150 ہوئے لیکن نامہ اعمال کے ترازو میں 1500 ہوں گے۔ دوسرا یہ کہ سوتے ہوئے " سُبْحَانَ اللہ"، "اَلْحَمْدُلِلّٰہ" 33، 33 مرتبہ اور "اَللّٰہُ اَکْبَر" 34 دفعہ پڑھے، یہ پڑھنے میں 100 مرتبہ ہوئے اور ثواب کے اعتبار سے 1000 ہوئے۔ کسی نے دریافت کیا کہ اِن پر عمل کرنے والے تھوڑے کیوں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کے وقت شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں ضرورت ہے، فلاں

کام ہے (جس کے نتیجے میں وہ نماز کے بعد پڑھنا بھول جاتا ہے) اور جب سونے کا وقت ہوتا ہے تو وہ اِدھر اُدھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے جس کی وجہ سے اُس وقت بھی پڑھنا رہ جاتا ہے۔(ترمذی:3410)

تسبیحاتِ فاطمی کے طریقے :

احادیث طیبہ میں تسبیحاتِ فاطمی کے بارے میں مختلف طریقے وارد ہوئے ہیں:

1. "سُبْحَانَ اللہ"، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" اور "اَللّٰہُ اَکْبَر" تینوں 33، 33 مرتبہ۔(مسلم:595)
2. "سُبْحَانَ اللہ"، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" 33، 33 مرتبہ اور "اَللّٰہُ اَکْبَر" 34 مرتبہ۔(مسلم:596)
3. "سُبْحَانَ اللہ"، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" اور "اَللّٰہُ اَکْبَر" تینوں 33، 33 مرتبہ اور ایک دفعہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۔(مسلم:597)
4. "سُبْحَانَ اللہ"، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ"، "اَللّٰہُ اَکْبَر" اور تہلیل یعنی "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ" چاروں کلمات 25، 25 مرتبہ۔(مسند احمد:21600)
5. "سُبْحَانَ اللہ"، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" اور "اَللّٰہُ اَکْبَر" تینوں 10، 10 مرتبہ۔(ترمذی:410)(ترمذی:3410)

نوٹ: مذکورہ بالا طریقوں میں سے اپنی سہولت اور فرصت کے مطابق کوئی بھی طریقہ اپنایا جاسکتا ہے، البتہ جو عدد احادیث میں مذکور ہیں اُن کی رعایت ضرور کرنا چاہیئے، اس لئے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہے اُس میں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔(فضائل ذکر:145)

چند قابلِ اصلاح امور :

1. عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ اِن تسبیحات کو نمازوں کے بعد پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف فجر اور عصر کی نماز پڑھا جائے، اور یہ غلط فہمی اِس لئے واقع ہوتی ہے کہ مساجد میں صرف فجر اور عصر کی نماز کے بعد اجتماعی طور پر تسبیحاتِ فاطمی پڑھی جاتی ہیں، حالآنکہ صرف دو نمازوں میں اجتماعی طور پر اِس لئے پڑھی جاتی ہیں کیونکہ ان کے بعد سنت نہیں ہے، ورنہ یہ مطلب نہیں کہ اور نمازوں کے بعد نہ پڑھا جائے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ دوسری نمازوں میں سنتوں سے فارغ ہونے کے بعد ازخود تسبیحاتِ فاطمی کا اہتمام کیا جائے، احادیث طیبہ میں مطلقاً نمازوں کے بعد پڑھنا مذکور ہے جس میں تمام نمازیں داخل ہیں۔

2. عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ تسبیحات اِس قدر سرعت اور تیز رفتاری کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں کہ اِن کی اصل شکل ہی بگڑ کر رہ جاتی ہے، مثلاً: تیز پڑھنے کی وجہ سے "سُبَانَ اللہ، اَلْمَدُلِلّٰہ، اَلّاوَ کْبَر" جیسے الفاظ بن جاتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کا اصل معنی ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔

3. تیز پڑھنے ہی کی وجہ سے ایک کوتاہی یہ بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ اِن تسبیحات کو بے توجہی کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، جو یقیناً نہ پڑھنے سے تو بہر حال بہتر ہی ہے لیکن پھر بھی توجہ اور دھیان کے ساتھ پڑھنے کی بات کچھ اور ہی ہوتی ہے۔

4. بعض اوقات عددِ مخصوص کی رعایت نہیں کی جاتی اور سستی اور غفلت کی وجہ سے یا امام کے دعاء شروع کر دینے کی وجہ سے تسبیحات کے سلسلے کو ختم کر دیا جاتا ہے، حالآنکہ اِن تسبیحات میں عدد مخصوص کا ذکر اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ اِس مخصوص عدد میں کوئی خاص تاثیر ہے، اسی لئے تو نبی کریم ﷺ نے اُن اعداد میں اِن تسبیحات کی تلقین فرمائی ہے۔(از مرتب)

نویں دعاء:" مُعَوِّذَات" پڑھنا:

معوّذات میں اصل سورتیں تو "سورۃ الفلق" اور "سورۃ النّاس"ہی ہیں ، لیکن اِس میں تغلیباً "سورۃ الکافرون" اور "سورۃ الاِخلاص" بھی داخل ہیں ، چنانچہ نمازوں کے بعد معوّذات کے پڑھنے میں چاروں قُل شامل ہیں۔(مرقاۃ2/769)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ہر نماز کے بعد معوّذات(چاروں قُل)پڑھنے کا حکم دیا۔عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: «أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ»۔(ابوداؤد:1523)

دسویں دعاء:" آية الكرسي" پڑھنا:

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے منبر پر یہ بات سنی ہے کہ جو ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے اُس کو جنّت میں داخلے سے سوائے موت کے کوئی چیز نے نہیں روکا، اور جس نے اپنے بستر پر جاتے ہوئے یہ آیت پڑھی اللہ تعالیٰ اُس کو، اُس کے پڑوسی کو اور اُس کے ارد گرد کئی گھروں کے رہنے والوں کو امن اور بے خوفی عطاء فرمادیتے۔مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِهِ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمَوْتُ، وَمَنْ قَرَأَهَا حِينَ يَأْخُذُ مَضْجَعَهُ أَمَّنَهُ اللهُ عَلَى دَارِهِ وَدَارِ جَارِهِ وَالدُّوَيْرَاتِ حَوْلَهُ۔(شعب الایمان:2174)

گیارہویں دعاء:" سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ" :

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نماز کے آخر میں یا نماز سے فارغ ہو کر یہ پڑھ رہے تھے:« سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ »۔(الدعوات الکبیر للبیہقی:128)

بارہویں دعاء:" أَذْهِبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحَزَنَ" :

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد اِس دعاء کو پڑھا کرتے تھے:
«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ، وَالْفَقْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ»۔(مستدرکِ حاکم:927)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پوری کر کے سلام پھیرتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو پیشانی پر پھیرتے اور یہ دعاء پڑھتے : « بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ، اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحَزَنَ »۔(االدعاء للطبرانی:659)(طبرانی اوسط:3178)

تیرہویں دعاء:" وَاهْدِنِي لِصَالِحِ الْأَعْمَالِ وَالْأَخْلَاقِ" :

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں کسی بھی فرض یا نفل نماز کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جب قریب ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعاء پڑھتے ہوئے سنا:«اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَخَطَايَايَ كُلَّهَا، اللَّهُمَّ أَنْعَشْنِي، وَاجْبُرْنِي،وَاهْدِنِي لِصَالِحِ الْأَعْمَالِ وَالْأَخْلَاقِ، إِنَّهُ لَا يَهْدِي لِصَالِحِهَا، وَلَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ»۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:116)(طبرانی کبیر:7811)

چودھویں دعاء:" أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَمَلٍ يُخْزِينِي ":

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ کرام کو نماز پڑھاتے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے اور یہ دعاء پڑھتے:

«**اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَمَلٍ يُخْزِينِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ غِنًى يُطْغِينِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ صَاحِبٍ يُرْدِينِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ أَمَلٍ يُلْهِينِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فَقْرٍ يُنْسِينِي**»۔(الدعاء للطبرانی:657)(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:120)

پندرہویں دعاء:" أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ ":

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے معاذ! اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں، اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں، پھر فرمایا: اے معاذ! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ نمازوں کے بعد کبھی بھی یہ دعاء نہ چھوڑنا ۔«**اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ**»۔(ابوداؤد1522)

سولہویں دعاء:" اجْعَلْ خَيْرَ عُمْرِي آخِرَهُ ":

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر یہ دعاء پڑھا کرتے تھے: «**اللَّهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمْرِي آخِرَهُ، وَخَيْرَ عَمَلِي خَوَاتِمَهُ، وَاجْعَلْ خَيْرَ أَيَّامِي يَوْمَ أَلْقَاكَ**»۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:121)

سترہویں دعاء:" أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ ":

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے ہر نماز کے بعد « أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ » تین مرتبہ پڑھا اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے اگرچہ وہ جہاد ہی سے کیوں نہ بھاگا ہو۔(مصنّف عبد الرزاق الصنعانی:3195)

اٹھارہویں دعاء:" اللَّهُمَّ لَا تُخْزِنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ ":

حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سلام پھیرنے کے بعد یہ دعاء پڑھا کرتے تھے: «اللَّهُمَّ لَا تُخْزِنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ الْبَأْسِ، فَإِنَّ مَنْ تُخْزِهِ يَوْمَ الْبَأْسِ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ»۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:128)

انیسویں دعاء:" سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ ":

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں کہ جس نے نماز سے فارغ ہو کر یہ دعاء پڑھی :«سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ»وہ اِس حالت میں کھڑا ہوتا ہے کہ اُس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:129)

بیسویں دعاء:" اَللَّهُمَّ أَعْطِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ ":

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے ہر فرض نماز کے بعد یہ دعاء پڑھی اُس کیلئے قیامت کے دن میری شفاعت لازم ہوجائے گی :

« اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ، وَاجْعَلْهُ فِي الْمُصْطَفَيْنِ مَحَبَّتَهُ، وَفِي الْعَالَمِينَ دَرَجَتَهُ، وَفِي الْمُقَرَّبِينَ ذِكْرَ دَارِهِ »۔(طبرانی کبیر:7926)

اکیسویں دعاء:" أَسْأَلُكَ أَنْ تَسْتَجِيبَ دَعْوَتِي ":

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ لازم کررکھا ہے کہ جب بھی کوئی بندہ نماز کے بعد اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر یہ دعاء مانگے گا اللہ تعالیٰ اُس کے ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹائیں گے : «اللّٰهُمَّ إِلَهِي إِلَهَ إِبْرَاهِيمَ، وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ، إِلَهَ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ، أَسْأَلُكَ أَنْ تَسْتَجِيبَ دَعْوَتِي، فَإِنِّي مُضْطَرٌّ، وَتَعْصِمَنِي فِي دِينِي فَإِنِّي مُبْتَلًى، وَتَنَالَنِي بِرَحْمَتِكَ، فَإِنِّي مُذْنِبٌ، وَتَنْفِيَ عَنِّي الْفَقْرَ فَإِنِّي مُسْتَمْسِكٌ »۔(معجم ابن الأعرابی:1204)(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:138)

خصوصی اذکار:

یعنی وہ اذکار جن کو مخصوص نمازوں کے بعد پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

فجر کی نماز کے بعد:

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب صبح کی نماز کا سلام پھیرتے تو یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:۔« اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكُ عِلْمًا نَافِعًا، وَرِزْقًا طَيِّبًا، وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا »۔(شعب الایمان:1645)

حضرت عبد الرحمن بن غنم نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جو شخص مغرب اور فجر کی نماز بعد رخ پھیرنے اور پاؤں موڑنے سے پہلے پہلے دس مرتبہ یہ کلمات پڑھ لے:

« لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ » اُس کیلئے ہر کلمہ کے بدلہ میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، دس گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور دس درجے بلند کیے جاتے ہیں اور یہ کلمات اُس کیلئے ہر ناپسندیدہ چیز اور شیطانِ مردود سے بچاؤ کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور شرک کے علاوہ کسی گناہ کی مجال نہیں ہوتی کہ اُس کو ہلاک کرڈالے، اور وہ (کلمات کا پڑھنے والا) لوگوں میں عمل کے اعتبار سے سب سے افضل ہوتا ہے، سوائے اُس شخص کے جو اُس سے آگے بڑھ جائے یعنی اُس سے زیادہ یہ کلمات کہے۔(مسند احمد:17990)

خلاصہ یہ ہے کہ اِس مختصر سے کلمے کو دس مرتبہ پڑھنے والے کو سات عظیم فضیلتیں حاصل ہوتی ہیں: (1)سو نیکیاں ۔ (2)سو گناہ معاف ۔(3)سو درجات بلند۔ (4)ہر قسم کی آفات سے حفاظت۔ (5)شیطان مردود سے حفاظت۔(6)سوائے شرک کے کوئی گناہ اُس کو ہلاک نہ کر سکے گا۔(7)وہ اُس دن سب سے افضل عمل کرنے والا ہو گا۔ سوائے اُس شخص کے جو اُس سے بھی زیادہ پڑھے۔

حضرت مسلم بن حارث تمیمی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب تم مغرب کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو سات مرتبہ یوں کہو: « اللَّهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ» پس جب تم نے یہ پڑھ لیا پھر تمہارا اُسی رات میں انتقال ہو گیا تو تمہارے لئے جہنم سے خلاصی لکھ دی جائے گی، اور جب تم صبح کی نماز (فجر) پڑھو تب بھی اِسی طرح پڑھو، پس بے شک اگر اُسی رات تمہارا انتقال ہو جائے تو تمہارے لئے جہنم سے خلاصی لکھ دی جائے گی۔(ابوداؤد:5079)

اُمّ المؤمنین حضرت جُویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ اپنے مصلّیٰ پر بیٹھی ہوئی تھیں کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ اُن کے پاس سے صبح کی نماز کیلئے تشریف لے گئے، پھر سورج کے خوب اچھی طرح روشن ہونے کے بعد واپس لوٹے تو وہ اُسی طرح بیٹھی ہوئی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اُسی حالت پر اب تک بیٹھی ہوئی ہو جس پر میں چھوڑ کر گیا تھا؟ اُنہوں کہا: جی، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں، وہ ایسے عظیم ہیں کہ اگر اُن کا وزن تمہارے آج کے سارے اذکار کے مقابلے میں کیا جائے تو وہ کلمات بھاری ہو جائیں گے۔

« سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ »۔(مسلم:2726)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فجر کی نماز کے بعد اپنے ہونٹوں کو کچھ حرکت دیا کرتے تھے (یعنی کچھ پڑھتے تھے) میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! آپ کے ہونٹ حرکت کر رہے ہوتے ہیں ، آپ کیا پڑھتے ہیں ؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: میں یہ دعاء پڑھتا ہوں :«اللَّهُمَّ بِكَ أُحَاوِلُ، وَبِكَ أُصَاوِلُ، وَبِكَ أُقَاتِلُ»۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:117)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص فجر اور عصر کی نماز کے بعد تین تین مرتبہ یہ اِستغفار کے کلمات : « أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ » پڑھ لے اُس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:126)

حضرت عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما سے مَروی ایک طویل روایت میں آپ ﷺ کا یہ اِرشاد منقول ہے کہ جس

نے فجر کی نماز کے بعد تین مرتبہ یہ کلمات پڑھے:

« سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ »اللہ تعالیٰ اُسے جُذام، جنون، اندھا پن اور فالج سے محفوظ فرمادیں گے۔ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے جنون،جُذام، برص اور فالض سے محفوظ فرمادیں گے۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:133،134)

حضرت ابن زمل جُہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد پاؤں موڑے ہوئے ہونے کی حالت میں (یعنی تشہد کی حالت ہی میں) ستر مرتبہ یہ دعاء پڑھا کرتے تھے: «سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ، إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا»۔(طبرانی کبیر:8146)(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:141)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے صبح کی نماز کے بعد پاؤں موڑنے سے پہلے (یعنی اُسی حالت میں) سو مرتبہ یہ کلمہ پڑھا تو تو اُس دن وہ روئے زمین پر عمل کے اعتبار سے سب سے زیادہ افضل ہوگا، سوائے اُس شخص کے جو اُس کے جیسا یا اُس سے زیادہ پڑھے۔

« لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ »۔(طبرانی اوسط:7200)

حضرت اسماء بنت واثلہ بن اسقع فرماتی ہیں کہ میرے والد صبح کی نماز کے بعد قبلہ رُو ہو کر سورج نکلنے تک بیٹھے رہتے تھے، میں جب اُن سے کوئی حاجت کی بات بھی کرتی تو وہ جواب نہ دیتے، ایک دفعہ میں نے اۤن سے وجہ دریافت کی تو اُنہوں نے اِرشاد فرمایا: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے صبح کی نماز پڑھی پھر کسی سے بات کرنے سے پہلے سو مرتبہ سورۃ الاِخلاص پڑھی اُس کے ایک سال کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔«مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ مِائَةَ مَرَّةٍ قَبْلَ أَنْ يُكَلِّمَ

أَحَدًا غُفِرَ لَهُ ذَنْبُ سَنَةٍ»۔(مستدرکِ حاکم:6427)ایک روایت میں ہر مرتبہ '' قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ''پڑھنے پر ایک سال کے گناہوں کی مغفرت ذکر کی گئی ہے۔(طبرانی کبیر:22/96)

عصر کی نماز کے بعد:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص فجر اور عصر کی نماز کے بعد تین تین مرتبہ یہ اِستغفار کے کلمات : « **أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ** » پڑھ لے اُس کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:126)

مغرب کی نماز کے بعد:

حضرت عبد الرحمن بن غنم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جو شخص مغرب اور فجر کی نماز بعد رخ پھیرنے اور پاؤں موڑنے سے پہلے پہلے دس مرتبہ یہ کلمات پڑھ لے:

« **لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** » اُس کیلئے ہر کلمہ کے بدلہ میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، دس گناہ مٹادیے جاتے ہیں اور دس درجے بلند کیے جاتے ہیں اور یہ کلمات اُس کیلئے ہر ناپسندیدہ چیز اور شیطانِ مردود سے بچاؤ کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور شرک کے علاوہ کسی گناہ کی مجال نہیں ہوتی کہ اُس کو ہلاک کرڈالے، اور وہ (کلمات کا پڑھنے والا)لوگوں میں عمل کے اعتبار سے سب سے افضل ہوتا ہے، سوائے اُس شخص کے جو اُس سے آگے بڑھ جائے یعنی اُس سے زیادہ یہ کلمات کہے۔(مسند احمد:17990)

حضرت مسلم بن حارث تمیمی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب تم مغرب کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو سات مرتبہ یوں کہو: «اللَّهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ» پس جب تم نے یہ پڑھ لیا پھر تمہارا اُسی رات میں انتقال ہو گیا تو تمہارے لئے جہنم سے خلاصی لکھ دی جائے گی، اور جب تم صبح کی نماز (فجر) پڑھو تب بھی اِسی طرح پڑھو، پس بے شک اگر اُسی رات تمہارا انتقال ہو جائے تو تمہارے لئے جہنم سے خلاصی لکھ دی جائے گی۔(ابوداؤد:5079)

وتر کی نماز کے بعد:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے، پہلی رکعت میں سورۃ الأعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ الاِخلاص پڑھتے تھے، اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے، جب آپ وتر سے فارغ ہو جاتے تو تین مرتبہ یہ پڑھا کرتے تھے: «سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ» تیسری مرتبہ میں اپنی آواز کو قدرے طویل فرماتے۔(نسائی:1699)

ایک روایت میں تیسری مرتبہ قدرے آواز کو بلند کرنا مذکور ہے۔وَكَانَ يَقُولُ إِذَا سَلَّمَ: «سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ» ثَلَاثًا، وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالثَّالِثَةِ۔(نسائی:1732)

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وتر کے آخر میں یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ»۔(نسائی:1747)

جمعہ کی نماز کے بعد:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں: جس نے جمعہ کی نماز کے بعد سورۃ الاِخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ النّاس سات مرتبہ پڑھ لی اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اُسے اگلے جمعہ تک تمام برائیوں سے پناہ عطاء فرمادیں گے۔«مَنْ قَرَأَ بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ سَبْعَ مَرَّاتٍ؛ أَجَارَهُ اللَّهُ بِهَا مِنَ السُّوءِ إِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى»۔(الترغیب فی فضائل الأعمال لابن شاہین:472)(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:375)

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جس نے جمعہ کی نماز کے بعد سورۃ الفاتحہ، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ النّاس پڑھی تو وہ اُس جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک محفوظ ہوگیا۔«مَنْ قَرَأَ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ، وقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ حَفِظَ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ»۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:29602)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے جمعہ کی نماز کے بعد سو مرتبہ "سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ" پڑھا اللہ تعالیٰ اُس کے ایک ہزار گناہ اور اُس کے والدین کے چوبیس ہزار گناہ معاف کردیتے ہیں۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:377)

✱ «» «» «» ✱ «» «» «» ✱

بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ وَمَا يُبَاحُ مِنْهُ

نماز کے ناجائز اعمال کی دو صورتیں ہیں:

(1) اعمالِ مُفسدہ۔ نماز کو فاسد کردینے والے اعمال۔

(2) مکروہ اعمال۔ نماز میں کراہت پیدا کردینے والے اعمال۔

فساد اور کراہت کا مطلب :

فساد: معاملات کے اندر فساد اور بطلان اور اُن کے احکام میں فرق ہوتا ہے، لیکن عبادات کے اندر فساد اور بطلان دونوں ایک ہی معنی میں اِستعمال ہوتے ہیں، یعنی "خروج العبادۃ عن کونھا عبادۃ بسبب فوات بعض الفرائض" کسی عبادت کا عبادت ہونے کے معنی سے کسی فرض کے فوت ہوجانے کی وجہ سے نکل جانا۔ اِسی لئے اُس عبادت کی ادائیگی دوبارہ ضروری ہوتی ہے۔(ردّالمحتار:1/613)

کراہت : مکروہ اُس کام کو کہتے ہیں جو "راجح الترک" ہو یعنی اُس کا ترک کرنا بہتر ہو۔ پھر اُس کی دو صورتیں ہیں: اگر وہ حرام کے قریب ہو تو "مکروہ تحریمی" کہلاتا ہے، اور اگر وہ حِلّت (حلال ہونے) کے قریب ہو تو اُسے "مکروہ تنزیہی" کہتے ہیں۔ حرام کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا کرنے والا سزا اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور حلال کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا ترک کرنے والا عذاب کا مستحق نہیں، ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔(قواعد الفقہ:503)

کراہتِ صلاۃ کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ: ”جو کام بھی نماز میں خشوع کے ترک ہونے کا سبب ہو وہ مکروہ کہلاتا ہے، پھر اگر اُس کے بارے میں کوئی نہی بھی وارِد ہو تو اُس فعل کا نماز میں کرنا مکروہ تحریمی کہلاتا ہے، اور اگر کوئی نہی وارِد نہ ہوئی ہو تو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں“۔(حاشیہ عبد الحی علی الہدایہ)

نماز کے دوران چھینک کا جواب دینا:

کسی کی چھینک کا جواب ”یَرْحَمُكَ اللهُ“ کے ذریعہ دینے سے نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر خود اپنے چھینکنے پر ”یَرْحَمُكَ اللهُ“ کہا تو فاسد نہیں ہوگی۔ نمازی کا کسی شخص کے چھینک پر ”اَلحَمْدُ لِلهِ“ کہنا اگر جواب کے طور پر ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اِس لئے کہ ”اَلحَمْدُ لِلهِ“ جواب کے طور پر استعمال نہیں ہوتا۔ اور اگر اُس کو چھینکنے پر ”اَلحَمْدُ لِلهِ“ کی تعلیم دینے کیلئے ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر جواب یا تعلیم میں سے کوئی نیت نہ ہو تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور خود نماز کا اپنے چھینکنے پر ”اَلحَمْدُ لِلهِ“ کہنا اگرچہ مکروہ ہے لیکن نماز اِس سے فاسد نہیں ہوگی.................................پس خلاصہ یہ نکلا:

نماز پڑھنے والا اپنے چھینکنے پر کچھ کہے گا یا دوسرے کے چھینکنے پر، پھر اِن میں سے ہر صورت کے اندر دو دو صورتیں ہیں: ”یَرْحَمُكَ اللهُ“ کہے گا یا ”اَلحَمْدُ لِلهِ“، اِس طرح کُل چار صورتیں بن گئیں:

1. خود اپنے چھینکنے پر ”یَرْحَمُكَ اللهُ“ کہا ہو۔ فاسد نہیں ہوگی۔
2. خود اپنے چھینکنے پر ”اَلحَمْدُ لِلهِ“ کہا ہو۔ فاسد نہیں ہوگی۔
3. دوسرے کے چھینکنے پر ”یَرْحَمُكَ اللهُ“ کہا ہو۔ نماز فاسد ہو جائے گی۔

4. دوسرے کے چھینکنے پر "الحَمْدُ لِلّٰہِ" کہا ہو۔ دیکھا جائے گا، اگر جواب کے طور پر ہو تو فاسد نہیں ہوگی، تعلیم اور یاد دہانی کے طور پر ہو فاسد ہو جائے گی، اور کوئی بھی اِرادہ نہ ہو تب بھی فاسد نہ ہوگی۔(الدر المختار:1/620)

نماز کے دوران کلام کرنا:

نماز کے دوران بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، خواہ: قلیل ہو یا کثیر، جان کر ہو یا بھولے سے، اِرادۃً ہو یا غیر اِرادی طور پر منہ سے نکل جائے، سوتے ہوئے ہو یا جاگتے ہوئے، اختیاری طور پر ہو یا اضطراری طور پر، ضرورۃً ہو یا بغیر ضرورت کے، اِسی طرح جہالت کی وجہ سے ہو یا علم رکھنے کے باوجود کیا ہو، بہر صورت نماز ٹوٹ جائے گی۔(الدر المختار:1/613)

کلام کی تعریف:

کلام کی تعریف یہ ہے کہ:

"هُوَ النُّطْقُ بِحَرْفَيْنِ أَوْ حَرْفٌ مُفْهَمٌ" کلام اُس کو کہا جاتا ہے جو کم از کم دو حرفوں پر یا ایک ایسے بامعنی حرف پر مشتمل ہو جس سے کوئی مفہوم سمجھا جاتا ہو، جیسے عربی میں "قِ" بمعنی بچا، "عِ" بمعنی حفاظت کر۔(الدر المختار:1/613)

بعض فقہاء نے کلامِ مُفسِد کی یہ تعریف کی ہے "مَا يُعْرَفُ فِي مُتَفَاهَمِ النَّاسِ"۔(الجوہرۃ:164) یعنی کلام اُسے کہتے ہیں جس کو عرفِ عام میں ایک دوسرے کو سمجھنے سمجھانے میں اِستعمال کیا جاتا ہو، خواہ اُس کے حروف ہوں یا نہیں، مثلاً: گدھے کو ہانکنے کیلئے آواز نکالنے سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

کلام فی الصلوۃ کی مُمانعت:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ پہلے نماز میں ایک دوسرے سے بات چیت کرلیا کرتے تھے، چنانچہ ہم میں سے کوئی اپنے کسی بھائی سے اپنی حاجت کیلئے بات کرلیا کرتا تھا، یہاں تک کہ ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ نازل ہوئی اور ہمیں نماز کے دوران خاموشی اختیار کرنے کا حکم دیدیا گیا۔«كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ يُكَلِّمُ أَحَدُنَا أَخَاهُ فِي حَاجَتِهِ» حَتَّى نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: {حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ} [البقرة: 238] «فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ»۔(بخاری:4534)

حضرت مُعاویہ بن حکم سُلمی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں کہ بے شک اِس نماز میں لوگوں کے کلام کے مُشابہ کوئی چیز درست نہیں، یہ نماز تو تسبیح، تکبیر اور قرآن کریم کی تلاوت کا نام ہے۔إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ۔(مسلم:537)

کلام فی الصلوۃ کا حکم:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز کے دوران کلام کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، البتہ کون سا کلام فاسد کرتا ہے اور کون سا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم : مطلقاً ممنوع ہے، خواہ کسی بھی طرح کا ہو۔
- مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم : اگر اصلاحِ صلاۃ کے لئے ہو تو مفسد نہیں۔

- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: نسیاناً یا جہلاً عن الحکم ہو تو مفسد نہیں، بشرطیکہ قلیل ہو۔
- حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: اگر تمامیتِ صلاۃ کے اعتقاد کے ساتھ ہو تو مفسد نہیں۔(درسِ ترمذی:2/151)

کہانت کا معنی و مطلب:

کاف کے کسرہ اور فتح دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، البتہ فتح کے ساتھ مشہور ہے۔اِس کا معنی غیب کی باتیں بتانے کے آتے ہیں، جیسے نجومی اور عرّاف وغیرہ غیب کی باتیں بتاتے ہیں اور مستقبل میں پیش آنے والے امور کو بتاکر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔کاہن کا اِطلاق نجومیوں اور عرّاف پر بھی ہوتا ہے۔(عمدۃ القاری:21/275)

کہانت کی اقسام:

کہانت کی تین قسمیں ہیں:

(1)شیاطین و جنات کے ذریعہ آسمان کی باتوں کا جان کر لوگوں کا بتانا۔یہ صورت اب باقی نہیں، شہابِ ثاقب کے ذریعہ اُس کا سدِّباب کر دیا گیا ہے۔قرآن کریم میں سورہ صافات میں اس کا ذکر ہے۔

(2)جنات سے خبریں پوچھ پوچھ کر لوگوں کو بتانا۔یعنی بعض کاہن جنات سے رابطہ کر کے اُن سے غیب کی باتیں پوچھتے ہیں اور پھر لوگوں کو بتاتے ہیں۔

(3)ظن و تخمین کے ذریعہ غیب کی باتیں بتانا۔یعنی بعض اوقات کوئی شخص اپنے حواس، تجربہ، ذہانت اور اندازے کی بنیاد پر لوگوں کو غیب کی باتیں بتاتا ہے۔(فتح الباری:10/217)(کشف الباری، کتاب الطب:90)

کہانت کا شرعی حکم:

کہانت کی تمام قسمیں شرعاً مذموم اور قطعاً حرام ہیں، اِس پر اجرت و معاوضہ لینا اور دینا دونوں حرام ہے۔ علمِ غیب کے جاننے کا دعویٰ کرنا یا کاہن کے علمِ غیب کے دعوے کی تصدیق کرنا کفر ہے، اِس لئے کسی کاہن کے پاس جانا شرعاً حرام ہے۔(انتہاب المنن:3/61)(رد المحتار:4/242)

بد شگونی کا حکم:

بد شگونی حرام ہے، نبی کریم ﷺ نے بد شگونی کو واضح طور پر ناجائز قرار دیا ہے، چنانچہ کئی روایات میں آپ ﷺ سے اِس کی قطعی ممانعت منقول ہے۔ علماء کرام نے اِس کے حکم کی تفصیل میں یہ لکھا ہے کہ:

کفر: جبکہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ فلاں چیز نحوست کو سببِ مؤثر کے طور پر پیدا کرتی ہے۔

مکروہ: جبکہ یہ عقیدہ ہو کہ نحوست تو اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتے ہیں لیکن عادۃً نحوست اُس چیز میں ہوتی ہے

یعنی اگر کسی چیز کو بد شگونی کے پیدا ہونے میں مؤثر بالذات سمجھا جائے بایں معنی کہ وہ چیز نحوست کے پیدا کرنے کا حقیقی اور اصلی سببِ مؤثر ہے تو یہ کفر ہے، کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ تدبیر میں دوسروں کو شریک کرنا ہے۔ اور اگر سببِ مؤثر نہ سمجھا جائے بلکہ کرنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ ہی کو تسلیم کیا جائے لیکن تجربات اور مشاہدات کی بنیاد پر صرف یہ گمان قائم کیا جائے کہ فلاں چیز میں نحوست عام طور پر ہوتی ہے تو یہ کفر تو نہیں، لیکن مکروہ ہو گا۔(الموسوعة الفقهية الكويتية:4/81)

بد شگونی کی مذمت اور وعیدیں:

1. حدیث میں آتا ہے کہ بد شگونی لینا شرک ہے۔الطِّيَرَةُ مِنَ الشِّرْكِ.(ترمذی:1614)الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، ثَلَاثًا.(ابوداوٗد: 3910)

2. بیماری کا دوسروں کو لگ جانا، الّو کا منحوس ہونا، چیزوں میں نحوست کا پایا جانا، صفر کا منحوس ہونا، ستاروں کا بارش کے نازل ہونے میں مؤثر ہونا، غولِ بیابانی کا ہونا، اِن سب کی کوئی حیثیت نہیں۔لَا عَدْوَى ، وَلَا هَامَةَ، وَلَا طِيَرَةَ، وَأُحِبُّ الْفَأْلَ الصَّالِحَ.(مسلم:2223)لاَ عَدْوَى وَلاَ طِيَرَةَ، وَلاَ هَامَةَ وَلاَ صَفَرَ.(بخاری: 5757)لَا عَدْوَى، وَلَا هَامَةَ، وَلَا نَوْءَ، وَلَا صَفَرَ.(ابوداوٗد: 3912)لَا عَدْوَى، وَلَا غُولَ، وَلَا صَفَرَ.(مسلم: 2222)

3. جس کو کسی چیز میں نحوست کے عقیدے نے اپنی حاجت پورا کرنے سے روک دیا اُس نے شرک کیا۔مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ، فَقَدْ أَشْرَكَ.(طبرانی کبیر:13/22۔رقم:38)

4. نبی کریم ﷺ کسی چیز سے نحوست اور بد شگونی نہیں لیا کرتے تھے۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ:أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ مِنْ شَيْءٍ.(ابوداوٗد:3920)

بد شگونی کا علاج:

احادیث سے ماخوذ چند طریقے جن کے ذریعہ ان شاء اللہ ! بد شگونی سے بچا جاسکتا ہے، مندرجہ ذیل ہیں:

1. بد شگونی کا نظریہ اور عقیدہ دل سے نکالنا:

نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو سوچا جائے کہ آپ ﷺ نے جب اپنی سچی اور پاکیزہ زبان سے اشیاء میں نحوست کی نفی فرمائی ہے تو اُن میں نحوست کیسے ہو سکتی ہے، بھلا اللہ اور اُس کے رسول سے زیادہ بھی کسی کا

سچا قول ہو سکتا ہے ؟۔لاَ عَدْوَى وَلاَ طِيَرَةَ، وَلاَ هَامَةَ وَلاَ صَفَرَ.(بخاری:5757) لَاعَدْوَى، وَلَا هَامَةَ، وَلَا نَوْءَ، وَلَا صَفَرَ.(ابوداؤد: 3912)لَا عَدْوَى، وَلَا غُولَ، وَلَا صَفَرَ.(مسلم: 2222)

2. نافع اور ضار صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھنا:

یعنی نقصان پہنچانے اور نفع دینے والے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہیں، کائنات میں کوئی چیز انسان کو نہ نفع دے سکتی ہے اور نہ نقصان۔ حضرت معاویہ بن حکم سُلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بد شگونی کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایسی چیز ہے جس کو تم اپنے دل میں محسوس کرتے ہو، جبکہ وہ تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الطِّيَرَةِ، فَقَالَ:ذَاكَ شَيْءٌ تَجِدُونَهُ فِي أَنْفُسِكُمْ وَلَا يَضُرَّنَّكُمْ.(طبرانی کبیر:19/397)

3. بد شگونی کی وجہ سے کسی کام سے نہ رُکنا:

یعنی جب کسی چیز میں نحوست اور بد شگونی کا دل میں خیال آئے تو اُس کام کو کر لیا جائے اور بد شگونی کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے، ان شاء اللہ ! اِس پر عمل کرنے کی برکت سے رفتہ رفتہ وہ بد شگونی کے خیالات دل میں آنا ہی بند ہو جائیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بد شگونی، حسد اور بد گمانی، یہ تین چیز میری امت کے لئے لازم ہیں، یعنی ضرور پائی جائیں گی۔ ایک شخص نے کہا جس شخص میں یہ چیزیں ہوں وہ ان کو کیسے دور کر سکتا ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہیں حسد ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، اور جب تمہیں کسی کے بارے میں بد گمانی لاحق ہو تو اُس کی تحقیق مت کرو اور جب کسی چیز میں تمہیں نحوست اور بد شگونی کا عقیدہ ہونے لگے تو تم اُس کام کو کر گزرو، اُس کے کرنے سے مت رکو۔ثَلَاثٌ لَازِمَاتٌ لِأُمَّتِي:

الطِّيَرَةُ، وَالْحَسَدُ، وَسُوءُ الظَّنِّ . فَقَالَ رَجُلٌ: مَا يُذْهِبُهُنَّ يَا رَسُولَ اللهِ مِمَّنْ هُوَ فِيهِ؟ قَالَ:إِذَا حَسَدْتَ فَاسْتَغْفِرِ اللهَ، وَإِذَا ظَنَنْتَ فَلَا تُحَقِّقْ، وَإِذَا تَطَيَّرْتَ فَامْضِ.(طبرانی کبیر: 3227)

4. دعاء پڑھنا:

جب کسی چیز کے بارے میں بد شگونی کا خیال آئے تو یہ دعاء پڑھنی چاہیئے جو نبی کریم ﷺ نے تلقین فرمائی ہے۔**اَللّٰهُمَّ لَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ، وَلَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ**.(طبرانی کبیر:13/22۔رقم:38)

اے اللہ! نحوست اور بھلائی صرف اور صرف آپ ہی کی جانب سے ہے اور آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

5. ہر ناخوشگوار واقعہ کو اللہ تعالیٰ کی مشیّت سمجھنا:

عموماً یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جب بھی کوئی حادثہ یا ناخوشگوار واقعہ پیش آتا ہے تو اُسے فوراً کسی چیز کے ساتھ منسوب کر دیا جاتا ہے، مثلاً: یہ کہنا کہ بلی راستہ کاٹ گئی تھی اِس لئے نقصان ہو گیا، فلاں شخص کو دیکھ لیا تھا اِس لئے بیمار ہو گیا وغیرہ وغیرہ، یہ سب اوہام و خیالات ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی تعلّق نہیں ہوتا۔ بد شگونی کی عادت کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتے ہوئے ایسے تمام جملوں کو دل اور زبان پر لانے سے ہر صورت میں اجتناب کیا جائے اور دل کے یقین کے ساتھ یہ دعاء پڑھی جائے:إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى. اللہ ہی کے لئے جو اُس نے لیا اور دیا اور ہر چیز اللہ کے نزدیک ایک مقررہ مدّت تک کے لئے ہے.(بخاری: 1284)

اِس دعاء کے پڑھنے کی برکت سے ان شاء اللہ صبر کی دولت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور مصیبت میں نظر بھی اللہ تعالیٰ کی جانب جاتی ہے، جو دراصل بد شگونی کا ایک بہترین علاج ہے۔

علمِ رَمل، جَفر اور نجوم:

علمِ رَمل: اِس کو علم الخط بھی کہا جاتا ہے، اور یہ وہ علم ہے جس میں سولہ اشکال کے اندر اِس حیثیت سے بحث کی جاتی ہے کہ اُن کے ذریعہ کائنات کے نامعلوم حالات کا علم ہوسکے۔ علم يبحث فيه عن الأشكال الستة عشر من حيث إنّها كيف يستعلم منها المجهول من أحوال العالم۔(کشاف اصطلاحات الفنون:1/ 874)

علمِ نجوم: وہ علم ہے جس میں فلکی اَشکال کے ذریعہ زمین پر وارد ہونے والے حوادث وحالات کو جانا جاتا ہے۔هوعلم يتعرّف منه الاستدلال بالتشكّلات الفلكية على الحوادث السفلية۔(کشاف اصطلاحات الفنون:1/56)

علمِ جَفر: هو علم يبحث فيه عن الحروف من حيث هي بناء مستقل بالدلالة، ويسمّى بعلم الحروف وبعلم التكسير أيضا........ ويعرف من هذا العلم حوادث العالم إلى انقراضه. علمِ جفر وہ علم ہے جس میں حروف سے مستقل بالدلالۃ ہونے کے اعتبر سے بحث کی جاتی ہے، اس کو علم الحروف اور علم التکسیر بھی کہا جاتا ہے، اِس کے ذریعہ سے مستقبل کے حالات کو جاننے کی کوشش کی جاتی ہے۔(کشاف اصطلاحات الفنون:1/568)

علمِ رَمل، جَفر اور نجوم وغیرہ کا حکم:

یہ سب صرف وہمی اور تخیلاتی علم ہیں، اِن کے ذریعہ سے علمِ غیب تک رسائی نہیں ہوتی، اور ہو بھی کیسے سکتی ہے، علمِ غیب تو صرف او صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے، ”لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ“ اُس کے سوا کائنات میں کسی کو بھی اگرچہ وہ نبی اور رسول ہی کیوں نہ ہو، علمِ غیب حاصل نہیں۔

ایسے تمام علوم شرعاً حرام ہیں، ان کا سیکھنا، تصدیق کرنا سب ناجائز اور حرام ہے اور علمِ غیب کا دعویٰ کرنا بایں معنی کہ یوں کہا جائے: میں آئندہ ہونے والے حالات اور واقعات کا علم جانتا ہوں یا ایسے دعوے کی تصدیق کرنا کفر ہے۔(ردالمحتار:4/242)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی جو آئندہ پیش آنے والے واقعات کی خبر دی ہے یا قیامت کے قریب واقع ہونے والی علامات کی پیشینگوئیاں فرمائی ہیں اور وہ حرف بحرف صادق آتی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو وحی کے ذریعہ بتلایا ہے، آپ کا ذاتی علم نہیں، پس اُس کی بنیاد پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو عالم الغیب قرار نہیں دیا جاسکتا۔

نماز کے دوران سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا:

نماز کے دوران کسی کو سلام کرنا، جس کو سلامِ تحیّہ کہا جاتا ہے، اِس سے مطلقاً نماز فاسد ہوجاتی ہے، خواہ جان کر کیا ہو یا بھولے سے، حتیٰ کہ اگر "عَلَیۡکُمۡ" بھی نہ کہا جائے تب بھی نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

اور سلام کا جواب دینے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر زبان کے ذریعہ جواب دیا گیا جائے یا سلام کی نیت سے مصافحہ کیا جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی اگرچہ بھولے ہی سے جواب دیا گیا ہو، اور صرف ہاتھ سے اِشارے کے ذریعہ جواب دینے سے نماز فاسد تو نہ ہوگی البتہ مکروہ ہوجائے گی۔(الدرالمختار:1/615)

اِشارے سے سلام کا جواب دینے کا حکم:

نماز کے دوران کسی کے سلام کا جواب الفاظ کے ساتھ دینا جائز نہیں، اور اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، جیسا کہ اِس کی تفصیل ابھی گزری ہے اور اشارے سے کسی کو جواب دینا بالاتفاق مفسدِ صلاۃ نہیں۔ البتہ اس کے جواز اور عدمِ جواز کے بارے میں اختلاف ہے کہ اِشارے سے سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں:

- امام مالک واحمد رحمۃ اللہ علیہما: بلا کراہت جائز ہے۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: مکروہ ہے۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: مستحب ہے۔(درسِ ترمذی:2/139)

نماز کے دوران کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی مُمانعت:

نماز کے دوران کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے، اِس لئے کہ حدیث میں اِس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنِ الاخْتِصَارِ فِي الصَّلَاةِ "، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «يَعْنِي يَضَعُ يَدَهُ عَلَى خَاصِرَتِهِ»۔(ابوداؤد:947)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو ناپسند کرتی اور فرماتی تھیں: یہودیوں کے ساتھ مشابہت اختیار مت کرو۔عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَرِهَتِ الِاخْتِصَارَ فِي الصَّلَاةِ، وَقَالَتْ: «لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ»۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:4600)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کسی کو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: جہنمی لوگ جہنم میں ایسے ہی ہوں گے۔هَكَذَا أَهْلُ النَّارِ فِي النَّارِ۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:4592)

حضرت حُمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو ناپسند کرتے تھے، اِس لئے کہ اِبلیس جنّت سے اِسی حالت میں اتارا گیا تھا۔عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ أَنَّهُ إِنَّمَا «كَرِهَ التَّخَصُّرَ فِي الصَّلَاةِ، أَنَّ إِبْلِيسَ أُهْبِطَ مُتَخَصِّرًا»۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:4597)

ایک مرفوع روایت میں ہے، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا جہنمیوں کے راحت حاصل کرنے کا طریقہ ہے۔اِلاخْتِصَارُ فِي الصَّلَاةِ اسْتِرَاحَةُ أَهْلِ النَّارِ۔(شعب الایمان:2854)

فائدہ: جہنمیوں کے راحت حاصل کرنے کے دو مطلب ذکر کیے گئے ہیں:

(1)......میدانِ محشر میں اہلِ نار دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے تھک جائیں گے تو اپنی کوکھ پر ہاتھ رکھ کر راحت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

(2)......اہلِ نار سے مراد "یہود و نصاریٰ" ہیں جو انجام کے اعتبار سے اہلِ نار ہیں، اور وہ چونکہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھا کرتے تھے تو گویا یہ انجامِ کار کے اعتبار سے ہونے والے اہلِ نار کے راحت حاصل کرنے کا طریقہ ہے، ورنہ جہنم میں اہلِ نار کو کوئی راحت حاصل نہ ہوگی۔(مرقاۃ المفاتیح:2/792)

خصر فی الصلاۃ کے معانی:

نماز میں خصر سے منع کیا گیا ہے، اِس کا کیا مطلب ہے، اِس میں مختلف اقوال بیان کیے گئے ہیں:

1. کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔وَقِيلَ: وَضْعُ الْيَدِ عَلَى الْخَاصِرَةِ۔(مرقاۃ:2/780)
2. بغیر عذر کے ٹیک لگا کر کھڑے ہونا۔(مرقاۃ:2/780)
3. تلاوت کرتے ہوئے مکمل سورت نہ پڑھنا۔(مرقاۃ:2/780)
4. تلاوت میں آیتِ سجدہ چھوڑ دینا۔(فتح القدیر:1/410)
5. تلاوت میں صرف آیتِ سجدہ پر اکتفاء کرنا۔(فتح القدیر:1/410)
6. رکوع و سجود میں اس قدر اختصار کرنا کہ طمانیت فوت ہو جائے۔(فتح القدیر:1/410)

اِن میں سے پہلا مطلب راجح ہے، اِس لئے کہ اُس کی تائید کئی احادیث سے صراحۃً ہوتی ہے۔

نماز کے دوران کوکھ پر ہاتھ رکھنے کا حکم:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: مکروہ تحریمی ہے، اِس لئے کہ اِس پر نہی وارِد ہوئی ہے۔(شامیہ:1/643)
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مکروہ تنزیہی ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:11/41)

نماز کے علاوہ کوکھ پر ہاتھ رکھنے کا حکم:

نماز کے علاوہ بھی کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے احتراز کرنا چاہیئے، اِس لئے کہ متعدّد احادیث میں اِس کی مُمانعت کا حکم مطلقاً بھی آیا ہے، نیز اِس کے ممنوع ہونے کی جو وجوہات احادیث میں ذکر کی گئی ہیں اُن سے بھی اِس فعل کا ناپسندیدہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ دُرِّ مختار میں اِس کو مکروہ تنزیہی ذکر کیا گیا ہے۔(الدر المختار:1/643)

کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کی وجوہات:

پہلا قول "یعنی کوکھ پر ہاتھ رکھنا" راجح ہے۔ اس کے ممنوع ہونے کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

1. یہ شیطان کے جنت سے نکلنے کی ہیئت تھی، وہ متکبرانہ شان سے کمر کو پکڑ کر نکلا تھا۔(مرقاۃ:2/780)
2. ایک روایت کے مطابق یہ طریقہ شیطان کے چلنے کا ہے۔(ترمذی:383)
3. یہ جہنمیوں کے آرام کا ایک طریقہ ہو گا۔(مرقاۃ:2/780)
4. یہ مصیبت اورآفت زدہ شخص کے کھڑے ہونے کا طریقہ ہے جبکہ نماز بارگاہِ الٰہی میں مصیبت کے اِظہار کا نام نہیں۔(البنایۃ:2/438)
5. یہ یہودیوں کا خاص طریقہ تھا، لہٰذا اُن کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:4600)

6. یہ وضعِ صلوۃ یعنی نماز کے اندر کھڑے ہونے کے مسنون طریقے کے خلاف ہے، اس لئے کہ اس میں تکبر پایا جاتا ہے، جبکہ نماز سرار عبودیت کا نام ہے۔(البنایۃ:2/438)

نماز کے اندر اِدھر اُدھر متوجہ ہونے کی مُمانعت:

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ نصیحت فرمائی: اے میرے پیارے بیٹے! نماز میں اِدھر اُدھر متوجہ ہونے سے بچو، اِس لئے کہ نماز میں اِدھر اُدھر متوجہ ہونا ہلاک کر دینے والا ہے، پس اگر ضروری ہی ہو تو کم از کم فرائض میں نہ کرو، نفل میں کرلیا کرو۔«يَا بُنَيَّ، إِيَّاكَ وَالِالتِفَاتَ فِي الصَّلَاةِ، فَإِنَّ الِالتِفَاتَ فِي الصَّلَاةِ هَلَكَةٌ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الفَرِيضَةِ»۔(ترمذی:589)

حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے موقوفاً مَروی ہے: نماز میں اِدھر اُدھر متوجہ ہونے سے بچو ،کیونکہ ایسے شخص کی نماز نہیں ہوتی ،اگر تم نوافل میں خشوع کا اہتمام نہ کرسکو تو کم سے کم فرائض میں خشوع خضوع کا ضرور اہتمام کرو۔يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِيَّاكُمْ، وَالِالْتِفَاتَ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمُلْتَفِتٍ فَإِنْ غُلِبْتُمْ فِي التَّطَوُّعِ، فَلَا تُغْلَبُنَّ فِي الْفَرِيضَةِ۔(مسند احمد:27497)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو اسے چاہیے کہ فارغ ہونے تک نمازمیں ہی متوجہ رہے اور(اپنے ارادے سے)اِدھر اُدھر توجہ نہ کرے،کیونکہ بندہ جب تک نماز میں ہوتا ہے وہ اپنے رب سے مناجات کررہا ہوتا ہے۔«إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلْيُقْبِلْ عَلَيْهَا حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا، وَإِيَّاكُمْ وَالِالْتِفَاتَ فِي الصَّلَاةِ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ يُنَاجِي رَبَّهُ مَا دَامَ فِي الصَّلَاةِ»۔(طبرانی اوسط:3935)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: بندہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ رحمن کے سامنے ہوتا ہے، پھر جب وہ اِدھر اُدھر متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: کیا مجھ سے بھی کسی بہتر چیز کی طرف تو متوجہ ہو تا ہے؟ اے ابن آدم! میری طرف متوجہ ہو، میں ان تمام چیزوں سے بہتر ہوں جن کی طرف تو متوجہ ہوتا ہے۔إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا قام إلى الصلاة فإنما هو أحسبه قال بين يدي الرحمن تبارك وتعالى , فإذا التفت يقول تبارك وتعالى إلى من تلتفت إلى خير مني؟ أقبل ياابن آدم إلي فأنا خير ممن تلتفت إليه۔(مسند البزار:9332)

ایک اور روایت میں آپ ﷺ کا یہ اِرشاد منقول ہے: بے توجہی کے ساتھ پڑھنے والے کی نماز (اجر و ثواب کے اعتبار سے) نہیں ہوتی۔عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ أَبِيهِ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا صَلَاةَ لِمُلْتَفِتٍ»۔(طبرانی کبیر:376)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بندہ جب تک نماز کی حالت میں اِدھر اُدھر متوجہ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں، اور جب بندہ اِدھر اُدھر متوجہ ہونے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے رخ موڑلیتے ہیں۔قَالَ أَبُو ذَرٍّ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَزَالُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ، وَهُوَ فِي صَلَاتِهِ، مَا لَمْ يَلْتَفِتْ، فَإِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ»۔(ابوداؤد:909)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے نماز کے اندر اِدھر اُدھر متوجہ ہونے کے بارے میں پوچھا کہ تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ (شیطان کی) ایک جھپٹ ہے جو وہ بندے کی نماز سے جھپٹ لیتا ہے۔عَنْ عَائِشَةَ،رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ:سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْتِفَاتِ الرَّجُلِ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ:«إِنَّمَا هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ»۔(ابوداؤد:910)

ایک روایت میں آپ ﷺ کا یہ اِرشاد مروی ہے: جس نے نماز میں اِدھر اُدھر توجّہ کی اللہ تعالیٰ اُس کی نماز کو اُسی پر لوٹادیتے ہیں۔من قَامَ فِي الصَّلَاة فَالْتَفت ردّ الله عَلَيْهِ صلَاته۔(الترغیب:792)

اِلتفات فی الصلاۃ کا حکم:

نماز میں اِدھر اُدھر متوجہ ہونا درست نہیں، حتی الا،مکان اِس سے مکمل گریز کرنا چاہیئے ۔ البتہ اس کی مختلف صورتیں ہیں، بعض صورتوں میں نماز فاسد اور بعض میں مکروہ ہوتی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

(1)اِلتفات بالقلب۔ دل و دماغ کے ذریعہ اِدھر اُدھر متوجہ ہو جانا۔

(2)اِلتفات بالقالب: جسم اور بدن کے ذریعہ اِدھر اُدھر متوجہ ہونا۔

پہلی صورت میں نماز کا خشوع و خضوع فوت ہو جاتا ہے جو کہ در اصل نماز کی اصل روح ہے۔دوسری صورت کی پھر مزید تین شکلیں ہیں:

1. التفات بالبصر۔(کَن انکھیوں سے دیکھنا) جائز، مگر خلافِ اولیٰ ہے، بچنا چاہیئے۔
2. التفات بتحریک الرأس۔(سر کو حرکت دینا) مکروہ ہے۔
3. التفات بالانحراف عن القبلہ۔(سینہ پھر جانا) یہ مُفسدِ صلاۃ ہے۔(شامیہ:1/643)

خلاصہ یہ ہے کہ نماز میں قلب و قالب دونوں کی حاضری ضروری ہے، اور اِسی سے نماز کی اصل روح اور حقیقت حاصل ہوتی ہے ، قرآن کریم میں اِسی کو اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا ہے : ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾۔(المؤمنون:1،2)

نماز میں نظروں کو کہاں رکھا جائے:

نماز میں قلب و قالب کی حاضری اور خشوع و خضوع کے حصول کیلئے ایک بہترین نسخہ یہ ہے کہ اپنی نگاہوں کو سنّت کے مطابق مقررہ جگہوں پر رکھیں ، اِس سے انسان کے قلب اور دماغ پر اثر پڑتا ہے اور خیالات کے منتشر ہونے سے کافی حد تک حفاظت ہوتی ہے، اور اِس کی تفصیل یہ ہے:

1. قیام میں: سجدے کی جگہ پر۔(شامیہ:1/478)
2. رکوع میں: قدمین کی پشت پر۔(شامیہ:1/478)
3. سجدے میں: ناک کی طرف۔(شامیہ:1/478)
4. قعدے میں: دامن اور گود پر۔(شامیہ:1/478)
5. اشارہ بالسبابۃ کے وقت: شہادت کی انگلی پر۔(مرقاۃ:2/735)
6. سلام کے وقت: دائیں بائیں کندھوں کی طرف۔(شامیہ:1/478)

بعض حضرات نے بیت اللہ شریف میں نماز پڑھتے ہوئے کعبہ شریف کو دیکھنا مستحب قرار دیا ہے، لیکن راجح یہ ہے کہ وہاں بھی موضعِ سجود کی طرف دیکھنا ہی زیادہ موزوں اور مناسب ہے ، اِس لئے کہ بسا اوقات اُس کی طرف دیکھنے میں بھی خیالات کے منتشر ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔(شامیہ:1/478)

نماز میں حدث لاحق ہونے کی صورت میں بناء کرنا:

نماز کے دوران کسی کو حدث پیش آجائے، تو شرعاً اُس کو دو باتوں کا اختیار ہے:

(1) **استیناف**۔ یعنی وضو کر کے دوبارہ از سرِ نَو نماز نماز پڑھے۔ اور یہی افضل بھی ہے۔

(2) **بناء**۔ یعنی فوراً نماز کو ترک کر کے وضو کرے اور اُسی جگہ سے نماز کو مکمل کر دے۔ (کذا فی عامۃ کتب الفقہ)

نماز میں بناء کرنے کا حکم:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز میں حدث لاحق ہو جانے کی صورت میں افضل یہی ہے کہ وضو کر کے از سرِ نَو نماز پڑھی جائے، البتہ بناء کرنے یعنی وضو کر کے اُسی جگہ سے نماز کو جاری رکھنے میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: جائز ہے، بناء کر سکتے ہیں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جائز نہیں، از سرِ نَو نماز پڑھنا ضروری ہے۔ (البنایہ: 2/452)

احناف کی دلیل: حضرات احناف اُن احادیث سے اِستدلال کرتے ہیں جن میں بناء کی اِجازت دی گئی ہے، مثلاً: «مَنْ أَصَابَهُ قَيْءٌ أَوْ رُعَافٌ أَوْ قَلَسٌ أَوْ مَذْيٌ، فَلْيَنْصَرِفْ، فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ، وَهُوَ فِي ذَلِكَ لَا يَتَكَلَّمُ» اِرشادِ نبوی ہے: جس کو (نماز کے دوران) قے آجائے، نکسیر پھوٹ جائے، کھانا یا پانی منہ تک آجائے، یا مذی نکل جائے تو اُسے چاہیئے کہ نماز سے پھر جائے اور وضو کر کے اپنی نماز پر بناء کرلے (یعنی جاری رکھے) بشرطیکہ اُس نے بات نہ کی ہو۔ (ابن ماجہ: 1221)

حضرات ائمہ ثلاثہ کا اِستدلال: اُن احادیث سے ہے جن میں نماز کو ایسی صورت میں لوٹانے کا حکم دیا گیا ہے، جیسے: «إِذَا فَسَا أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ، فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدِ الصَّلَاةَ» نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

اِرشاد ہے جب تم میں سے کسی کی نماز میں ریح خارج ہو جائے تو اُسے چاہیئے کہ نماز سے پھر جائے اور وضو کر کے نماز کو لوٹائے۔(ابوداؤد:205)

احناف کی جانب سے حدیثِ مذکور کی توجیہ:احناف کی جانب سے حدیثِ مذکور اور اس جیسی دیگر احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اِن میں نماز کے اعادے کا جو حکم ہے وہ افضل صورت پر محمول ہے اور ظاہر ہے کہ خود احناف کے نزدیک بھی استیناف افضل ہے۔لہٰذا یہ اور اِس جیسی دیگر احادیث احناف کے مسلک کے خلاف نہیں۔

نماز میں بناء کرنے کی شرائط:

1. حدث اصغر ہو۔پس حدث اکبر پیش آجانے کی وجہ سے بناء درست نہ ہوگی۔
2. حدث طاری ہو۔یعنی نماز کے دوران لاحق ہوا ہو۔پس حدث سابق یعنی نماز شروع کرنے سے پہلے کے حدث میں وضو کر کے بناء کرنا درست نہیں۔
3. حدث غیر ارادۃً ہو۔پس عمداً حدث لاحق ہونے کی صورت میں بناء جائز نہ ہوگی۔
4. حدث نادر نہ ہو۔پس بیہوشی، جنون، قہقہہ جیسی چیزوں سے بناء کرنا درست نہیں۔
5. حدث کے فوراً بعد نماز کو ترک کر دیا ہو۔پس ایک رکن کی مقدار کے برابر ٹھہرے رہنے سے بناء درست نہ ہوگی۔
6. وضو کے لئے جانے آنے میں میں کوئی منافیِ صلوۃ کام نہ کیا ہو۔جیسے:کلام کرنا، کھانا، پینا وغیرہ

7. وضو کے لئے قریب ترین جگہ کو استعمال کیا جائے۔ قریب میں پانی کے ہوتے ہوئے دور جانے سے بناء درست نہ ہو گی۔

8. مقدارِ رکن کے کے برابر بھی کہیں توقف نہ کیا جائے۔ ہاں! اگر ہجوم کی وجہ سے توقف ہوا ہو تو بناء کر سکتے ہیں۔

9. امام یا مقتدی کے لئے بناء بھی جماعت کے ساتھ کرنا۔ پس اگر مقتدی وضو کرنے کے بعد امام کے ساتھ آکر نہ ملے بلکہ انفرادی طور پر ہی بناء کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، ہاں اگر امام فارغ ہو چکا ہو تو کر سکتا ہے۔

10. امام نے غیر صالح للامامۃ کو خلیفہ نہ بنایا ہو۔ (ملخص از الفقہ الاسلامی:2/1271)

نماز کے دوران حدث لاحق ہو جانے کا حکم:

حدث لاحق ہونے کی ابتداءً دو صورتیں ہیں: (1) قصداً حدث لاحق کیا جائے۔ (2) سہواً ہو جائے۔

پھر دونوں میں سے ہر ایک کی دو دو صورتیں ہیں:

(1) دورانِ صلوۃ ہو گا۔ (2) آخرِ صلوۃ ہو گا۔ یعنی نماز کے بالکل آخر میں سلام سے پہلے ہو گا۔

دورانِ صلوۃ: قصداً کرنے کی صورت میں نماز ٹوٹ جائے گی، از سرِ نَو پڑھنا ضروری ہے، بناء جائز نہیں، کیونکہ بناء کے لئے ضروری ہے کہ حدث عمداً نہ ہو۔ اور سہواً ہو جانے کی صورت میں استیناف (از سرِ نَو پڑھنا) اور بناء (وضو کر کے اُسی جگہ سے پڑھنا) دونوں جائز ہیں۔

آخرِ صلوۃ: اس میں نماز کے تمام ہونے میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: قصداً کی صورت میں نماز مکمل ہو جائے گی،(لانّ الخروج بصنعه فرض عنده، وھو یوجد)اور سہواً کی صورت میں بناء یا استیناف کیا جائے گا۔(لانّ الخروج بصنعه لم یوجد)
- صاحبین رحمۃ اللہ علیہما: قصداً اور سہواً دونوں صورتوں میں نماز مکمل ہو جائے گی، بناء یا استیناف کرنے کی ضرورت نہیں۔(لانّ الخروج بصنعه لیس بفرض عندھما)

نوٹ : یہ تمام تر تفصیل حضرات احناف رحمۃ اللہ علیہم کے مسلک کے اعتبار سے ذکر کی گئی ہے، جبکہ حضرات ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مطلقاً نماز فاسد ہو جائے گی، خواہ دورانِ صلوۃ ہو یا آخرِ صلوۃ، پھر چاہے قصداً ہو یا سہواً، ہر صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی، اعادہ ضروری ہے، اس لئے کہ اُن کے نزدیک ایک تو بناء درست نہیں، لہٰذا حدث کے بعد نماز جاری نہیں رہ سکتی اور دوسرا یہ کہ نماز سے نکلنے کے لئے سلام کے الفاظ بھی ضروری ہیں، لہٰذا نماز کے آخر میں بھی حدث لاحق ہو گا تو نماز مکمل نہیں ہو گی، بلکہ وضو کر کے از سرِ نَو نماز پڑھنا ضروری ہے۔(تلخیص از ہدایہ)

✱ « » « » « » ✱ « » « » « » ✱

بَابُ السَّھْوِ

سہو، شک، ظن، ظنِ غالب اور وہم کے معانی :

"**سہو**" بھول جانے کو کہتے ہیں۔ "**شک**" کسی چیز کے ہونے نہ ہونے میں تردّد کو کہا جاتا ہے بشرطیکہ کسی ایک جانب کو ترجیح اور غلبہ نہ ہو رہا ہو۔ اور اگر تردّد کے وقت کسی ایک جانب ترجیح اور غلبہ حاصل ہو جائے تو اُس کو "**ظن**" کہا جاتا ہے، اور اگر وہ ظن بہت زیادہ ہو لیکن یقین کے درجہ تک نہ پہنچا ہو تو اس کو "**غلبہ ظن**" یعنی "**ظنِّ غالب**" کہتے ہیں اور جو جانب مغلوب ہو اُس کو "**وہم**" کہا جاتا ہے۔(عُمدۃ الفقہ:2/360)

پس خلاصہ یہ نکلا:

- سہو: زوال الصورۃ عن المدرکۃ مع بقائہا فی الحافظہ۔
- شک: ھو التردّد بین النقیضین بلا ترجیح لأحدھما ۔وقیل: ما یستوی طرفاہ۔
- ظن: أحد طرفی الشك بصفة الرجحان۔
- ظنِّ غالب: والراجحۃ ظن، فإن زاد الرجحان بلا جزم فھو غلبۃ الظن۔
- وہم: الوھم یُطلق علی الاِعتقاد المرجوح۔ (قواعد الفقہ)(شامیہ:2/77)

سجدہ سہو کا معنیٰ:

سجدہ سہو کی اِصطلاحی تعریف یہ ذکر کی گئی ہے:

”هُوَ مَا يَكُونُ فِي آخِرِ الصَّلَاةِ أَوْ بَعْدَهَا لِجَبْرِ خَلَلٍ، بِتَرْكِ بَعْضِ مَأْمُورٍ بِهِ أَوْ فِعْلِ بَعْضِ مَنْهِيٍّ عَنْهُ دُونَ تَعَمُّدٍ “۔یعنی سجدہ سہو اُسے کہتے ہیں جو بھولے سے کسی حکم کو ترک کردینے یا کسی ممنوع کام کے کرنے کی وجہ سے ہونے والے نقصان کے تدارک کیلئے نماز کے آخر میں یا نماز کے بعد (یعنی سلام سے پہلے یا بعد میں) کیا جاتا ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:24/234)

نماز میں واقع ہونے والی غلطیوں کی اقسام اور اُن کے احکام:

نماز میں واقع ہونے والی غلطیوں کی مختلف نوعیتیں ہیں:

1. **سنت کا ترک کردینا**۔ نماز ہو جاتی ہے، خواہ جان بوجھ کر ترک کیا جائے یا بھولے سے، البتہ ثواب کم ہو جاتا ہے۔ سجدہ سہو کے ذریعہ سے اِس کا تدارک بھی لازم نہیں ہوتا۔
2. **فرض کا ترک کردینا**۔ نماز کے دوران اگر اُس کی قضاء ممکن ہو اور قضاء کرلی گئی ہو تو نماز ہو جاتی ہے، ورنہ فاسد ہو جاتی ہے، سجدہ سہو کے ذریعہ اِس کا تدارک لازم نہیں ہوتا۔
3. **واجب کا ترک کردینا**۔ قصداً چھوڑ دیا جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے، سہواً چھوٹ جانے سے سجدہ سہو لازم ہوتا ہے۔
4. **ادب کا ترک کردینا:** اِس کا حکم سننِ زوائد کے ترک کرنے کا ہے، یعنی اس کا ترک ”اِساءت و عتاب“ یعنی برائی اور سزا کو لازم نہیں کرتا، ترکِ افضل لازم آتا ہے، یعنی ایک افضل کام کو کرکے جو اضافی ثواب مل سکتا تھا، اُس کا ترک لازم آتا ہے۔(شامیہ:1/477)(عالمگیری:1/126)

سجدہ سہو کا حکم:

سجدہ سہو کے مشروع ہونے پر سب کا اِتفاق ہے، البتہ اِس کے واجب ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ و احمد رحمۃ اللہ علیہما: سجدہ سہو واجب ہے۔
- امام مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہما: سجدہ سہو سنّت ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول سجدہ سہو جبکہ قبلیہ ہو یعنی نماز میں نقصان کی وجہ سے کیا جائے وہ واجب ہوتا ہے ،اِسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک قول سنّت ہونے کا بھی منقول ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:234/24)

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہے ، جبکہ ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم سجدہ سہو کے بارے میں فی الجملہ سنت ہونے کے قائل ہیں۔(الفقہ الاِسلامی:1105/2)

سجدہ سہو کے وجوب کی شرطیں:

سجدہ سہو کے لازم ہونے کی چار شرطیں ہیں:

1. **وقت تنگ نہ ہو:** یعنی وقت میں سجدہ سہو کی گنجائش ہو، پس اگر نماز مثلاً فجر کی نماز کا پہلا سلام پھیرنے کے بعد وقت نکل جائے تو سجدہ سہو ساقط ہو جائے گا۔
2. **ممنوع اور مکروہ وقت نہ ہو :** یعنی مکروہ وقت نہ ہو، پس اگر عصر کی نماز کے بعد فوت شدہ نماز پڑھتے ہوئے کوئی سہو پیش آجائے اور سلام پھیرتے ہوئے غروبِ آفتاب کا وقت آجائے تو سجدہ سہو ساقط ہو جائے گا۔
3. **سلام کے بعد مانعِ صلاۃ کام نہ کیا ہو:** پس اگر سلام پھیرنے کے بعد بات چیت کرلی، کھا پی لیا یا قبلہ سے

اِنحراف ہو گیا تو سجدہ سہو ساقط ہو جائے گا

4. **فرض نماز میں عمداً سلام سے پہلے نفل کی بناء نہ کی ہو** : یعنی اگر کسی پر فرض نماز میں سجدہ سہو لازم ہوا ہو اور سلام سے پہلے پہلے اُس نے جان بوجھ کر نفل نماز شروع کر دی تو نفل کے آخری میں فرض کا سجدہ سہو نہیں کر سکتا، اب اس پر فرض نماز کو لوٹانا ہی واجب ہو گا۔ لیکن یہی کام اگر بھولے سے ہوا ہو یعنی فرض پر بھولے سے نفل کی بناء ہو گئی ہو، بایں طور کہ فرض کی چوتھی رکعت میں قعدہ اخیرہ بھول کر کھڑا ہو گیا ہو اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا ہو تو نفل کے آخر میں سجدہ سہو لازم ہو گا، کیونکہ یہ بناء بھولے سے ہوئی ہے۔(عُمدۃ الفقہ:2/363)(شامیہ:2/79)(عالمگیری:1/125)

سجدہ سہو سلام سے پہلے کیا جائے گا یا بعد میں:

سجدہ سہو سلام کے بعد کیا جائے گا یا پہلے ، اِس بارے میں دونوں طرح کی روایات پائی جاتی ہیں ، اِسی لئے ائمہ کرام میں بھی ترجیحِ روایات کی بنیاد پر اختلاف ہوا ہے، پانچ اقوال منقول ہیں:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: مطلقاً بعد السلام ہو گا، خواہ نماز میں زیادتی ہوئی ہو یا نقصان۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: مطلقاً قبل السلام ہو گا، خواہ نماز میں زیادتی ہوئی ہو یا نقصان۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: زیادتی کی صورت میں بعد السلام اور نقصان میں قبل السلام ہو گا۔
- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: منصوص صورتوں میں حدیث کے مطابق اور غیر منصوص میں قبل السلام۔

یعنی جن صورتوں میں آپ ﷺ نے قبل السلام کیا ہے اُس میں قبل السلام اور جن میں بعد السلام کیا ہے اُس میں بعد السلام کیا جائے گا، اور جس میں کچھ منقول نہیں اُس میں قبل السلام کیا جائے گا۔

- **اصحابِ ظواہر:** سجدہ سہو صرف اُن صورتوں میں کیا جائے گا جن میں آپ ﷺ نے سجدہ سہو کیا ہے، اُن کے علاوہ میں سجدہ سہو نہیں کیا جائے گا۔(البنایۃ:2/601،602)

رکعاتِ نماز میں کمی یا زیادتی کے شک کا حکم:

اگر کسی کو نماز میں یہ شک ہو کہ اُس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں تو وہ کیا کرے، اِس کی تفصیل یہ ہے:

اُس کی عادت اِسی طرح سے نماز میں شک واقع ہونے کی ہو گی یا نہیں۔ اگر عادت نہ ہو تو نماز کو از سرِ نَو پڑھنا چاہیئے، جس کا طریقہ کار یہ ہے کہ نماز کے منافی کوئی بھی کام مثلاً کلام وغیرہ کرکے دوبارہ شروع سے نماز کا آغاز کردے، لیکن زیادہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ بیٹھ کر سلام پھیر دے۔

اور اگر نماز میں شک واقع ہونے کی عادت ہو تو غور فکر کرے اور سوچ بچار کے بعد ظنِّ غالب پر عمل کرے۔ اور اگر کسی جانب ظنِّ غالب بھی نہ ہو رہا ہو تو "بناء علی الأقل" کرے یعنی کمی کی جانب کو اختیار کرلے، لیکن اِس صورت میں ہر اُس رکعت پر بیٹھے جس میں قعدہ (اولیٰ ہو یا اخیرہ) ہونے کا احتمال ہو، تاکہ نماز میں کوئی واجب یا فرض رہ نہ جائے۔(شامیہ:2/92،93)

پس خلاصہ یہ نکلا کہ نماز میں شک واقع ہونے کی صورت میں تین حکم ہیں:

(1)......اِستیناف:

یعنی نئے سرے سے نماز پڑھنا، یہ اُس صورت میں ہے جبکہ نماز میں شک واقع ہونے کی عادت نہ ہو۔ اور عادت نہ ہونے کا کیا مطلب ہے، اِس میں مختلف اقوال ذکر کیے گئے ہیں:

1. زندگی میں پہلی مرتبہ پیش آیا ہو۔

2. نماز میں شک واقع ہونے کی عادت نہ ہو، یعنی اکثر و بیشتر یہ معاملہ پیش نہ آتا ہو۔
3. شک فی الصلاۃ کا موجودہ واقعہ اُس نماز میں پہلی مرتبہ پیش آیا ہو۔
4. بالغ ہونے کے بعد پہلی مرتبہ شک واقع ہوا ہو۔(البنایۃ:2/630)

(2)ظنِّ غالب پر عمل کرنا:

یعنی سوچ و بچار کرکے جو گمانِ غالب میں آتا ہو، خواہ وہ گمانِ غالب اقل کا ہو یا اکثر کا، اُسی کے مطابق عمل کرنا۔ یہ اُس صورت میں ہے کہ جبکہ نماز میں شک واقع ہونے کی عادت ہو یعنی یہ معاملہ پیش آتا رہتا ہو، پس ایسی صورت میں ظنِّ غالب پر عمل کیا جائے گا۔

(3)بناء علی الأقل کرنا:

یعنی دو عددوں میں شک واقع ہونے کی صورت میں عددِ اَقل کو اختیار کرنا۔ یہ اُس صورت میں ہے جبکہ کسی کی عادت نماز میں شک واقع ہونے کی ہو اور صورتحال یہ پیش آجائے کہ رکعات کی تعداد میں شک واقع ہوجائے اور گمانِ غالب کے ذریعہ بھی یہ فیصلہ نہ کیا جارہا ہو کہ کتنی رکعت پڑھی ہوں گی تو اِس صورت میں کم عدد کو ترجیح دی جائے گی، مثلاً ظہر کی نماز میں یہ شک واقع ہوجائے کہ تین پڑھی ہیں یا چار اور ظنِّ غالب بھی نہ ہورہا ہو تو تین کے عدد کو ترجیح دیں گے۔(شامیہ:2/92،93)

شک فی الصلاۃ میں اختیار کردہ تینوں طریقوں کا حدیث سے ثبوت:

مذکورہ بالا تینوں طریقوں کو اختیار کرنا جیسا کہ احناف کا مسلک ہے، اِس پر عمل کرتے ہوئے الحمد للہ! نبی کریم ﷺ سے منقول اِس طرح کی تمام روایات پر عمل ہو جاتا ہے، بخلاف اِس کے کہ اگر کسی ایک حکم ہی کو حرفِ آخر کہا جائے تو بقیہ روایات رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ روایاتِ ذیل میں تینوں طریقے ملاحظہ کریں:

اِستیناف: إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ، أَنَّهُ كَمْ صَلَّى، فَلْيَسْتَقْبِلْ الصَّلَاةَ۔(نصب الرایۃ:2/173)

ظنّ غالب: إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلاَتِهِ، فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ۔(بخاری:401)

بناء علی الأقل:إِذَا سَهَا أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ وَاحِدَةً صَلَّى أَوْ ثِنْتَيْنِ فَلْيَبْنِ عَلَى وَاحِدَةٍ، فَإِنْ لَمْ يَدْرِ ثِنْتَيْنِ صَلَّى أَوْ ثَلَاثًا فَلْيَبْنِ عَلَى ثِنْتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَدْرِ ثَلَاثًا صَلَّى أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَبْنِ عَلَى ثَلَاثٍ۔(ترمذی:398)

شک فی الصلاۃ کے حکم میں ائمہ کا اختلاف:

نماز میں شک واقع ہو جائے تو کیا کیا جائے، اِس میں ائمہ کا اختلاف ہے:

- امام مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہما: تمام احوال میں منفرد اور امام سب کیلئے بناء علی الاقل واجب ہے۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: منفرد کیلئے بناء علی الأقل واجب ہے اور امام کے بارے میں اُن سے دو قول منقول ہیں: (1) بناء علی الأقل کرے گا۔ (2) ظنِّ غالب پر عمل کرے گا۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: اس میں تفصیل ہے، یعنی عادت ہو تو اِستیناف کریں گے، ورنہ ظنِّ غالب پر عمل کیا جائے گا اور یہ بھی نہ ہو رہا ہو تو بناء علی الأقل پر عمل کریں گے۔(البنایۃ:2/630)

بَابِ سُجُودِ الْقُرْآنِ

سجود القرآن سے مراد قرآن کریم کی وہ آیات ہیں جن کو پڑھنے یا سننے سے سجدہ تلاوت لازم ہو جاتا ہے، اُس کو سجود التلاوہ بھی کہا جاتا ہے۔

سجدہ تلاوت کا معنی:

سجدہ تلاوت اُس سجدہ منفردہ کو کہتے ہیں جو نیت کرکے دو تکبیروں(یعنی سجدہ میں جانے اور اُٹھنے کی تکبیروں)کے درمیان کیا جاتا ہےھِيَ سَجْدَةٌ مُفْرَدَةٌ مَنْوِيَّةٌ مَخْفُوفَةٌ بَيْنَ تَكْبِيرَتَيْنِ۔(مرقاۃ:2/809)

سجدہ تلاوت کا حکم:

سجدہ تلاوت کے مشروع ہونے میں سب کا اتفاق ہے، البتہ اِس کے وجوب میں اختلاف ہے:

- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: واجب ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: سنت ہے۔(البنایۃ:2660)

سجدہ تلاوت کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب ابن آدم آیتِ سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہو کر روتا ہے اور حسرت کے ساتھ کہتا ہے: ہائے افسوس!!ابن آدم کو سجدوں کا حکم دیا گیا تو اُس نے سجدہ کرلیا پس اُس کیلئے جنّت ہے، جبکہ مجھے سجدے کا حکم دیا گیا تو میں نے اِنکار کردیا پس میرے لئے جہنم ہے۔إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي، يَقُولُ: يَا وَيْلَهُ

وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ: يَا وَيْلِي أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَأُمِرْتُ بِالسُّجُودِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ۔(مسلم:81)

سجودِ تلاوت کی ایک فضیلت فقہاء کرام نے یہ لکھی ہے کہ: اگر کوئی ایک ہی مجلس میں سجدہ کی تمام آیات پڑھ کر سب کے بدلے سجدے کرے، خواہ ایک ایک پڑھ کر یا ایک ہی دفعہ تمام آیات پڑھ کر تمام چودہ سجدے ایک ساتھ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کا مقصد پورا فرمادے اور اس کی مشکل حل فرمادے اور ہر حادثہ سے جو اس کیلئے غم و حزن کا باعث ہو، محفوظ فرمادے۔مَنْ قَرَأَ آيَ السَّجْدَةِ كُلَّهَا فِي مَجْلِسٍ وَسَجَدَ لِكُلٍّ مِنْهَا كَفَاهُ اللَّهُ مَا أَهَمَّهُ وَظَاهِرُهُ أَنَّهُ يَقْرَؤُهَا وِلَاءً ثُمَّ يَسْجُدُ، وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَسْجُدَ لِكُلٍّ بَعْدَ قِرَاءَتِهَا وَهُوَ غَيْرُهُ مَكْرُوهٌ كَمَا مَرَّ۔(الدر المختار:2/119)

سجدہ تلاوت سامع پر ہے یا مستمع پر:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ قاری یعنی آیتِ سجدہ پڑھنے والے پر سجدہ تلاوت کرنا(علی اختلاف القولین) لازم یا سنّت ہے، البتہ سننے والے پر سجدہ سہو ثابت ہونے کیلئے اُس کا اِرادۃً سننا ضروری ہے یا بلا قصد سننے سے بھی ہوجاتاہے،اِس می ں اختلاف ہے:

- احناف و شوافع رحمۃ اللہ علیہم: سامع اور مستمع دونوں پر سجدہ تلاوت ہے،یعنی بالقصد سنے یا بلا قصد۔
- مالکیہ و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: مستمع پر سجدہ تلاوت ہے،سامع پر نہیں،یعنی بالقصد سننے والے پر سجدہ سہو ہوتاہے،بلا قصد سننے والے پر نہیں۔(الفقہ الاِسلامی:2/1127)(الفقہ علی المذاہب:1/421)

آیاتِ سجدہ کی تعداد:

- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: 15 ہیں۔سورۃ الحج کے دونوں اور سورۂ ص کا بھی ہے۔

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: 11 ہیں۔ سورۂ صٓ اور مفصلات (نجم، انشقاق اور علق) کے تینوں نہیں ہیں
- احناف و شوافع رحمۃ اللہ علیہم: 14 سجدے ہیں — پھر — ان کے درمیان تعیین میں اختلاف ہے:
  - احناف رحمۃ اللہ علیہم: سورۃ الحج کا پہلا ہے، دوسرا نہیں۔ اور سورۂ صٓ کا سجدہ ہے۔
  - شوافع رحمۃ اللہ علیہم: سورۃ الحج کے دونوں ہیں اور سورۂ ص کا سجدہ نہیں ہے۔ (مرقاۃ: 2/813)

سورہ صٓ میں سجدہ ہے یا نہیں:

- احناف اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: سورۂ صٓ کا سجدہ ہے۔
- مالکیہ اور شوافع رحمۃ اللہ علیہم: سورۂ صٓ کا سجدہ نہیں ہے۔ (مرقاۃ: 2/813)

سورۃ الحج کے اندر کتنے سجدے ہیں:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: سورۂ حج میں ایک سجدہ ہے، یعنی پہلا سجدہ ہے، دوسرا نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: سورۂ حج میں دونوں سجدہ ہیں۔ (مرقاۃ: 2/813)

مفصّلات میں سجدے ہیں یا نہیں:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: مفصلات میں سجدہ نہیں ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مفصلات میں سجدہ ہے۔ (مرقاۃ: 2/813)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث سے اِستدلال کیا ہے کہ مدینہ منوّرہ منتقل ہونے کے بعد مفصّلات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ نہیں کیا، وہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، نیز اُس میں بہت سی اُن احادیث کی مخالفت بھی ہے جن میں مفصلات میں سجدہ کرنے کا ذکر ہے، لہٰذا وہ قابلِ اِستدلال نہیں۔ (مرقاۃ: 2/816)

صرف آیتِ سجدہ کو سجدہ کی غرض سے پڑھنا:

یعنی اگر کوئی ایک یا کئی آیاتِ سجدہ صرف سجدہ کرنے کی غرض سے پڑھے اور آگے پیچھے تلاوت نہ کرے تو یہ طریقہ درست ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: بغیر کراہت کے جائز ہے، اِس لئے کہ یہ تو سجدہ کرنے کی طرف راغب ہونا اور اُس کی جانب آگے بڑھنا ہے لہٰذا مکروہ کیسے ہو سکتا ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مکروہ ہے، اِس لئے کہ یہ تلاوت کی غرض سے پڑھنا نہیں ہو گا، بلکہ اِس کا تو مقصد سجدہ کرنا ہی ہو جائے گا۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:24/229)

آیتِ سجدہ کو ترک کر دینا:

تلاوت کے دوران آیتِ سجدہ کو ترک کر کے آگے بڑھ جانا درست ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: اگر کوئی وضو سے ہو اور مکروہ وقت بھی نہ ہو تو آیتِ سجدہ کو ترک کر دینا مکروہ ہے، اِس لئے کہ یہ اعراض کرنے کے مُشابہ ہے، جو درست نہیں۔ اور اگر کوئی وضو سے نہ ہو یا مکروہ وقت ہو تو بلا کراہت جائز ہے، اِس لئے کہ ابھی سجدہ کرنا ممکن نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: آیتِ سجدہ کو چھوڑ کر آگے بڑھ جانا مکروہ ہے، اِس لئے کہ اِس میں سجدے سے اعراض کرنا لازم آتا ہے، جو ظاہر ہے کہ درست نہیں۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:24/229)

سجدہ تلاوت کیلئے وضو شرط ہے یا نہیں:

سجدہ تلاوت کیلئے وضو شرط ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- جمہور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم: نماز کی طرح سجدۂ تلاوت کے لئے بھی وضو شرط ہے۔
- امام بخاری ابنِ جریر طبری عامرِ شعبی رحمۃ اللہ علیہم: وضو شرط نہیں۔(تحفۃ الالمعی:1/185)(درسِ ترمذی:1/155)

سجدہ تلاوت کے اسباب:

سجدہ تلاوت کے تین اسباب ہیں: (1) تلاوت۔(2) سماع۔(3) اقتداء۔(البنایۃ:2/661)

اب اِن تینوں اسباب کی کچھ تفصیلات ملاحظہ فرمائیں:

تلاوت "یعنی آیتِ سجدہ کی تلاوت کرنا":

1. آیتِ سجدہ کی تلاوت سے سجدہ لازم ہوتا ہے جبکہ ایسا شخص کرے جو نماز کی صلاحیت رکھتا ہو، پس کافر، نابالغ، مجنون اور حیض و نفاس والی عورت پر سجدہ تلاوت لازم نہیں ہو گا، کیونکہ ان کے اندر وجوبِ صلاۃ کی صلاحیت نہیں ہے، کیونکہ کفر، نابالغی، حیض اور نفاس، یہ سب ایسی حالتیں ہیں کہ ان میں نماز نہ اداءً لازم ہوتی ہے اور نہ قضاءً۔ہاں! اگر بے وضو یا جنبی شخص آیتِ سجدہ کی تلاوت کریں تو اُن پر سجدہ لازم ہو جائے گا، کیونکہ وہ وجوبِ صلاۃ کی قضاءً صلاحیت رکھتے ہیں۔(شامیہ:2/107)(عُمدۃ الفقہ:2/389)
2. سجدہ تلاوت کا زبان سے تلفظ ضروری ہے، پس آیتِ سجدہ کو محض دیکھنے والے، لکھنے والے یا آیتِ سجدہ کے ہجے کرنے والے پر سجدہ لازم نہیں ۔(عالمگیری:1/133،132)(شامیہ:1/109)(طحطاوی علی المراقی:481)
3. تلاوت کرنے والے کیلئے خود سننا لازم نہیں ، پس بہرا شخص بھی اگر تلاعت کرے تو اُس پر سجدہ تلاوت لازم ہو گا۔(عالمگیری:1/133)

4. سوتے ہوئے شخص نے آیتِ سجدہ تلاوت کی ہو اور جاگنے پر اُسے اطلاع دی جائے تو اُس پر اور اُس سے سننے والے پر سجدہ تلاوت لازم ہو گا یا نہیں، اِس میں دونوں طرح کے اقوال ہیں، راجح یہ ہے کہ پڑھنے والے پر لازم ہو گا لیکن سننے والے پر نہیں۔(عُمدۃ الفقہ:2/389)

5. نشہ کی حالت میں آیتِ سجدہ پڑھنے والے پر سجدہ لازم ہو جاتا ہے۔(عالمگیری:1/132)

6. مقتدی اگر اِمام کے پیچھے تلاوت کرے تو نہ اُس پر سجدہ تلاوت لازم ہو گا اور نہ ہی اُس کے اِمام پر، اِسی طرح نماز میں بھی اور نماز کے بعد بھی لازم نہ ہو گا۔(عالمگیری:1/133)(شامیہ:1/109)

سماع "یعنی آیتِ سجدہ سننا":

1. آیتِ سجدہ کے سننے سے سجدہ لازم ہوتا ہے، اگرچہ سننے کا قصد نہ بھی ہو۔(عالمگیری:1/132)

2. جن کے اندر وجوبِ صلاۃ کی اداءً اور قضاءً صلاحیت نہ ہو جیسے: کافر، نابالغ، مجنون اور حیض و نفاس والی عورت، ان کے ذمّے کسی سے آیتِ سجدہ سننے سے بھی سجدہ لازم نہیں ہوتا، یہ لوگ خواہ تلاوت کریں یا کسی سے آیتِ سجدہ سنیں، ان پر سجدہ لازم نہیں ہوتا۔(شامیہ:2/107)

3. اگر کوئی شخص ایسے لوگوں سے آیتِ سجدہ سنے جن کے اندر وجوبِ صلاۃ کی اداءً اور قضاءً صلاحیت نہیں ہے، جیسے کافر، نابالغ اور حائضہ وغیرہ، تو اگرچہ خود پڑھنے والے سجدہ کرنا لازم نہیں لیکن اُن سے آیتِ سجدہ سننے والے پر سجدہ لازم ہو جائے گا، اِس لئے سامع کے اندر وجوبِ صلاۃ کی صلاحیت ہے، ہاں! اگر مجنون سے آیتِ سجدہ سنی جائے تو راجح قول کے مطابق سجدہ تلاوت لازم نہیں ہو گا، بشرطیکہ اُس کا جنون مُمتد ہو یعنی ایک دن اور رات سے زیادہ کا ہو۔(شامیہ:2/107)(عُمدۃ الفقہ:2/388)

4. صدائے باز گشت یعنی گونجنے والی آواز میں اگر سجدہ تلاوت سنا جائے تو سجدہ تلاوت لازم نہیں ہوتا، جیسا کہ فقہاء کرام نے اِس کی صراحت کی ہے۔(شامیہ:2/108) اور اِسی سے اِستدلال کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ براہِ راست یعنی لائیو تلاوت کی آواز سننے والے پر سجدہ تلاوت لازم ہوگا لیکن ریکارڈ شدہ آواز میں سجدہ تلاوت سننے سے سجدہ لازم نہیں ہوگا۔(جدید فقہی مسائل:1/116)
5. اگر کوئی جانور کے منہ سے قرآن کریم کی آیتِ سجدہ سنی جائے جیسا کہ بعض اوقات طوطا یا دوسرے جانور سیکھ جاتے ہیں تو اُن سے آیتِ سجدہ سننے پر سجدہ لازم نہیں ہوتا۔(شامیہ:2/108)
6. نماز کے دوران اگر کوئی شخص کسی اجنبی (جو اُس کے ساتھ نماز میں شریک نہیں) سے آیتِ سجدہ سنے تو اُس پر سجدہ تلاوت لازم ہوگا لیکن نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرے، نماز کے اندر نہیں، اگر کرلے تو تب بھی اُس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔(عالمگیری:1/133)
7. اگر کسی مُصلّی سے آیتِ سجدہ سنی جائے تو سننے والے پر سجدہ تلاوت لازم ہوجائے گا خواہ وہ اُس کے ساتھ نماز میں شریک ہو یعنی اُس کی اقتداء کر رہا ہو یا شریک نہ ہو۔(عُمدۃ الفقہ:2/389)
8. نشہ کی حالت میں پڑھنے والے سے آیتِ سجدہ سننے سے سجدہ لازم ہوجاتا ہے۔(عالمگیری:1/132)
9. سوتے ہوئے شخص سے آیتِ سجدہ سننے والے پر سجدہ لازم نہیں۔(عُمدۃ الفقہ:2/389)

اقتداء "آیتِ سجدہ پڑھنے والے امام کی اقتداء کرنا":

1. امام کی اقتداء میں ہو، خواہ امام کی آواز سنی ہو یا نہیں۔(عالمگیری:1/133)

2. مقتدی اگر اِمام کے پیچھے تلاوت کرے تو نہ اُس پر سجدہ تلاوت لازم ہو گا اور نہ ہی اُس کے اِمام پر، اِسی طرح نماز میں بھی اور نماز کے بعد بھی لازم نہ ہو گا۔(عالمگیری:1/133)(شامیہ:1/109)

3. اِمام سے آیتِ سجدہ سننے والا جبکہ وہ نماز میں ابھی تک شریک نہ ہوا ہو، وہ اگر سجدہ تلاوت سے پہلے پہلے امام کے ساتھ شریک ہو جائے تو امام کے ساتھ ہی سجدہ تلاوت کرلے، یہی اُس کے لئے کافی ہو جائے گا ، لیکن اگر امام کے سجدہ تلاوت کر لینے کے بعد شریک ہوا ہو تو اگر وہ اُسی رکعت کے اندر اندر شریک ہو جائے تو سجدہ نہ کرے، نہ نماز کے اندر اور نہ نماز کے بعد، اور اگر اُس رکعت میں شامل نہ ہوا ہو تو امام کے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرنا ضروری ہو گا۔(عُمدۃ الفقہ:2/389،390)(عالمگیری:1/133)

4. امام اگر آیتِ سجدہ پڑھنے کے باوجود سجدہ نہ کرے تو مقتدی بھی اُس کی پیروی میں سجدہ نہیں کریں گے، اگرچہ اُنہوں نے آیتِ سجدہ سنی ہو۔(عُمدۃ الفقہ:2/390)

سجدہ تلاوت سے متعلّق چند ضابطے:

سجدہ تلاوت کس پر لازم ہوتا ہے اور کس پر نہیں، اِس کو سمجھنے کیلئے چند ضابطے ذکر کیے جارہے ہیں جن کی روشنی میں بہت سے مسائل کو سمجھا جاسکتا ہے۔

پہلا ضابطہ ”تالی پر وجوبِ سجدہ کیلئے اُس کا وجوبِ صلاۃ کی صلاحیت رکھنا ضروری ہے“ :

تلاوت کرنے والے پر سجدۂ تلاوت اُس وقت لازم ہوتا ہے جبکہ وہ وجوبِ صلاۃ کی اداءً یا قضاءً اہلیت رکھتا ہو، اور جو اہلیت نہیں رکھتا اُس پر لازم نہیں ہوتا۔ پس کافر، مجنون، نابالغ بچہ، حائضہ، نفاس والی عورت، ان کے تلاوت سے سجدہ تلاوت لازم نہیں ہو گا کیونکہ یہ اہلیت نہیں رکھتے۔ اور جنبی، محدث وغیرہ پر لازم

ہو گا۔ کیونکہ یہ اہلیت رکھتے ہیں۔ البتہ سننے والے کے اوپر ہر صورت میں لازم ہوتا ہے، خواہ وہ اُن سے سنے جو نماز کی اہلیت رکھتے ہیں یا اُن سے سُنے جو اہلیت نہیں رکھتے۔(فتاوی ہندیہ:1/132)

دوسرا ضابطہ "سامع پر وجوبِ سجدہ کیلئے تالی کا اہلِ تمیز ہونا ضروری ہے":

آیتِ سجدہ سننے والے پر سجدۂ تلاوت اُس وقت لازم ہوتا ہے جبکہ وہ ایسے شخص سے سجدہ کی آیت سنے جو عقل و تمیز یعنی شعور رکھتا ہو، وجوبِ صلاۃ کی اہلیت رکھنا ضروری نہیں، پس نائم، مجنون، جانور، صدائے باز گشت، اِن سب سے سجدہ تلاوت لازم نہیں ہو گا، کیونکہ اِن میں تلاوت کرنے والے اہلِ تمیز نہیں۔

ہاں! کافر، نابالغ، حیض و نفاس والی عورت، بے وضو یا جنبی شخص اگر تلاوت کرے تو اُس سے سننے والے پر سجدہ لازم ہو جائے گا کیونکہ یہ سب عقل و شعور رکھتے ہیں، اگرچہ ان میں بعض کے اندر وجوبِ صلاۃ کی اداءً اور قضاءً دونوں طرح صلاحیت نہیں، جیسے: کافر اور بعض ایسے ہیں جن میں اداءً تو صلاحیت نہیں لیکن قضاءً ہے، جیسے: جنبی شخص۔(ماخوذ از شامیہ:2/108)

تیسرا ضابطہ "وحدتِ مجلس اور وحدتِ آیت سے ایک ہی سجدہ لازم ہو گا":

ایک سے زائد سجدے تلاوت کرنے کی صورت میں کتنے سجدے لازم ہونگے اس بارے میں ضابطہ یہ ہے: اتحادِ مجلس اور اتحادِ آیت کی شرط کے ساتھ ایک ہی سجدہ ہو گا، ورنہ الگ الگ سجدے لازم ہونگے۔

پس اس کی چار عقلی صورتیں بنتی ہیں:

- اتحادِ مجلس اتحادِ آیت: ایک ہی سجدہ ہو گا۔
- اختلافِ مجلس اختلافِ آیت: الگ الگ سجدے ہونگے۔

- اتحادِ مجلس اختلافِ آیت: الگ الگ سجدے ہونگے۔
- اتحادِ آیت اختلافِ مجلس: الگ الگ سجدے لازم ہونگے۔

سامع اور تالی میں سے جس کی مجلس تبدیل ہو اُس پر سجدۂ تلاوت کا تکرار ہو گا، اور جس کی مجلس متحد رہے اُس پر تکرار لزوم نہ ہو گا، بشرطیکہ سجدۂ تلاوت کی آیت ایک ہی ہو، پس اس کی چار صورتیں بنتی ہیں:

- سامع اور تالی دونوں کی مجلس متحد رہے: دونوں پر ایک ہی سجدہ لازم ہو گا۔
- سامع اور تالی دونوں کی مجلس مختلف ہو: دونوں پر سجدے کا تکرار لازم ہو گا۔
- سامع کی مجلس تبدیل اور تالی کی متحد رہے: سامع پر مکرر اور تالی پر ایک ہی رہے گا۔
- سامع کی مجلس متحد اور تالی کی تبدیل ہو: سامع پر ایک اور تالی پر مکرر ہو گا۔(عالمگیری:1/134)

سجدہ تلاوت کی دعائیں:

سجدہ تلاوت میں آپ ﷺ سے مندرجہ زیل دعائیں پڑھنا ثابت ہے:

(1)— «سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ»۔(ترمذی:580)

(2)— «اللَّهُمَّ اكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا، وَضَعْ عَنِّي بِهَا وِزْرًا،وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ»۔(ترمذی:3424)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَاب أَوْقَات النَّهْيِ

نمازوں کے مکروہ اوقات:

اوقاتِ مکروہہ کی دو قسمیں ہیں (1)اوقاتِ مکروہہ لکل صلوۃ۔(2)اوقاتِ مکروہہ للنوافل۔

پہلی قسم:اوقاتِ ثلاثہ مکروہہ لکل صلوۃ:

وہ اوقات جن میں ہر قسم کی نماز اور سجدہ مکروہ ہوتا ہے۔اور ایسے اوقات تین ہیں:

(1) — طلوع آفتاب۔یعنی سورج کا کنارہ ظاہر ہونے سے تقریباً ایک نیزہ بلند ہو جانے تک۔

(2) — زوالِ آفتاب۔یعنی ٹھیک دوپہر کا وقت اور وہ نصف النہار شرعی سے زوال تک ہے۔

(3) — غروبِ آفتاب یعنی جب دھوپ کمزور اور پیلی پڑ جائے اور سورج پر نظر ٹھہرنے لگے اس وقت سے آفتاب غروب ہونے تک کا وقت۔

مذکورہ بالا تینوں اوقات کے مکروہ ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عُقبہ بن عامر جُہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تین ساعتیں ایسی ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے اور جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے: ایک سورج نکلنے کے وقت یہاں تک کہ بلند ہو جائے، دوسرے دوپہر کا سایہ قائم ہونے یعنی "نصف النہار" کے وقت یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے، تیسرے اُس وقت جب سورج ڈوبنے لگے یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ، أَوْ أَنْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا: «حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتَّى

تَرْتَفِعَ، وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتَّى تَمِيلَ الشَّمْسُ، وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ»۔(مسلم:831)

اوقاتِ ثلاثہ کے مکروہ ہونے کی حکمت:

حدیث میں اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے طلوع و غروب کے وقت سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان طلوع و غروب ہوتا ہے، اِسی لئے اُس وقت آتش پرست یعنی سورج کو پوجنے والے سورج کو سجدہ کرتے ہیں، اور دوپہر میں زوال کے وقت جہنم کی آگ بھڑکائی جاتی ہے، لہٰذا اِن تین اوقات میں ہر طرح کی نماز اور سجدہ کرنے سے روک دیا گیا۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عمرو بن عبسہ سُلمی رضی اللہ عنہ نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے اوقات کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: صبح کی نماز ادا کرو اور پھر نماز ادا کرنے سے رک جاؤ حتی کہ آفتاب طلوع ہو کر بلند ہو جائے، اِس لئے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اُس وقت کافر (یعنی سورج کو پوجنے والے) اُس کو سجدہ کرتے ہیں، پھر (اِشراق کی) نماز ادا کرو کیونکہ یہ نماز مشہود (فرشتے نمازی کی گواہی دیتے ہیں) ہے اور اس میں حاضر ہوا جاتا ہے، اس وقت تک نماز ادا کرو جب تک نیزے کا سایہ ٹھر جائے (یعنی ٹھیک دوپہر ہو جائے) پھر نماز ادا نہ کرو کیونکہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے، اور جب سایہ ڈھل جائے تو پھر (ظہر کی) نماز ادا کرو، کیونکہ یہ نماز مشہود ہے اور اس میں حاضر ہوا جاتا ہے، اور عصر کے وقت تک نماز ادا کرتے رہو، اسکے بعد غروب آفتاب تک نماز ادا کرنے سے باز رہو، کیونکہ سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اُس وقت کافر (یعنی سورج کو پوجنے والے) اُس کو سجدہ کرتے ہیں۔«صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ

الشَّمْسُ حَتَّى تَرْتَفِعَ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ، ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتَّى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّ حِينَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ، فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ، فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتَّى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ»۔(مسلم:832)

شیطان کے سینگوں سے کیا مراد ہے؟ :

حدیث میں ”تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ“ اور ” تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ“ کے جو الفاظ منقول ہیں، اس میں شیطان کے دونوں سینگوں سے کیا مراد ہے؟ اور سینگوں کے درمیان سے سورج کے طلوع یا غروب ہونے کا کیا مطلب ہے، اِس بارے میں مختلف اقوال ہیں:

1. اِس سے مراد شیطان کی دو جماعتیں ہیں جن کو شیطان طلوع و غروب کے وقت لوگوں کو گمارہ کرنے کیلئے بھیجتا ہے۔
2. اس سے مراد مجازی طور پر شیطان کا تسلط اور غلبہ مراد ہے، یعنی وہ طلوع و غروب کے وقت میں سورج کی پرستش کرنے والوں پر خصوصیت کے ساتھ مسلط ہوتا ہے۔
3. اکثر کے نزدیک اِس سے حقیقی معنی مراد ہے، یعنی طلوع و غروب کے وقت شیطان سورج کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے تاکہ جو سورج کی پرستش کرنے والے کفار ہیں اُن کا سجدہ شیطان کیلئے بھی ہو جائے، گویا یہ شیطان کا ایک فریب ہے جو وہ خود اپنے آپ کو دیتا ہے۔(مرقاۃ المفاتیح:2/822)(نفحات:2/303)

اوقاتِ ثلاثہ مکروہہ کا حکم:

اِن تینوں اوقات (طلوعِ آفتاب، زوالِ آفتاب اور غروبِ آفتاب) میں ہر قسم کی نماز خواہ اداءً پڑھی جائے یا قضاءً، اِسی طرح ہر طرح کا سجدہ جائز نہیں، اور جائز نہ ہونے کے دو معنی ہیں:

(1) عدمِ انعقاد۔ (2) انعقاد مع الکراہت۔

پہلی صورت: عدمِ انعقاد:

یعنی وہ نمازیں جو اوقاتِ مکروہہ ثلاثہ میں پڑھنے سے منعقد ہی نہیں ہوتیں یعنی شروع کرنے سے شروع نہیں ہوتیں، اور اگر پہلے سے پڑھی جارہی ہوں اور دورانِ نماز یہ اوقات داخل ہوجائیں تو نماز باطل ہوجاتی ہے۔ اور اِس سے مراد فرائض اور ملحَق بہ فرائض یعنی واجب لعینہٖ نماز مراد ہیں، جیسے: پانچ نمازیں، خواہ وہ وقتیہ ہوں یا فائتہ، اِسی طرح وتر کی نماز، سجدہ تلاوت جس کی آیت کامل وقت میں تلاوت کی گئی ہو۔ یہ سب اگر مکروہ اوقات میں اداء کیے جائیں تو اداء ہی نہیں ہوں گے۔ (شامیہ: 1/373)

البتہ فرائض میں سے "عصر الیوم" یعنی اُس دن کی عصر کی نماز غروبِ آفتاب کے وقت پڑھی جاسکتی ہے، کیونکہ اُس کا وقت غروبِ آفتاب تک ہے، پس اگر مکروہ وقت میں بھی اداء نہ کیا جائے تو بالکل قضاء ہوجائے گی، لیکن اس وقت تک مؤخر کرکے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

دوسری صورت: انعقاد مع الکراہت:

یعنی وہ نمازیں جو اِن مکروہ اوقات میں منعقد تو ہوجاتی ہیں لیکن مکروہ ہوتی ہیں، اِس لئے اُنہیں بھی اِن اوقات میں نہیں پڑھنا چاہیئے۔ اور اِس سے مراد نوافل اور ملحق بالنّوافل نمازیں ہیں۔ ملحق بالنّوافل سے

مراد واجب لغیرہٖ نمازیں ہیں اور اِسی میں مؤکّدہ و غیر مؤکدہ سنّتیں بھی شامل ہیں، پس یہ تمام نمازیں اوقاتِ مکروہہ ثلاثہ میں پڑھنا جائز نہیں، لیکن اگر کسی نے پڑھ لیں تو کراہت کے ساتھ منعقد ہو جائیں گی۔اب ذیل میں ہر ایک نماز کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

نمازِ جنازہ: جبکہ مکروہ اوقات میں ہی تیار ہوا ہو، پڑھ سکتے ہیں، مکروہ بھی نہیں، ہاں اگر پہلے سے تیار ہو چکا ہو اور اِن اوقاتِ مکروہہ تک تاخیر کی جائے تو مکروہ ہو گا، لیکن پھر بھی مزید تاخیر کرنے کی ضرورت نہیں، اُسی مکروہ وقت میں ہی پڑھ لینا چاہیئے۔(شامیہ:1/374)

سجدہ تلاوت: جبکہ مکروہ اوقات میں ہی اُس کی تلاوت کی گئی ہو، یہ بھی مکروہ وقت میں اداء ہو جائے گا ، لیکن مکروہ تنزیہی ہے، یعنی بہتر ہے کہ مکروہ وقت کے گزرنے کے بعد اداء کیا جائے۔

عصر الیوم: اُسی دن کی عصر کی نماز پڑھنا، لیکن اتنی تاخیر کر کے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

نفل نماز: اگرچہ مکروہ تحریمی ہے، لیکن کراہت کے ساتھ ہو جائے گی، یعنی گناہ ہو گا اور غیر مکروہ وقت میں لوٹانا واجب ہو گا۔

واجب الطّواف: یعنی طواف کی دونوں رکعتیں اِن اوقات میں پڑھنا مکروہ ہے لیکن پڑھنے سے کراہت کے ساتھ واجب اداء ہو جائے گا، یعنی گناہ گار ہو گا اور غیر مکروہ وقت میں لوٹانا واجب ہو گا۔اِس لئے مکروہ وقت کے بعد اداء کرنا چاہیئے۔

فاسد کردہ نفل: یعنی اُن نوافل کی قضاء کرنا جن کو شروع کرکے فاسد کر دیا گیا ہو، اِن اوقاتِ مکروہہ میں اُن کی قضاء پڑھنے سے واجب اداء ہو جائے گا لیکن کراہت کے ساتھ، یعنی گناہ گار ہو گا اور غیر مکروہ وقت میں لوٹانا واجب ہو گا۔

نذرِ مقیّد کی نماز: یعنی کسی نے اِن اوقاتِ ثلاثہ مکروہہ میں نماز پڑھنے کی نذر مانی ہو اور وہ اِن اوقات میں اپنی نذر کو پورا کرے تو نذر پوری ہو جائے گی، لیکن یہ نماز مکروہ تحریمی ہو گی، اِس لئے پڑھنی نہیں چاہیئے، بلکہ دوسرے اوقات میں نذر پوری کرنی چاہیے۔ لیکن اگر نذرِ مطلق ہو مثلاً مطلقاً نماز کی نذر مانی ہو، اِن اوقات کی قید نہ لگائی ہو تو اِن اوقات میں پڑھنے سے نذر پوری ہی نہیں ہو گی، لہٰذا دوسرے اوقات میں پڑھنا ضروری ہو گا۔(عُمدۃ الفقہ:2/ 22،21)

دوسری قسم: اوقاتِ مکروہہ للنوافل:

اس میں دو وقت ہیں: (1) صبح صادق سے طلوعِ آفتاب تک۔ (2) عصر کے بعد سے غروبِ آفتاب تک۔

فائدہ : غربِ آفتاب کے بعد مغرب کی نماز سے قبل نفل پڑھنا بھی مکروہ ہے، اِس لئے کہ اس سے مغرب کی نماز میں تاخیر لازم آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بقیہ تمام ائمہ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے کے قائل نہیں ہیں۔ اِسی طرح خطبہ جمعہ کے وقت بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے اور کیونکہ اس سے خطبہ کا سننا متاثر ہوتا ہے۔ نیز عیدین کی نماز سے پہلے خواہ گھر میں ہو یا عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے اور عیدین کی نماز کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے، البتہ گھر واپس آکر پڑھ سکتے ہیں۔

اوقاتِ مکروہہ للنّوافل کا حکم:

نوافل میں ملحق بالنّوافل یعنی واجب لغیرہٖ بھی داخل ہیں، لہٰذا اِس قسم کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ یہ وہ اوقات ہیں جن میں تمام نوافل مع سننِ مؤکّدہ و غیر مؤکّدہ اور واجب لغیرہٖ مثلاً: تحیۃ المسجد، تحیّۃ الوضوء، نذر کی نماز خواہ مقیّد ہو یا مطلق، طواف کی دو رکعتیں، یہ سب اِن اوقات میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا ان کو توڑ دینا اور بعد میں وقتِ کامل یعنی غیر مکروہ وقت میں پڑھنا واجب ہے۔(عُمدۃ الفقہ:2/23)

خلاصہ: اوقاتِ مکروھہ پانچ ہیں:

(1)—طلوعِ شمس۔ (2)—اِستواءِ شمس۔ (3)—غروبِ شمس۔

(4)—صبح صادق سے طلوع تک۔ (5)—عصر کے بعد سے غروب تک۔

اِن میں سے پہلے تین اوقات میں فرائض (علاوہ عصر الیوم) اور ملحَق بالفرائض یعنی واجب لعینہٖ سب سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتے اور نوافل مع سننِ مؤکّدہ و غیر مؤکّدہ اور ملحَق بالنّوافل یعنی واجب لغیرہٖ کراہت کے ساتھ منعقد ہوتے ہیں——جبکہ آخری دو مکروہ اوقات میں نوافل مع سننِ مؤکّدہ و غیر مؤکّدہ اور ملحَق بالنّوافل یعنی واجب لغیرہٖ کا اداء کرنا مکروہ تحریمی ہے اور فرائض اور ملحَق بالفرائض یعنی واجب لعینہٖ بلا کراہت اداء ہو جاتے ہیں۔(عُمدۃ الفقہ:2/23،22)

اوقاتِ مکروہہ کی تعداد میں ائمہ کا اِختلاف:

- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: اوقاتِ مکروہہ چار ہیں، اُن کے نزدیک اِستواءِ شمس مکروہ وقت نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: اوقاتِ مکروہہ پانچ ہیں یعنی اِستواءِ شمس بھی شامل ہے۔(مرعاۃ المفاتیح:3/452)

اوقاتِ ثلاثہ مکروہہ میں فرائض کے حکم میں ائمہ کا اختلاف:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: طلوع، غروب اور اِستواء کے وقت فرائض خواہ اداءً پڑھے جائیں یا قضاءً، منعقد ہی نہیں ہوتے، پہلے سے پڑھنے کی صورت میں فاسد ہو جاتے ہیں، ہاں عصر الیوم درست ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: فرض نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: 1/334)

فجر اور عصر میں دورانِ نماز سورج کا طلوع و غروب ہونا:

فجر کی نماز کے دوران سورج طلوع ہو جائے یا عصر کی نماز کے دوران سورج غروب ہو جائے تو اِس سے فجر اور عصر کی نماز باقی رہتی ہے یا ٹوٹ جاتی ہے، اِس مسئلہ میں ائمہ کرام کے چار اقوال ہیں:

- مالکیہ، شوافع اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: فجر اور عصر دونوں ہو جائیں گی۔
- امام ابو حنیفہ و محمّد رحمۃ اللہ علیہما: عصر کی نماز ہو جائے گی، فجر نہیں۔
- امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ: فجر اور عصر دونوں نمازیں فاسد ہو جائیں گی۔
- امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ: فجر میں اگر وقتِ مکروہ کے گزرنے تک اِمساک کیا جائے یعنی نماز کے دوران ہی رک جائیں تو فجر بھی ہو جائے گی۔(تحفۃ المرأۃ فی دُروس المشکوۃ:253)

مغرب سے پہلے نفل نماز پڑھنے کا حکم:

اِس میں تین قول ہیں: (1) اِستحباب۔ (2) کراہت۔ (3) جَواز۔

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: مستحب ہے۔ اور ایک قول ان سے جواز کا بھی مَروی ہے۔
- امام ابو حنیفہ و مالک رحمۃ اللہ علیہما: مکروہ ہے، مغرب میں تاخیر لازم آنے کی وجہ سے۔

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: جائز ہے۔(الفقہ الاِسلامی:1/686)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:7/183)

اوقاتِ مکروہہ میں مکہ مکرمہ میں نوافل پڑھنا:

- امام شافعی اور احمد رحمۃ اللہ علیہما: مکہ مکرمہ میں اوقاتِ مکروہہ کے اندر نوافل جائز ہیں۔
- امام ابوحنیفہ اور مالک رحمۃ اللہ علیہما: جائز نہیں۔ (تحفۃ الالمعی:1/492)

جمعہ کے دن اِستواءِ شمس کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں :

جمعہ کے دن زوال کے مکروہ وقت میں نماز پڑھنا کیسا ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- اِمام شافعی وابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما: جمعہ کے دن یہ وقت مکروہ نہیں، اِس میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔
- طرفین، مالکیہ اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: جمعہ اور غیر جمعہ برابر ہیں، یعنی عام دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی اِستوائے شمس کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(مرعاۃ المفاتیح:3/471)(مرقاۃ المفاتیح:2/828)

خروجِ خطیب الی المنبر کے بعد تحیۃ المسجد پڑھنا :

جب اِمام خطبہ دینے کیلئے منبر پر آکر بیٹھ جائے اور پھر کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ تحیۃ المسجد پڑھے گا یا نہیں اِس میں اختلاف ہے:

- احناف ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: نہیں پڑھ سکتا، اِس لئے کہ اِرشادِ نبوی ہے: ”إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الجُمُعَةِ: أَنْصِتْ، وَالإِمَامُ يَخْطُبُ، فَقَدْ لَغَوْتَ“(بخاری:934)تو جب کسی کو خاموش کرانا منع ہے تو نماز پڑھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

- شوافع وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: پڑھ سکتا ہے ، اِس لئے کہ سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دیا تھا۔(مسلم:875)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:7/184)

نوافل کی ممنوع صورتیں:

مندرجہ ذیل صورتوں میں نوافل پڑھنے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے ، لہذا ان میں نفل پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔اور اگر کوئی شروع کردے تو توڑ کر بعد میں اُس کی قضاء کرنا واجب ہے۔صورتیں یہ ہیں: (1)طلوعِ آفتاب کے وقت ۔(2)زوالِ آفتاب کے وقت ۔(3)غروبِ آفتاب کے وقت ۔(4)صبح صادق کے بعد طلوعِ آفتاب تک۔(5)عصر کے بعد مغرب تک۔(6)امام کے خطبہ دینے کے لئے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد۔(7)اقامت شروع ہوجانے کے بعد۔(8)عید کی نماز سے پہلے مطلقاً۔یعنی گھر اور مسجد کا ایک حکم ہے۔(9)عید کی نماز کے بعد عید گاہ میں۔پس گھر آکر پڑھ سکتے ہیں۔(10)ظہر اور عصر کے درمیان جبکہ عرفات میں اُن کو جمع کیا جارہا ہو۔(11)مغرب اور عشاء کے درمیان جبکہ مزدلفہ میں اُن کو جمع کیا جارہا ہو۔(12)فرض نماز کا وقت تنگ ہونے کی حالت میں۔(13)نومِ غالب کے وقت یعنی جب نیند کا غلبہ ہو۔(کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ:1/316)(مرقاۃ:3/934)

عیدین سے پہلے اور بعد میں نوافل کا حکم:

عیدین کی نماز سے قبل اور بعد میں نوافل پڑھنا درست ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: مطلقاً جائز ہے۔نماز سے قبل بھی اور بعد میں بھی۔
- مالکیہ وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم : مطلقاً مکروہ ہے۔نماز سے قبل بھی اور بعد میں بھی۔

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: نماز سے قبل مطلقاً مکروہ ہے خواہ عید گاہ میں ہو یا گھر میں اور نماز کے بعد عید گاہ میں مکروہ ہے، گھر میں پہنچ کر پڑھی جاسکتی ہے۔(مرقاۃ:3/1063)(درسِ ترمذی:2/318)

اوقاتِ مکروہہ میں نمازِ جنازہ اور تدفین کا حکم:

☆— **نمازِ جنازہ:** مکروہ اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: دن ورات میں کسی بھی وقت میں پڑھ سکتے ہیں، اِس میں کوئی کراہت نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: اوقاتِ مکروہہ میں پڑھنا مکروہ ہے۔(البنایۃ:2/57)(مرعاۃ:3/455)

احناف کے نزدیک اگر مکروہ وقت میں جنازہ تیار ہوا ہو تو بلا کراہت جائز ہے، پہلے سے تیار جنازہ کو مکروہ وقت تک مؤخر کرکے نہیں پڑھنا چاہیئے۔(الدر المختار:1/374)

☆— **میت کی تدفین:** مکروہ اوقات میں میت کو دفن کرنا کیسا ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: مکروہ ہے، اِس لئے کہ حدیث میں تین اوقات میں مردوں کو دفنانے سے منع کیا گیا ہے۔ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ، أَوْ أَنْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا۔(مسلم:831)
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: میت کو دفنانا بلا کراہت جائز ہے اور حدیث میں ”أَنْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا“ کے جو الفاظ ہیں ان سے مراد میت کو دفنانا نہیں، نمازِ جنازہ پڑھنا مراد ہے۔(مرعاۃ:3/455)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ الْجَمَاعَةِ وَفَضْلِهَا

جماعت کا لغوی اور اِصطلاحی معنیٰ:

جماعت لغت میں ”تَأْلِيفُ الْمُتَفَرِّقِ“یعنی متفرّق اشیاء کے جوڑ دینے کو کہا جاتا ہے، عموماً جماعت کا اِطلاق انسانوں کے جمع ہونے پر ہوتا ہے لیکن کبھی غیر جاندار اشیاء پر بھی جماعت کا لفظ بولا جاتا ہے، جیسے : ”جَمَاعَةُ الشَّجَرِ“ اور ”جَمَاعَةُ النَّبَاتِ“ یعنی درختوں اور نباتات کی جماعت۔(الموسوعۃ الفقہیۃ:15/280)

فقہاء کرام کی اِصطلاح میں جماعت کی تعریف یہ نقل کی گئی ہے:”فِعْل الصَّلاَةِ مُجْتَمِعِينَ“ یعنی لوگوں کا مل کر نماز پڑھنا جماعت کہلاتا ہے۔(عُمدۃ الفقہ:2/179)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:15/280)

جماعت کی ایک تعریف یہ بھی نقل کی گئی ہے:

”الإمام مع واحد سواء كان رجلا أو امرأة حرا أو عبدا أو صبيا يعقل أو ملكا أو جنيا في مسجد أو غيره “امام کا کسی بھی ایک شخص کے ساتھ ہونا جماعت کہلاتا ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، یا کوئی عقل و تمیز رکھنے والا بچہ ہو یا فرشتہ ہو، یا جن وغیرہ ہو۔(حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی:1/286)

جماعت کے کم سے کم افراد:

جمعہ اور عیدین کے علاوہ دیگر نمازوں میں جماعت کی نماز کیلئے کم از کم دو افراد ضروری ہوتے ہیں، اگرچہ وہ وہ مقتدی ایک سمجھدار لڑکا ہی کیوں نہ ہو، البتہ جمعہ اور عیدین میں کم از کم اِمام کے علاوہ تین ایسے افراد کا ہونا ضروری ہے جو امامت کے اہل ہوں اور نماز کے آخر تک رہیں۔(شامیہ:1/553)(البحر الرائق:1/366)

جماعت کیلئے کم از کم تین افراد ہونا ضروری نہیں ، اِس لئے کہ خود آپ ﷺ کے قول و فعل سے دو کی جماعت ثابت ہے، ملاحظہ ہو:

اِرشادِ نبوی ہے: دو اور اُس سے زیادہ جماعت ہے۔اثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ۔(ابن ماجہ:972)

ایک اور روایت میں آپ نے دو صحابی کو نصیحت کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: جب نماز کا وقت آجائے تو تم دونوں(یعنی دونوں میں سے ایک)اذان دینا اور پھر تم دونوں میں سے جو بڑا ہو وہ تمہارا امام بن جائے۔إِذَا حَضَرَتِ الصَّلاَةُ، فَأَذِّنَا وَأَقِيمَا، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا۔(بخاری:658)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رات گزاری ، نبی کریم ﷺ رات کو نماز کیلئے اُٹھے ، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں آپ ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہوگیا، آپ نے مجھے سر سے پکڑ کر مجھے اپنے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي «فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَقُمْتُ أُصَلِّي مَعَهُ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَ بِرَأْسِي، فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ»۔(بخاری:699)

کیا ایک بچے کی معیّت میں جماعت ہو سکتی ہے:

اِس پر سب کا اِتفاق ہے کہ بچہ اگر ”صبی غیر مُمیّز“ یعنی نا سمجھ بچہ ہو تو اُس کو لے کر جماعت نہیں کروائی جاسکتی، نیز اِس پر بھی سب کا اِتفاق ہے کہ نفل میں صبی مُمیّز کو لے کر جماعت کراوئی جاسکتی ہے، جیسے نبی کریم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے ساتھ رات کی نماز میں ساتھ کھڑا کیا تھا، البتہ اِس میں اختلاف ہے کہ فرض نماز پڑھتے ہوئے صبیِ مُمیّز کو ساتھ کھڑا کیا جاسکتا ہے یا نہیں:

- امام ابو حنیفہ و شافعی رحمۃ اللہ علیہما: جماعت منعقد ہو جائے گی اور فضیلت کا حصول بھی ہو گا۔

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: جماعت منعقد نہیں ہو گی اور فضیلت کا حصول بھی نہ ہو گا۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: دونوں طرح کے اقوال ہیں۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:27/169)

جماعت کی حکمتیں:

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بہت سے اِنفرادی اور اجتماعی فوائد ہیں جن کا اِحاطہ کرنے سے عقلِ انسانی قاصر وعاجز ہے، البتہ جو ظاہری طور پر چند بڑی حکمتیں نظر آتی ہیں وہ یہ ہیں:

(1)ایک نماز پر ستائیس نماز کا ثواب ملنا۔(2)آپس میں محبت اور اتفاق بڑھنا اور دوسروں کو دیکھ کر عبادت کا شوق اور رغبت پیدا ہونا نیک لوگوں اور کاملوں کے قلبی انوار سے دوسروں کے قلوب اور لطائف کا منور ہونا۔(3)بزرگ و نیک لوگوں کے ساتھ گناہگاروں کی نماز کا بھی قبول ہو جانا۔(4)ناواقفوں کو واقفوں سے مسائل پوچھنے میں آسانی ہونا اور اپنی غلطیوں کی اصلاح اور دوسروں کی اچھائی و عمدگی حاصل کرنا پس یہ نماز کی صحت و تکمیل کا بہترین ذریعہ ہے۔(5)نماز میں خوب دل لگنا۔(6)ایک دوسرے کے حال کی اطلاع ہونا اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکنا جس سے اخوت و محبت ایمانی میں کمال حاصل ہوتا ہے۔(7)بے نمازیوں کا پتہ چلنا اور ان میں تبلیغ اور وعظ و نصیحت کا موقع ملنا۔(8)نزول رحمت و قبولیت کے لئے خاص اثر رکھنا۔(9)جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا عبادت اور اسلام کی شان اور کلمۃ اللہ کی بلندی اور کفر کی پستی کا ذریعہ ہے۔(11)جماعت پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا۔(12)جماعت کے انتظار کے وقت کا عبادت میں شمار ہونا وغیرہ۔(زبدۃ الفقہ)

جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کی وعیدیں:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خوف یا مرض۔ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنَ اتِّبَاعِهِ، عُذْرٌ، قَالُوا: وَمَا الْعُذْرُ؟، قَالَ: «خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ، لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّى»۔ (ابوداؤد: 551)

اِرشادِ نبوی ہے: سراسر ظلم، کفر اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ تعالیٰ کے منادی (مؤذن) کی آواز سنے اور نماز کے لئے نہ جائے۔ الْجَفَاءُ كُلُّ الْجَفَاءِ، وَالْكُفْرُ، وَالنِّفَاقُ، مَنْ سَمِعَ مُنَادِيَ اللهِ يُنَادِي بِالصَّلَاةِ يَدْعُو إِلَى الْفَلَاحِ، وَلَا يُجِيبُهُ۔ (مسند احمد: 15627)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: میرا دل چاہتا ہے کہ میں چند نوجوانوں کو حکم دوں کہ وہ لکڑیاں جمع کر کے لائیں، پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں آگ لگادوں۔ «لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ، فَتُقَامَ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَنْطَلِقَ مَعِي بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزَمٌ مِنْ حَطَبٍ إِلَى قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ، فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ بِالنَّارِ»۔ (ابوداؤد: 548)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں باجماعت نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہوجاتا ہے، اس لئے جماعت کو ضروری سمجھو کیونکہ بھیڑیا اکیلی بکری کو کھاجاتا ہے۔ مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ؛ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ۔ (نسائی: 847)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفلیں پڑھتا ہے لیکن جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ جہنمی ہے۔قَالَ مُجَاهِدٌ،وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ رَجُلٍ يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ، لَا يَشْهَدُ جُمْعَةً وَلَا جَمَاعَةً؟فقَالَ:«هُوَ فِي النَّارِ»۔(ترمذی:218)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن کی بدبختی اور بد نصیبی کے لئے یہی کافی ہے کہ مؤذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔«حَسْبُ الْمُؤْمِنِ مِنَ الشَّقَاءِ وَالْخَيْبَةِ أَنْ يَسْمَعَ الْمُؤَذِّنَ يُثَوِّبُ بِالصَّلَاةِ فَلَا يُجِيبَهُ»۔(طبرانی کبیر:20/183)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ لوگ جماعت چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالی ان کے دلوں پر مہر لگادیں گے، پھر وہ غافلین میں سے ہوجائیں گے۔«لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجَمَاعَاتِ، أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ، ثُمَّ لَيَكُونُنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ»۔(ابن ماجہ:794)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: لوگ جماعت ترک کرنے سے باز آجائیں ورنہ میں ان کے گھروں کو آگ لگادوں گا۔«لَيَنْتَهِيَنَّ رِجَالٌ عَنْ تَرْكِ الْجَمَاعَةِ، أَوْ لَأُحَرِّقَنَّ بُيُوتَهُمْ»۔(ابن ماجہ:795)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں اپنے بارے میں یاد ہے کہ نماز سے صرف وہی پیچھے رہتا تھا جو کھلا منافق یا مریض ہوتا تھا، یہاں تک کہ مریض بھی دو آدمیوں کے کندھوں کا سہارا لے کر نماز میں آجاتا تھا۔ اور فرماتے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں "سننِ ھدیٰ" سکھلائی ہیں اور بے شک سننِ ھدیٰ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس مسجد میں جاکر نماز اداء کی جائے جہاں اذان دی جاتی ہو۔قَالَ عَبْدُ اللهِ: «لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ، أَوْ مَرِيضٌ، إِنْ كَانَ الْمَرِيضُ لَيَمْشِي

بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتَّى يَأْتِيَ الصَّلَاةِ»، وَقَالَ: «إِنْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدَى، وَإِنَّ مِنْ سُنَنَ الْهُدَى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَذَّنُ فِيهِ»۔(مسلم:654)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالی کی بارگاہ میں مسلمان بن کرحاضر ہووہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہے(یعنی مسجد میں)اس لئے کہ اللہ تعالی نے تمہارے نبی علیہ السلام کیلئے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جوسراسرھدایت ہیں،ان میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں۔اگرتم لوگ اپنے گھروں میں نمازیں پڑھنے لگوگے جیساکہ فلاں شخص پڑھتا ہےتوتم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑنے والے ہوگے،اوریہ سمجھ لوکہ اگرنبی کی سنت کوچھوڑ دوگےتو گمراہ ہوجاؤگے۔جو شخص اچھی طرح وضو کرےاس کے بعد مسجد کی طرف جائے تو ہرہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے ،ایک ایک خطامعاف ہوتی ہے۔ہم تو اپنا یہ حال دیکھا کرتے تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہوتا تھاوہ (تو)جماعت سےرہ جاتا تھا(ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عام منافقین کی بھی جماعت چھوڑنےکی ہمت نہ ہوتی تھی)اوربیمار شخص(کی حالت بھی ایسی ہوتی تھی کہ اس)کودو آدمیوں کے سہارےلاکر صف میں کھڑا کردیا جاتا تھا۔مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللهَ غَدًا مُسْلِمًا، فَلْيُحَافِظْ عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ، فَإِنَّ اللهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدَى، وَإِنَّهُنَّ مَنْ سُنَنَ الْهُدَى، وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هَذَا الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ، لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ، ثُمَّ يَعْمِدُ إِلَى مَسْجِدٍ مِنْ هَذِهِ الْمَسَاجِدِ، إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ خَطْوَةٍ يَخْطُوهَا حَسَنَةً، وَيَرْفَعُهُ

بِهَا دَرَجَةً، وَيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُومُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتَى بِهِ يُهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يُقَامَ فِي الصَّفِّ»۔(مسلم:654)

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے فضائل:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: دو آدمیوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اِس طرح کہ اُن میں ایک شخص دوسرے کی اِمامت کر رہا ہو یہ اللہ کے نزدیک چار آدمیوں کے انفرادی طور پر نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور چار آدمیوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اِس طرح کہ اُن میں سے ایک شخص اِمامت کر رہا ہو یہ اللہ کے نزدیک آٹھ آدمیوں کے اِنفرادی طور پر نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور آٹھ آدمیوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اِس طرح کہ اُن میں ایک امامت کر رہا ہو، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سو آدمیوں کے اِنفرادی طور پر نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔«صَلَاةُ الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ أَزْكَى عِنْدَ اللهِ مِنْ صَلَاةِ أَرْبَعَةٍ تَتْرَى، وَصَلَاةُ أَرْبَعَةٍ يَؤُمُّهُمْ أَحَدُهُمْ أَزْكَى عِنْدُ اللهِ مِنْ صَلَاةِ ثَمَانِيَةٍ تَتْرَى، وَصَلَاةُ ثَمَانِيَةٍ يَؤُمُّهُمْ أَحَدُهُمْ أَزْكَى عِنْدَ اللهِ مِنْ صَلَاةِ مِائَةٍ تَتْرَى»۔(طبرانی کبیر:36/19)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اجر اپنے گھر میں اور بازار میں (جماعت کے ساتھ ہو یا بغیر جماعت کے) نماز پڑھنے کے مقابلے میں پچیس گنا زیادہ ہوتا ہے۔ بے شک تم میں سے کوئی شخص جب اچھے طریقے سے وضو کر کے صرف نماز پڑھنے کی غرض سے مسجد آئے تو مسجد میں داخل ہونے تک اُس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اُس کا ایک درجہ بلند اور ایک گناہ معاف کر دیتے ہیں ،اور جب وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو جب تک وہ نماز کی وجہ سے مسجد میں رکا رہے وہ نماز میں ہی ہوتا ہے اور (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا رہے اور

اُس کا وضو نہ ٹوٹے، فرشتے اُس کیلئے مسلسل رحمت کی دعاء کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ !اس کی مغفرت فرمادے،اے اللہ!اِس پر رحم فرمادے۔صَلاَةُ الجَمِيعِ تَزِيدُ عَلَى صَلاَتِهِ فِي بَيْتِهِ، وَصَلاَتِهِ فِي سُوقِهِ، خَمْسًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ، وَأَتَى المَسْجِدَ، لاَ يُرِيدُ إِلَّا الصَّلاَةَ، لَمْ يَخطُ خَطْوَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْهُ خَطِيئَةً، حَتَّى يَدْخُلَ المَسْجِدَ، وَإِذَا دَخَلَ المَسْجِدَ، كَانَ فِي صَلاَةٍ مَا كَانَتْ تَحْبِسُهُ، وَتُصَلِّي - يَعْنِي عَلَيْهِ المَلاَئِكَةُ - مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ۔(بخاری:477)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلے میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا پچیس گنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔صَلاَةُ الجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلاَةَ الفَذِّ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً۔(بخاری:646)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد مروی ہے: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلے میں ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔«صَلاَةُ الجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلاَةَ الفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً»۔(بخاری:645)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں: جو شخص صبح شام مسجد آتا جاتا رہتا ہو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت میں ہر صبح وشام کے بدلے میں مہمانی کا انتظام فرمائیں گے۔مَنْ غَدَا إِلَى المَسْجِدِ وَرَاحَ، أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ ۔(بخاری:662)وَالْأَصْلُ فِي الْغُدُوِّ الْمُضِيُّ مِنْ بُكْرَةِ النَّهَارِ وَالرَّوَاحُ بَعْدَ الزَّوَالِ ثُمَّ قَدْ يُسْتَعْمَلَانِ فِي كُلِّ ذَهَابٍ وَرُجُوعٍ تَوَسُّعًا۔(فتح الباری:2/148)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: مسجد میں آتے جاتے رہنا جہاد فی سبیل اللہ کی طرح ہے۔الْغُدُوُّ وَالرَّوَاحُ إِلَى الْمَسَاجِدِ مِنَ الْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللهِ۔(طبرانی کبیر:7739)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں: چھ مجلسیں ایسی ہیں جن میں سے کسی بھی مجلس میں اگر مومن ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے ضمان میں ہوتا ہے: اللہ تعالیٰ کے راستہ میں، جماعت سے نماز ہونے والی مسجد میں، مریض کے پاس، جنازے کے پیچھے جانے میں، میت کے گھر میں، امامِ عادل کے پاس (اُس کی مدد و نصرت اور تعظیم کے لئے)۔سِتُّ مَجَالِسٍ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُ فِي مَجْلِسٍ مِنْهَا إِلاَّ كَانَ ضَامِنًا عَلَى اللَّهِ: فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ، أَوْ عِنْدَ مَرِيضٍ، أَوْ تَبِعَ جِنَازَةً، أَوْ فِي بَيْتِهِ، أَوْ عِنْدَ إِمَامٍ مُقْسِطٍ۔(کشف الاستار:435)عِنْدَ إِمَامٍ مُقْسِطٍ يُعَزِّرُهُ وَيُوَقِّرُهُ۔(مجمع الزوائد:2034)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بے شک جب کوئی شخص امام کے ساتھ (اِمام کے ساتھ) کھڑا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ فارغ ہوجائے تو اُس کیلئے رات بھر قیام کا ثواب لکھا جاتا ہے۔إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ، حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ۔(مسند احمد:21419)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جو فرض نماز جماعت سے پڑھنے کے لئے جائے تو اُس کی نماز حج کی طرح ہے اور جو نفل نماز کے جائے تو اُس کی نماز مکمل عمرہ کی طرح ہے۔مَنْ مَشَى إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فِي الْجَمَاعَةِ، فَهِيَ كَحَجَّةٍ، وَمَنْ مَشَى إِلَى صَلَاةِ تَطَوُّعٍ فَهِيَ كَعُمْرَةٍ تَامَّةٍ۔(طبرانی کبیر:7578)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جو فرض نماز پڑھنے کے لئے وضو کرکے چلے تو اُس کا اجر احرام باندھ کر حج کرنے والے کی طرح ہے، اور جو چاشت کی نماز پڑھنے کے لئے چلے اُس کا اجر عمرہ کرنے والے کے اجر کی طرح ہے۔مَنْ مَشَى إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ وَهُوَ مُتَطَهِّرٌ، فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ مَشَى

إِلَى تَسْبِيحِ الضُّحَى، فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ۔(طبرانی کبیر:7734)مَنْ مَشَى إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ كَانَتْ بِمَنْزِلَةِ حَجَّةٍ، وَمَنْ مَشَى إِلَى صَلَاةِ تَطَوُّعٍ كَانَتْ بِمَنْزِلَةِ عَمْرَةٍ۔(طبرانی کبیر:7764)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اندھیروں میں مسجدوں کی طرف جانے والوں کو قیامت کے دن مکمل نور کی بشارت دیدو۔ بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ، بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(ابن ماجہ:781)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اندھیروں میں مسجدوں کی طرف جانے والے لوگ دراصل اللہ کی رحمت میں ڈوب جانے والے ہیں۔الْمَشَّاءُونَ إِلَى الْمَسَاجِدِ فِي الظُّلَمِ، أُولَئِكَ الْخَوَّاضُونَ فِي رَحْمَةِ اللَّهِ۔(ابن ماجہ:779)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بے شک اللہ تعالیٰ جماعت کے ساتھ پڑھنے سے خوش ہوتے ہیں۔إِنَّ اللهَ لَيَعْجَبُ مِنَ الصَّلَاةِ فِي الْجَمِيعِ۔(مسند احمد:5112)

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے۔«يَدُ اللَّهِ مَعَ الجَمَاعَةِ»۔(ترمذی:2166)

کنز العمال میں ابن النجار کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ: جب کوئی بندہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ کر اپنی حاجت کا سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اِس بات سے شرماتے ہیں کہ اُس کی حاجت پوری کیے بغیر اُس کو لوٹادیں۔إن الله يستحيي من عبده إذا صلى في جماعة، ثم سأل حاجته أن ينصرف حتى يقضيها۔(کنز العمال:20243)

اِرشادِ نبوی ہے: مجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ مسلمانوں اور مومنوں کی نماز (جماعت کے ساتھ) ایک ہی ہو۔لَقَدْ أَعْجَبَنِي أَنْ تَكُونَ صَلَاةُ الْمُسْلِمِينَ-أَوْقَالَ-الْمُؤْمِنِينَ، وَاحِدَةً۔(ابوداؤد:506)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس نے اللہ کیلئے چالیس دن تک تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھی اُس کیلئے دو پروانے لکھ دیے جاتے ہیں: ایک جہنم سے خلاصی کا پروانہ، اور دوسرا نفاق سے بری ہونے کا

پروانہ۔مَنْ صَلَّى لِلَّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا فِي جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيرَةَ الأُولَى كُتِبَ لَهُ بَرَاءَتَانِ: بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ، وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ۔(ترمذی:241)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جو اچھے طریقے سے وضو کرکے نماز کیلئے گیا اور لوگوں کو اِس حال میں پایا کہ وہ نماز پڑھ چکے تھے تو اللہ تعالیٰ اُسے اُس شخص کی طرح اجر عطاء فرمائیں گے جس نے نماز میں حاضر ہوکر (جماعت کے ساتھ) نماز پڑھی ہو، اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں کی جائے گی۔مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا، أَعْطَاهُ اللهُ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا، أَوْ حَضَرَهَا، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا۔(مسند احمد:8947)

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت ستائیس درجہ زیادہ ہے یا پچیس:

انفرادی نماز کے مقابلے میں جماعت کا ثواب کتنا ہے، اس بارے میں دو طرح کی روایات ہیں:

☆— 27 گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔(بخاری:646) ☆— 25 گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔(بخاری:645)

نوٹ: ایک مُرسل روایت میں نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد مَروی ہے: انسان کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلے میں چوبیس گنا زیادہ ہے۔صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمِيعِ، تَفْضُلُ عَلَى صَلَاةِ الرَّجُلِ وَحْدَهُ، أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ صَلَاةً۔(مصنف عبد الرزاق:2002) ایک اور روایت میں بیس سے کچھ زیادہ درجہ فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے:«فَضْلُ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ عَلَى صَلَاةِ الرَّجُلِ وَحْدَهُ بِضْعٌ وَعِشْرُونَ دَرَجَةً»۔(مصنف عبد الرزاق:2003)

لیکن چونکہ زیادہ تر روایات میں جماعت کی نماز کا درجہ پچیس اور ستائیس گنا زیادہ بیان کیا گیا ہے، لہٰذا پچیس اور ستائیس کی روایات ہی کو ترجیح دی گئی ہے۔

ترجیح و تطبیق : پچیس اور ستائیس کی دونوں روایتوں کے درمیان بظاہر تعارض ہے، اِس لئے ان میں ترجیح و تطبیق کا پہلو اپنایا گیا ہے، جس کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں:

1. بعض نے پچیس گنا زیادہ ہونے کی روایت کو ترجیح دی ہے، اِس لئے کہ اُس کے روایت کرنے والے کثرت سے ہیں، اور بعض نے ستائیس گنا کی روایت کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ "مُثبِت للزیادۃ" زیادتی کو ثابت کرنے والی روایت ہے اور جب کسی عادل اور ضابط راوی کی جانب سے زیادتی کی جائے تو وہ زیادتی مقبول ہوتی ہے۔(مرعاۃ المفاتیح:3/480)
2. دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں، اِس لئے کہ عددِ اَقل عددِ اَکثر کی نفی نہیں کرتا، پس دونوں روایتیں جمع ہوسکتی ہیں۔(مرعاۃ المفاتیح:3/480)
3. اصل فضیلت پچیس گنا زیادہ کی ہے، اور دوسری روایت میں جو ستائیس گنا زیادہ فضیلت ذکر کی گئی ہے اُس میں اِنفرادی نماز اور جماعت سے ہونے والی نماز کو بھی ذکر کیا گیا ہے، پس گویا فضیلت کے صرف پچیس درجات ہیں اور اگر اُس کے ساتھ اِنفرادی اور جماعت کے ساتھ ہونے نماز کو بھی شامل کر کرلیا جائے تو ستائیس گنا ہوجاتے ہیں۔ لیکن یہ توجیہ بعید تر ہے۔(فتح الباری لابن رجب:6/14)
4. پہلے 25 کا حکم نازل ہوا تھا، بعد میں اس فضیلت کو بڑھا کر 27 درجہ کردیا۔(مرقاۃ المفاتیح:3/831)
5. نمازیوں کے خشوع و خضوع یا مسجد کے دور یا قریب ہونے یا صفِ اول میں جگہ ملنے یا نہ ملنے کی وجہ سے یا تکبیرِ تحریمہ کو پانے یا نہ پانے کے اعتبار سے فرق کیا گیا ہے۔(مرقاۃ المفاتیح:3/831)

6. پچیس کی روایت سرّی نمازوں کے اعتبار سے اور ستائیس کی روایت جہری نماز کے اعتبار سے ہے، یعنی فجر، مغرب اور عشاء میں ستائیس درجہ زیادہ فضیلت حاصل ہوتی ہے۔(مرعاۃ:3/481)

7. ستائیس کی روایت کا تعلّق فجر و عشاء کے ساتھ ہے کیونکہ یہ دونوں نمازیں منافقین پر بہت بھاری ہوتی ہیں، جیسا کہ بخاری میں ہے:أَثْقَلُ الصَّلَاۃِ عَلَی الْمُنَافِقِینَ العِشَاءُ وَالفَجْرُ۔اور پچیس کی روایت کا تعلّق ظہر، عصر اور مغرب سے ہے۔(مرعاۃ:3/481)

8. ستائیس کا تعلّق عصر اور فجر سے ہے، اِس لئے کہ اِن دونوں وقتوں میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں، اور پچیس کی روایت کا تعلّق ظہر، مغرب اور عشاء کے اعتبار سے ہے۔(مرعاۃ:3/481)

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم:

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا احناف کے نزدیک راجح قول کے مطابق واجب ہے، اگرچہ ایک قول سنت ہونے کا بھی ہے، جیسا کہ بعض کتبِ فقہ میں ذکر کیا گیا ہے، لیکن اُن کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کا وجوب سنّت سے ثابت ہے۔(شامیہ:1/552)(البحر الرائق:1/365)(فتح القدیر:1/345)(مرقاۃ المفاتیح:3/833)

مختلف نمازوں کے اعتبار سے جماعت کے حکم کی مختلف صورتیں ہیں:

- واجب: پانچ وقت کی نمازیں جبکہ کوئی شرعی عُذر نہ ہو۔
- شرطِ صلوۃ: جمعہ اور عیدین میں صحتِ صلوۃ یعنی نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے۔
- سنّتِ مؤکّدہ علی الکفایہ: تراویح کی نماز اہلِ محلّہ پر سنّتِ مؤکّدہ علی الکفایہ ہے۔
- مستحب: رمضان المُبارک میں وتر کی جماعت۔

- مکروہ تنزیہی: رمضان المبارک کے علاوہ وتر کی جماعت جبکہ مداومت کے ساتھ ہو۔
- مکروہ تحریمی: (1)مسجدِ محلّہ میں جماعتِ ثانیہ کروانا جبکہ اُس میں اِمامِ راتب اذان واِقامت کے ساتھ ایک دفعہ کرواچکاہو۔(2)نوافل کی جماعت جبکہ تداعی کے ساتھ ہو، جس کی حدیہ کہ اِمام کے علاوہ ایک دو فرد پڑھ سکتے ہیں، اِس سے زیادہ درست نہیں۔(3)نمازِ خسوف(چاند گرہن کی نماز)جبکہ تداعی کے ساتھ ہو۔(شامیہ:1/552،553)(عُمدۃ الفقہ:2/180،181)

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے حکم میں ائمہ کا اختلاف:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: سنّتِ مؤکّدہ اور وجوب دونوں طرح کے قول ہیں، راجح قول وجوب کا ہے۔
- مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: سنتِ مؤکّدہ ہے۔
- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: فرض کفایہ ہے۔
- حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: فرض عین ہے، لیکن راجح قول کے مطابق صحتِ نماز کی شرط نہیں۔
- اصحابِ ظواہر: فرض عین ہے اور صحتِ نماز کی شرط ہے۔(البنایۃ:2/324)

ترکِ جماعت کے اعذار:

1. **مرضِ شدید**۔ ہلکی پھلکی بیماری جس کے ساتھ جماعت میں شرکت ممکن ہو، وہ عذر نہیں۔
2. **تیز بارش**۔ اور اسی میں برف باری بھی داخل ہے۔
3. **تیمارداری**۔ یعنی مریض کو چھوڑ کر جماعت میں شرکت نہ کی جاسکتی ہو۔
4. **خوف**۔ مثلاً: درندے کا، دشمن کا، جان ومال کی ہلاکت کا

5. **سخت تاریکی**۔ یعنی جس میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور روشنی کا کوئی انتظام بھی نہ ہو۔

6. **قید ہونا**۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں جماعت میں نکلا نہیں جا سکتا۔

7. **اندھا ہونا**۔ خواہ مسجد تک لے جانے کے لئے کوئی خادم دستیاب ہو یا نہیں۔

8. **اپاہج ہونا**۔ یعنی جو پاؤں نہ ہونے یا پاؤں بیکار ہو جانے کی وجہ سے مسجد نہ جا سکتا ہو۔

9. **بہت زیادہ بوڑھا ہونا**۔ یعنی اس قدر ضعیف ہو چکا ہو کہ مسجد تک جانے سے عاجز ہو گیا ہو۔

10. **کھانا حاضر ہونا**۔ جبکہ بھوک شدید ہو، کھانا لگ چکا ہو، اور نماز کا وقت نہ نکل رہا ہو۔ ورنہ عذر نہیں۔

11. **سفر کا ارادہ ہونا**۔ جبکہ قافلہ کے نکل جانے کا اندیشہ ہو، اکیلے سفر کرنے کا ارادہ عذر نہیں۔

12. **طوفانی ہوائیں**۔ یعنی اس قدر کہ اُس میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔(الفقہ الاسلامی:2/1187)

جماعت کے واجب ہونے کی شرطیں:

یعنی وہ شرائط جن کے پائے جانے سے کسی پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہوتا ہے۔ چھ شرطیں ہیں:

1. مسلمان ہونا: پس کافر پر جماعت واجب نہیں۔
2. مرد ہونا: پس عورت پر جماعت واجب نہیں۔
3. بالغ ہونا: پس نابالغ پر جماعت واجب نہیں۔
4. عاقل ہونا: پس مجنون پر جماعت واجب نہیں۔
5. آزاد ہونا: پس غلام پر جماعت واجب نہیں۔

6. قادر ہونا: یعنی ترکِ جماعت کے اعذار جو گزر چکے ہیں، اُن سے محفوظ ہونا، پس بیمار، اپاہج وغیرہ پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب نہیں۔(شامیہ:1/555)(عُمدۃ الفقہ:2/183)

نابینا کیلئے جمعہ اور جماعت میں حاضر ہونے کی رخصت:

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ نابینا شخص کے لئے جماعت میں حاضر ہونا لازم نہیں، خواہ قائد ہو یا نہیں۔ البتہ قائد ہونے کی صورت میں جمعہ لازم ہوتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: لازم نہیں ہوتا۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جمعہ لازم ہوتا ہے۔(الفقہ الاسلامی:2/1189)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:30/296)

جماعت کو مقدّم کیا جائے گا یا کھانے کو:

اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور کھانا لگ چکا ہو تو کھانا مقدّم ہوگا یا جماعت، اِس بارے میں حدیث کے اندر کھانے کو مقدّم کرنے کا حکم ملتا ہے، لیکن محدّثین کے نزدیک اس کی شرائط ہیں:

1. کھانا لگ چکا ہو۔ حدیث کے الفاظ "إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ" سے یہی معلوم ہوتا ہے۔(مرعاۃ:3/491)
2. بھوک شدید ہو۔ کیونکہ اصل وجہ نماز میں خیالات کا بھٹکنا ہے اور وہ اسی صورت میں ہوتا ہے۔
3. وقت میں وُسعت ہو۔ چنانچہ اگر وقت تنگ ہو تو نماز کو بہر حال مقدّم کریں گے، ورنہ قضاء ہونے کا اندیشہ ہے۔(نفحات:2/542)

پھر اِس میں اختلاف ہے کہ یہ تقدیمِ عَشاء یعنی کھانے کو مقدّم کرنے کا حکم وجوبی ہے یا استحبابی؟

- اہلِ ظواہر: وجوبی ہے۔
- جمہور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم: استحبابی ہے۔(مرعاۃ:3/491)

نوٹ: علّامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرات صحابہ کرام چونکہ بہت کم کھایا کرتے تھے(نماز بھی لمبی اور سکون سے ہوا کرتی تھی) بھوک بھی زیادہ لگتی تھی اور کھانے سے فراغت بھی جلدی ہوا کرتی تھی، اِس لئے آج کل کے لوگوں کو اُن پر قیاس نہ کیا جائے کیونکہ اصل مانع تو "غلبہ اِشتہاء" ہے جو کہ اس زمانے میں ہوتا تھا اور آج کل عموماً(شکم سیری کی وجہ سے) نہیں ہوتا۔(نفحات:2/542)(الکوکب الدری:1/339)

نماز کھڑی ہوجانے کے بعد نماز پڑھنے کا حکم :

فرض نماز شروع ہوجانے کے بعد نفل پڑھنے کے بارے میں تین مسئلے قابلِ وضاحت ہیں:

(1)—فرض شروع ہوجانے کے بعد نماز شروع کرنا۔

(2)— کیااِس حکم سے فجر کی نماز مستثنیٰ ہے یا نہیں۔

(3)— پہلے سے پڑھی جانے والی نماز کو جاری رکھنا۔

پہلا مسئلہ: فرض شروع ہوجانے کے بعد نفل شروع کرنا:

فرض نماز شروع ہوجانے کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے، حدیث میں اِس کی مُمانعت وارد ہوئی ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب نماز کھڑی ہوجائے تو سوائے فرض نماز کے کوئی نماز نہیں۔إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ۔(مسلم:710)

چنانچہ اگر کسی نے مثلاً ظہر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور جماعت کھڑی ہو جائے تو اُس کو سنتیں ترک کر کے نماز میں شامل ہو جانا چاہیئے۔ پھر نماز کے بعد اُن سنتوں کو پڑھا جائے گا، جو بعد کی دو سنتوں سے پہلے بھی پڑھی جا سکتی ہے اور بعد میں بھی، لیکن بہتر یہ ہے کہ بعد میں پڑھی جائے۔(ابن ماجہ:1158)(شامیہ:2/59)

دوسرا مسئلہ: فجر کی فرض شروع ہو جانے کے بعد سنتیں پڑھنا:

یعنی فرض نماز شروع ہو جائے تو مسئلہ کی رو سے کوئی اور نماز شروع کرنا مکروہ ہے، لیکن کیا فجر کی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے یا وہ پڑھی جا سکتی ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- شوافع وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: نہیں پڑھ سکتے، اِس لئے کہ حدیث میں فرض نماز شروع ہونے کے بعد کسی بھی نماز سے منع کیا گیا ہے۔"إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ "۔(مسلم:410)
- احناف ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ کب تک پڑھ سکتے ہیں اِس میں اختلاف ہے:
  - احناف: جب تک جماعت کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو۔
  - مالکیہ: جب تک کہ رکعت کے نکلنے کا خوف نہ ہو۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:7/184)

احناف ومالکیہ کے نزدیک فجر کی سنتوں کو مستثنیٰ اِس لئے کیا گیا ہے کیونکہ:

1. صحابہ وتابعین کی ایک بڑی جماعت سے اِس کا ثبوت ہے، ملاحظہ ہو:(طحاوی:2198تا2212)
2. فجر کی سنتوں کی تاکید دوسری تمام سنتوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے۔
3. فجر کی سنتیں اگر شروع میں رہ جائیں تو بعد میں طلوعِ آفتاب سے پہلے نہیں پڑھی جا سکتی، بخلاف ظہر کی سنتوں کے، کیونکہ وہ ظہر کے بعد پڑھی جا سکتی ہیں، کما مرّ۔

نوٹ: واضح رہے کہ احناف و مالکیہ کے نزدیک فجر کی سنتیں فرض شروع ہو جانے کے بعد خارجِ مسجد پڑھنی چاہیئے، جس کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ گھر سے سنتیں پڑھ کر مسجد جانا چاہیئے، اور اگر مسجد میں پڑھی جائے تو مسجد کے دروازے کے پاس جماعت سے زیادہ سے زیادہ دور ہو کر کسی ستون وغیرہ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی جائے۔ بعض لوگ جو یہ صورت اختیار کرتے ہیں کہ جماعت کے قریب، بلکہ بعض اوقات بالکل صف میں کھڑے ہو کر پڑھ رہے ہوتے ہیں، فقہاء کرام نے اِس کو مکروہ لکھا ہے، اس سے بچنا ضروری ہے، بلکہ اگر جماعت سے دور ہو کر سنتیں پڑھنے کی کوئی مناسب جگہ نہ ملے تو سنتوں کو ترک کر دینا چاہیئے۔لِأَنَّ تَرْكَ الْمَكْرُوهِ مُقَدَّمٌ عَلَى فِعْلِ السُّنَّةِ۔(شامیہ:2/56،57)

تیسرا مسئلہ: فرض نماز شروع ہو جانے کے بعد اپنی نماز جاری رکھنا:

اگر پہلے سے نماز پڑھی جارہی ہو اور دورانِ صلاۃ نماز کھڑی ہو جائے تو اِس کی تفصیل یہ ہے:

پہلے سے جو نماز پڑھی جارہی ہے اس کی دو صورتیں ہیں: (1)فرض۔ (2)سنن و نوافل۔

فرض کی تفصیل : اگر فرض پڑھی جارہی ہو اور جماعت شروع ہو جائے تو اس کی ابتداءً دو صورتیں ہیں:

(1) ایک رکعت نہیں پڑھی ہو گی۔ (2)ایک رکعت پڑھ لی ہو گی۔

☆— اگر ایک رکعت پڑھ لی ہو تو اپنی نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے، خواہ فرض ثنائی ہو، جیسے: فجر، یا ثلاثی ہو، جیسے: مغرب، یا رباعی ہو، جیسے: ظہر، عصر اور عشاء۔ اور اِس صورت میں عمل کو باطل کرنا بھی لازم نہیں آئے گا، کیونکہ یہ "اِبطال للاِکمال" ہے، یعنی نماز کو کامل طریقے سے اداء کرنے کیلئے باطل کرنا ہے۔

☆— ایک رکعت پڑھ لی ہو گی تو دو صورتیں ہیں: (1) فرض ثنائی یا ثلاثی ہو گا۔ (2) فرض رباعی ہو گا۔

❁ اگر فرض ثنائی یا ثلاثی ہو تو دو صورتیں ہیں:

(1) دوسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہو گا۔ (2) دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو گا۔

☆— اگر دوسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا تب بھی نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے، کیونکہ دوسری رکعت پڑھنے سے ثنائی (فجر) میں نماز مکمل ہو جائے گی اور ثلاثی (مغرب) میں اکثر حصہ ہو جائے گا، لہٰذا نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے۔

☆— اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو نماز مکمل کر لے اور اِمام کے ساتھ شامل نہ ہو، کیونکہ ثنائی (فجر) کی صورت میں فجر کے بعد نفل پڑھنا لازم آئے گا، اور ثلاثی (مغرب) کی صورت میں امام کی اقتداء کرنے کی صورت میں یا تو تین رکعت نفل پڑھی جائے گی یا چار رکعت، اگر تین رکعت پڑھیں تو تین رکعت نفل پڑھنا لازم آئے گا اور چار رکعت پڑھنے کی صورت میں امام کی مخالفت لازم آئے گی، اور ظاہر ہے کہ یہ تمام صورتیں یعنی فجر کے بعد نفل پڑھنا، تین رکعت نفل پڑھنا اور امام کی مخالفت کرتے ہوئے چار رکعت نفل پڑھنا سب درست نہیں۔

❁ اگر فرض رُباعی ہو اور ایک رکعت پڑھ لی ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(1) دوسری رکعت میں ہو گا۔ (2) تیسری رکعت میں ہو گا۔ (2) چوتھی رکعت میں ہو گا۔

☆— دوسری رکعت میں ہو اور ابھی تک سجدہ نہ کیا ہو تو ایک رکعت اور پڑھ کر شفعہ مکمل کرلے اور جماعت میں شامل ہو جائے، اِسطرح یہ یہ دونوں نفل ہو جائیں گی اور امام کے ساتھ فرض اداء ہوں گے۔

☆— تیسری رکعت میں ہو اور ابھی تک سجدہ نہ کیا ہو تب بھی یہی حکم ہے کہ اب جماعت میں شامل ہو جائے، اِسطرح یہ یہ دونوں رکعت نفل ہو جائیں گی اور امام کے ساتھ فرض اداء ہوں گے۔

☆— چوتھی رکعت میں ہو تو نماز مکمل کرلے، توڑنا درست نہیں، اُس کے فرض اداء ہو جائیں گے، پھر وہ اِمام کے ساتھ شامل ہو گا یا نہیں، اس کی تفصیل یہ ہے:

نماز اگر ظہر یا عشاء کی ہو تو امام کے ساتھ شامل ہو سکتا ہے اور افضل بھی یہی ہے کہ شامل ہو جائے تاکہ کم از کم اُسے جماعت کے ساتھ نفل پڑھنے کا ثواب حاصل ہو جائے۔ لیکن اگر عصر کی نماز ہو تو اِمام کے ساتھ شامل ہونا درست نہیں، اِس لئے کہ اِس صورت میں عصر کے بعد نفل پڑھنا لازم آئے گا جو درست نہیں۔

نفل اور سنّت کی تفصیل : اگر نفل یا سنت پڑھی جارہی ہو اور اس دوران جماعت کی نماز شروع ہو جائے تو اس کی ابتداءً دو صورتیں ہیں: (1) ثنائی ہو گی۔ (2) رباعی ہو گی۔

❁ اگر ثنائی ہو، جیسے: فجر کی سنّت، تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(1) قعدہ اخیرہ میں جماعت کے ساتھ ملنے کی توقع ہو گی۔ (2) توقع نہیں ہو گی۔

☆— اگر قعدہ اخیرہ میں جماعت کے ساتھ ملنے کی توقع ہو تو سنّت مکمل کریں گے لیکن تخفیف کے ساتھ۔

☆— اور اگر توقع نہ ہو تو سنّت توڑ کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہیئے اور اس صورت میں اسے چاہیئے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد زوال سے پہلے پہلے تک اُن سنتوں کی قضاء کرلے۔

❁ اگر رُباعی ہو، جیسے: ظہر، عصر اور عشاء کی سنّتیں، تو اِس کی دو صورتیں ہیں:

(1) پہلے شفعہ میں ہوں گے۔ (2) دوسرے شفعہ میں ہوں گے۔

پہلے شفعہ میں ہوں، خواہ پہلی رکعت میں یا دوسری میں، ہر صورت کے اندر پہلا شفعہ (تخفیف کے ساتھ) مکمل کر کے جماعت میں شامل ہو جانا چاہیئے۔ نماز توڑنا اچھا نہیں، اِس لئے کہ اِس صورت میں نماز کا "اِبطال بغیر اِکمال" لازم آرہا ہے، یعنی نماز کو باطل کیا جارہا ہے اور اگلی نماز سے اُس کی تکمیل بھی نہیں ہو رہی، لہٰذا شفعہ مکمل کرنا چاہیئے۔(شامیہ:2/53،52)(عُمدۃ الفقہ:2/334تا337)

عورتوں کا مساجد اور عید گاہ میں حاضر ہونا:

فقہائے احناف میں متقدمین اور متاخرین کی رائے اس بارے میں مختلف ہیں:

متقدمین: امام صاحب اور حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جوان عورتوں کا نکلنا مطلقاً ممنوع ہے۔ اور بوڑھی عورتوں کے نکلنے کی تفصیل میں اختلاف ہے:

- امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ: فجر، مغرب اور عشاء میں نکل سکتی ہیں، بقیہ نمازوں میں جائز نہیں۔
- حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما: بوڑھی عورتیں تمام نمازوں میں نکل سکتی ہیں۔(ہدایہ:1/242)

متاخرین: فسادِ زمان اور ظہورِ فسق کی وجہ سے جوان اور بوڑھی تمام عورتوں کے لئے دن اور رات کی تمام نمازوں میں بشمول جمعہ اور عیدین کے نکلنا مطلقاً ممنوع ہے۔

وَكُرِهَ لَهُنَّ حُضُورُ الْجَمَاعَةِ إلَّا لِلْعَجُوزِ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْفَتْوَى الْيَوْمُ عَلَى الْكَرَاهَةِ فِي كُلِّ الصَّلَوَاتِ لِظُهُورِ الْفَسَادِ. كَذَا فِي الْكَافِي وَهُوَ الْمُخْتَارُ. كَذَا فِي التَّبْيِينِ۔ (عالمگیری:1/89)

(وَيُكْرَهُ حُضُورُهُنَّ الْجَمَاعَةَ) وَلَوْ لِجُمُعَةٍ وَعِيدٍ وَوَعْظٍ (مُطْلَقًا) وَلَوْ عَجُوزًا لَيْلًا (عَلَى الْمَذْهَبِ) الْمُفْتَى بِهِ لِفَسَادِ الزَّمَانِ۔(الدر المختار:1/566)

محدّثِ کبیر ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عورتوں کا جمعہ و عیدین کے اندر نکلنے کا حکم اِبتداءِ اِسلام میں تھا جبکہ مسلمان قلیل تھے لہٰذا دشمنوں کے سامنے مسلمانوں کی کثرت کو واضح کرنے کیلئے یہ حکم دیا گیا تھا تاکہ مسلمانوں کا خوف اُن کے دل میں پیدا ہو، لیکن اب چونکہ سبب نہیں رہا تو مسبب بھی ختم ہو گیا، جیسے: زکوۃ کے مصارِف میں ایک مصرَف "مؤلّفۃ قلوب" بھی ذکر کیا گیا ہے، یعنی نئے نئے اِسلام لانے والے وہ کچے ذہن کے لوگ جو ابھی تک اِسلام میں پختگی کو نہ پہنچ سکے ہوں اُن کی تالیفِ قلبی کیلئے زکوۃ دی جاتی تھی، لیکن بعد میں یہ مصرف بھی ختم کردیا گیا۔وَوَجَّهَ الطَّحَاوِيُّ بِأَنَّ ذَلِكَ كَانَ أَوَّلَ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمُونَ قَلِيلٌ، فَأُرِيدَ التَّكْثِيرُ بِهِنَّ تَرْهِيبًا لِلْعَدُوِّ اهــ.وَمُرَادُهُ أَنَّ الْمُسَبَّبَ يَزُولُ بِزَوَالِ السَّبَبِ،وَلِذَا أُخْرِجَتِ الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ مِنْ مَصْرِفِ الزَّكَاةِ۔(مرقاۃ:3/1064)

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: میں عورتوں کیلئے اب عیدین میں نکلنے کو ناپسند کرتا ہوں، پس اگر عورت پھر بھی نکلنے پر مُصر ہو تو اُس کے شوہر کو اِجازت دیدینی چاہیئے لیکن اِس شرط کے ساتھ کہ وہ اچھی طرح پردے میں نکلے اور زیب و زینت سے اجتناب کرے، اگر وہ اِس طرح نکلنے پر راضی نہ ہو تو شوہر کو چاہیئے کہ اُسے نکلنے سے منع کردے: أَكْرَهُ اليَوْمَ الخُرُوجَ لِلنِّسَاءِ فِي العِيدَيْنِ، فَإِنْ أَبَتِ المَرْأَةُ إِلَّا أَنْ تَخرُجَ فَلْيَأْذَنْ لَهَا زَوْجُهَا أَنْ تَخرُجَ فِي أَطْمَارِهَا وَلَا تَتَزَيَّنْ، فَإِنْ أَبَتْ أَنْ تَخرُجَ كَذَلِكَ فَلِلزَّوْجِ أَنْ يَمْنَعَهَا عَنِ الخُرُوجِ-(ترمذی:باب فی خروج النساء فی العیدین، رقم:540)

مسجدِ واحد میں جماعتِ ثانیہ کا حکم:

مسجد اگر راستے کی ہو، یا اُس کا امام و مؤذن مقرر نہ ہو، یا محلے کی ہو لیکن اُس میں غیرِ اہلِ محلہ نے پہلے ہی جماعت کرلی، تو بالاتفاق جماعتِ ثانیہ جائز ہے، اور دراصل یہ جماعتِ ثانیہ نہیں، پہلی ہی نماز ہے۔ البتہ مذکورہ بالا صورتیں نہ ہوں، اور پھر مسجد میں جماعتِ ثانیہ کروائی جائے تو اس میں اختلاف ہے:

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: جماعتِ ثانیہ جائز ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جائز نہیں۔(تحفۃ الالمعی:1/544)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:27/175)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے:

1. ہیئتِ اولی پر نہ ہو، مثلاً: محراب سے ہٹ کر ہو۔
2. تداعی کے بغیر ہو۔ یعنی صرف ایک دو ہوں، تو جائز ہے۔
3. اذان واقامت کے بغیر ہو۔(درسِ مشکوۃ:312)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَاب تَسوِيَة الصَّفّ

تسویۃ الصّف کا معنی:

تسویۃ لغت میں برابر کرنے اور اِنصاف کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے:

(1)**پہلی تعریف:**"اعْتِدَال القائمين به على سمت وَاحِد وخط مستقيم"۔صفوں کو قائم کرنے والوں کا اعتدال کے ساتھ ایک سمت اور ایک خط مستقیم پر کھڑا ہونا۔(مرعاۃ:4/1)(عُمدۃ القاری:5/253)

(2)**دوسری تعریف :**"سد الْخلَل الَّذِي فِي الصَّفّ "صف کے درمیان کے خلاء اور فاصلوں کو پُر کرنا تسویۃ الصف کہلاتا ہے۔(عُمدۃ القاری:5/253)

تسویۃ الصّف کا حکم:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ "تسویۃ الصفوف" یعنی صفوں کی درستگی دین کے اہم احکام میں سے ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی متعد جگہوں پر اس کا حکم دیا ہے اور اِس کے قائم کرنے والوں کو اپنے محبوب بندے قرار دیا ہے، نبی کریم ﷺ نے بھی کئی احادیث میں اِس کی تاکید و تلقین فرمائی ہے۔ البتہ اِس کا حکم کیا ہے؟ اِس میں اختلاف ہے:

- اصحابِ ظواہر: فرض ہے، اِس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔
- ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم: سنّت ہے۔ راجح قول وجوب کا ہے اِسلئے کہ اِس کے ترک پر وعیدیں وارد

ہوئی ہیں جس سے وجوب معلوم ہوتا ہے، البتہ نماز کے واجبات میں سے نہیں لہٰذا اس کے ترک سے نماز فاسد نہ ہوگی۔(عمدۃ القاری:5/254)(مرعاۃ:4/2)(کشاف القناع عن متن الاقناع:1/328)

صفوں کی درستگی کا تاکیدی حکم :

(1)اپنی صفوں کو سیدھا کرو، کیونکہ صف کا سیدھا کرنا نماز کی تمامیت میں سے ہے۔سَوُّوا صُفُوفَكُمْ، فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ، مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ۔(مسلم:433)

(2)ایک اور حدیث میں اسے نماز کی خوبصورتی قرار دیا گیا، چنانچہ فرمایا: نماز میں صف کو سیدھا کیا کرو، کیونکہ صف کو سیدھا کرنا نماز کے حسن یعنی خوبصورتی میں ہے۔أَقِيمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلَاةِ، فَإِنَّ إِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلَاةِ۔(مسلم:435)

(3)حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ صف کے درمیان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک چلتے تھے اور (صف کو سیدھا کرنے کی غرض سے) ہمارے کندھوں اور اور سینوں پر ہاتھ مبارک پھیرا کرتے تھے۔كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَى نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ صُدُورَنَا وَمَنَاكِبَنَا۔(ابوداؤد:664)

صفوں میں کوتاہی کرنے والوں کے بارے میں وعیدیں :

(1)حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہماری صفوں کو اس طرح درست کیا کرتے تھے گویا کہ ان کے ذریعے تیر سیدھے کیے جائیں گے، یہاں تک کہ آپ کو اطمینان ہوگیا کہ ہم سمجھ گئے ہیں۔پھر ایک دن آپ ﷺ نماز پڑھانے کے لئے نکلے، ابھی آپ نماز شروع کر ہی رہے تھے کہ آپ نے

ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سینہ صف سے آگے نکلا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو سیدھا کرو ورنہ اللہ تعالی تمہارے درمیان مخالفت پیدا کردے گا۔عِبَادَ اللهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ، أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ۔(مسلم:436)اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صفوں کی کجی(ٹیڑھ پن) باطن پر اثرانداز ہوکر دلوں میں عداوت اور نفرت کا سبب بنتی ہے۔

(2)حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد مروی ہے: صفوں میں اختلاف نہ کیا کرو ورنہ تمہارے قلوب میں اختلاف واقع ہوجائے گا۔عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَخَلَّلُ الصُّفُوفَ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَى نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا وَصُدُورَنَا وَيَقُولُ:لَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ۔(نسائی:811)

(3)نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صف ملانے والوں کو دعاء اور کاٹنے والوں کو بد دعاء دی، فرمایا: جو صف کو ملائے اللہ تعالی اس کو ملائے اور جو صف کو کاٹے اللہ تعالی اس کو کاٹے۔مَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللَّهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ۔(نسائی:819)

(4)ایک موقع پر صفوں میں جان کر پیچھے کھڑے ہونے والوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ صفوں میں پیچھے کھڑے ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ (ایک وقت آئے گا کہ) اللہ تعالی ان کو اپنی رحمت اور فضل سے دور کردے گا۔لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللهُ۔(مسلم:438)

قال النووی رحمہ اللہ:لَا يزَال قوم يتأخرون أَي عَن الصَّفّ الأول حَتَّى يؤخرهم الله أَي عَن رَحمته وعظيم فَضله وَرفع الْمنزلَة وَنَحْو ذَلِك۔(شرح النووی:2/153)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلے کھڑے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اُسے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔عَنْ وَابِصَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُعِيدَ۔(ابوداؤد:682)

صف اول اور اگلی صفوں کی فضیلت :

(1)حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: مردوں کی صفوں میں بہترین صف پہلی ہے اور بدترین صف آخری ہے۔ خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا، وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا، وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا۔(مسلم:440)

(1)ایک اور روایت میں ہے :اگر لوگوں کو اذان دینے اور پہلی صف(میں نماز پڑھنے)کا ثواب معلوم ہوجائے تو اس میں پہنچنے کے لئے(کثرت ہجوم کی بناء پر) قرعہ اندازی کریں۔لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا۔(مسلم:437)

(3)ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے: بے شک اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اگلی صفوں(میں نماز پڑھنے)والوں پر رحمتیں بھیجتے ہیں ۔إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْمُتَقَدِّمَةِ۔(نسائی:811)

صف بنانے کا طریقہ :

صف ہمیشہ درمیان سے بنانا چاہیے ، اس لئے آنے والے کو چاہیے کہ وہ (اگلی صف کے مکمل ہوجانے کی صورت میں) امام کے پیچھے کھڑے ہو ،اس کے بعد آنے والا دائیں طرف کھڑا ہو ، پھر آنے والا بائیں

طرف کھڑا ہو، پھر دائیں، پھر بائیں، اسی طرح دونوں طرف میں برابری کا خیال رکھتے ہوئے کنارے تک صف کو مکمل کیا جائے۔وَكَيْفِيَّتُهُ أَنْ يَقِفَ أَحَدُهُمَا بِحِذَائِهِ وَالْآخَرُ بِيَمِينِهِ إِذَا كَانَ الزَّائِدُ اثْنَيْنِ، وَلَوْ جَاءَ ثَالِثٌ وَقَفَ عَنْ يَسَارِ الْأَوَّلِ، وَالرَّابِعُ عَنْ يَمِينِ الثَّانِي وَالْخَامِسُ عَنْ يَسَارِ الثَّالِثِ، وَهَكَذَا۔(شامیہ:1/567)

صف بنانے کے اندر چند اہم امور قابل لحاظ ہیں:

صفوں کی درستگی کا جو شرعی حکم ہے اُس کے اندر کئی امور قابلِ لحاظ ہیں، جن کی رعایت کرنے سے تسویۃ الصفوف کے حکم پر بآسانی عمل کیا جاسکتا ہے، ذیل میں چند اہم امور ذکر کیے جارہے ہیں:

(1)صفوں کو برابر رکھنا :

بہت سی احادیث میں آپ ﷺ نے صفوں کو سیدھا اور برابر رکھنے کا حکم دیا ہے:

اِرشادِ نبوی ہے:سَوُّوا صُفُوفَكُمْ۔یعنی اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔(مسلم:433)

اِرشادِ نبوی ہے:اسْتَوُوا وَعَدِّلُوا صُفُوفَكُمْ۔سیدھے ہو جاؤ اور اپنی صفوں کو برابر رکھو۔(ابوداؤد:669)

آپ ﷺ نماز شروع کرنے سے پہلے دائیں بائیں دونوں طرف رُخ کرکے یہ اِرشاد فرمایا کرتے تھے:

اعْتَدِلُوا سَوُّوا صُفُوفَكُمْ۔سیدھے ہو جاؤ اور اپنی صفوں کو برابر کرلو۔(ابوداؤد:670)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ ہماری صفوں کو سیدھا فرمایا کرتے تھے، جب ہم سیدھے ہو جاتے تو آپ ﷺ تکبیر (تحریمہ) کہا کرتے تھے۔كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا إِذَا قُمْنَا لِلصَّلَاةِ فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ۔(ابوداؤد:665)

واضح رہے کہ صف کی برابری انگلیوں کی طرف سے نہیں، بلکہ ٹخنوں اور ایڑیوں کی طرف سے ہوگی، لہٰذا صف میں موجود ہر شخص اپنی ایڑیوں کو ایک سیدھ میں رکھنے کا اہتمام کرلے تو خود بخود صف سیدھی ہو جائے گی۔

(2)اگلی صفیں پہلے مکمل کرنا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اُس طرح صف کیوں نہیں بناتے جیسے فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں بناتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ فرشتے اپنے رب کے پاس کیسے صف بناتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْمُقَدَّمَةَ وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ۔وہ لوگ اگلی صفوں کو (پہلے) مکمل کرتے ہیں اور صفوں میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔(ابوداؤد:661)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: پہلی صف مکمل کرو، پھر جو اُس سے ملی ہوئی ہے اُسے مکمل کرو، اگر صف میں کوئی کمی ہو تو (اگلی صفوں میں نہیں) آخری صف میں ہونی چاہیئے۔أَتِمُّوا الصَّفَّ الْأَوَّلَ ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ، وَإِنْ كَانَ نَقْصٌ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ۔(نسائی:818)

(3،4)ہر نئی صف امام کے پیچھے سے شروع کرنا اور صف کو دونوں جانب سے برابر رکھنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: اِمام کو درمیان میں رکھو اور درمیان کے خلاء کو پُر کرلو۔وَسِّطُوا الْإِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ۔(ابوداؤد:681)

اس حدیث میں امام کو درمیان میں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، جس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

① ایک یہ کہ امام کے پیچھے سے صف بنانی چاہیے۔ ② دوسری یہ کہ صف کو دونوں جانب سے برابر رکھنا

چاہیے، کیونکہ ان دونوں چیزوں کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے امام درمیان میں نہ رہ سکے گا۔

بذل المجہود میں ہے:ای اجعلو امامکم بان تصفوا خلفه بحیث یکون الامام حذاء وسط الصف، ویکون مَن عن یمینه و مَن عن یساره سواء۔(بذل المجہود:1/365،امدادیہ ملتان)

(5،6،7)مل کر کھڑے ہونا، دو صفوں میں فاصلہ کم رکھنا، ہموار سطح پر کھڑے ہونا :

صفوں کی درستگی میں تین اہم کام احادیثِ طیبہ سے یہ بھی معلوم ہوتے ہیں:

1. صفوں میں مل مل کر اِس طرح کھڑے ہونا کہ درمیان میں کوئی خلاء اور فاصلہ باقی نہ رہے۔
2. دو صفوں کے درمیان اتنا زیادہ فاصل نہ چھوڑا جائے کہ ایک اور صف قائم ہو سکے۔
3. کھڑے ہونے میں ہموار سطح کو منتخب کیا جائے، اونچی نیچی جگہ نہ ہو۔(مرقاۃ المفاتیح:3/852)

یہ تینوں کام ایک حدیث میں ذکر کیے گئے ہیں:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اپنی صفیں ملی ہوئی رکھو(یعنی خوب اچھی طرح مل مل کر کھڑے ہو)اور صفوں کے درمیان قرب رکھو(یعنی دو صفوں کے درمیان اِتنا فاصلہ نہ چھوڑو کہ ایک اور صف کھڑی ہو سکے)اپنی گردنیں برابر رکھو(ایسا نہ ہو کہ کوئی بلند جگہ پر کھڑا ہو اور کوئی نیچے، بلکہ ہموار جگہ پر کھڑے ہو تاکہ سب کی گردنیں برابر رہیں)قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد(ﷺ)کی جان ہے ! میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ وہ صف کے درمیان کی کشادگی میں بکری کے کالے بچے کی طرح گھستا ہے۔رَاصُّوا صُفُوفَكُمْ وَقَارِبُوا بَيْنَهَا، وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرَى الشَّيَاطِينَ تَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ۔(نسائی:815)(مرقاۃ المفاتیح:3/852)

ایک روایت میں آپ ﷺ کا یہ اِرشاد مَروی ہے: صفوں کو سیدھا رکھو اور کندھوں کو آپس میں ملالو اور درمیان کے خلاء کو پُر کرلو، اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں (جو تم کو حرکت دے کر صفوں کو سیدھا کررہے ہیں) نرم ہوجاؤ اور شیطان کے (گھس جانے) کیلئے (صفوں کے درمیان) کشادگی مت چھوڑو۔ أَقِيمُوا الصُّفُوفَ وَحَاذُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ۔(ابوداؤد:666)

مقتدی کا صف سے ہٹ کر اکیلے کھڑے ہونا:

اگلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے بھی اگر پیچھے کسی کے ساتھ کھڑا ہو تو بالاتفاق نماز مکروہ ہوتی ہے، اور اکیلے کھڑے ہوں تو نماز ہوتی ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: اُس کی نماز نہیں ہوگی، لوٹانا ضروری ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: نماز ہوجائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔(الفقہ الاسلامی:2/ 1267)(الفقہ علی المذاہب:1/253)

✱ « » « » « » ✱ « » « » « » ✱

بَابُ الْمَوْقِفِ

"مَوقِف" اسمِ ظرف کا صیغہ ہے، جس کا مطلب "کھڑے ہونے کی جگہ" کے آتے ہیں۔ یہاں اِس سے مراد "اِمام اور مقتدی کے کھڑے ہونے کی جگہ" ہے۔(مرقاۃ)

اِمام اور مقتدی کے کھڑے ہونے کے بارے میں مختلف احکام ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

مقتدی کہاں کھڑا ہو گا:

☆—اِمام کے ساتھ کھڑا ہونے والا مقتدی یا تو ایک ہو گا یا ایک سے زیادہ۔

اگر ایک مقتدی ہو تو عورت ہونے کی صورت میں وہ ہر حال میں پیچھے کھڑی ہو گی، ساتھ کھڑا ہونا جائز نہیں اور مرد ہونے کی صورت میں وہ اِمام کے کے دائیں طرف قدرے تاخّر کے ساتھ کھڑا ہو گا، اِس طرح کہ اُس کے پاؤں کی انگلیاں اِمام کی ایڑی کے پاس ہوں۔ اگر اِمام کے بائیں جانب یا پیچھے کھڑا ہو تب بھی نماز ہو جائے گی، لیکن یہ کھڑا ہونا مکروہ ہے۔(عالمگیری:188)

اگر دو یا دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو اِس کی دو صورتیں ہیں:

(1)ایک مرد ہو اور باقی عورتیں ہوں۔ (2)ایک سے زائد مرد ہوں اور باقی عورتیں ہوں۔

اگر ایک مرد ہو تو وہ ایک ہی مقتدی کی طرح دائیں جانب کھڑا ہو گا اور عورتیں پیچھے کھڑی ہوں گی۔ اور اگر ایک سے زیادہ مرد ہوں ہو تو وہ پیچھے مستقل صف میں کھڑے ہوں گے اور عورتیں اُن سے پیچھے صف بنائیں گی۔(عالمگیری:188)

☆۔۔۔مقتدی کیلئے کھڑے ہونے میں افضل یہ ہے کہ وہ اِمام کے قریب سے قریب ہو کر کھڑا ہو اور دائیں جانب کو ترجیح دے، پس اگر دو مقتدی اِمام کے قریب ہونے میں برابر ہوں تو دائیں جانب والا نمازی کھڑے ہونے میں بائیں کے مقابلے میں افضل ہو گا۔(عالمگیری:189)

☆۔۔۔مقتدی کیلئے اِمام سے آگے بڑھنا جائز نہیں، اِس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔(شامیہ:1/551)

☆۔۔۔اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والے کئی طرح کے لوگ ہوں تو امام کے پیچھے سب سے پہلے مردوں، پھر بچوں، پھر مخنث، پھر عورتوں کی صف بنانی چاہیئے۔(عالمگیری:1/89)

☆۔۔۔ امام کے ساتھ اہلِ علم اور سمجھ دار لوگوں کو کھڑا ہونا چاہیئے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ اپنے ساتھ سمجھ دار، ذی شعور اور اہلِ علم کو کھڑے ہونے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔(ترمذی:228)

اِمام کہاں کھڑا ہو گا:

☆۔۔۔ امام کو چاہیئے کہ مقتدیوں سے آگے کھڑا ہو اور صف کے بالکل درمیان میں کھڑا ہو، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: **وسّطوا الامام** اِمام کو درمیان میں کھڑا کرو۔(ابوداؤد:681) پس اگر اِمام دائیں یا بائیں جانب ہو کر کھڑا ہو تو مخالفتِ سنت کی وجہ سے مکروہ ہو گا۔(عالمگیری:189)

☆۔۔۔اِمام کیلئے تنہا کسی اونچی یا پست جگہ پر کھڑا ہونا اِس طرح کہ اُس کے ساتھ کچھ بھی نمازی نہ ہوں، مکروہ ہے، پہلی صورت میں اہلِ کتاب کے ساتھ مشابہت اور دوسری صورت میں اِمام کی تحقیر و توہین لازم آتی ہے، ہاں! اگر کچھ مقتدی بھی اِمام کے ساتھ میں کھڑے ہوں تو دونوں صورتوں میں کراہت نہیں، اِس لئے کہ اِمام اِس صورت میں اکیلا نہیں رہتا لہٰذا کراہت بھی نہیں۔(الفقہ الاسلامی:2/1209)(ہدایہ:1/280)

امام کا کسی بلند یا پست جگہ پر کھڑا ہونا:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ امام کسی بلند یا پست جگہ پر کچھ مقتدیوں کو ساتھ لے کر کھڑا ہو تو جائز ہے، اِس لئے کہ اِس صورت میں اِمام کیلئے اِمتیاز یا تحقیر کا معنی نہیں پایا جاتا، لیکن اگر صرف اِمام اکیلے کسی بلند یا پست جگہ پر کھڑا ہو تو اِس میں تفصیل ہے: بنیادی طور پر اِس کی دو صورتیں ہیں:

(1) امام کسی بلند جگہ پر اور مقتدی نیچے ہوں۔ بالاتفاق مکروہ ہے۔ لانہ یشبہ صنیع اھل الکتاب

(2) مقتدی کسی بلند جگہ پر اور امام نیچے ہو۔ اس میں اختلاف ہے:

- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: یہ جائز ہے۔ کیونکہ اس میں اہلِ کتاب کے ساتھ مشابہت نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: یہ بھی مکروہ ہے، اِس لئے کہ اس میں امام کی تحقیر لازم آتی ہے کہ مقتدی تو بلند جگہ پر کھڑے ہیں اور اِمام کو پستی میں کھڑا کر دیا۔(الفقہ الاسلامی:2/1209)(ہدایہ:1/280)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اقتداء کی حدیث کے فوائد:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی خالہ اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رات گزاری اور رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجّد کیلئے نماز میں کھڑے ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں کھڑے ہوگئے، لیکن چونکہ وہ بائیں جانب کھڑے تھے اِس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں نماز ہی میں پکڑ کر پیچھے سے گھماتے ہوئے دائیں طرف کر دیا، اِس حدیث سے علماء کرام نے بہت سے مسائل کا اِستنباط کیا ہے، چند ایک یہ ہیں:

1. نفل کی جماعت (جبکہ بغیر تداعی کے ہو) جائز ہے۔

2. مقتدی اگر ایک ہو تو اُسے اِمام کے دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیئے۔

3. نماز میں عملِ قلیل (جبکہ وہ کثرت کی حد میں داخل نہ ہو) جائز ہے۔

4. مقتدی کیلئے اِمام سے آگے بڑھنا جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے بھی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سے گھماتے ہوئے دائیں طرف کیا تھا، حالآنکہ پیچھے کے مقابلے میں آگے سے گھما کر دائیں طرف کرنا زیادہ آسان تھا۔

5. اِمام کیلئے اِمامت کی نیت ضروری نہیں، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اقتداء کرلی تھی حالآنکہ آپ ﷺ کو ابتداءً اس کا علم ہی نہ تھا۔(مرقاۃ المفاتیح:3/856)

اکیلے مقتدی کا اِمام کے بائیں جانب کھڑا ہونا:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مقتدی کو اکیلے ہونے کی صورت میں امام کے ساتھ دائیں طرف قدرے تاخر کے ساتھ کھڑے ہونا چاہئے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے واقعہ میں کھڑے ہونے کا طریقہ مذکور ہے، لیکن اگر مقتدی اِس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بائیں طرف کھڑا ہو تو کیا اُس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں، اس میں اختلاف ہے:

- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: اُس کی نماز نہیں ہوگی، جبکہ اس طرح ایک رکعت مکمل پڑھ لے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: نماز ہو جائے گی، البتہ مکروہ ہوگی۔(الفقہ الاسلامی:2/1264)

مقتدی کا اِمام سے آگے بڑھ جانا:

اِس پر سب کا اِتفاق ہے کہ مقتدی کیلئے اِمام سے آگے بڑھنا درست نہیں، البتہ اِس سے نماز فاسد ہو گی یا نہیں، اِس میں تفصیل ہے: (1)نماز حول الکعبہ نہ ہو گی۔ (2)نماز حول الکعبہ ہو گی۔

حول الکعبہ:

- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: نماز فاسد نہ ہو گی، لیکن بلا ضرورت آگے ہونا مکروہ ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: نماز فاسد ہو جائے گی۔(الفقہ علی المذاہب:1/376)(الفقہ الاِسلامی:2/1247)

غیر حول الکعبہ:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: کعبہ کے گرد نماز پڑھتے ہوئے اِمام کی جانب ہونے کی صورت میں آگے بڑھنا درست نہیں، اِس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، ہاں! جہتِ اِمام نہ ہو تو درست ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: کعبہ کے گرد نماز پڑھتے ہوئے کسی بھی جہت سے اِمام سے آگے بڑھا جا سکتا ہے، اِس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔(الفقہ الاِسلامی:2/1247)(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/376)

خلاصہ یہ ہے کہ اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اِمام سے آگے بڑھ جانے کی صورت میں مطلقاً نماز فاسد نہیں ہوتی، خواہ حول الکعبہ نماز پڑھی جا رہی ہو یا کہیں اور، جبکہ ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مطلقاً فاسد ہو جاتی ہے، صرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حول الکعبہ میں جہتِ امام نہ ہونے کو شرط قرار دیتے ہیں۔

اِقامتِ صفوف میں عورتوں کی محاذاۃ سے اجتناب بہت ضروری ہے:

نماز کے دوران کسی عورت کا مرد کی محاذاۃ (برابر) میں کھڑا ہونا چونکہ نماز کو فاسد کردیتا ہے، اِس لئے اِقامتِ صفوف میں اِس بات کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے کہ عورتیں صفوں کے درمیان میں کسی طور کھڑے نہ ہوں اور نہ ہی اُنہیں مردوں کی طرف سے کھڑے ہونے دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو پیچھے رکھنے کا حکم دیا ہے، پس اُن کا برابر میں کھڑا ہونا فسادِ صلاۃ کا سبب ہوگا۔ البتہ اِس کے فاسد ہونے کیلئے کچھ شرطیں ہیں:

محاذاۃِ مُفسِدہ کی شرائط:

1. نماز مشترکہ ہو۔ مثلاً: دونوں کی ظہر ہو، اور اسی طرح دونوں کی اداء ہو یا دونوں کی قضاء ہو۔
2. تحریمہ ایک ہو۔ یعنی یہ عورت مرد کی اقتداء میں ہو، یا یہ دونوں کسی تیسرے کے مقتدی ہوں۔
3. نماز رکوع سجدے والی ہو۔ یعنی نمازِ جنازہ نہ ہو۔
4. عورت بالغ یا کم از کم مشتہاۃ ہو۔ چنانچہ غیر بالغ غیر مشتہاۃ کے محاذاۃ سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔
5. عورت کے اندر صحتِ نماز کی صلاحیت ہو۔ یعنی حیض و نفاس اور جنون کی حالت میں نہ ہو
6. درمیان میں کوئی حائل نہ ہو۔ یعنی کوئی چیز حائل یا اتنی جگہ خالی نہ ہو کہ ایک آدمی بآسانی کھڑا ہو سکے
7. امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو۔ پس اگر نیت نہیں کی تو خود عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی۔
8. محاذاۃ کم از کم ایک رُکن کے برابر رہے۔ یعنی اتنی دیر جس میں تین تسبیحات کہی جاسکتی ہوں۔

فائدہ : مذکورہ بالا شرائط میں سے کوئی ایک بھی شرط اگر نہ پائی گئی تو نماز فاسد تو نہیں ہوگی، لیکن مکروہ ضرور ہو جائے گی۔ اس لئے ہر صورت میں اجتناب کرنا ضروری ہے، تاکہ فساد اور کراہت دونوں سے احتراز کیا جاسکے۔(تسہیل بہشتی زیور:1/301)(ہدایۃ:1/240)(الفقہ الاسلامی:2/1266)

مُحاذاۃ کے مُفسدِ نماز ہونے میں ائمہ کا اختلاف:

- **ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم:** مرد و عورت میں سے کسی کی نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ مکروہ ہو جاتی ہے۔
- **امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:** مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی، جبکہ اس کے مُفسد ہونے کی مذکورہ بالا شرائط بھی پائی جاتی ہوں، ورنہ فاسد نہیں ہوگی۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/368)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ الْإِمَامَةِ

اِمامت کے صحیح ہونے کی شرائط:

1. **مسلمان ہونا:** پس کافر کی اِمامت صحیح نہیں۔
2. **بالغ ہونا:** پس نابالغ کا امام بننا صحیح نہیں۔
3. **عاقل ہونا:** پس مجنون کی اِمامت صحیح نہیں۔
4. **مرد ہونا:** پس عورت کا اِمام بننا درست نہیں۔
5. **قاری ہونا:** کم از کم ایک آیت یاد ہونا، پس اُمّی کی اِمامت قاری کے آگے صحیح نہیں۔

6. سالم عن العذر ہونا: پس سلس البول جیسے شخص کی امامت صحیح نہیں۔(شامیہ:1/550)

اِقتداء کے صحیح ہونے کی شرائط:

1. مقتدی کا اِقتداء کی نیت کرنا۔یعنی مقتدی کو اِمام کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے ضروری ہے کہ وہ نماز کی نیت کرتے ہوئے امام کے ساتھ نماز پڑھنے کی نیت بھی کرے۔

2. امام اور مقتدی دونوں کی جگہ کا متحد ہونا۔پس اگر مقتدی اور اِمام کے درمیان اگر عام راستہ حائل ہو جس پر گاڑیاں چلتی ہوں تو اِقتداء درست نہیں ہوگی۔اِسی طرح اگر راکب اور پیادہ پا ایک دوسرے کی اقتداء کریں یا ایک سوار دوسرے سوار کی اقتداء کرے جبکہ اُن دونوں کی سواریاں الگ الگ ہوں تو اِقتداء درست نہیں۔اِسی طرح اگر مقتدی ایک کشتی پر اور اِمام دوسری کشتی پر ہو اور دونوں کشتیاں ایک دوسرے سے بندھی ہوئی ہوں تو اِقتداء درست ہے، کیونکہ مکان متحد ہے، لیکن اگر کشتیاں بندھی ہوئی نہ ہوں تو اِقتداء درست نہ ہوگی۔

3. امام اور مقتدی دونوں کی نماز کا متحد ہونا یا اِمام کی نماز مقتدی کی نماز سے کم درجہ کی نہ ہو، پس اگر اِمام مثلاً ظہر پڑھ رہا ہو اور مقتدی عصر، یا اِمام مثلاً ظہر کی اداء پڑھ رہا ہو اور مقتدی قضاء تو اِقتداء درست نہ ہوگی، اِسی طرح اگر اِمام نفل پڑھ رہا ہو اور مقتدی فرض تب بھی اِقتداء درست نہ ہوگی، کیونکہ اِمام کی نماز مقتدی کی نماز سے کم درجہ کی ہے۔

4. امام کی نماز کا صحیح ہونا۔پس اگر اِمام کا نماز کے دوران حدث لاحق ہو جائے، موزوں پر مسح کی مدّت پوری ہو جائے وغیرہ وغیرہ تو اُس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے، پس مقتدی کی بھی ٹوٹ جائے گی، اِسی طرح

اگر مقتدی کے نزدیک اِمام کی نماز فاسد ہو جائے اگرچہ اِمام کے نزدیک فاسد نہ ہو تب بھی اِقتداء صحیح نہیں ہو گی، اِس لئے کہ مقتدی کے اعتقاد میں اِمام کی نماز کا صحیح ہونا ضروری ہے۔

5. مقتدی اور اِمام کے درمیان کسی عورت کی محاذاۃ نہ ہونا۔ یہ مسئلہ کافی تفصیل اور وضاحت طلب ہے اِس لئے اِس کو (شامیہ: 1/ 573،584) کے حوالے سے قدرے تفصیل کے ساتھ لکھا جارہا ہے:

☆ — اگر اِمام اور مقتدیوں کے درمیان عورتوں کی پوری صف حائل ہو جس کی مقدار تین سے زیادہ عورتوں کا کھڑا ہونا ہے، پس ایسی صورت میں اُن عورتوں کو اگرچہ وہ چار ہی کیوں نہ ہوں، پوری صف کا حکم حاصل ہو گا اور پیچھے کی تمام صفوں میں آخر تک موجود تمام آدمیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی، خواہ وہ اِن عورتوں کی سیدھ میں پیچھے کھڑے ہوں یا نہیں۔

☆ — اور اگر امام اور مقتدیوں کے درمیان عورتوں کی پوری صف حائل نہ ہو بایں طور کہ عورتیں چار سے کم ہوں تو وہ عورتیں پوری صف کے حکم میں نہیں، لہٰذا اُن سے پیچھے کی صفوں میں موجود آخر تک تمام آدمیوں کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ البتہ اِس صورت میں پیچھے کھڑے ہوئے کن آدمیوں کی نماز فاسد ہو گی، اِس کی تفصیل یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ وہ چار سے کم کتنی عورتیں ہیں؟ اگر تین عورتیں ہوں تو یہ اپنے پیچھے کی تمام صفوں میں آخر تک جتنے آدمی سیدھ میں کھڑے ہیں سب کی نمازیں فاسد کر دیں گی، اور اگر دو عورتیں ہوں یا ایک ہی عورت ہو تو صرف اپنے پیچھے والی صف میں جو سیدھ میں آدمی کھڑے ہیں صرف اُن کی نماز فاسد کریں گی، آخر تک تمام صفوں میں سیدھ میں کھڑے آدمیوں کی نمازیں فاسد نہیں کریں گی۔

☆۔۔۔اگر تین سے زائد عورتیں صف کے درمیان میں مردوں کے ساتھ کھڑی ہوں تو دائیں بائیں کے ایک ایک آدمی کی اور پیچھے کی تمام صفوں کے تمام آدمیوں کی نماز فاسد کر دیں گی۔ دائیں بائیں ایک ایک اِس لئے کیونکہ اُسی صف میں دوسرے نمازیوں کیلئے یہ دونوں آدمی حائل بن جائیں گے لٰہذا سب کی نماز فاسد نہیں ہوگی ،اور پیچھے کی تمام صفوں کے تمام آدمیوں کی نماز اِس لئے فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ تین سے زائد عورتوں کا کھڑا ہونا پوری صف کے کھڑے ہونے کے حکم میں ہے جس سے پیچھے کے تمام آدمیوں نماز خواہ وہ سیدھ میں کھڑے ہوں یا نہیں،فاسد ہو جاتی ہے۔

☆۔۔۔اگر تین عورتیں صف کے درمیان کھڑی ہوں تو وہ اپنے دائیں بائیں کے ایک آدمی کی اور پیچھے کی تمام صفوں میں موجود آخر تک صرف اُن آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی جو اُن کے سیدھ میں کھڑے ہیں،اور جو سیدھ میں نہیں اُن کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

☆۔۔۔اگر دو عورتیں یا ایک ہی عورت صف کے درمیان کھڑی ہو تو وہ اپنے دائیں بائیں کے ایک آدمی کی اور پیچھے کی تمام صفوں میں موجود آخر تک صرف اُن آدمیوں کی نماز فاسد کریں گی جو اُن کے سیدھ میں کھڑے ہیں،اور جو سیدھ میں نہیں اُن کی فاسد نہیں ہوگی۔(عُمدۃ الفقہ:2/197،198)

6. مقتدی کا اپنی ایڑیوں کے ذریعہ اِمام سے آگے نہ ہونا۔ پس اگر مقتدی کا قدم بڑا ہونے کی وجہ سے اِمام کے پاؤں سے آگے نکل جائے تو اِقتداء صحیح ہو جائے گی کیونکہ ایڑیاں آگے نہیں بڑھیں ،اِسی طرح اگر مقتدی کا قد اِمام سے لمبا ہونے کی وجہ سے سجدہ میں سر آگے بڑھ جائے تب بھی اِقتداء صحیح

ہو جائے گی، کیونکہ ایڑیاں آگے نہیں بڑھیں۔ہاں اگر مقتدی کا اکثر پاؤں اِمام سے آگے بڑھ جائے تو اِقتداء درست نہیں ہو گی۔(شامیہ:1/551)

7. مقتدی کا اپنے امام کے انتقالات اور احوال سے باخبر ہونا۔اِنتقالات کے بارے میں باخبر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی اپنے امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں منتقل ہونے سے باخبر رہے، خواہ اِمام کی یا مکبّر کی آواز کے ذریعہ یا محض دوسرے نمازیوں کو دیکھ کر۔ اور احوال سے مطلع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی کا اپنے امام کے بارے میں مقیم و مسافر ہونے سے باخبر ہو کہ وہ مقیم ہے یا مسافر، خواہ شروع ہی سے معلوم ہو جائے یا سلام پھیر لینے کے بعد۔

8. مقتدی کا امام کے ساتھ ہر ہر رکن میں شریک ہونا،یعنی ہر رکن کو اِمام کے ساتھ یا بعد میں کرنا۔پس اگر کسی رکن کو اِمام سے پہلے ہی کرلے تو اگر اِمام اُسی رکن میں مقتدی کے ساتھ مل جائے تو نماز درست ہے،ورنہ نہیں۔

9. مقتدی کا ارکان کی ادائیگی میں اِمام کے مثل یا اس سے کم ہونا۔ مثل ہونے کی مثال یہ ہے کہ دونوں راکع و ساجد ہوں یا دونوں اِشارے سے پڑھ رہے ہوں،اور کم ہونے کی صورت یہ ہے کہ اِمام راکع و ساجد ہو اور مقتدی اِشارے سے پڑھتا ہو۔اِن دونوں صورتوں میں تو نماز ہو جائے گی ، لیکن اگر مقتدی ارکان کی ادائیگی میں امام سے زیادہ ہو جیسے اِمام اِشارے سے پڑھنے والا اور مقتدی رکوع و سجدہ کرنے والا ہو تو اِمامت صحیح نہ ہو گی،اِس لئے کہ مقتدی نماز کے ارکان میں اِمام کے مثل یا اُس سے کم نہیں ہے۔

10. مقتدی کا نماز کی شرائط میں اِمام کے مثل یا اس سے کم ہونا۔ شرائطِ نماز سے مراد طہارت، ستر وغیرہ ہیں، پس اگر امام اور مقتدی میں نماز کی تمام شرائط پائی جائیں یا دونوں میں کوئی شرط مثلاً ستر کی شرط نہ پائی جائے، جیسے دونوں برہنہ ہوں اور جماعت سے نماز پڑھیں تو نماز درست ہے۔ اور مقتدی کے شرائطِ نماز میں کم ہونے کی مثال یہ ہے کہ امام کے اندر تمام شرائط ہوں لیکن مقتدی کے اندر کوئی شرط مثلاً ستر وغیرہ کی کم ہو تب بھی نماز درست ہے۔ اور اگر مقتدی شرائطِ نماز میں امام سے زیادہ ہو جیسے مقتدی کے اندر تو پوری شرائط پائی جائیں، جیسے طہارت وغیرہ کے ساتھ اُس کا ستر چھپا ہوا ہو لیکن امام کے اندر کوئی شرط کم ہو مثلاً: ستر وغیرہ کی شرط نہ ہو تو نماز درست نہیں، اِس لئے کہ مقتدی شرائطِ نماز میں اِمام کے مثل یا اُس سے کم نہیں ہے۔(شامیہ:1/550،551)

فائدہ : ما قبل میں اِمامت کے صحیح ہونے کیلئے چھ شرائط جبکہ اقتداء کے صحیح ہونے کیلئے دس شرطیں ذکر کی گئی ہیں، ان دونوں کو "شروطِ صحتِ جماعت" یعنی جماعت کے صحیح ہونے کی شرائط کہا جاتا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جماعت کے صحیح ہونے کیلئے دونوں طرح کی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، یعنی یہ بھی ضروری ہے کہ اِمام کے اندر اِمامت کی شرائط بھی پائی جائیں اور یہ بھی لازمی ہے کہ اُس کی اِقتداء کرنے میں بھی کوئی مانع نہ ہو۔

کن لوگوں کی اِمامت مکروہ ہے :

مندرجہ ذیل لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے:

1. بدعتی: ایسا بدعتی جس کی بدعت کفر تک نہ پہنچی ہو تو اُس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

2. فاسق: یعنی کبیرہ گناہوں کا اِرتکاب کرنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے

3. غلام: اگرچہ وہ آزاد کر دیا گیا ہو، اُس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

4. گنوار: یعنی وہ بدّو، گنوار دیہاتی جو جہل میں مبتلاء ہو اُس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

5. اندھا: نابینا شخص چونکہ نجاست سے عموماً احتراز نہیں کر پاتا اُس کے پیچھے مکروہ تنزیہی ہے۔

6. اَعشیٰ: یعنی وہ شخص جس کو دن اور رات میں کم نظر آتا ہو اُس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

7. ولد الزّنا: یعنی وہ شخص جو زنا سے پیدا ہوا ہو اُس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

8. اَمرَد: یعنی بے ریش خوبصورت بالغ آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

9. سفیہ: یعنی بے وقوف اور کم عقل کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

10. مَفلوج: یعنی فالج زدہ شخص جس کے جسم پر فالج کا اثر ہو، اُس کے پیچھے مکروہ تنزیہی ہے۔

11. اَبرص: جس کے جسم پر برص کا اثر پھیل چکا ہو، اُس کے پیچھے مکروہ تنزیہی ہے۔

12. اَجذم: جذام کے مرض میں مبتلاء شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

13. اَعرَج: لنگڑا شخص جو کچھ پوں پر کھڑا ہوتا ہو اُس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

14. مَجبوب: نامرد شخص کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

15. مقطوع الید: جس کا ایک ہاتھ کٹا ہو اُس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

16. حاقِن: پیشاب پائخانہ کے تقاضے کو دبا کر نماز پڑھانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ ان میں سے پہلے دو یعنی فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، وہ بھی اُس وقت جبکہ دوسری جگہ متبادل نہ ہو اور ان کے ہٹانے پڑ قادر نہ ہو یا ہٹانے کی صورت میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، ایسی صورت میں اکیلے نماز پڑھنے سے اُن کے پیچھے نماز پڑھ لینا اولیٰ ہے، اور اِس صورت میں مقتدیوں پر کراہت بھی نہ ہو گی۔ اس کے علاوہ بقیہ تمام افراد میں یا تو جہالت کے غلبہ کی وجہ سے کراہت ہے، جیسا کہ عموماً غلام، بدّو اور ولد الزّنا وغیرہ کے اندر ہوتی ہے اور یا لوگوں کے کراہیت محسوس کرنے کی وجہ سے کراہت ہے، جیسے اَبرص کے اندر ہوتی ہے۔(شامیہ:1/559تا562)(عُمدۃ الفقہ:2/201،202)

نیز یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ مذکورہ تمام افراد میں اگر کراہت کی علّت ختم ہو جائے مثلاً: نابینا شخص علم اور مرتبہ میں بینا سے زیادہ افضل ہو اور وہ نجاست وغیرہ سے اجتناب بھی کرتا ہو، اِسی طرح ولد الزّنا اور اَعرابی شخص علمی شرف اور مقام کا حامل ہو جائے وغیرہ وغیرہ، تو ان کی اِمامت مکروہ نہ رہے گی، اِس لئے کہ علّتِ کراہت باقی نہ رہی۔(شامیہ:1/560)

مکروہاتِ اِمامت:

(1)فاسق کا امام بننا۔(2)بدعتی کا امام بننا۔(3)نابینا کا امام بننا۔ ہاں اگر اعلم القوم ہو تو جائز ہے۔(4)لوگوں کے ناپسند کرنے کے باوجود امامت کرنا، جبکہ لوگوں کے ناراض ہونے کی کوئی جائز وجہ بھی ہو۔(5)نماز کے اندر قدرِ سنت سے زیادہ تطویل کرنا۔(6)اس مقصد سے نماز میں تطویل کرنا کہ کسی کو جماعت یا رکعت مل جائے۔(7)بہت زیادہ غلطیاں کرنے والے کا امام بننا۔(8)ایسے شخص کا امام بننا جو بعض حروف کو صحیح اداء کرنے پر قادر نہ ہو۔(9)دیہاتی شخص کا امام بننا۔ البتہ اپنے مثل کی امامت درست ہے۔ اسی

طرح اگر وہ اعلم القوم ہے تب بھی جائز ہے۔(10)امام کا مقتدیوں سے بقدر ایک ذراع بلند یا پست ہونا۔ البتہ امام کے ساتھ اگر کچھ لوگ کھڑے ہوں تو مکروہ نہیں ۔(11)بے وقوف شخص کا امام بننا ۔ (12)مفلوج کی امام بننا۔(13)برص میں مبتلاء شخص کا امام بننا، جبکہ اُس کا برَص واضح ہو۔(14)جذامی کا امام بننا۔(15)مقطوع الذکر کا امام بننا۔(16)بول وبراز کے تقاضے کو دبا کر نماز پڑھانا۔(17)لنگڑے شخص کا امام بننا۔(18)مقطوع الید کا امام بننا ۔(19)شرابی کا امام بننا۔(20)سود خور کا امام بننا۔ (21)چغلخور کا امام بننا۔(22)ریاکار کا امام بننا۔(23)تصنّع کرنے والے کا امام بننا۔(24)اجرت لے کر امامت کرنا۔ہاں!اگر اُس کی تنخواہ مقرر ہو تو صحیح ہے۔(25)امام کا وسط صف میں کھڑے ہو کر امامت کرنا۔(26)عورت کا امامت کرنا۔(27)بے ریش خوبصورت شخص کا امام بننا، جبکہ فتنے کا خوف ہو، اور فتنہ کا خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں۔(الفقہ الاسلامی:2/1205تا1211)

اِستحقاقِ اِمامت کی ترتیب:

اگر امامِ راتب(مقررہ امام)ہو تو وہی سب سے زیادہ امامت کا مستحق ہوتا ہے۔وہ نہ ہو تو استحاقِ امامت کی ترتیب یہ ہوتی ہے:

1. **الاَعلَم۔** یعنی جو زیادہ علم رکھتا ہے، خصوصاً نماز کے احکام و مسائل کا علم۔
2. **الاحسن قراءۃً۔** قرآن کریم کو تجوید کے قواعد کے ساتھ اچھا پڑھنا جانتا ہو۔
3. **الاَورَع۔** یعنی متقی اور پرہیز گار ہو۔
4. **الاَسَن۔** زیادہ بڑی عمر رکھتا ہو، کیونکہ اُس کا تجربہ اور لوگوں میں مقام زیادہ ہو گا۔

5. **الاحسن خُلقاً۔** جس کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں۔

6. **الاحسن وُجھاً۔** جو زیادہ وجیہ ہو۔ یہاں اِس سے زیادہ تہجد پڑھنے والا مراد ہے۔

7. **الاشرفُ نسباً۔** یعنی جو نسبی اعتبار سے سب سے زیادہ معزز ہو۔

8. **الأحسن صوتاً:** جس کی آواز اچھی ہو۔

9. **الأحسن زوجۃً:** جس کی زوجہ زیادہ احسن ہو، کیونکہ اِس سے مرد میں عفّت زیادہ ہوتی ہے۔

10. **الأکثر مالاً:** جس کے پاس مال زیادہ ہو کیونکہ اِس سے قناعت وعفّت زیادہ ہوگی۔

11. **الأکثر جاھاً:** جس کا لوگوں میں مقام ومرتبہ زیادہ ہو۔

12. **الانظفُ ثوباً۔** جو کپڑوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ صاف ستھرا رہتا ہو۔

اگر ان سب میں بھی برابر ہوں تو اُن کے درمیان قرعہ ڈالا جائے گا۔(الفقہ الاسلامی:2/1201)

اِمامت میں أعلم مقدّم ہے یا أقراء:

اِستحقاقِ اِمامت کی ترتیب میں سنّت کا زیادہ علم رکھنے والے کو مقدّم کیا جائے گا یا اُس کو جو زیادہ اچھا تجوید کے ساتھ قرآن کریم پڑھنا جانتا ہو، اِس میں اختلاف ہے:

- **امام احمد وابویوسف رحمۃ اللہ علیہما:** اَقراء مقدّم ہے۔
- **ائمہ ثلاثہ وامام محمد رحمۃ اللہ علیہم:** اَفقہ اور اَعلم مقدّم ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ ”اَعلَم اور اَفقہ“ سے مراد وہ ہے جو قرآن کریم کی بقدرِ ضرورت قراءت اچھی طرح کرنا جانتا ہو، ورنہ بہر حال اَقراء کو ترجیح دی جائے گی۔(البنایۃ:2/328)(الفقہ الاسلامی:2/1201 تا 1203)

اِشکال: حدیث میں تو اَقراء کو اَعلَم پر مقدّم کیا گیا ہے، چنانچہ اِرشادِ نبوی ہے: ” يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ “ پس اِس حدیثِ صریح کے ہوتے ہوئے جمہور کے نزدیک اَقراء کو کیوں ترجیح دی گئی ہے؟

جواب: اِس کا جوب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا یہ اِرشاد اپنے زمانے کے اعتبار سے ہے اور اُس وقت اَقراء جو ہوتا تھا وہ اَعلَم بھی ہوتا تھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ اُنہوں نے سورۃ البقرۃ بارہ سال میں یاد کی تھی، ظاہر ہے کہ یہ یاد کرنا اُس کے جمیع مسائل و احکام کے ساتھ یاد کرنا تھا۔ پھر بعد میں یہ دو مختلف طبقے بن گئے، اِس لئے اَفقہ کو ترجیح دی گئی ہے۔

علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے آخری ایّام میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ اِمامت کیلئے کھڑا کیا تھا حالآنکہ صحابہ کرام میں بڑے قرّاء صحابہ کرام بھی موجود تھے، اِس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اَفقہ کو مقدّم کیا جائے گا۔

اور اَفقہ کو ترجیح دینے کی وجہ یہ ہے کہ نماز پڑھاتے ہوئے صرف قراءت کی ضرورت نہیں ہوتی اور بھی مختلف النوع مسائل پیش آتے رہتے ہیں جن میں اَعلَم سے مسائلِ صلوۃ کو جاننے کی وجہ سے غلطی کا اِمکان کم ہوتا ہے، بخلاف اَقراء کے، کیونکہ اُس سے اَفقہ نہ ہونے کی وجہ سے غلطی کا اِمکان زیادہ ہے، پس اِسی وجہ سے اَفقہ کو اَقراء پر ترجیح دی گئی ہے۔(مرقاۃ:3/862)(البنایۃ2/329)(فتح القدیر:1/348)

نابینا شخص کا اِمام بننا:

نابینا شخص کے اِمام بننے کے بارے میں اختلاف ہے:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: بلا کراہت جائز ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جائز ہے، لیکن مکروہ تنزیہی ہے، اِس لئے کہ عموماً وہ نجاست سے احتراز نہیں کرپاتا۔ اوراحناف کے نزدیک اگر وہ اَعلَم القوم ہو تو صرف جائز ہی نہیں بلکہ وہ امامت کا زیادہ مستحق ہے۔(الفقہ الاسلامی:1206/2)

حدیث میں حضرت عبد اللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کے اِمام بننے کا جو واقعہ مذکور ہے اُس کا یہی مطلب ہے کہ وہ چونکہ ”اَعلم القوم“ اور ”اَقراء القوم“، نیز نجاست سے احتراز کرنے کی صفت بھی اُن کے اندر کمال کی تھی اِس لئے اُن کی اِمامت کی وجہ سے کوئی اِشکال نہیں کیا جاسکتا۔

کیا فاسق اِمامت کر سکتا ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: مکروہ ہے۔ البتہ اپنے مثل یعنی کسی فاسق شخص کی امامت کر سکتا ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مطلقاً مکروہ ہے۔(الفقہ الاسلامی:1205/2)

نابالغ کا اِمام بننا درست ہے یا نہیں:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: نابالغ بچہ فرائض اور نوافل سب میں امامت کر سکتا ہے۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: نابالغ بچہ فرائض اور نوافل کسی میں بھی امامت نہیں کر سکتا۔
- امام احمد و مالک رحمۃ اللہ علیہما: نابالغ بچہ فرائض میں تو بالکل اِمامت نہیں کر سکتا، البتہ نوافل میں اِمامت کر سکتا ہے۔(الفقہ الاسلامی:1193/2)(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:371/1)

عورت اِمامت کر سکتی ہے یا نہیں:

اِس پر سب کا اِتفاق ہے کہ عورت کسی مرد کی اِمامت نہیں کر سکتی، اِس لئے کہ اِمامت کیلئے "ذکورت" مرد ہونا شرط ہے، البتہ عورت کیا کسی عورت کی اِمامت کر سکتی ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

1. شوافع وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: جائز ہے، کر سکتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو اس کو مستحب قرار دیتے ہیں جبکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اِستحباب اور عدمِ استحباب دونوں طرح کے اقوال ہیں۔
2. احناف ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: عورت کیلئے عورت کی اِمامت کرنا جائز نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز ہی نہیں ہوگی، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز تو ہو جائے گی، لیکن مکروہ تحریمی ہوگی ،ایسی صورت میں عورت کو مرد اِمام کی طرح آگے نہیں کھڑا ہونا بلکہ صف کے درمیان ہی کھڑا ہونا چاہیئے۔(الفقہ الاسلامی:2/1194)(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/372)

معذور شخص کا اِمام بننا:

ایسا شخص جو سلس البول، جریانِ بطن وغیرہ کے دائمی مَرض کا شکار ہو اور شرعاً معذورین کی فہرست میں داخل ہو وہ اِمامت کر سکتا ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- احناف وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: ایسا شخص اِمام نہیں بن سکتا، ہاں! اپنے جیسے کسی معذور کی اِمامت کر سکتا ہے، بشرطیکہ دونوں کا عذر ایک ہی طرح کا ہو۔
- شوافع ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: معذور کا غیر معذور شخص کی اِمامت کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے، اِس لئے کہ اِمام کیلئے سالم عن العذر ہونا ضروری نہیں۔(الفقہ الاسلامی:2/1198)(الفقہ علی المذاہب:1/373)

امامِ قاعد کی اقتداء میں مقتدی قائم کا نماز پڑھنا:

اس مسئلے کی عقلی طور پر چار صورتیں بنتی ہیں:

1. امامِ قاعد کی اقتداء کرنا مقتدیِ قاعد کے لئے: بالاتفاق جائز ہے۔

2. امامِ قائم کی اقتداء کرنا مقتدیِ قائم کے لئے: بالاتفاق جائز ہے۔

3. امامِ قائم کی اقتداء کرنا مقتدیِ قاعد کے لئے: بالاتفاق جائز ہے۔

4. امامِ قاعد کی اقتداء کرنا مقتدیِ قائم کے لئے: یہ صورت مختلف فیہ ہے:

- امام مالک و امام محمد رحمۃ اللہ علیہما: اقتداء درست نہیں ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: اقتداء درست ہے، البتہ طریقہ کار میں اختلاف ہے:
  - احناف و شوافع رحمۃ اللہ علیہم: قائماً یعنی کھڑے ہو کر اقتداء کی جائے گی۔
  - حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: قاعداً یعنی بیٹھ کر اقتداء کی جائے گی۔(تحفۃ الالمعی:2/186)

حنابلہ کے نزدیک قاعداً اقتداء بھی تین شرطوں کے ساتھ کی جاسکتی ہے:

1. ابتداء ہی سے عذر ہو، عذرِ طاری نہ ہو، یعنی دورانِ نماز طاری نہ ہوا ہو۔

2. امام راتب (مقررہ امام) ہو۔

3. عذر مرجو الزّوال ہو، یعنی اُس کے صحیح ہونے کی امید ہو ۔(درسِ ترمذی:2/132)

امام کی نماز کے باطل ہونے سے مقتدی کی نماز کا حکم:

مثلاً نماز کے بعد پتہ چلا کہ امام کو حدث یا جنابت لاحق تھی، تو کیا مقتدی کو بھی نماز لوٹانی ہو گی یا نہیں، اس

میں اختلاف ہے:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی، لہذا اُس کو لوٹانا ہو گا۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔ البتہ مالکیہ یہ فرماتے ہیں کہ مقتدیوں کو اگر امام کی حالت کا علم تھا تو اُن کی نماز بھی نہیں ہو گی ۔(الفقہ الاسلامی:2/1218)

مخالف مسلک امام کی اقتداء کرنا:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ کسی دوسرے مسلک کے امام کی اقتداء کرنا جائز ہے، البتہ اس کے لئے کیا شرط ہے؟ اس میں اختلاف ہے:

- احناف اور شوافع رحمۃ اللہ علیہم: مقتدی کے مسلک میں امام کی نماز کا صحیح ہونا شرط ہے۔ پس حنفی المسلک کا ایسے شافعی المسلک امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں جس کو سیلانِ دم کا عارضہ لاحق ہوا ہو اور اُس نے وضو نہ کیا ہو۔ اسی طرح شافعی المسلک کا ایسے حنفی المسلک امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں جس نے عورت کو چھونے کے بعد وضو نہ کیا ہو۔
- مالکیہ اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: صحتِ صلوۃ کی شرائط میں امام کے مسلک کا اور صحتِ اقتداء کی شرائط میں مقتدی کے مسلک کا اعتبار کیا جائے گا۔ پس کسی مالکی یا حنبلی شخص کا ایسے حنفی یا شافعی امام کی اقتداء کرنا درست ہے جس نے تمام سر کا مسح نہ کیا ہو ۔ کیونکہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک تمام سر کا مسح کرنا اگرچہ ضروری ہے، لیکن یہ صحتِ صلوۃ کی شرائط میں سے ہے، جس میں امام کے مسلک کا اعتبار کیا جاتا ہے اور امام کے مسلک میں یہ شرط نہیں۔ لیکن کوئی مالکی یا حنبلی شخص ایسے شافعی امام کے پیچھے نماز نہیں

پڑھ سکتا جو نفل پڑھ رہا ہو، کیونکہ حضرات مالکیہ اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اقتداء المفترض خلف المتنفل (فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والے) جائز نہیں ، اور یہ صحتِ اقتداء کی شرائط میں سے ہے، جس میں مقتدی کے مسلک کا اعتبار کیا جاتا ہے۔(الفقہ الاسلامی:2/1199)

کیاامام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق کی اقتداء کی جاسکتی ہے؟

- احناف اور مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: اِمام کے سلام کے بعد مسبوق کی اتدائی نہیں کی جاسکتی۔
- شوافع اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: مسبوق کی اِقتداء کی جاسکتی ہے۔(الفقہ الاسلامی:2/1197)

کیامقتدی اور امام کے لئے اقتداء اور امامت کی نیت کرنا شرط ہے؟

مقتدی کے لئے اِمام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے بالاتفاق اقتداء کی نیت کرنا بھی شرط ہے، البتہ کیا امام کے لئے بھی نماز پڑھاتے ہوئے امامت کی نیت کرنا شرط ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے:

- امام شافعی ومالک رحمۃ اللہ علیہما: اِمام کیلئے اِمامت کی نیت کرنا شرط نہیں، البتہ جو نمازیں جماعت کے ساتھ ہی ہو سکتی ہیں، اُن میں شرط ہے۔ جیسے جمعہ اور عیدین کی نماز۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: اِمام کیلئے شرط نہیں، ہاں اگر اُس کی اِقتداء میں کوئی عورت بھی شامل ہو کر اقتداء کر رہی ہو تو اُس کی امامت کی نیت شرط ہے۔
- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: شرط ہے، ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔(الفقہ الاسلامی:2/1240)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ مَا عَلَى الْإِمَامِ

اِس باب میں اِمام کی ذمّہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے۔

اِمام کے اوصاف اور ذمّہ داریاں :

اِمام کی بہت سی ذمّہ داریاں ہیں، جن کو پورا کرنے سے معاشرے کی بہت حد تک اِصلاح ہوسکتی ہے، اور اُن ذمّہ داریوں میں غفلت برتنے سے معاشرے کا اجتماعی طور پر بہت بڑا نقصان ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ائمہ کیلئے بطور خاص ہدایت اور درستگی کی دعاء فرمائی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ائمہ اور مؤذّنین کیلئے یہ دعاء فرمائی : اللّٰهُمَّ أَرْشِدِ الْأَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ-اے اللہ! اِماموں کو درستگی کی ہدایت فرما اور اذان دینے والوں کی مغفرت فرما۔(ابوداؤد:517)

مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ وہ ائمہ مساجد کی صلاح و درستگی کیلئے دعاء گو رہیں، اور اُن کے حق میں رشد و ہدایت اور استقامت کی دعاء کرتے رہیں، کیونکہ ائمہ کی درستگی میں معاشرے کی درستگی ہے۔

یہاں اُن تمام ذمّہ داریوں کا تو اِحاطہ نہیں کیا جاسکتا، البتہ چند اہم کام ذکر کیے جارہے ہیں:

(1) **اِمام کو نیک و صالح ہونا چاہیئے:** حدیث میں ہے: جو کسی قوم کی اِمامت کرے اُسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔مَنْ أَمَّ قَوْمًا فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ۔(طبرانی اوسط:7755) دین کا زیادہ علم رکھنے والا اِمام بننے کے زیادہ لائق ہے بشرطیکہ وہ "فواحشِ ظاہرہ" یعنی کھلی بے حیائی اور گناہوں سے بچتا ہو، کیونکہ اس صورت میں لوگ اُس کے عالم ہونے کے باوجود بھی اُس کی اقتداء کو پسند نہیں کریں گے۔(شامیہ:1/557)

(2)**اِمام کو عالم ہونا چاہیئے، بالخصوص مسائلِ صلوۃ سے اچھی طرح واقفیت ہونی چاہیئے:** اِمام ایسا ہونا چاہیئے جو شریعت کے تمام احکام بالخصوص نماز کے مسائل و احکام کو اچھی طرح جانتا ہو، تاکہ نماز کے اندر فساد اور کراہت سے بچ سکے اور سجدہ سہو وغیرہ کے مسائل میں صحیح راہ کو اپنا سکے۔(شامیہ:1/557)

ایک روایت میں ہے: اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ تمہاری نمازیں (بارگاہِ الٰہی میں) قبول کی جائیں تو اپنے بہترین لوگوں کو اِمام بناؤ، کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان قاصد ہوتے ہیں۔إِنْ سَرَّكُمْ أَنْ تُقْبَلَ صَلَاتُكُمْ، فَلْيَؤُمَّكُمْ عُلَمَاؤُكُم،فَإِنَّهُمْ وَفْدُكُمْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ۔(کنزالعمّال:20434)

(3)**قرآن کریم اچھی طرح پڑھنا جانتا ہو:** یعنی تجوید کے قواعد کے مطابق قرآن کریم کی تلاوت صحیح کرسکتا ہو، تاکہ نماز کا اہم رکن قراءت میں کوئی غلطی نہ ہو۔اور اِسی میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ "حسَن الصّوت" یعنی خوش الحان ہو، اچھی اور خوبصورت میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا ہو، ظاہر ہے کہ یہ لوگوں کی پسند کا معیار بھی سمجھا جاتا ہے، لوگوں کو ایسے اِمام کے پیچھے نماز پڑھنے کی رغبت ہوتی ہے اور شرعاً بھی ایک قابلِ تعریف وصف ہے۔(شامیہ:1/557،558)

(4)**اِمام کو مشتبہ امور سے بھی اجتناب کرنا چاہیئے:** اِمام کو گناہوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ مشتبہ امور سے بھی اجتناب کرنا چاہیئے، جو تقویٰ سے بھی آگے کا درجہ ہے، جس کو "ورع" کہتے ہیں، اور اس کو منصبِ اِمامت کی وجوہِ ترجیح میں سے شمار کیا گیا ہے۔(شامیہ:1/557)

(5)**اِمام کو حسنِ اخلاق کا حامل ہونا چاہیئے:** اِمامت کا تعلّق چونکہ براہِ راست عوام کے ساتھ ہے، اِس لئے اس میں حسنِ اخلاق کی نہایت اشد ضرورت ہوتی ہے، نیز حسنِ اخلاق سے انسان لوگوں کے دل میں گھر

کرلیتا ہے، اور اِمام کے اندر جب اعلیٰ اور فاضلانہ اخلاق ہوں گے تو لوگ خود اُس کی اقتداء میں نماز پڑھنا پسند کریں گے، یہی وجہ ہے کہ منصبِ اِمامت کی وجوہِ ترجیح میں ”الأحسن خُلقاً“ کو بھی ذکر کیا گیا ہے، یعنی جو لوگوں مین زیادہ اچھے اخلاق رکھتا ہو وہ اِمامت کا زیادہ مستحق ہے۔(شامیہ:1/557)

(6) **اِمام کو تہجد گزار اور شب بیدار ہونا چاہیئے:** اِمامت کی وجوہِ ترجیح میں ایک وجہِ ترجیح ”الْأَحْسَنُ وَجْهًا“ بھی ذکر کی گئی ہے، جس کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ اِمام وجیہ اور خوبصورت ہو، لیکن اِس کی تفسیر اکثر حضرات نے ”أَكْثَرُهُمْ تَهَجُّدًا“ سے کی ہے، یعنی وہ شخص جو لوگوں میں زیادہ تہجد کا پابند اور زیادہ کثرت سے تہجد پڑھنے والا ہو وہ اِمام بننے کے زیادہ لائق ہے۔(شامیہ:1/557)

(7) **اِمام کو لوگوں میں سب سے بہتر اور افضل بننے کی کوشش کرنی چاہیئے:** یعنی علم، عمل، تقویٰ، عبادت، خشوع و خضوع، اخلاق، معاملات، معاشرت اور تمام امور میں اِمام کو چاہیئے کہ وہ لوگوں میں سب سے بہتر بننے کیلئے ہمیشہ کوشاں رہے، اگرچہ کون بہتر ہے کون نہیں، اِس کا علم تو اللہ ہی کو ہے، لیکن ظاہری طور پر اِمام کو کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ بہت سی احادیث میں آپ ﷺ نے لوگوں میں سب سے بہتر شخص کو اِمام بنانے کا حکم دیا ہے:

ایک حدیث میں ہے: اپنے بہترین لوگوں کو اِمام بناؤ۔ اجْعَلُوا أَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ۔(دار قطنی:1881)

ایک اور حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ تمہاری نمازیں (بارگاہِ الٰہی میں) قبول کی جائیں تو اپنے بہترین لوگوں کو اِمام بناؤ، کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان

قاصد ہوتے ہیں۔إِنْ سَرَّكُمْ أَنْ تُقْبَلَ صَلَاتُكُمْ، فَلْيَؤُمَّكُمْ خِيَارُكُمْ، فَإِنَّهُمْ وَفْدُكُمْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ۔(طبرانی کبیر:328/20)

ایک روایت میں ہے ، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: (جماعت سے نماز پڑھنے کیلئے)صفیں بناؤ اور نماز پڑھانے کیلئے تم میں سے وہ آگے بڑھے جو تم میں سب سے **افضل** ہو۔اصْطَفُّوا وَلْيَتَقَدَّمْكُمْ فِي الصَّلَاةِ أَفْضَلُكُمْ۔(طبرانی کبیر:56/22)

(8)**اِمام کو نماز میں تخفیف کو ملحوظ رکھنا چاہیئے**:جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا چونکہ ایک اجتماعی معاملہ ہے اِس لئے اِمام کو لوگوں کے آرام و راحت اور وقت وغیرہ کا خیال رکھنا چاہیئے ۔ پس نہ اِس قدر جلدی پڑھائے کہ لوگ تسبیحات وغیرہ ہی صحیح طور پر نہ کہہ سکیں، اور نہ اِس قدر لمبی اور طویل نماز پڑھائے کہ کہ لوگ اکتاہٹ اور تنگی کا شکار ہوجائیں۔اِسی طرح وقت پر نماز کو شروع کرنا بھی لوگوں کے آرام و راحت کا سبب ہوتا ہے ، جمعہ وغیرہ کی تقریر اور خطبہ میں عموماً ائمہ سے اِس بارے میں غفلت ہوجاتی ہے جو لوگوں کی تکلیف و ایذاء کا باعث بن جاتا ہے۔البتہ یہ ضروری ہے کہ شریعت اور سنّت کے خلاف کسی عمل میں لوگوں کی رعایت ہرگز نہ کی جائے۔ذیل میں اِس سے متعلّق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اللہ کی قسم فلاں اِمام کی وجہ سے جماعت کی نماز سے پیچھے رہ جاتا ہوں(اور اکیلے نماز پڑھ لیتا ہوں)کیونکہ وہ ہمیں طویل نماز پڑھاتے ہیں(اور میں اتنی دیر کھڑا نہیں رہ سکتا)راوی کہتے ہیں: میں نے اُس دن سے زیادہ کسی اور وقت آپ ﷺ کو اتنے غصہ میں نصیحت کرتے ہوئے نہیں دیکھا ،

آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: بے شک تم میں سے بعض لوگ لوگوں کو (جماعت سے) بھگادینے والے ہیں، پس تم میں سے جو بھی لوگوں کو نماز پڑھائے اُسے چاہیئے کہ (سنّت کی رعایت رکھتے ہوئے) تخفیف کرے، اِس لئے کہ لوگوں میں کمزور، بوڑھے اور حاجت مند لوگ بھی ہوتے ہیں۔إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ، فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالكَبِيرَ وَذَا الحَاجَةِ۔(بخاری:702)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اِس موقع پر یہ اِرشاد فرمایا تھا: اے لوگو! تم لوگوں کو (جماعت سے) بھگانے والے ہو؟، پس جو لوگوں کو نماز پڑھائے اُسے چاہیئے کہ نماز میں تخفیف کرے (یعنی ہلکے پڑھائے) اِس لئے کہ لوگوں میں بیمار، کمزور اور حاجت مند لوگ ہوتے ہیں۔أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ مُنَفِّرُونَ، فَمَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ المَرِيضَ، وَالضَّعِيفَ، وَذَا الحَاجَةِ۔(بخاری:90)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ کر اپنی قوم میں آتے اور لوگوں کو (عشاء کی) نماز پڑھاتے، ایک دفعہ اُنہوں نے سورۃ البقرۃ کی تلاوت شروع کردی تو ایک شخص نے نماز میں تخفیف کرکے مختصر نماز پڑھ لی (اور چلا گیا) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو اُنہوں نے اُس کو منافق قرار دیا، وہ شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو اور سارا واقعہ بیان کیا کہ ہم اپنے ہاتھ سے کام کرنے والے لوگ ہیں، اپنے اونٹوں کے ذریعہ پانی نکال کر زمینوں کو سیراب کرتے ہیں، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے گزشتہ رات ہمیں نماز پڑھائی اور سورۃ البقرۃ کی تلاوت شروع کردی تو میں نے اپنی نماز میں اختصار کرلیا (اور فارغ ہوگیا) تو اب حضرت معاذ مجھے منافق قرار دے رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے تین مرتبہ یہ اِرشاد فرمایا: اے معاذ! کیا تم فتنہ پھیلانے والے ہو؟ تم نماز میں سورۃ

الشمس اور سورۃ الاعلیٰ جیسی سورتیں پڑھا کرو۔ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمُ الصَّلَاةَ، فَقَرَأَ بِهِمُ البَقَرَةَ، قَالَ: فَتَجَوَّزَ رَجُلٌ فَصَلَّى صَلَاةً خَفِيفَةً، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاذًا، فَقَالَ: إِنَّهُ مُنَافِقٌ، فَبَلَغَ ذَلِكَ الرَّجُلَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا قَوْمٌ نَعْمَلُ بِأَيْدِينَا، وَنَسْقِي بِنَوَاضِحِنَا، وَإِنَّ مُعَاذًا صَلَّى بِنَا البَارِحَةَ، فَقَرَأَ البَقَرَةَ، فَتَجَوَّزْتُ، فَزَعَمَ أَنِّي مُنَافِقٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:يَا مُعَاذُ، أَفَتَّانٌ أَنْتَ-ثَلَاثًا-اقْرَأْ: وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَى وَنَحْوَهَا۔(بخاری:6106)

اِمام کی حیثیت:

احادیثِ طیبہ میں آپ ﷺ نے اِمام کی کئی حیثیتوں کو بیان فرمایا ہے، جس سے اِمام کے اوصاف اور ذمّہ داریوں کو کافی حد تک سمجھا جاسکتا ہے:

1. اِمام لوگوں کیلئے ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ۔(مسلم:416)
2. اِمام مقتدیٰ ہوتا ہے، یعنی اُس کی اقتداء کی جاتی ہے۔إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ۔(مسلم:417)
3. اِمام کی حیثیت قائد کی ہوتی ہے، یعنی اُس سے آگے نہیں بڑھا جاسکتا۔لَا تُبَادِرُوا الْإِمَامَ۔(مسلم:415)
4. اِمام کی حیثیت ضامن(ذمّہ دار) کی ہوتی ہے۔الْإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ۔(ابوداؤد:517)
5. اِمام کی حیثیت اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان ایک قاصد کی طرح ہوتی ہے ۔اجْعَلُوا أَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ,فَإِنَّهُمْ وَفْدُكُمْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔(دار قطنی:1881)

کسی کی وجہ سے نماز میں تخفیف یا تطویل کرنا:

اس پر اتفاق ہے کہ کسی کی تکلیف کی وجہ سے نماز میں تخفیف کر سکتے ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کر دیا کرتے تھے کہ کہیں اس کی ماں کو پریشانی نہ ہو۔ البتہ کیا کسی کی وجہ نماز میں تطویل کرنا درست ہے یا نہیں، مثلاً: امام کسی آنے والے کی وجہ سے رکوع کو لمبا کرے تاکہ اُس کو رکعت مل جائے، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: جائز ہے، جیسا کہ کسی کی وجہ سے نماز میں تخفیف کرنا جائز ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جائز نہیں۔(الفقہ الاسلامی:2/1208)

امام کی نماز کے باطل ہونے سے مقتدی کی نماز کا حکم:

اِمام اگر حالتِ جنابت یا حدَث میں نماز پڑھادے اور نماز کے بعد پتہ چلے تو کیا مقتدی کو بھی نماز لوٹانی ہوگی یا نہیں، اس میں اختلاف ہے:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔(مرقاۃ:3/873)(مرعاۃ:4/79)

فائدہ: البتہ حضرات مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم یہ فرماتے ہیں کہ مقتدیوں کو اگر امام کی حالت کا علم تھا تو اُن کی نماز بھی نہیں ہوگی۔(الفقہ الاسلامی:2/1218)

بَابُ مَا عَلَى الْمَأْمُومِ مِنَ الْمُتَابَعَةِ وَحُكْمِ الْمَسْبُوقِ

مُدرک، لاحق اور مسبوق کے چند احکام:

مُدرک: وہ مقتدی جو امام کے ساتھ مکمل نماز پڑھے اور کوئی رکعت نہ چھوٹے۔

حکم: اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی نماز مکمل ہے، اس کو مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔

لاحق: وہ مقتدی جس کی کچھ رکعتیں یا تمام رکعتیں جماعت میں شریک ہونے کے بعد کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ جائیں۔ مثلاً: نماز کے دوران سو جانے کی وجہ سے رکعات چھوٹ گئیں یا وضو ٹوٹ گیا اور وضو کے لئے جانے کی وجہ سے رکعات چھوٹ گئیں۔

حکم: پہلی چھوٹی ہوئی رکعتوں کو اداء کرے، اُس کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو شریک ہو جائے، ورنہ باقی نماز بھی اکیلے ہی پڑھ لے۔ لاحق چھوٹی ہوئی رکعتوں میں بھی مقتدی ہی سمجھا جائے گا، چنانچہ: مقتدی کی طرح لاحق بھی قراءت نہیں کرے گا، خاموش کھڑا رہے گا۔ اسی طرح مقتدی کی طرح کسی بھول کی وجہ سے اس پر بھی سجدہ سہو لازم نہیں ہو گا۔

مسبوق: وہ مقتدی ہے جو کچھ رکعتیں چھوٹ جانے کے بعد جماعت میں شامل ہوا ہو۔

حکم: پہلے امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو کر جتنی نماز باقی ہو جماعت سے اداء کرے، امام کی نماز ختم ہونے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کو اداء کرے۔ مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں میں منفرد کی طرح ہے، چنانچہ: منفرد کی طرح اُس کو قراءت بھی کرنی ہے، اور منفرد کی طرح کسی غلطی کی وجہ سے اُس

پر سجدہ سہو بھی لازم ہو گا۔ نیز اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کو منفرد کی طرح ثناء اور تعوّذ سے شروع کرے گا۔ مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں اس ترتیب سے اداء کرے گا کہ پہلے قراءت والی رکعتیں اداء کرے گا پھر غیر قراءت والی۔ اور قعدہ کے اعتبار سے اُن رکعتوں کو امام کی رکعات کے ساتھ ملائے گا۔ مثلاً: امام کے ساتھ اگر ایک رکعت ملی ہے تو ایک رکعت پڑھ کر قعدہ کیا جائے گا۔(تلخیص از تسہیل بہشتی زیور:1/294)

اِمام کی متابعت کا تاکیدی حکم :

مقتدی کو اِمام کی اتباع کرنی چاہیئے اور حتی الاِمکان اُس کی مخالفت سے بہر صورت اجتناب کرنا چاہیئے، اِس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اِمام کی اقتداء اور اِتباع کرنے کا حکم دیا ہے، ذیل میں اِس سے متعلّق چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور فارغ ہو کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور اِرشاد فرمایا:لوگو! میں تمہارا اِمام ہوں، لہٰذا تم رکوع کرنے، سجدہ کرنے، کھڑے ہونے اور پھرنے (یعنی نماز سے فارغ ہونے میں) مجھ سے جلدی نہ کیا کرو۔أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي إِمَامُكُمْ، فَلَا تَسْبِقُونِي بِالرُّكُوعِ وَلَا بِالسُّجُودِ، وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالِانْصِرَافِ۔(مسلم:426)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمیں یہ سکھایا کرتے تھے کہ تم لوگ اپنے اِمام سے پہل نہ کیا کرو، جب اِمام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب اِمام "ولا الضالّین" کہے تو تم "آمین" کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ "سمع اللہ لِمَن حمدہ" کہے تو تم "رَبَّنا لک الحمد" کہو۔لَا تُبَادِرُوا

الْإِمَامَ إِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ: وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا: آمِينَ، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔(مسلم:415)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اِمام اِسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اُس کی اِتباع کی جائے۔إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ۔(مسلم:411)

اِمام کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں سخت وعیدیں :

ایک روایت میں آپ ﷺ اِمام کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں بڑی سخت وعید اِرشاد فرمائی، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: وہ شخص جو اِمام سے پہلے (رکوع اور سجدے) میں سر اُٹھاتا ہے کیا وہ اِس بات سے ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس کے سر کو بدل کر گدھے کے سر جیسا کردیں؟۔أَمَا يَخْشَى الَّذِي يَرْفَعُ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ، أَنْ يُحَوِّلَ اللهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ؟۔(مسلم:427)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مَروی ہے: جو شخص (رکوع اور سجدے میں) اپنے سر کو اِمام سے پہلے اُٹھائے یا جھکائے تو (سمجھ لو) اُس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے۔الَّذِي يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَخْفِضُ قَبْلَ الإِمَامِ، فَإِنَّمَا نَاصِيَتُهُ بِيَدِ الشَّيْطَانِ۔(مؤطاءمالک:492)

اِمام کی عدمِ متابعت کی صورتیں :

اصل تو یہی ہے کہ اِمام کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے مقتدی کو اُس کی اتباع کرنی چاہیئے، لیکن بعض اوقات کسی وجہ سے اِمام کی متابعت کا حکم باقی نہیں رہتا، اُس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

عدمِ متابعت کی اِبتداءً دو صورتیں ہیں:

1. اِمام کے فعل میں عدمِ متابعت۔ یعنی اگر اِمام کر رہا ہو تو مقتدی کو نہیں کرنا چاہیئے۔

2. اِمام کے ترک میں عدمِ متابعت۔ یعنی اگر اِمام نہ کر رہا ہو تو مقتدی کو کرنا چاہیئے۔

فعل میں عدمِ متابعت کی صورتیں:

چار چیزیں ایسی ہیں جن میں مقتدی کو اِمام کے فعل کی اتباع نہیں کرنی چاہیئے، یعنی اگر امام کرے تو مقتدی کو چاہیئے کہ اُس کی متابعت نہ کرے، اور وہ صورتیں یہ ہیں:

(1) امام جان بوجھ کر نمازِ جنازہ کی تکبیریں چار سے زیادہ یعنی پانچ کہے تو مقتدی کو چار ہی کہنی چاہیئے۔

(2) جان بوجھ کر عیدین کی تکبیریں زیادہ کہے تو مقتدی کو زیادہ نہیں کہنی چاہیئے، لیکن یہ اُس وقت ہے جبکہ مقتدی امام سے سنتا ہو اور اگر مکبر سے سنے تو ترک نہ کرے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ شاید اس مکبّر سے غلطی ہوئی ہو۔

(3) امام اگر کسی رکن کو زیادہ کرے مثلاً: دو بار رکوع یا تین بار سجدہ کرے تو مقتدی کو نہیں کرنا چاہیئے۔

(4) امام بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو مقتدی کھڑا نہ ہو، بلکہ امام کا انتظار کرے اور دیکھے کہ اِمام پانچویں رکعت کے سجدے سے پہلے لوٹ آتا ہے یا نہیں۔

☆ — اگر لوٹ آئے تو مقتدی کو اُس کی معیّت میں سلام پھیر کر سجدہ سہو کر لینا چاہیئے، خواہ قعدہ اخیرہ کیا ہو یا نہیں، اِس صورت میں امام اور مقتدی سب کی نماز سجدہ سہو کے ساتھ ہو جائے گی۔

☆ — اور اگر اِمام پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لے تو اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو اُس نے قعدہ اخیرہ کیا ہو گا یا نہیں۔ اگر قعدہ اخیرہ کر کے کھڑا ہوا ہو اور پانچویں کا سجدہ بھی کر لے تو مقتدی کو اکیلے ہی سلام پھیر

کر فارغ ہو جانا چاہیئے، اُس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔ اور اگر اِمام قعدہ اخیرہ نہ کیا ہو اور پانچویں کا سجدہ کرلے تو اب سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔(تلخیص وتسہیل از عُمدۃ الفقہ:2/218)

ترک میں عدمِ متابعت کی صورتیں:

نو چیزیں ایسی ہیں جن میں مقتدی کو اِمام کے ترکِ فعل کی اتباع نہیں کرنی چاہیئے، یعنی اگر امام ان افعال کو ترک کر دے تب بھی مقتدی کو چاہیئے کہ اُن افعال کو سر انجام دے۔ اور وہ صورتیں یہ ہیں:

(1)امام اگر تحریمہ کے لئے رفع یدین نہ کرے تب بھی مقتدی کو کرنا چاہیئے۔

(2)اِمام اگر ثنا نہ پڑھے تو مقتدی کو پڑھنا چاہیئے، لیکن یہ سرّی نمازں کے اعتبار سے ہے، کیونکہ جہری نماز میں امام کے قراءت شروع کرنے کے بعد مقتدی کو نہیں پڑھنی چاہیئے۔

(3) تکبیرات انتقال، یعنی اُٹھتے بیٹھتے ہوئے جو تکبیر یعنی "اللہ اکبر" کہا جاتا ہے، اگر اِمام نہ بھی کہے تو مقتدی کو کہنا چاہیئے۔

(4)رکوع کی تسبیح اگر اِمام نہ بھی کہے تو مقتدی کو کہنی چاہیئے، لیکن یہ حکم اُس وقت تک ہے جب تک اِمام رکوع میں ہو، جب اِمام رکوع سے سر اُٹھالے تو مقتدی کو بھی اُٹھ جانا چاہیئے۔

(5)اگر امام "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ" نہ بھی کہے تب بھی مقتدی کو "رَبَّنَا لَكَ الحَمد"ترک نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ وہ ہر حال میں تحمید کہے گا۔

(6)سجدے کی تسبیح اگر اِمام نہ بھی کہے تو مقتدی کو کہنی چاہیئے، لیکن یہ حکم اُس وقت تک ہے جب تک اِمام سجدے میں ہو، جب اِمام سجدے سے سر اُٹھالے تو مقتدی کو بھی اُٹھ جانا چاہیئے۔

(7)اگر اِمام قعدہ میں تشہد نہ پڑھے تب بھی مقتدی کو تشہد پڑھنا چاہیئے، لیکن اگر امام نے قعدہ اولیٰ ہی ترک کر دے تو مقتدی کو بھی ترک کر دینا چاہیئے۔

(8)اگر اِمام سلام پھیرتے ہوئے سلام کے کلمات کہنے کے بجائے کلام وغیرہ کے ذریعہ نماز کو ختم کرے تب بھی مقتدی کو سلام پھیر کر اپنی نماز مکمل کرنی چاہیئے۔

(9)اِمام اگر ایّامِ تشریق میں فرض نماز کے بعد تکبیرات تشریق(جو کہ واجب ہے)کو ترک کر دے تب بھی مقتدی کو تکبیرِ تشریق پڑھنی چاہیئے۔(عُمدۃ الفقہ بتغیر یسیر:2/219،218)

کیا نماز کے دوران امامت میں تبدیلی جائز ہے؟

یعنی دورانِ نماز امام کا تبدیل ہو جانا، بایں طور کہ امامت کسی اور کو دیدینا اور پہلے اِمام کا دوسرے اِمام کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگ جانا، یہ جائز ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: جائز ہے، جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر آپ کو امامت دیدی تھی اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی بن گئے تھے۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: جائز نہیں۔اور حدیث مذکور کا مطلب یہ ہے کہ:

1. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ دورانِ نماز بھی امامت لے سکتے تھے، جیسا کہ علّامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس خصوصیت کو نقل کیا ہے۔
2. دوسرا مطلب یہ ہے اور یہی راجح بھی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع نہیں کی تھی، بلکہ شروع کرنے والے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لاتا ہوا دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ کیونکہ حدیث

میں صراحۃً یہ مذکور نہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کردی تھی، لہٰذا اس کا مطلب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع ہی سے نماز پڑھائی تھی۔(مظاہر حق:1/725)(مرقاۃ المفاتیح:3/877)

امامِ قاعد کی اقتداء میں مقتدی قائم کا نماز پڑھنا:

اس مسئلے کی عقلی طور پر چار صورتیں بنتی ہیں:

5. امامِ قاعد کی اقتداء کرنا مقتدیِ قاعد کے لئے: بالاتفاق جائز ہے۔
6. امامِ قائم کی اقتداء کرنا مقتدیِ قائم کے لئے: بالاتفاق جائز ہے۔
7. امامِ قائم کی اقتداء کرنا مقتدیِ قاعد کے لئے: بالاتفاق جائز ہے۔
8. امامِ قاعد کی اقتداء کرنا مقتدیِ قائم کے لئے: یہ صورت مختلف فیہ ہے:

- امام مالک و امام محمد رحمۃ اللہ علیہما: اقتداء درست نہیں ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: اقتداء درست ہے، البتہ طریقہ کار میں اختلاف ہے:
  - احناف و شوافع رحمۃ اللہ علیہم: قائماً یعنی کھڑے ہو کر اقتداء کی جائے گی۔
  - حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: قاعداً یعنی بیٹھ کر اقتداء کی جائے گی۔(تحفۃ الالمعی:2/186)

حنابلہ کے نزدیک قاعداً اقتداء بھی تین شرطوں کے ساتھ کی جاسکتی ہے:

1. ابتداء ہی سے عذر ہو، عذرِ طاری نہ ہو، یعنی دورانِ نماز طاری نہ ہوا ہو۔
2. امام راتب (مقررہ امام) ہو۔
3. عذر مرجو الزّوال ہو، یعنی اُس کے صحیح ہونے کی امید ہو۔(درسِ ترمذی:2/132)

مسجدِ واحد میں جماعتِ ثانیہ کا حکم:

مسجد اگر راستے کی ہو، یا اُس کا امام و مؤذن مقرر نہ ہو، یا محلے کی ہو لیکن اُس میں غیر اہلِ محلہ نے پہلے ہی جماعت کرلی، تو بالاتفاق جماعتِ ثانیہ جائز ہے، اور دراصل یہ جماعتِ ثانیہ نہیں، پہلی ہی نماز ہے۔ البتہ مذکورہ بالا صورتیں نہ ہوں، اور پھر مسجد میں جماعتِ ثانیہ کروائی جائے تو اس میں اختلاف ہے:

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: جماعتِ ثانیہ جائز ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جائز نہیں۔(تحفۃ الالمعی:1/544)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:27/175)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے:

1. ہیئتِ اولی پر نہ ہو، مثلاً: محراب سے ہٹ کر ہو۔
2. تداعی کے بغیر ہو۔ یعنی صرف ایک دو ہوں، تو جائز ہے۔
3. اذان و اقامت کے بغیر ہو۔(درسِ مشکوۃ:312)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ مَنْ صَلَّى صَلَاةً مَرَّتَيْنِ

ایک ہی نماز کو مکرر پڑھنے کی کئی صورتیں ہیں، ذیل میں اُن کا خلاصہ ذکر کیا جارہا ہے:

(1) پہلی مرتبہ نماز میں کوئی خَلل واقع ہوا ہو گا۔ (2) خلل واقع نہیں ہوا ہو گا۔

اگر پہلی مرتبہ کی نماز میں کوئی خلل واقع ہوا ہو تو دیکھا جائے گا کہ وہ خلل کس نوعیت کا ہے:

(1) مُفسدِ نماز ہو گا۔ (2) موجِبِ کراہتِ تحریمیہ ہو گا۔ (3) موجِبِ کراہتِ تنزیہیہ ہو گا۔

پہلی اور دوسری صورت میں نماز واجب الاِعادہ ہوتی ہے، اُسے دوبارہ لوٹانا ضروری ہوتا ہے، جبکہ تیسری صورت میں لوٹانا مستحب ہے۔

واضح رہے کہ نماز خواہ فرض وواجب ہو یا نفل اور سنت، ہر صورت میں نماز لوٹائی جائی گی، اِس لئے کہ نفل نماز بھی شروع کرلینے سے لازم ہو جاتی ہے، لہٰذا نفل کو شروع کرکے فاسد کردیا جائے تب بھی نماز کو لوٹانا احناف ومالکیہ کے نزدیک لازم ہے، البتہ شوافع اور حنابلہ نفل کو فاسد کردینے کی صورت میں لوٹانا ضروری قرار نہیں دیتے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:5/178)

اور اگر پہلی مرتبہ کی نماز میں کوئی خلل واقع نہ ہوا ہو تو اس کی کئی صورتیں ہیں:

1. نماز ایک مرتبہ اِنفرادی طور پر پڑھ لی ہو اور جماعت شروع ہو جائے تو نفل کے طور پر شریک ہو جانا چاہیئے، بشرطیکہ فجر، عصر اور مغرب کی نماز نہ ہو، کیونکہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے اور مغرب کے بعد نفل جائز ہے لیکن اِس صورت میں یا تو اِمام کی مخالفت لازم آئے گی جبکہ چار

رکعت نفل پڑھی جائے، یا تین رکعت نفل پڑھنا لازم آئے گا جبکہ اِمام کی موافقت میں تین رکعت پڑھی جائے، اور ظاہر ہے کہ دونوں درست نہیں، اِس لئے یہ ظہر وعشاء کیلئے ہے۔(شامیہ:2/55)

2. نماز کا تکرار اگر مسجدِ محلّہ میں جماعت کے ساتھ ہو تو مکروہ ہے۔

3. اگر وقتِ مکروہ میں نماز کا تکرار کیا جائے تب بھی مکروہ ہے۔

4. اگر پہلی نماز میں خللِ موہوم یعنی محض خلل کا وسوسہ اور وہم ہو تو نماز کا اِعادہ مکروہ ہے، یعنی ایسی صورت میں نماز کو لوٹانا نہیں چاہیئے۔(البحر الرائق:2/67)(شامیہ:2/37،64)

اِعادہ صلاۃ کی اقسام:

مذکورہ بالا صورتوں میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا اِعادہ دو مختلف نوعیتوں کا ہوتا ہے، جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

نماز کے اِعادہ کی دو قسمیں ہیں: (1)اِعادہ حقیقی۔ (2)اِعادہ صوری۔

حقیقی اِعادہ : وہ کہلاتا ہے کہ اُسی نماز کو از سرِ نَو دوبارہ پڑھا جائے، جیسے ظہر ایک دفعہ پڑھنے کے بعد دوبارہ ظہر کی نماز اداء کی جائے۔

صوری اِعادہ: وہ ہے جس میں صورۃً تو نماز کا اِعادہ ہو لیکن حقیقت میں نماز کو لوٹایا نہ جارہا ہو، جیسے ایک دفعہ ظہر کی نماز اِنفرادی طور پر پڑھ لی ہو یہ سوچ کر کہ جماعت ہو چکی ہے پھر اِمام کے ساتھ جماعت مل جائے تو دوبارہ نفل کی نیت سے جماعت میں شامل ہو جائیں، تو یہ حقیقت میں نماز کا اِعادہ نہیں، بلکہ یہ تو ایک دوسری نماز ہے جو نفل کی حیثیت سے اِمام کے ساتھ شامل ہو کر پڑھی جارہی ہے تاکہ جماعت کے

ترک سے ہونے والے نقصان کا کسی نہ کسی طور پر تدارک ہوسکے۔

حقیقی طور پر اِعادہ تب ہی کیا جاسکتا ہے جب پہلی نماز کسی خلل واقعی کے پائے جانے کی وجہ سے فاسد یا مکروہ ہوگئی ہو، بغیر کسی خلل یا خللِ موہوم کی وجہ سے نماز کا اِعادہ حقیقیہ درست نہیں۔(شامیہ:2/37)

انفرادی نماز پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے تو کیا کریں:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: صرف ظہر اور عشاء میں شریک ہوسکتے ہیں، بقیہ نمازوں میں نہیں۔ فجر اور عصر میں اس لئے نہیں کیونکہ ان کے بعد نفل مشروع نہیں، اور مغرب میں اس لئے نہیں کیونکہ نفل کی تین رکعات مشروع نہیں۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: صرف مغرب کے علاوہ تمام نمازوں میں شریک ہوسکتے ہیں۔
- امام شافعی واحمد رحمۃ اللہ علیہما: پانچوں نمازوں میں شریک ہوسکتے ہیں، البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مغرب کی نماز میں امام کے سلام پھیر لینے کے بعد ایک رکعت اور ملانے کے قائل ہیں، تاکہ چار رکعت پوری ہوجائیں۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مغرب کی تین رکعت نفل پڑھیں گے۔(مرعاۃ المفاتیح:4/117)

اقتداء المفترض خلف المتنفل:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: جائز ہے، لیکن کراہت کے ساتھ۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جائز نہیں۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/380)

نوٹ: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اِس بارے میں دو قول منقول ہیں، راجح قول کے مطابق اُن کے نزدیک بھی "اقتداء المفترض خلف المتنفل" جائز نہیں۔(عُمدۃ القاری:5/239)(البنایۃ:2/364)

اِمام کے ساتھ دوبارہ نماز پڑھنے کی صورت میں کون سی نماز فرض ہو گی؟

اگر کوئی فرض نماز اکیلے پڑھ چکا ہو اور پھر آکر اِمام کے ساتھ شامل ہو جائے تو اُس کی فرض نماز کون سی ہو گی؟ پہلی نماز جو اُس نے اکیلے پڑھی ہے یا وہ نماز جو اِمام کے ساتھ پڑھی ہے، اِس میں دو قول ہیں:

- امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ: ایک نماز بلا تعیّن فرض اداء ہو جائے گی۔
- جمہور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم: پہلی نماز فرض اداء ہو گی، اور دوسری نفل۔(مرقاۃ:3/888)

اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا اِستدلال دراصل حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اُس قول سے ہے جو مؤطا اِمام مالک میں ذکر کیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے:

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ میں کبھی اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہوں اور اُس کے بعد مجھے اِمام کے ساتھ جماعت مل جاتی ہے، تو کیا میں اِمام کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاؤں؟ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جی ہاں! اِمام کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو۔ اُس شخص نے پوچھا: ”فَأَيَّتَهُمَا أَجْعَلُ صَلاَتِي؟“ میں دونوں میں سے کس نماز کو اپنی فرض نماز بناؤں؟ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا یہ تمہارے اختیار میں ہے؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کس نماز کو فرض نماز بناتے ہیں ۔ عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ فَقَالَ: إِنِّي أُصَلِّي فِي بَيْتِي، ثُمَّ أُدْرِكُ الصَّلاَةَ مَعَ الإِمَامِ، أَفَأُصَلِّي مَعَهُ؟ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: نَعَمْ صل معه، فَقَالَ الرَّجُلُ: فَأَيَّتَهُمَا أَجْعَلُ صَلاَتِي؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَوَ ذَلِكَ إِلَيْكَ، إِنَّمَا ذَلِكَ إِلَى اللهِ تبارك وتعالى يَجْعَلُ أَيَّتَهُمَا شَاءَ۔(مؤطاء مالک:321)

"انما ذالك الى الله" کا مطلب:

یہ جملہ دراصل فقہی اعتبار سے نہیں، اخروی اعتبار سے کہا گیا ہے۔ اور مطلب اس کا یہ ہے کہ فقہی ضابطہ کے اعتبار سے تو پہلی نماز فرض اور دوسری نفل ہوتی ہے جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ بات کوئی یقین اور تحقیق سے تو نہیں کہی جاسکتی، کیونکہ اس کا علم تو صرف اللہ تعالی کو ہے، وہی جانتا ہے کہ پہلی مرتبہ پڑھی گئی نماز میں کوئی فساد یا اور کوئی مانعِ قبولیت امر تو نہیں پایا گیا تھا۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ پہلی مرتبہ کی نماز میں کوئی ایسا مُفسد پایا گیا ہو جس کا علم خود اُس نمازی کو بھی نہ ہو سکا، لہٰذا اللہ تعالی ہی اس قبولیت کے معاملے کو زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ (مرقاۃ:3/888)

"لا تصلوا صلوة فی یوم مرتین" کا مطلب:

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ایک جملہ "لَا تُصَلُّوا صَلَاةً فِي يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ" مَرفوعاً مَروی ہے، جو بظاہر باب کی احادیث کے معارِض ہے، کیونکہ باب کی احادیث میں نماز کو دوبارہ پڑھنے کا جواز ذکر کیا گیا ہے جبکہ اِس جملہ میں ایک ہی وقت میں دو مرتبہ نماز پڑھنے سے منع کیا جارہا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں دو مرتبہ نماز پڑھنے کی ممانعت کا تعلّق "اِعادہ حقیقیہ" سے ہے، یعنی بغیر کسی خلل کے حقیقی اِعادہ کے ساتھ نماز دو مرتبہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، ہاں! اگر صوری اِعادہ ہو تو کیا جاسکتا ہے، کیونکہ دوسری احادیث سے اس کو جواز ثابت ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح:3/888)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ السُّنَنِ وَفَضَائِلِهَا

مسنون نمازوں کی اقسام :

مسنون نمازیں دو طرح کی ہیں: (1) سنن مستقلہ۔ (2) سنن غیر مستقلہ۔

سننِ مستقلہ : وہ ہیں جو مستقل بالذات ہوں، فرائض کے تابع نہ ہوں۔ جیسے: صلوۃ الاستسقاء، صلوۃ الکسوف، صلوۃ الخسوف، صلوۃ الضحیٰ۔ صلوۃ الاوّابین، صلوۃ الاشراق، صلوۃ الحاجۃ، صلوۃ التوبۃ، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، تہجد۔

سننِ غیر مستقلہ : وہ ہیں جو مستقل بالذات نہ ہوں، بلکہ فرائض کے تابع ہوں۔ جیسے: سننِ قبلیہ، سننِ بعدیہ، تراویح ــــــــ پھر سننِ مستقلہ کی دو قسمیں ہیں: (1) مؤکدہ۔ (2) غیر مؤکدہ۔

سننِ مؤکدہ: ما واظب علیھا الرسول ﷺ ولم یترکھا الا نادراً۔ جس کو نبی کریم ﷺ نے پابندی سے کیا ہو اور سوائے نادر صورت کے کبھی اُس کو ترک نہ کیا ہو۔

سننِ غیر مؤکدہ: ما فعلھا الرسول ﷺ احیاناًو ترکھا احیاناً۔ جس کو نبی کریم ﷺ نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو۔

نوافل و سنن کے فضائل:

فرائض کے علاوہ پڑھی جانے والی نماز خواہ سنتیں ہوں جیسے فرائض سے پہلے یا بعد میں پڑھی جانے والی نمازیں جن کو سننِ قبلیہ اور بعدیہ کہا جاتا ہے، یا نوافل ہوں، بہر حال اُن کی فضیلت اور اجر و ثواب احادیث

طیبہ کے اندر بہت کثرت سے بیان کیا گیا ہے ، ایک مؤمن کو چاہیئے کہ وہ فرائض کا اہتمام کرتے ہوئے سنن ونوافل میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے ، ذیل میں نوافل و سنن کے چند فضائل احادیثِ طیبہ کی روشنی میں ذکر کیے جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اِن فضائل کے حصول کی توفیق نصیب فرمائے۔(آمین)

نوافل کے فضائل:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: نوافل کی وجہ سے بندہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں، تو پھر میں اُس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنے، اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھے ، اور اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑے اور اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو عطاء کرتا ہوں اور کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں۔مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ:كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ۔(بخاری:6502)

اِرشادِ نبوی ہے: قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب اور بامراد ہوگا اور نماز بیکار ثابت ہوئی تو وہ نامراد اور خسارہ میں ہوگا، اور اگر نماز میں کچھ کمی پائی گئی تو اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہوگا: دیکھو اِس بندے کے پاس کہ کیا کچھ نفلیں بھی ہیں کہ جن سے فرضوں کو پورا کردیا جائے؟ اگر نکل آئیں تو اُن سے فرضوں کی تکمیل کردی جائے گی اُس کے بعد پھر اِسی طرح باقی اعمال روزہ زکوۃ وغیرہ کا حساب ہوگا۔ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ العَبْدُ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ،فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ،وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ،فَإِنْ انْتَقَصَ

مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ،قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ:انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلَ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الفَرِيضَةِ،ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ۔(ترمذی:413)

سننِ رواتب کے فضائل:

سننِ رواتب خواہ مؤکّدہ ہوں یا غیر مؤکّدہ، احادیث میں اِن کی بڑی فضیلت وارِد ہوئی ہے، جن میں اجتماعی طور پر دن بھر کی نمازوں کی قبلیہ اور بعدیہ سنتوں کا اہتمام کرنے کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے اور ایک ایک کرکے ہر نماز کی سنتوں کی الگ الگ فضیلت بھی ذکر کی گئی ہے۔ ذیل میں دونوں طرح کے فضائل احادیثِ طیبہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

بارہ رکعت سننِ مؤکّدہ کے فضائل:

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں: جس نے دن اور رات میں بارہ رکعات (مؤکّدہ سنتیں) پڑھیں اُس کے لئے ان کی برکت سے جنّت میں محل بنادیا جاتا ہے۔ مَنْ صَلَّى اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، بُنِيَ لَهُ بِهِنَّ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ۔(مسلم:728)

سنن نسائی کی روایت میں اِس پر جنّت میں داخلہ کی بشارت ذکر کی گئی ہے۔مَنْ ثَابَرَ عَلَى اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔(نسائی:1794)

اور اُن بارہ رکعات مؤکّدہ سنتوں کی تفصیل ایک دوسری روایت میں یہ بیان کی گئی ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد مَروی ہے: جس نے بارہ رکعات سنت پر پابندی اختیار کی اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت میں محل بنادیں گے (اور وہ بارہ رکعات یہ ہیں) چار رکعت ظہر سے پہلے، دو رکعت ظہر کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت فجر سے پہلے۔ مَنْ ثَابَرَ عَلَى

ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ السُّنَّةِ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الجَنَّةِ: أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ المَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ العِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الفَجْرِ۔(ترمذی:414)

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ اِرشاد سنا ہے میں نے کبھی اِن بارہ رکعات سنتوں کو ترک نہیں کیا، اُن سے یہ حدیث نقل کرنے والے حضرت عنبسہ بن ابی سفیان ہیں اور اُن سے عَمرو بن اَوس نے نقل کیا ہے اور اُن سے حضرت نعمان بن سالم نے یہ روایت نقل کی ہے، سب کے سب یہی کہتے ہیں کہ جب سے ہم نے یہ روایت سنی ہے کبھی بھی ہم نے اِن بارہ رکعات سنتوں کو ترک نہیں کیا۔ اللہ کرے کہ ہم بھی اِس عظیم فضیلت کو سن کر قولاً اور عملاً اِس بات کا تہیہ کریں کہ ہم بھی ان شاء اللہ کبھی اِن سنتوں کو ترک نہیں کریں گے۔ واللہ ھو الموفّق

فجر کی دو رکعت سنت کی فضیلت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں: فجر کی دو رکعت سنت پڑھنا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اُن سب سے بہتر ہے۔ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔(مسلم:725)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: فجر سے پہلے کی یہ دونوں سنت مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا۔(مسلم:725)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نوافل میں کسی بھی نماز کا اِتنا زیادہ خیال نہیں رکھتے تھے جتنا صبح کی نماز سے پہلے کی دو رکعت سنت کا اہتمام کرتے تھے۔ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلَى رَكْعَتَيِ الفَجْرِ۔(بخاری:1169)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: فجر کی دو رکعت (سنت) کو ترک نہ کیا کرو اگرچہ تمہیں گھوڑے روند ڈالے۔لَا تَدعُوهُمَا، وَإِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ۔(ابوداؤد:1258)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: فجر کی دو رکعتوں کی صرف وہ شخص حفاظت کر سکتا ہے جو بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرنے والا ہے۔لَا يُحَافِظُ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ إِلَّا أَوَّابٌ۔(شعب الایمان:2802)

ظہر کی سنتوں کی فضیلت:

اُم المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل کرتی ہیں: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اُس کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیں گے۔مَنْ صَلَّى قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ۔(ترمذی:428)

حضرت ابو ایوب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد مروی ہے: ظہر سے پہلے کی چار رکعت سنتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کی برکت سے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ لَيْسَ فِيهِنَّ تَسْلِيمٌ، تُفْتَحُ لَهُنَّ أَبْوَابُ السَّمَاءِ۔(ابوداؤد:1270)

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ظہر سے پہلے زوالِ آفتاب کے بعد چار رکعت پڑھا کرتے تھے اور فرماتے: یہ ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور مجھے یہ پسند ہے کہ اِس گھڑی میں میرا نیک عمل اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو۔كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَقَالَ:إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ۔(ترمذی:478)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد نقل فرماتے ہیں: چار رکعت ظہر سے پہلے پڑھنا اپنے مثل رات کے آخری پہر کی نماز شمار کی جاتی ہیں۔یعنی اتنی ہی رکعات تہجد پڑھنے کے برابر سمجھا جاتا ہے۔أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ تُحْسَبُ بِمِثْلِهِنَّ فِي صَلَاةِ السَّحَرِ۔(ترمذی:3128)

عصر کی چار رکعت سنت کی فضیلت:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر سے پہلے چار رکعت پڑھنے والے کو دعاء دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس پر رحمت نازل فرمائے جو عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھے۔رَحِمَ اللَّهُ امْرَأً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا۔(ابوداؤد:1271)

اِرشادِ نبوی ہے: جس نے عصر سے پہلے چار رکعت پڑھی اُسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔مَنْ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعَصْرِ لَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ۔(طبرانی اوسط:2580)

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں: جس نے عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھی اللہ تعالیٰ اُس کے بدن کو جہنم کی آگ پر حرام کردیں گے۔عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعَصْرِ حَرَّمَ اللهُ بَدَنَهُ عَلَى النَّارِ۔(طبرانی کبیر:23/281)

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: میری امّت عصر سے پہلے اِن چار رکعت کو مستقل پڑھتی رہے گی یہاں تک کہ وہ لوگ زمین پر یقینی طور پر مغفرت یافتہ ہوکر چلیں گے۔لَا تَزَالُ أُمَّتِي يُصَلُّونَ هَذِهِ الْأَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعَصْرِ حَتَّى تَمْشِيَ عَلَى الْأَرْضِ مَغْفُورًا لَهَا مَغْفِرَةً حَتْمًا۔(طبرانی اوسط:5131)

حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جس نے عصر سے پہلے چار رکعت کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت میں گھر بنادیں گے۔مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعَصْرِ بَنَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔(مسند ابویعلیٰ موصلی:7137)

مغرب کی سنتوں کی فضیلت:

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مُرسلاً نقل فرماتے ہیں: جس نے مغرب کے بعد بات کرنے سے پہلے دو رکعت پڑھی اور ایک روایت میں چار پڑھنے کا ذکر ہے، اُس کی نماز علّیین میں اُٹھالی جاتی ہے۔مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ وَفِي رِوَايَةٍ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ رُفِعَتْ صَلَاتُهُ فِي عِلِّيِّينَ۔(مشکوۃ:1184)

حضرت حذیفہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: مغرب کے بعد کی دو رکعتوں کو جلدی پڑھا کرواِس لئے کہ یہ دونوں رکعتیں فرض کے ساتھ اُٹھائی جاتی ہیں۔عَجِّلُوا الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَإِنَّهُمَا تُرْفَعَانِ مَعَ الْمَكْتُوبَةِ۔(مشکوۃ:1185)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں طویل قراءت فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اہلِ مسجد متفرّق ہوجاتے۔كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيلُ الْقِرَاءَةَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، حَتَّى يَتَفَرَّقَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ۔(ابوداؤد:1301)

عشاء کی سنتوں کی فضیلت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں عشاء کے بعد کی چار رکعت کی طرح ہیں اور عشاء کے بعد کی چار رکعتیں ایسی ہیں جیسے اتنی ہی(یعنی چار رکعتیں) لیلۃ القدر

میں پڑھی جائیں۔أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ كَعِدْلِهِنَّ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَأَرْبَعٌ بَعْدَ الْعِشَاءِ كَعِدْلِهِنَّ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔(طبرانی اوسط:2733)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کبھی عشاء کی نماز پڑھ کر چار یا چھ رکعات پڑھے بغیر میرے پاس داخل نہیں ہوئے۔مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَيَّ إِلَّا صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، أَوْ سِتَّ رَكَعَاتٍ۔(ابوداؤد:1303)

پانچوں نمازوں کی سنن قبلیہ اور بعدیہ :

☆—فجر سے پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ۔ ☆—ظہر سے پہلے چار اور بعد میں دو رکعت مؤکدہ۔

☆—عصر سے پہلے چار غیر مؤکدہ۔ ☆—مغرب کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ۔

☆—عشاء سے پہلے چار غیر مؤکدہ اور بعد میں دو مؤکدہ۔ ☆—جمعہ سے پہلے چار رکعات ایک سلام سے اور بعد میں چھ رکعات مسنون ہیں،پہلے چار رکعات ایک سلام سے اور اُس کے بعد دو رکعت۔

فائدہ: عصر اور عشاء سے پہلے دو رکعتیں بھی جائز ہیں۔(فتاوی رحیمیہ: 5/225)

پانچوں نمازوں کی سننِ قبلیہ اور بعدیہ میں اختلافِ ائمہ :

دن و رات کی پانچوں نمازوں میں کچھ سنتیں رکھی گئی ہیں جن میں سے بعض فرائض سے پہلے اور بعض فرائض کے بعد پڑھی جاتی ہیں،اُنہیں سننِ قبلیہ اور بعدیہ کہا جاتا ہے۔اُن کی تعداد کیا ہے اور وہ کون کون سی ہیں،ذیل میں اِس کی تفصیل اختلافِ ائمہ کے ساتھ ذکر کی جارہی ہے:

سننِ قبلیہ اور بعدیہ کی مشروعیت و تحدید میں اختلاف:

پانچوں نمازوں کے ساتھ جو قبلیہ اور بعدیہ سننِ رواتب ہیں اُن کی مشروعیت (جائز ہونے) اور تحدید (تعداد متعیّن) ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- **اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ:** سننِ رواتب کیلئے کوئی توقیت و تحدید (یعنی مقررہ وقت اور مقررہ تعداد) مشروع نہیں، کیونکہ اِس میں فرائض کے ساتھ خلط لازم آتا ہے، ہاں اگر کوئی اِس سے محفوظ رہتے ہوئے جس قدر بھی پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے، اُس کو منع نہیں کیا جائے گا۔
- **ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم:** سننِ رواتب کیلئے توقیت و تحدید متعیّن ہے، جس کو مواظبت کے ساتھ اختیار کرنا چاہیئے، احادیثِ کثیرہ میں اُن کی تحدید و مشروعیت موجود ہے۔(مرعاۃ المفاتیح:4/127)

نوٹ: واضح رہے کہ اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سننِ رواتب کی تحدید تو نہیں، لیکن احادیثِ میں جو فرائض سے پہلے یا بعد میں مخصوص تعداد منقول ہے اُس کو پڑھنا چاہیئے، لیکن پانچوں نماز کی طرح اُن کی کوئی تحدید اور توقیت کو ضروری نہیں سمجھنا چاہیئے۔(الفقہ علی المذاہب الأربعۃ:1/299)

فجر سے پہلے کی سنّت:

- **اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ:** فجر سے پہلے دو رکعت پڑھی جائے گی، جو "رغیبہ" کہلاتی ہے۔ اور "رغیبہ" کا مطلب یہ ہے کہ جو سنّت سے کم لیکن نفل سے اوپر ہو۔
- **ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم:** فجر سے پہلے دو رکعت سنّتِ مؤکّدہ پڑھی جائے گی۔(الفقہ علی المذاہب:1/297تا299)

خلاصہ: یہ ہے کہ فجر سے پہلے دو رکعت پڑھنے کے سب ہی قائل ہیں اور سب کے نزدیک اس کی تاکید دوسری سنن کے مقابلے میں زیادہ ہے، البتہ اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ اِس کو "رغیبہ" کا نام دیتے ہیں، جبکہ جمہور کے نزدیک یہ سنّتِ مؤکّدہ ہے۔

ظہر سے پہلے کی سنّتیں:

- **مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ:** چار رکعت پڑھنا مندوب ہے۔
- **احناف رحمۃ اللہ علیہم:** چار رکعت سنّتِ مؤکّدہ ہے۔
- **شوافع رحمۃ اللہ علیہم:** دو رکعت سنّتِ مؤکّدہ اور دو غیر مؤکّدہ ہیں۔
- **حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم:** دو رکعت راتبہ ہیں اور دو چار رکعات غیر راتبہ ہیں۔(الفقہ علی المذاہب:1/297تا299)

خلاصہ: یہ ہے کہ ظہر سے پہلے حنابلہ کے نزدیک چھ رکعات جبکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چار رکعات ہیں۔ مالکیہ اُنہیں مندوب اور ائمہ ثلاثہ سنّت قرار دیتے ہیں۔

عصر سے پہلے کی سنّتیں:

- **مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ:** چار رکعت پڑھنا مندوب ہے۔
- **حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم:** چار رکعات غیر راتبہ ہیں۔
- **احناف وشوافع رحمۃ اللہ علیہم:** چار رکعات غیر مؤکّدہ ہیں۔(الفقہ علی المذاہب:1/297تا299)

مغرب سے پہلے کی سنّتیں:

- **احناف ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم:** کوئی نوافل مشروع نہیں، کیونکہ اِس میں تاخیرِ مغرب لازم آتی ہے۔

- حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: دو رکعت پڑھنا مُباح ہے، یعنی پڑھنا چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں۔
- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: دو رکعت سنّتِ غیر مؤکّدہ ہیں۔(الفقہ علی المذاہب:1/297تا299)

مغرب کے بعد کی سنّتیں:

- حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: دو رکعت راتبہ اور چار رکعات غیر راتبہ ہیں۔
- احناف رحمۃ اللہ علیہم: دو رکعت سنّتِ مؤکّدہ اور چار رکعات دو دو کر کے مندوب ہے۔
- مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ: چھ رکعت پڑھنا مندوب ہے۔
- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: دو رکعت مؤکّدہ ہیں۔(الفقہ علی المذاہب:1/297تا299)

عشاء سے پہلے کی سنّتیں:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: عشاء سے پہلے چار رکعات سنّتِ غیر مؤکدہ ہیں۔
- حنابلہ و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ: عشاء سے پہلے کوئی نفل نہیں لیکن چونکہ حدیث میں "بین کل أذانین صلاۃ" آیا ہے، یعنی ہر اذان و اِقامت کے درمیان نماز ہے، اِس لئے حضرات مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ نفل پڑھ لینا مستحب ہے۔
- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: عشاء سے پہلے دو رکعت سنّتِ غیر مؤکّدہ ہیں۔(الفقہ علی المذاہب:1/297تا299)

عشاء کے بعد کی سنّتیں:

- حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: عشاء کے بعد دو راتبہ۔ اور چار غیر راتبہ۔
- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: عشاء کے بعد دو مؤکدہ۔

- مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ: عشاء کے بعد دو رکعت مؤکدہ اور چار بہتر ہے۔(الفقہ الاسلامی:2/1072)
- احناف رحمۃ اللہ علیہم: عشاء کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ۔(الفقہ علی المذاہب:1/297تا299)

وتر واجب ہے یا سنّت:

- ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم: وتر سنّتِ مؤکّدہ ہے۔
- اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: سنّت۔واجب۔فرض، تینوں قول ہیں، راجح اور آخری قول وجوب کا ہے۔
- اِمام زفر رحمۃ اللہ علیہ: وتر فرض ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:25/279)(البنایۃ:2/473)

جمعہ کی سنّتیں:

پہلا اختلاف: جمعہ کی قبلیہ سنتیں مشروع ہیں یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- علّامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: جمعہ کی قبلیہ سنتیں نہیں ہیں، اور جو حضرات صحابہ کرام سے ثابت ہیں وہ مطلقاً نوافل ہیں، سنتیں نہیں۔
- جمہور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم: جمعہ کی قبلیہ سنتیں ہیں، اور ابنِ ماجہ کی حدیث میں اِس کا صراحۃً ذکر ہے، لہٰذا اِس کا اِنکار کیسے کیا جاسکتا ہے۔(معارف السنن:4/412)

دوسرا اختلاف: جمعہ کی سنن قبلیہ اور بعدیہ کتنی ہیں، اِس میں اختلاف ہے:

جمعہ کی قبلیہ سنّتیں :

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: جمعہ سے پہلے چار رکعات سنتِ مؤکّدہ ہیں۔
- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: جمعہ سے پہلے دو رکعت مؤکدہ ہیں اور دو رکعت غیر مؤکدہ ہیں۔

- حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: جمعہ سے پہلے چار رکعات سنتِ غیر مؤکدہ ہیں۔
- مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: کوئی مخصوص عدد نہیں، جتنی چاہیں پڑھ سکتے ہیں، جیسا کہ تمام سننِ رواتب کے بارے میں اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے۔(معارف السنن:4/411)(الفقہ علی المذاہب:1/297تا299)

جمعہ کی بعدیہ سنّتیں :

- اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: جمعہ کے بعد چار رکعات مسنون ہیں۔
- حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما: جمعہ کے بعد چھ رکعات مسنون ہیں۔
- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: جمعہ کے بعد دو رکعت سنّتِ مؤکدہ، دو غیر مؤکدہ ہیں۔
- حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: جمعہ کے بعد کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چھ رکعات سنّت ہیں۔
- مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: کوئی مخصوص عدد نہیں، جتنی چاہیں پڑھ سکتے ہیں، جیسا کہ سننِ رواتب کے بارے میں اُن کا یہی مسلک ہے۔(معارف السنن:4/411)(الفقہ علی المذاہب:1/297تا299)

فجر کی سنت اور دیگر سنن کے درمیان فرق:

احادیث طیبہ میں فجر کی سنتوں کی چونکہ تاکید بہت آئی ہے، اس لئے عام سنتوں سے ہٹ کر اس کے مسائل بھی تھوڑے مختلف ہیں۔ چنانچہ:

1. فجر کی سنت کی قضاء کی جاتی ہے، دیگر سنن کی نہیں۔(عالمگیری:1/112)
2. فجر کی سنت سفر میں بھی پڑھنے کا حکم ہے، جبکہ دیگر سنن کا نہیں۔(شامیہ:2/131)
3. فجر کی سنت فرض نماز شروع ہو جانے کے بعد بھی پڑھنا درست ہے، بشرطیکہ قعدہ اخیرہ میں ملنے کی

بھی امید ہو، جبکہ دیگر سنن کا یہ حکم نہیں۔(شامیہ:56/2)

4. فجر کی سنت بغیر عذر کے بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے، کھڑے ہو کر ہی پڑھنی چاہیئے، جبکہ دیگر سنن کو پڑھا جاسکتا ہے، اگرچہ بہتر نہیں۔(شامیہ:36/2)(عالمگیری:112/1)

5. فجر کی سنت کو سواری پر بیٹھ کر بغیر عذر کے پڑھنا درست نہیں، اُس کیلئے فرائض وواجبات کی طرح نیچے اترنا ضروری ہے، جبکہ دیگر سنن کو پڑھا جاسکتا ہے۔(شامیہ:14،38/2)(عالمگیری:112/1)

آکد السنن کی ترتیب:

مؤکدہ سنتوں کے درمیان تاکید کے اعتبار سے مندرجہ ذیل ترتیب ذکر کی جاتی ہے:

(1)فجر کی سنت۔ (2)مغرب کے بعد کی دو سنت۔ (3)ظہر کے بعد کی دو سنت۔

(5)عشاء کے بعد کی دو سنت۔ (6)ظہر سے پہلے کی چار رکعت سنت۔(عالمگیری:112/1)

راجح یہ ہے کہ فجر کی سنّت سب سے زیادہ مؤکّد ہے، اُس کے بعد ظہر سے پہلے کی چار سنّتیں مؤکّد ہیں، اُس کے بعد سب برابر ہیں۔(الدر المختار:14/2)(منحۃ الخالق علی البحر الرائق:52/2)

فجر کی سنت میں تخفیف:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ فجر کی سنتوں میں تخفیف کرنا چاہیۓ، جیسا کہ روایت میں آپ ﷺ کا معمول بیان کیا گیا ہے۔ البتہ تخفیف سے کیا مراد ہے؟ اس میں اختلاف ہے، تین قول نقل کیے گئے ہیں:

- صرف سورہ فاتحہ پڑھیں گے: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اِسی کے قائل ہیں۔
- بالکل قراءت نہیں کریں گے: یہ بعض اَسلاف کا قول ہے۔

- فاتحہ وسورت دونوں پڑھیں گے: یہ جمہور اورائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے، جمہور کے نزدیک تخفیف کا مطلب قراءت اور اَرکان میں تطویل نہ کرنا ہے۔(مرعاۃ:3/149)

سنتیں ترک کردینے کا حکم:

اگر اِستخفاف اور اِنکار کے طور پر ترک کیا جائے تو کفر ہے، اِس لئے کہ کسی بھی سنّت کا اِستخفاف کفر ہوتا ہے، اور سستی و غفلت کی وجہ سے ترک کیا جائے تو راجح یہ ہے کہ گناہ گار ہوگا، اِس لئے کہ اِس کے ترک پر وعیدیں آئی ہیں۔(عالمگیری:1/112)(البنایۃ:2/506)

علّامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہاءِ احناف میں سے ابو سہل الرّازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص ظہر سے پہلے کی چار رکعت سنتوں کو مسلسل چھوڑتا ہو تو اُس کی گوہی قابلِ قبول نہیں۔(البنایۃ:2/506)

نفل نماز کو مختلف حالتوں میں پڑھنے کی تفصیل:

<u>**بیٹھ کر نفل پڑھنا:**</u> بالاتفاق جائز ہے، خواہ عذر کے ساتھ ہو یا بغیر عذر کے، البتہ بغیر عُذر کے ہو تو اِس میں نصفِ اجر، اور اگر عُذر کے ساتھ ہو تو پورا اجر ہے۔(مرعاۃ المفاتیح:4/249)(عالمگیری:1/114)

<u>**لیٹ کر نفل پڑھنا:**</u> عذر کے ساتھ ہو تو بالاتفاق جائز ہے اور بلا عذر میں اختلاف ہے:

- امام شافعی و حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما: جائز ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جائز نہیں۔(الفقہ الاسلامی:2/1069)(مرعاۃ:4/250)

فائدہ: لیکن یہ بعض شوافع اور بعض حنابلہ کا قول ہے، سب کا نہیں۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:27/163)

اِشارے سے نفل پڑھنا: کھڑے، بیٹھے یا لیٹے نفل نماز اِشارے سے پڑھی جائے تو اگر عُذر کے ساتھ ہو تو جائز ہے، بغیر عُذر کے درست نہیں۔(عالمگیری:1/114)

دابّہ پر نفل پڑھنا: شہر سے باہر دابّہ مثلاً گھوڑے وغیرہ پر نفل نماز اِشارے سے پڑھنا بالا تفاق جائز ہے، خواہ عذر کی حالت میں ہو یا بغیر عُذر کے۔ اور نفل میں سنن مؤکّدہ و غیر مؤکّدہ سب شامل ہیں، البتہ فجر کی سنّت شامل نہیں، کیونکہ اُن کی تاکید زیادہ ہے، لہٰذا وہ فرض و واجب کی طرح دابّہ پر بغیر عُذر کے پڑھنا درست نہیں۔ دابّہ پر نماز پڑھتے ہوئے قبلہ رُخ ہونا بھی ضروری نہیں ہاں! شروع کرتے ہوئے اگر ممکن ہو تو قبلہ رُخ ہو کر شروع کرنا مستحب ہے۔(شامیہ:2/39،38)

- اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: خارجِ مصر میں محلِّ قصر سے جائز ہے، شہر میں جائز نہیں۔
- اِمام محمّد رحمۃ اللہ علیہ: داخلِ مصر میں یعنی شہر میں بھی جائز ہے لیکن کراہت کے ساتھ۔
- اِمام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ: شہر میں بھی بلا کراہت جائز ہے۔(البنایۃ:2/544تا546)(شامیہ:2/38)

ٹیک لگا کر نفل پڑھنا: تھکاوٹ ہو گئی ہو تو ٹیک لگا کر نفل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ بغیر عُذر کے ایسا نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ یہ خلافِ ادب ہے۔(عالمگیری:1/114)

نفل نماز میں قیام و قعود سے متعلّق صورتیں:

نفل نماز قیام و قعود دونوں حالتوں میں پڑھنا جائز ہے، البتہ رکوع کرنے سے پہلے اُسی حالت کو برقرار رکھنے یا بدل لینے کے اعتبار سے چار صورتیں بنتی ہیں:

1. قیاماً شروع کر کے قیاماً رکوع و سجدہ کرنا: جائز ہے، آپ ﷺ سے ثابت ہے۔(مسلم:730)

2. قعوداً شروع کرکے قعوداً رکوع وسجدہ کرنا: جائز ہے، آپ ﷺ سے ثابت ہے۔(مسلم:730)

3. قعوداً شروع کرکے قیاماً رکوع وسجدہ کرنا: جائز ہے، آپ ﷺ سے ثابت ہے۔(بخاری:1148)

4. قیاماً شروع کرکے قعوداً رکوع وسجدہ کرنا: یہ صورت اختلافی ہے:

- جمہور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم: جائز ہے، خواہ عُذر کے ساتھ ہو یا بغیر عُذر کے۔
- صاحبین رحمۃ اللہ علیہما: عُذر ہو تو جائز ہے، بغیر عُذر درست نہیں۔(البنایۃ:2/542)(مرعاۃ:4/136)

نوٹ: تیسری صورت میں جبکہ نفل بیٹھ کر شروع کی گئی ہو اور رکوع کھڑے ہو کر کیا جائے، اِس میں فقہاء کرام نے تین درجے ذکر کیے ہیں:

1. **افضل**: بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر نفل پڑھنے والا اگر کھڑے ہو کر رکوع کرنا چاہتا ہے تو کھڑے ہو کر رکوع سے پہلے کچھ نہ کچھ آیات تلاوت کرلے، اُس کے بعد رکوع کرے، جیسا کہ حدیث میں آپ ﷺ کا یہی طریقہ ذکر کیا گیا ہے۔(بخاری:1148)

2. **جائز**: اگر بیٹھ کر نفل پڑھنے والا کھڑا ہو کر صرف رکوع کرلے اور رکوع سے قبل کچھ آیات کی تلاوت نہ کرے تب بھی جائز ہے۔

3. **ناجائز**: اگر بیٹھ کر نفل پڑھنے والا کھڑا ہونے سے پہلے ہی رکوع میں چلا جائے، تو رکوع ہی نہیں ہوگا، اِس لئے کہ یہ رکوع نہ قعوداً ہوا ہے اور نہ قیاماً۔(شامیہ:2/37)

سنن ونوافل کہاں پڑھنا افضل ہے؟

اس میں تین باتیں قابلِ وضاحت ہیں: (1) اصل مسئلہ۔(2) مستثنیٰ صورتیں۔(3) موجودہ فتویٰ۔

اصل مسئلہ: اس بارے میں اصل مسئلہ یہ ہے کہ اُن کو گھر میں پڑھنا اولیٰ ہے، چنانچہ متعدد احادیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے، اور گھروں کو قبرستان بنانے سے منع کیا گیا ہے۔ نیز اس میں گھر والوں کو نماز کی ترغیب بھی ہے اور خیر وبرکت کے نزول کا سبب بھی۔

مستثنیٰ صورتیں: علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے 9 صورتیں ایسی لکھی ہیں جن میں سنن کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے: (1) تراویح۔ (2) صلوۃ الکسوف۔ (3) تحیۃ المسجد۔ (4) سنتِ احرام۔ یعنی احرام باندھنے سے پہلے جو دو رکعت اِحرام کی سنّت پڑھی جاتی ہے۔ (5) دوگانہ طواف۔ یعنی طواف کے بعد کی دو رکعتیں۔ (6) معتکف کے لئے۔ (7) قدومِ سفر کی نماز۔ یعنی سفر سے واپس آکر جو نفل پڑھی جاتی ہے۔ (8) گھر جانے میں سنن کا وقت فوت ہونے کا خوف ہو۔ (9) جمعہ کی سنت قبلیہ۔ اس لئے کہ جمعہ میں جلدی جانا افضل ہے، پس سنت بھی مسجد میں پڑھی جائے گی۔ (رد المحتار مع الدرّ المختار: 2/22) (معارف السنن: 4/111)

فائدہ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے دور سے آنے والوں کے لئے مسجد حرام اور مدینہ منورہ میں بھی نوافل کو پڑھنا مستحب قرار دیا ہے۔ اس طرح مستثنیٰ صورتیں کل گیارہ ہو جاتی ہیں۔

موجودہ فتوی: اب چونکہ لوگوں میں سستی اور غفلت غالب ہے، گھر جاکر مشغولیت ہو جاتی ہے، اور عموماً دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ فرض پڑھ کر جانے والے گھر میں بھی سنتوں کا صحیح اہتمام نہیں کرپاتے۔ لہٰذا اب فتوی یہ دیا جاتا ہے کہ فرائض کی طرح سنن مؤکدہ اور واجب بھی مسجد میں ہی پڑھنا افضل ہے، یعنی سنن مؤکدہ اور واجب فرائض کے ساتھ لاحق ہو گئے ہیں۔

تاہم پھر بھی اگر کوئی واقعۃً گھر جاکر صحیح اہتمام کرسکے اور اُس میں کوتاہی کا کوئی امکان نہ ہو تو اب بھی اصل

مسئلے کے مطابق سنن و نوافل کا گھر میں ہی پڑھنا افضل ہو گا۔(تحفۃ الالمعی:2/279)

سننِ بعدیہ کے لئے جگہ کی تبدیلی:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: امام کے لئے فرض نماز سے فارغ ہو کر اُسی جگہ نفل پڑھنا مکروہ ہے، اور مقتدی کے لئے دونوں جائز ہے لیکن جگہ کو تبدیل کرنا احسن ہے۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: گھر میں افضل اور مسجد میں جائز ہے البتہ مسجد میں پڑھنے کی صورت میں جگہ کی تبدیلی مسنون ہے۔ اور اگر ہجوم کی وجہ سے تبدیلی ممکن نہ ہو تو اُسی جگہ پڑھنا بھی درست ہے لیکن منافیِ صلوۃ کا کوئی جملہ کہہ لینا چاہئے، مثلاً: انھیت الصلوۃ۔یعنی میں نے نماز ختم کر دی۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: سننِ بعدیہ مسجد میں ہی پڑھنا افضل ہے، خواہ جگہ تبدیل ہو یا نہیں۔ لیکن یہ مؤکدہ کا حکم ہے، اور اگر غیر مؤکدہ ہوں تو اُن کو گھر میں پڑھنا افضل ہے، جیسے: اشراق، چاشت وغیرہ۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ البتہ وہ نماز جس میں جماعت مشروع ہے، جیسے: تراویح، تو اُس کو مسجد میں پڑھنا ہی افضل ہے۔(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/301)

فرائض اور نوافل میں فرق:

فرائض	نوافل
(1) فرائض کا پڑھنا ضروری اور نہ پڑھنا گناہ ہے۔	(1) پڑھنے پر ثواب اور نہ پڑھنے پر گناہ نہیں۔ البتہ سنت مؤکدہ کا پڑھنا ضروری ہے۔
(2) صرف دو رکعت میں قراءت فرض ہے۔	(2) تمام رکعات میں قراءت فرض ہے۔
(3) تمام رکعات مستقل ہیں۔	(3) نفل کا ہر شفع مستقل نماز ہے۔

(4)قعدہ اولیٰ میں "عبدہ و رسولہ" تک پڑھا جاتا ہے ، اس سے زیادہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍتک پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہو لازم ہو جائے گا۔	(4)قعدہ اولیٰ میں آخر تک (درود اور دعاؤں تک) پڑھنا افضل ہے۔لیکن یہ صرف سنن غیر مؤکدہ اور نوافل کے اندر ہے ، سنن مؤکدہ اور واجب فرض کی طرح ہیں۔
(5)صرف ایک مرتبہ شروع میں ثناء اور تعوّذ پڑھا جائے گا۔	(5)ہر شفع ثناء اور تعوّذ سے شروع کرنا افضل ہے۔ یہ حکم سنن غیر مؤکدہ اور نوافل کے لئے ہے۔
(6)اس میں کمی یا زیادتی کرنا جائز نہیں۔	(6) تکبیر تحریمہ سے پوری نماز لازم نہیں ہوتی ، شفع میں کمی یا زیادتی کی جاسکتی ہے ۔ جیسے : چار رکعت کی نیت کر کے پہلے شفع میں سلام پھیرا جاسکتا ہے ، اسی طرح دو کی نیت کر کے چار بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔
(7)بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں، اس سے نماز نہیں ہوتی۔	(7)بغیر عذر کے بھی بیٹھ کر نماز ہو جاتی ہے ، البتہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے مقابلے میں آدھا ثواب ملتا ہے، اور عُذر ہو تو ثواب بھی پورا ملتا ہے۔
(8)فرض نماز بغیر عذر کے سواری پر بیٹھ کر پڑھنا (جبکہ رکوع اور سجدہ کا اشارہ کیا جارہا ہو)درست نہیں۔	(8) نفل نماز خارجِ مصر میں سواری پر بیٹھ کر پڑھنا درست ہے، حتی کہ استقبالِ قبلہ بھی ضروری نہیں۔

سننِ قبلیہ اور بعدیہ کی حکمت:

اصل حکمت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، ظاہری طور پر ایک حکمت یہ لکھی ہے:

1. سنن قبلیہ اس لئے رکھی گئی ہیں تاکہ شیطان ذلیل اور رُسوا ہو جائے اور اُس کی گمراہ کرنے کی امیدیں منقطع ہو جائیں۔ اس طرح کہ جب وہ دیکھے گا کہ یہ تو سنت بھی ترک نہیں کر رہا تو نماز کیسے ترک کر سکتا ہے۔(شامیہ:2/13)
2. اِسی طرح ایک حکمت قبلیہ سنتوں کی یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ انسان کا نفس دنیا کے مشاغل میں لگے رہنے کی وجہ سے عبادت اور یادِ الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے، پس اُس غفلت کو توڑنے کیلئے قبلیہ سنتیں مقرر کی گئیں تاکہ دل میں عبادت سے اُنسیت پیدا ہو اور فرض نماز میں اچھی حالت کے اندر داخل ہو سکیں۔(مرعاۃ المفاتیح:4/127)
3. سنن بعدیہ اس لئے کہ فرض نماز میں جو کمی اور کوتاہی ہو گئی ہے، سنتوں کے ذریعے اُس کی تلافی اور تدارک ہو جائے۔(شامیہ:2/13)

کیا سنتوں کی قضاء کی جائے گی؟

جب سنتیں اپنے وقت سے فوت ہو جائیں تو کیا اُن کی قضاء لازم ہوتی ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے:

- احناف اور مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: کسی سنت کی قضاء نہیں، صرف فجر کی سنت کی قضاء کی جائے گی اور وہ بھی صرف اُس دن زوال سے پہلے پہلے۔ اُس کے بعد نہیں۔

- شوافع اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: سنتوں کی قضاء کی جائے گی۔ البتہ شوافع کے نزدیک اس میں زیادہ تعمیم ہے، چنانچہ وہ فرائض کی سنتوں کے علاوہ دیگر سنن مؤقّتہ جیسے: عیدین، کسوف، تراویح، اشراق اور چاشت وغیرہ کی قضاء کے بھی قائل ہیں۔ جبکہ حنابلہ قضاء کو صرف فرائض کی سنتوں کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/337،338)

مسلکِ حنفی کے مطابق فجر کی سنتوں کی قضاء کی تفصیل:

فجر کی سنتیں قضاء ہونے کی دو صورتیں ہیں: (1) فرض کے ساتھ فوت ہوں۔(2) بغیر فرض کے۔

1. فرض کے ساتھ فوت ہو: زوال سے پہلے تک فرض کے ساتھ قضاء کی جائے گی، اُس کے بعد نہیں۔
2. بغیر فرض کے فوت ہو: اس میں ائمہ احناف کا اختلاف ہے:
   - حضرات شیخین رحمۃ اللہ علیہما: قضاء نہیں کی جائے گی۔
   - امام محمد رحمۃ اللہ علیہ: زوال سے پہلے پہلے قضاء کی جاسکتی ہے۔ وعلیہ الفتوی۔(عالمگیری:1/112)

سفر میں سنتیں پڑھنے کا حکم:

سفر میں سنتیں پڑھنے نہ پڑھنے کے بارے میں کئی اقوال ذکر کیے گئے ہیں:

1. خوف و فرار کی حالت میں ترک کرسکتا ہے، اور امن و قرار کی حالت میں پڑھ لینی چاہیئے۔
2. رخصت پر عمل کرتے ہوئے سنّتیں ترک کردینا چاہیئے۔
3. تقرّب اور فضیلت کو حاصل کرتے ہوئے سنتیں پڑھنی چاہیئے۔
4. نزول کی حالت میں پڑھنی چاہیئے اور سفر کے جاری ہونے کی صورت میں ترک کرنا چاہیئے۔

5. فجر کی سنّت پڑھنی چاہیئے، دوسری سنتیں ترک کی جاسکتی ہیں۔

6. فجر اور مغرب کی سنّت پڑھنی چاہیئے دوسری سنتیں ترک کی جاسکتی ہیں۔

راجح یہ ہے کہ اگر امن و قرار اور نزول کی حالت ہو تو پڑھ لینا چاہیئے، اور اگر سفر چل رہا ہو تو سنتیں بلا کراہت چھوڑی جاسکتی ہیں، البتہ چونکہ فجر کی سنتوں کی تاکید زیادہ ہے، لہٰذا اُس کے ترک سے گریز کرنا چاہیئے۔(شامیہ:2/131)

نفل نماز دو دو کر کے پڑھنا افضل ہے یا چار چار:

- حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما: دن میں چار چار اور رات میں دو دو رکعت کر کے پڑھنا بہتر ہے۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: چار چار رکعت کر کے پڑھنا افضل ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: دو دو رکعت کر کے پڑھنا افضل ہے۔(البنایۃ:2/515)(مرقاۃ:2/666)

نوافل کی ممنوع صورتیں:

مندرجہ ذیل صورتوں میں نوافل پڑھنے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے، لہٰذا ان میں نفل پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر کوئی شروع کردے تو توڑ کر بعد میں اُس کی قضاء کرنا واجب ہے۔ صورتیں یہ ہیں:

(1) طلوعِ آفتاب کے وقت۔ (2) زوالِ آفتاب کے وقت۔ (3) غروبِ آفتاب کے وقت۔(4) صبح صادق کے بعد طلوعِ آفتاب تک۔(5) عصر کے بعد مغرب تک۔(6) امام کے خطبہ دینے کے لئے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد۔ (7) اقامت شروع ہو جانے کے بعد۔(8) عید کی نماز سے پہلے مطلقاً۔ یعنی گھر اور مسجد کا ایک حکم ہے۔(9) عید کی نماز کے بعد عید گاہ میں۔ پس گھر آکر پڑھ سکتے ہیں۔(10) ظہر اور عصر

کے درمیان جبکہ عرفات میں اُن کو جمع کیا جارہاہو۔ (11)مغرب اور عشاء کے درمیان جبکہ مزدلفہ میں اُن کو جمع کیا جارہاہو۔ (12)فرض نماز کاوقت تنگ ہونے کی حالت میں۔ (13)نومِ غالب کے وقت یعنی جب نیند کا غلبہ ہو۔(کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ:1/335)(مرقاۃ:3/934)

ایک رکعت نفل پڑھنا:

ایک رکعت نفل پڑھنا ممنوع ہے،اِس لئے کہ حدیث میں اِس کی ممانعت آئی ہے۔ائمہ کے درمیان اِس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ایک رکعت نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں:

- شوافع وحنابلہ رحمہم اللہ: جائز ہے۔اِس لئے کہ حدیث میں نماز کو سراسر خیر و بھلائی قرار دیا گیاہے، جو کم یا زیادہ دونوں طرح درست ہے۔"الصَّلَاةُ خَيْرُ مَوْضُوعٍ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَسْتَكْثِرَ فَلْيَسْتَكْثِرَ "۔(طبرانی اوسط:243)ایک اور روایت میں ہے:فمن شاء استقل ومن شاء استکثر۔جو چاہے کم پڑھے یا زیادہ پڑھے۔(کنز العمال:21652)
- احناف ومالکیہ رحمہم اللہ: جائز نہیں، نماز باطل ہو جائے گی، اِس لئے کہ حدیث میں اِس کی ممانعت وارد ہوئی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:مَا أَجْزَأَتْ رَكْعَةٌ قَطُّ۔(طبرانی کبیر:9422) البتہ وتر میں ایک رکعت جائز ہے یا نہیں، اِس میں مالکیہ اور احناف کا اختلاف ہے:مالکیہ کے نزدیک ایک رکعت وتر جائز ہے جبکہ اِمام صاحب کے نزدیک درست نہیں۔(مرعاۃ المفاتیح:4/257)

نفل شروع کرکے فاسد کرنے سے قضاء لازم ہوتی ہے یا نہیں؟

- احناف اور مالکیہ رحمہم اللہ: قضاء لازم ہو جاتی ہے،لقولہ تعالیٰ:ولا تبطلوا اعمالکم۔

- شوافع اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: قضاء لازم نہیں ہوتی۔

البتہ صلاۃِ مظنون لازم نہیں ہوتی، یعنی اگر کوئی یہ گمان کر کے نماز شروع کرے کہ اُس پر یہ نماز لازم ہے، پھر درمیان میں یاد آئے کہ لازم نہیں اور نماز توڑدے تو اُس کی قضاء احناف کے نزدیک بھی لازم نہیں ہوتی۔(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ : 338/1)

صلوۃ علی الدّابّۃ یعنی سواری پر نماز پڑھنے کی تفصیل:

دابّۃ پر نماز پڑھنے کی کئی صورتیں ہیں:

(1) نفل نماز پڑھنا۔(2) فرض اور مُلحَق بہ فرض نماز پڑھنا۔(3) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا۔

دابّۃ پر نفل پڑھنا:

شہر سے باہر دابّۃ مثلاً گھوڑے وغیرہ پر نفل نماز اِشارے سے پڑھنا بالاتفاق جائز ہے، خواہ عذر کی حالت میں ہو یا بغیر عُذر کے۔ اور نفل میں سننِ مؤکّدہ و غیر مؤکّدہ سب شامل ہیں، البتہ فجر کی سنّت شامل نہیں، کیونکہ اُن کی تاکید زیادہ ہے، لہٰذا وہ فرض و واجب کی طرح دابّۃ پر بغیر عُذر کے پڑھنا درست نہیں۔ دابّۃ پر نماز پڑھتے ہوئے قبلہ رُخ ہونا بھی ضروری نہیں ہاں! شروع کرتے ہوئے اگر ممکن ہو تو قبلہ رُخ ہو کر شروع کرنا مستحب ہے۔(شامیہ:38،39/2)

دابّۃ پر فرض اور مُلحَق بہ فرض نماز پڑھنا:

دابّۃ پر فرض نماز پڑھنا بغیر عُذر کے جائز نہیں، ہاں اگر کوئی عُذر ہو تو پڑھی جاسکتی ہے۔ اور فرض میں نمازِ جنازہ کے ساتھ ساتھ واجب بھی داخل ہے جیسے وتر، نذر کی نماز، وہ نفل جو شروع کر کے فاسد کردی گئی ہو،

وہ سجدہ تلاوت جس کی آیت زمین پر سواری کے بغیر تلاوت کی گئی ہو اور فجر کی سنّت بھی اِسی میں داخل ہے ، یہ سب نمازیں مُلحق بہ فرض کہلاتی ہیں، ان کو بغیر عُذر کے دابّہ پر پڑھنا جائز نہیں۔

جن اعذار کی بناء پر دابّہ پر فرض اور ملحق بہ فرض نمازیں پڑھنا جائز ہوتا ہے، اُن کی تفصیل یہ ہے:

1. دابّہ سے اترنے میں دشمن یا درندے کا خوف ہو۔
2. قافلہ کے ساتھیوں کے چلے جانے اور چھوٹ جانے کا خوف ہو۔
3. جانور ایسا سرکش ہو یا خود اِس قدر ضعیف و کمزور ہو کہ اترنے کے بعد دوبارہ سوار ہونا ممکن نہ ہو، یا ممکن تو ہو لیکن کسی کی مدد کے بغیر ممکن نہ ہو اور کوئی مدد کرنے والا موجود نہ ہو۔
4. یا سوار عورت ہو جو بغیر کسی کی مدد کے سوار نہ ہو سکتی ہو اور ساتھ میں کوئی محرَم نہ ہو۔
5. سوار عورت ہو اور اُس کے اترنے کی صورت میں کسی فاسق کا خوف ہو۔
6. یا زمین جل تھل ہو گئی ہو، اور کہیں سجدہ کرنے کیلئے خشک جگہ موجود نہ ہو اور اِس قدر کیچڑ ہو کہ سجدہ کرتے ہوئے زمین میں منہ دھنس جائے یا منہ اور وہ کپڑا جو بچھا کر نماز پڑھی جائے وہ لت پَت ہو جائے۔(عُمدۃ الفقہ:2/430)(شامیہ:2/42،40)(معارف السنن:4/43)

دابّہ پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا:

دابّہ پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے ضروری ہے کہ اِمام اور مقتدی ایک ہی دابّہ پر سوار ہوں، اگر الگ الگ دابّہ پر سوار ہوں گے تو یہ محلِّ واحد نہ ہونے کی وجہ سے اقتداء درست نہ ہو گی اور صرف اِمام کی نماز جائز ہو گی، مقتدیوں کی نماز درست نہ ہو گی۔(شامیہ:2/42)(عُمدۃ الفقہ:2/42)

اِمام اور مقتدی ایک ہی سواری پر سوار ہوں تو بالاتفاق نماز جائز ہے، اور اگر الگ الگ سواری پر سوار ہوں تو اقتداء درست ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ و ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما: امام اور مقتدی ایک ہی سواری پر ہوں تو جائز، ورنہ نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم: مطلقاً جائز ہے، اگرچہ سواری الگ الگ ہو۔(درسِ ترمذی:2/175)

نفل علی الدّابۃ میں بناء کا حکم:

یعنی کوئی سواری پر نفل نماز پڑھتے ہوئے درمیان میں اترتا ہے یا اس کے برعکس سوار ہوتا ہے تو کیا از سرِ نَو نماز پڑھے گا یا بناء کرنا کافی ہو گا، اِس کی دو صورتیں ہیں:

1. راکباً پڑھتے ہوئے نازلاً بناء کرنا: بناء جائز ہے۔
2. نازلاً پڑھتے ہوئے راکباً بناء کرنا: بناء جائز نہیں۔(شامیہ:2/39)

نفل علی الدابّۃ میں استقبالِ قبلہ کا حکم:

دابّۃ پر نفل نماز پڑھتے ہوئے قبلہ رُخ ہونا ضروری ہے یا نہیں، اِس میں تین باتیں قابلِ وضاحت ہیں:

(1) قبلہ کا اِستقبال: یعنی قبلہ رُخ ہو کر نفل پڑھنا۔

(2) جہتِ سفر کا اِستقبال: یعنی جس طرف سفر کیا جارہا ہے اُس طرف رُخ کرتے ہوئے نفل پڑھنا۔

(3) اِبتداء باستقبال الکعبۃ: صرف نماز کے شروع میں قبلہ رُخ ہونا۔

اب اِن تینوں مسئلوں کی تفصیل ائمہ کے اختلاف کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

قبلہ کا اِستقبال:

- احناف ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: ضروری نہیں البتہ اِبتداءِ صلاۃ میں قبلہ رُخ ہوکر نماز شروع کرنا بہتر ہے۔
- شوافع وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: مشقت نہ ہو تو ضروری ہے، اور مشقت ہو تو ضروری نہیں۔

جہتِ سفر کا اِستقبال:

استقبالِ قبلہ نہ کرنے کی صورت میں کیا جہتِ سفر کا استقبال ضروری ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: ضروری نہیں، جس جانب بھی رُخ کرکے نماز پڑھی جائے ہو جائے گی۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: ضروری ہے، پس جہتِ سفر سے انحراف کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔

اِبتداءِ صلاۃ باستقبال الکعبۃ:

نماز شروع کرتے ہوئے تکبیرِ تحریمہ قبلہ رُخ ہر کر کہنا ضروری ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- اِمام مالک اور اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما: ضروری نہیں، لیکن مستحب ہے۔
- اِمام شافعی واحمد رحمۃ اللہ علیہما: نماز شروع کرتے ہوئے قبلہ رُخ ہونا ضروری ہے، اُس کے بعد جہتِ سفر کی جانب رُخ کیا جائے گا۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:23/133،132)(الفقہ علی المذاھب:1/338تا340)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ صَلَاةِ اللَّيْلِ

آپ ﷺ کی رات کی نماز کتنی رکعات ہوتی تھیں؟

احادیث طیبہ میں آپ ﷺ کے قیام اللیل یعنی رات کو پڑھی جانے والی نماز کی تعداد میں مختلف روایات مروی ہیں، اُن میں سے کسی پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے. علامہ ابن الھمام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ کم سے کم 2 اور زیادہ سے زیادہ 8 رکعتیں پڑھنا ثابت ہے۔(فتح القدیر:1/447)

احادیث مبارکہ کے اندر چونکہ آپ ﷺ کی رات کی تمام نمازیں ذکر کی گئی ہیں، جس میں وتر، وتر کے بعد کی دو رکعت نفل اور فجر کی سنتیں بھی شامل ہیں، اس لئے روایات میں صلوۃ اللیل کی تعداد زیادہ ملتی ہے۔ اکثر روایات میں وتر سمیت 13 رکعات ثابت ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تہجد سے پہلے افتتاحی طور پر دو خفیف رکعتیں ہوتی تھیں، پھر آٹھ رکعات تہجد، اور پھر تین وتر۔ اسی میں اگر وتر کے بعد کی دو رکعت اور فجر کی سنتیں ملادی جائیں تو تعداد 17 ہو جاتی ہے، جیساکہ بعض روایات میں یہی تعداد مروی ہے۔ پس مجموعۂ روایات سے حاصل ہونے والی تعداد یعنی سترہ کے مطابق تفصیل یہ ہوگی:

☆—سب سے پہلے دو خفیف رکعتوں کے ذریعہ صلوۃ اللیل کا افتتاح۔ ☆—اُس کے بعد تہجد کی آٹھ طویل رکعتیں۔ ☆—پھر تین رکعت وتر۔ ☆—پھر دو رکعت نفل بیٹھ کر۔ ☆—پھر طلوعِ فجر یعنی صبح صادق کے بعد دو رکعتیں فجر کی سنت، اِس طرح کُل سترہ رکعتیں بن جاتی ہیں۔(درسِ ترمذی:2/199، 213)

”ایتار“ کے مختلف الفاظ اور اُن کے معانی:

ایتار کے دو معنی آتے ہیں: (1)وتر۔ (2)صلاۃ اللیل۔

روایات میں ”اوتر“ اور ”ایتار“ کے ساتھ مختلف اعداد منقول ہیں، مثلاً: ”اوتر باحدیٰ عشر“ وغیرہ۔ ایک سے لیکر سترہ تک کے طاق اعداد ثابت ہیں۔ ذیل میں اُن سب کا مطلب ذکر کیا جارہا ہے، تاکہ ایتار اور صلاۃ اللیل سے متعلق مختلف روایات اور اُن کے مختلف الفاظ کے معانی سمجھے جاسکیں۔

1. **أوتر بواحدۃ :** دو دو رکعتوں کے سلسلے کو ایک رکعت ملاکر جفت بنانا۔
2. **أوتر بثلاث :** تین رکعات وتر پڑھنا۔
3. **أوتر بخمس:** وتر کی تین اور بعد کی دو رکعتیں۔ (یا دو تہجد اور تین وتر۔ فتح القدیر:1/447)
4. **أوتر بسبع:** تہجّد کی چار اور وتر کی تین رکعتیں۔
5. **أوتر بتسعٍ:** تہجّد کی چھ، اور وتر کی تین رکعتیں۔
6. **أوتر باحدیٰ عشرۃ رکعۃ :** تہجد کی آٹھ اور تین وتر۔
7. **أوتر بثلاث عشرۃ رکعۃ:** تہجد کی آٹھ، تین وتر اور دو سنت فجر۔
8. **أوتر بخمس عشرۃ رکعۃ :** رکعتین خفیفتین، تہجد کی آٹھ، تین وتر اور دو نفل بعد الوتر۔
9. **أوتر بسبع عشرۃ رکعۃ:** رات بھر کی مجموعی نماز، یعنی رکعتین خفیفتین، تہجد کی آٹھ، تین وتر، دو نفل بعد الوتر اور دو سنتِ فجر۔ اس طرح مجموعی تعداد 17 بن جاتی ہے۔ (درسِ ترمذی:2/199،213)

تہجد ایک سلام کے ساتھ کتنی رکعت پڑھنا افضل ہے؟

اس مسئلے کا تعلق اس بات سے ہے کہ دن اور رات میں ایک سلام کے ساتھ کتنی رکعات پڑھنا افضل ہے، سو اس بارے میں ائمہ کرام میں اختلاف ہے:

- حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما: دن میں چار چار اور رات میں دو دو رکعت کر کے پڑھنا بہتر ہے۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: چار چار رکعت کر کے پڑھنا افضل ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: دو دو کر کے پڑھنا افضل ہے۔(البنایۃ:2/515)(مرقاۃ:2/666)

پس اس اختلاف کی رُو سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ تہجد میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار چار کر کے پڑھنا افضل ہے، باقی تمام ائمہ کرام دو دو کر کے پڑھنے کو افضل قرار دیتے ہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار کے افضل ہونے کی وجوہات یہ ہیں:

1. حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار رکعت کا ایک سلام سے پڑھنا بھی منقول ہے۔
2. اس میں دو پڑھنے کے مقابلے میں مشقت زیادہ ہے، اور مشقت سے اجر بھی بڑھتا ہے۔
3. اس کا تحریمہ بھی دو رکعت سے زیادہ ادوم یعنی زیادہ لمبا ہوتا ہے۔(ہدایہ، باب النّوافل)

کیا قبلیہ سنتوں کے بعد بات کرنے سے سنتیں باطل ہو جاتی ہیں؟

- امام احمد اور بعض احناف رحمۃ اللہ علیہم: سنتیں باطل ہو جاتی ہیں۔
- جمہور ائمہ اور اکثر احناف رحمۃ اللہ علیہم: سنتیں باطل نہیں ہوتیں، البتہ ثواب میں کمی آجاتی ہے۔

نوٹ : افضل یہی ہے کہ اختلاف سے بچتے ہوئے اس بات کی رعایت رکھی جائے کہ سننِ قبلیہ کے بعد فرائض سے پہلے بلاضرورت کوئی بات چیت نہ ہو۔(درسِ ترمذی:2/181)

فجر کی سنتوں کے بعد کچھ دیر لیٹنے کا حکم؟

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: بدعت ہے، اِس لئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اِس کو بدعت کہتے تھے۔
- امام شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہما: سنت ہے، خواہ تہجّد پڑھنے والا ہو یا نہیں، سب کیلئے یہ حکم ہے۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: تہجد کی وجہ سے اگر تھکان ہو تو اُس کو دور کرنے کے لئے لیٹنا مستحب ہے۔
- اصحابِ ظواہر: فجر کی سنت اور فرضوں کے درمیان لیٹنا واجب ہے،اس کے بغیر فجر کی فرض نماز اداء نہیں ہوگی۔(درسِ مشکوۃ:316)(مرقاۃ:3/902)(الفقہ الاِسلامی:2/1081)(شامیہ:2/20)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب اُٹھتے تھے؟

حدیث میں آتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اُس وقت بیدار ہوتے تھے جب مُرغ چیختا تھا۔ کَانَ یَقُومُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ۔(بخاری:1132)

شارحین نے مرغ کے بولنے کا وقت "نصف لیل" یعنی آدھی رات بیان کیا ہے، جو بلادِ عرب کے اعتبار سے ہے، جبکہ ہمارے اطراف کے علاقوں میں عام طور پر "آخر شب" یعنی رات کے آخری سدس (چھٹے حصے) میں مرغ کی آواز آتی ہے۔(مرعاۃ المفاتیح:4/195)

احادیثِ طیبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کے مختلف اوقات میں اٹھنا ثابت ہے:

(1) آدھی رات۔ (2) رات کا آخری حصہ۔ (3) رات کا آخری تہائی حصہ۔ (4) طریقہ داؤدی۔ یعنی رات کے چھ حصے کر کے پہلے تین حصوں میں سونا، پھر تہائی حصے میں نماز پڑھنا اور آخری چھٹے حصے میں سو جانا۔ مذکورہ بالا طریقوں میں سے کسی بھی طریقہ پر اپنی سہولت اور طاقت کو دیکھتے ہوئے عمل کیا جا سکتا ہے۔ اب اِن کی روایات ملاحظہ فرمائیں:

نصفِ شب۔فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ قَلِيلًا أَوْ بَعْدَهُ قَلِيلًا اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔(نسائی،رقم:1620)

آخرِشب۔كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ، وَيُحْيِي آخِرَهُ۔(مسلم،رقم:739)

رات کا آخری ثلث۔ فَتَحَدَّثَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَهْلِهِ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ أَوْ بَعْضُهُ قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ۔(مشکوۃ:106)

حضرت داود علیہ السلام کا طریقہ۔وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ صَلَاةُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُومُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ۔(نسائی،رقم:1630)

تہجد میں تلاوت کیسے اور کتنی ہونی چاہیئے؟

تہجد کا وقت قرآن کریم کی تلاوت کیلئے نہایت مناسب اور بہت موزوں ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المزّمل میں نبی کریم ﷺ کو قیام اللیل کا جو حکم دیا ہے اُس کے ساتھ ہی قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اِسی وجہ سے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ کرام کا بھی یہی معمول

تھا کہ وہ قیام اللیل میں بڑے اہتمام کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے، اور یہی اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کا ہر دور اور ہر زمانے میں طریقہ رہا ہے۔

تہجد میں قرآن کریم کی تلاوت کیسے اور کس طرح کی جائے، اِس میں تین باتیں قابلِ وضاحت ہیں:

(1)—قیام اللیل میں تلاوت سرّاً ہوگی یا جہراً؟

(2)—قیام اللیل میں قراءت کی مقدار کتنی ہونی چاہیئے؟

(3)—قیام اللیل میں تلاوت کس طریقے سے کی جائے گی؟

اب اِن تینوں کی وضاحت ذیل میں بالترتیب ملاحظہ فرمائیں:

تہجد میں تلاوت سراً ہے یا جہراً؟

آپ ﷺ سے رات کو جہراً قراءت کرنا بھی ثابت ہے اور سراً بھی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ دونوں میں سے ہر کام کر لیا کرتے تھے، چنانچہ کبھی آپ اونچی آواز سے اور کبھی پست آواز سے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ كُلُّ ذَلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ رُبَّمَا جَهَرَ، وَرُبَّمَا أَسَرَّ (نسائی:1662)

البتہ جہر کی صورت میں آواز نہ زیادہ بلند ہونی چاہئے نہ زیادہ پست، بلکہ اعتدال کے ساتھ اس طرح کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے، چنانچہ احادیث مبارکہ کے اندر آپ ﷺ کی تعلیم اور عمل یہی ملتا ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں:

- كَانَ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ يَرْفَعُ طَوْرًا وَيَخْفِضُ طَوْرًا
- كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قَدْرِ مَا يَسْمَعُهُ مَنْ فِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِي الْبَيْتِ.
- يَا أَبَا بَكْرٍ ارْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا وَقَالَ لِعُمَرَ: اخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا۔(مشکوۃ:107)

ایسا جہر جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے، اُس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے: کما فی الحدیث:

اعْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَسَمِعَهُمْ يَجْهَرُونَ بِالْقِرَاءَةِ، فَكَشَفَ السِّتْرَ، وَقَالَ: أَلَا إِنَّ كُلَّكُمْ مُنَاجٍ رَبَّهُ، فَلَا يُؤْذِيَنَّ بَعْضُكُمْ بَعْضًا، وَلَا يَرْفَعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الْقِرَاءَةِ۔ (نسائی، رقم:1332)

تہجد میں قراءت کی مقدار کیا ہے:

آپ ﷺ سے لمبی سورتوں کا پڑھنا بھی ثابت ہے اور متوسط بھی۔ اور ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ہی آیت کو پڑھتے ہوئے ساری رات گزار دی۔

لمبی سورتیں پڑھنے کی روایات:

1. فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَرَأَ فِيهِنَّ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَاءَ وَالْمَائِدَةَ أَوِ الْأَنْعَامَ۔(مشکوۃ:107)
2. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ، قُلْنَا: وَمَا هَمَمْتَ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔(بخاری:1130)
3. إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُومُ لِيُصَلِّيَ حَتَّى تَرِمُ قَدَمَاهُ۔(بخاری:1130)

متوسط سورتیں پڑھنے کی روایات:

حَزَرْتُ قِيَامَهُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِقَدْرِ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ۔(ابوداود، رقم:1365)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرِنُ بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ عِشْرِينَ سُورَةً مِنْ أَوَّلِ الْمُفَصَّلِ۔(مشکوۃ:106)

لَكِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ النَّظَائِرَ السُّورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ، الرَّحْمَنَ وَالنَّجْمَ فِي رَكْعَةٍ، وَاقْتَرَبَتْ وَالْحَاقَّةَ فِي رَكْعَةٍ --- **الخ**۔(ابوداود، رقم:1396)

تلاوت میں ترتیل کالحاظ رکھنا:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کو بیان کیا کہ وہ خوب واضح ہوتی تھی، پڑھنے میں ایک ایک حرف واضح اور نمایاں ہوتا تھا۔ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَاءَتَهُ فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا۔(مشکوۃ:107)أَيْ: مُرَتَّلَةً وَمُجَوَّدَةً وَمُمَيَّزَةً غَيْرَ مُخَالَطَةٍ۔(مرقاۃ:3/914)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی مرتبہ اُٹھتے تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر معمول تو ایک ہی مرتبہ رات کے آخری حصے میں اُٹھنے کا تھا، لیکن روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی رات میں کئی کئی مرتبہ اُٹھنا بھی ثابت ہے۔ مثلاً: ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى حَتَّى قُلْتُ: قَدْ صَلَّى قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى قُلْتُ قَدْ نَامَ قَدْرَ مَا صَلَّى ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ كَمَا فَعَلَ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ فَفَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ثَلَاث مَرَّاتٍ قَبْلَ الْفَجْرِ۔(مشکوۃ:107)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ

قیام اللیل کیلئے اٹھنے کا وقت بڑا قیمتی ہوتا ہے، اُس وقت میں بندہ اپنی نیند کو اللہ کیلئے قربان کرکے نرم و ملائم بستر کے مزے چھوڑ دیتا ہے، اِس لئے اللہ تعالیٰ بھی اُس وقت خصوصی کرم کا معاملہ کرتے ہوئے دعائیں قبول کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: کوئی بھی مسلمان جب رات کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پاکی کے ساتھ گزارے اور رات کو نیند سے بیدار ہوتے ہی اللہ تعالیٰ سے خیر و بھلائی کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور وہ چیز اُسے عطاء کر دیتے ہیں۔ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَبِيتُ عَلَى ذِكْرٍ طَاهِرًا، فَيَتَعَارُّ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْأَلُ اللَّهَ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ۔ (ابوداؤد:5042)

رات کو اٹھ کر پڑھی جانے والی چند دعائیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کو اٹھ کر مختلف دعائیں پڑھنا ثابت ہے، اُن میں سے چند ایک یہ ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب تہجد کیلئے اُٹھتے تھے تو یہ دعاء پڑھتے تھے: «اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ

تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ»۔(بخاری:1120)

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رات کی نماز کا آغاز کس چیز سے کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اِرشاد فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رات کی نماز آغاز اِس دعاء سے کیا کرتے تھے: «اللهُمَّ رَبَّ جَبْرَائِيلَ، وَمِيكَائِيلَ، وَإِسْرَافِيلَ، فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ، اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ، إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ»۔(مسلم:770)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جو شخص رات کو نیند سے بیدار ہو اور یہ کلمہ پڑھے: «لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، الحَمْدُ لِلَّهِ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ، وَلاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ»۔ اُس کے بعد "اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي" کہے یعنی اے اللہ! میری مغفرت فرمادیجئے یا کوئی اور دعاء مانگے تو اُس کی دعاء قبول کی جاتی ہے اور وضو کرکے نماز پڑھے تو اُس کی نماز قبول کی جاتی ہے۔(بخاری:1154)

حضرت امّاں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعاء پڑھا کرتے تھے: «لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ، اللَّهُمَّ أَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِي، وَأَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ، اللَّهُمَّ

زِدْنِي عِلْمًا،وَلَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي، وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ»۔(ابوداؤد:5061)

حضرت شریق ہوزنی فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور اُن سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ جب رات کو نیند سے بیدار ہوتے تو کس چیز سے ابتداء کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے مجھ سے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا ہے جو تم سے پہلے کسی نے مجھ سے دریافت نہیں کیا۔ نبی کریم ﷺ جب رات کو نیند سے بیدار ہوتے تو دس مرتبہ تکبیر یعنی "اللہ أَكْبَرُ" کہتے، دس مرتبہ تحمید یعنی "الْحَمْدُ لله" کہتے، دس مرتبہ "سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ" کہتے، دس مرتبہ "سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ" کہتے، دس مرتبہ اِستغفار کرتے اور دس مرتبہ تہلیل یعنی "لَا إِلَهَ إِلَّا الله" کہتے۔ اور اُس کے بعد یہ دعاء دس مرتبہ پڑھتے:«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ ضِيقِ الدُّنْيَا، وَضِيقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ»۔(ابوداؤد:5058)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب رات کو نماز کیلئے اُٹھتے تو تکبیر "اللہ أَكْبَرُ" پڑھتے اور یہ دعاء پڑھتے:«سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ» پھر "اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا" کہہ کر یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:«أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ العَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ»۔(ترمذی:242)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے حجرہ کے پاس ہی رات گزارا کرتا تھا جب آپ ﷺ رات کو بیدار ہوتے تو میں آپ سے سنتا تھا کہ آپ ﷺ دیر تک "سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ

الْعَالَمِينَ" پڑھتے رہتے تھے، پھر دیر تک "**سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ**" پڑھتے رہتے تھے۔(نسائی:1618)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اُنہوں نے اپنی خالہ اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزاری اور نبی کریم ﷺ کے پاس سو گئے، رات کو جب نبی کریم ﷺ کی آنکھ کھلی تو آپ نے مسواک کی اور وضو کیا، اُس کے بعد سورہ آلِ عمران کی آخری آیات"**إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ**" سورۃ کے آخر تک پڑھیں۔(مسلم:763)

ایک روایت میں "**إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ**" پڑھنا بھی نقل کیا گیا ہے۔(نسائی:1626)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب رات کو نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعاء پڑھا کرتے تھے: «**لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ**»۔(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی:1/683)(مستدرکِ حاکم:1980)

حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ حنین میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ موجود تھا، میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: جو رات کو اُٹھے اور وضو کرے، کلی کرے، اُس کے بعد سو سو مرتبہ یہ کلمات پڑھے: ☆**سُبْحَانَ اللهِ**۔ ☆**الْحَمْدُ لِلَّهِ**۔ ☆**لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ**۔ ☆**اللهُ أَكْبَرُ**۔ تو اُس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، ہاں! جان ومال کی زیادتیوں کو معاف نہیں کیا جاتا۔(طبرانی کبیر:5484)

بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ

تحریض ابھارنے کو کہا جاتا ہے۔اِس باب میں تہجد کے بارے میں فضائل سے متعلق حدیثیں ذکر کی گئی ہیں

قیام اللیل کے فضائل:

تہجّد کے فضائل پر کئی احادیث ہیں جن کا خلاصہ اِجمالی طور پر یہ ہے:

1. تہجّد کی نماز فرائض کے بعد سب سے افضل نماز ہے۔
2. تہجّد پڑھنا اللہ کے نیک اور صالح بندوں کا طریقہ ہے۔۔
3. تہجّد کی نماز اللہ تعالیٰ کے قُرب کا ذریعہ ہے۔
4. تہجّد کی نماز گناہوں کے لئے کفارہ ہے۔
5. تہجّد کی نماز گناہوں سے انسان کو روکنے والی ہے۔
6. تہجّد کی نماز جسم سے بیماریوں کو دو کرنے والی ہے۔
7. تہجّد کی نماز میں بندہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔
8. تہجّد کی نماز میں کھڑے بندے کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔
9. تہجّد میں بندے کی دعاء سب سے زیادہ سنی جاتی ہے۔
10. تہجّد پڑھنے والے کے لئے جنت کے عظیم بالا خانے ہیں۔
11. تہجّد پڑھنے والے امّت کے سب سے زیادہ عزّت والے لوگ ہیں۔

12. تہجّد پڑھنے والوں کے لئے جنّت میں سلامتی کے ساتھ داخلہ ہوگا۔

13. تہجّد کثرت سے پڑھنے والوں کا چہرہ حَسین اور پُرنور ہوجاتا ہے۔

14. تہجّد کی دو رکعت پڑھنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اُن سب سے بہتر ہے۔

اب اِنہی فضائل کو بالترتیب درج ذیل احادیثِ طیبہ کی روشنی میں تفصیلی طور پر ملاحظہ فرمائیں:

ایک روایت میں تہجد کو فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز بتلایا گیا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز وہ ہے جو رات کے درمیان پڑھی جائے۔أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْمَفْرُوضَةِ، صَلَاةٌ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ۔(مسند احمد:8507)(مسلم:1163)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل کرتے ہیں: رات کے قیام یعنی تہجد کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے، تمہارے رب کے قُرب کا ذریعہ ہے، گناہوں کو مٹانے والی اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأَبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ، وَمَكْفَرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ، وَمَنْهَاةٌ لِلإِثْمِ۔(ترمذی:3549)ایک روایت میں اِس کے ساتھ "وَمَطْرَدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الجَسَدِ" کے الفاظ بھی منقول ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ تہجد کی نماز جسم سے بیماریوں کو دور کردینے والی ہے۔(ترمذی:3549)اِس حدیث میں تہجد کے پانچ فضائل ذکر کیے گئے ہیں۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اُس وقت ہوتا ہے جب وہ رات کے آخری پہر اپنے رب کے سامنے حاضر ہوتا ہے، پس اگر تم اُن لوگوں میں سے ہونے کی طاقت رکھتے ہو جو اُس گھڑی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں تو ضرور ہوجاؤ: أَقْرَبُ

مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ العَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الآخِرِ، فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللَّهَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ۔(ترمذی:3579)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد منقول ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں: ایک وہ شخص جب وہ رات کو نماز میں کھڑا ہوتا ہے دوسرے وہ لوگ جب وہ نماز میں صف باندھتے ہیں، تیسرے وہ لوگ جب وہ جہاد میں دشمن سے قتال کرتے ہوئے صف باندھتے ہیں۔ کما فی الحدیث ثَلَاثَةٌ يَضْحَكُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ الرَّجُلُ إِذَا قَامَ بِاللَّيْلِ يُصَلِّي وَالْقَوْمُ إِذَا صَفُّوا فِي الصَّلَاةِ وَالْقَوْمُ إِذَا صَفُّوا فِي قِتَالِ الْعَدُوِّ۔(مشکوۃ المصابیح:1228)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کون سی دعاء سب سے زیادہ سنی جاتی ہے(یعنی قبول ہوتی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جَوْفَ اللَّيْلِ الآخِرِ،وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ المَكْتُوبَاتِ" رات کے آخری پہر اور فرض نمازوں کے بعد مانگی جانے والی دعاء۔(ترمذی:3499)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: بے شک جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہری حصہ اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے نظر آتا ہے، ایک اَعرابی کھڑے ہوئے اور سوال کیا یارسول اللہ !(صلی اللہ علیہ وسلم)وہ کس کے لئے ہیں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:اُس کے لئے جو کلام میں نرمی رکھے، کھانا کھلائے، دائمی روزے رکھے اور رات کو اُس وقت نماز پڑھے جب کہ لوگ سورہے ہوں۔إِنَّ فِي الجَنَّةِ لَغُرَفًا تُرَى ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا، فَقَامَ إِلَيْهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:هِيَ لِمَنْ أَطَابَ الكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَدَامَ الصِّيَامَ، وَصَلَّى لِلَّهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ۔(ترمذی:1984)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: میری امّت کے سب سے معزّز لوگ قرآن کریم کے حافظ اور تہجد گزار ہیں۔ أَشْرَافُ أُمَّتِيْ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَأَصْحَابُ اللَّيْلِ۔(شعب الایمان:2447)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو یہودیوں کے ایک بڑے عالم تھے اُنہوں نے سب سے پہلی مرتبہ جب آنحضرت ﷺ کا دیدار کیا تو فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا ہرگز نہیں ہو سکتا، اور سب سے پہلے جو بات آپ ﷺ نے اِرشاد فرمائی وہ یہ تھی:

اے لوگو! آپس میں سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، رات کو نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤگے۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُونَ الجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔(ترمذی:2485)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد منقول ہے: جو شخص رات کو کثرت سے نماز پڑھتا ہے دن کو اُس کا چہرہ حسین ہوتا ہے۔ مَنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهُ بِالنَّهَارِ۔(شعب الایمان:2447)

حضرت حسان بن عطاء سے مُرسلاً مَروی ہے: ابنِ آدم کا رات کے آخری پہر میں دو رکعت پڑھنا اُس کے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُما ابْنُ آدَمَ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الآخِرِخَيْرٌ لَهُ مِنَ الدُّنْياوَمَا فِيهَا۔(الجامع الصغیر:6882)

سونے والے پر شیطان کا تین گرہیں لگانا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب تم میں سے کوئی شخص (رات میں) سوتا ہے تو شیطان اُس کے سر کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے، ہر گرہ لگاتے ہوئے یہ کہتا ہے: ”عَلَيْكَ

لَيْلٌ طَوِيل" ابھی بہت رات باقی ہے، سوتے رہو۔ پس اگر کوئی شخص جاگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر جب وہ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اس کے بعد جب وہ نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے، چنانچہ وہ خوش و خرّم اور پاکیزہ نفس ہو کر صبح کرتا ہے، ورنہ (یعنی اگر کوئی پڑا سوتا رہے تو وہ) کاہل و سست اور خبیث النّفس (پلید نفس) ہو کر صبح کرتا ہے۔ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ، فَارْقُدْ فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللَّهَ، انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ۔(بخاری:1142)

شیطان کے تین گرہیں لگانے کا مطلب:

1. گرہ سے مراد "عُقد الکسل" یعنی سستی کی گرہیں ہیں۔
2. شیطان کے گرہ لگانے سے مراد یا تو حقیقت ہے، یا مجاز۔ حقیقت ہو تو یہ مطلب ہے شیطان حقیقی طور پر اس طرح گرہیں لگاتا ہے جیسا کہ جادوگر سحر کرتے ہوئے گرہیں لگاتے ہیں۔ اور مجاز ہو تو یہ مطلب ہے کہ یہاں شیطان کا انسان کو ذکر و تہجد سے روکنا مراد ہے۔ گویا شیطان کے روکنے کو جادوگروں کے فعل سے تشبیہ دی گئی ہے۔
3. تین گرہیں لگانے کا اس لئے کہا کہ شیطان کا مقصد تین چیزوں ذکر، وضو اور نماز سے روکنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بالترتیب ان تینوں کاموں سے تینوں گرہیں کھل جاتی ہیں۔

فائدہ : حدیث میں اٹھنے والے کو""طیّب النفس سے دل کا خوش ہونا اور خبیث النفس سے دل کا غمگین ہونا مراد ہے، پس معلوم ہوا کہ طیّب النّفس اور سوئے پڑے رہنے والے کو "خبیث النّفس" کہا گیا ہے، اِس کا مطلب یہ ہے کہ تہجد میں اٹھنے والا یا کم از کم فجر میں اٹھنے والا خوش و خرم اور شاداں رہتا ہے اور سوئے پڑے رہنے والا حزن و غم کا شکار رہتا ہے۔(مرقاۃ:921/2)

سونے والے کے کان میں شیطان کا پیشاب کر دینا:

کئی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ایسا شخص جو صبح تک سویا پڑا رہے اور تہجد تو درکنار، فجر کی نماز میں بھی غفلت کا شکار ہو کر نماز فوت کر دے، تو ایسے شخص کے کانوں میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا گیا جو صبح تک سویا پڑا رہا (اور نماز کیلئے بیدار نہ ہوا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان نے اُس کے دونوں کانوں میں یا یہ فرمایا کہ اُس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنَيْهِ، أَوْ قَالَ: فِي أُذُنِهِ۔(بخاری:3270)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مَروی ہے: انسان کے شقی و بدبخت یا خائب و خاسر ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ اِس طرح رات گزارے کہ شیطان نے اُس کے کانوں میں پیشاب کر دیا ہو اور وہ اللہ کو یاد کیے بغیر (فجر کی نماز پڑھے بغیر) صبح کر دے۔كَفَى بِالْمَرْءِ مِنَ الشَّقَاءِ أَوْ مِنَ الْخَيْبَةِ أَنْ يَبِيتَ وَقَدْ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ فَيُصْبِحُ وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:34555)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جب بندہ رات کو نماز پڑھنے کا اِرادہ کرتا ہے تو اُس کے پاس فرشتہ آتا ہے اور کہتا ہے:" قُمْ، قَدْ أَصْبَحْتَ فَصَلِّ، وَاذْكُرْ رَبَّكَ" کھڑے ہو جاؤ، تم نے صبح کرلی ہے(بہت سو چکے ہو) نماز پڑھو اور اپنے پروردگار کو یاد کرو، پس اُس کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے" عَلَيْكَ لَيْلٌ وَسَوْفَ تَقُومُ، فَنَمْ سَاعَةً "ابھی رات بہت باقی ہے، کچھ دیر مزید سو جاؤ، تھوڑی دیر بعد اُٹھ جانا۔ پس اگر وہ اُٹھ جائے اور نماز پڑھ لے تو چست، ہلکا جسم ہو جاتا ہے، اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، اور اگر وہ شیطان کی اِطاعت میں صبح تک سوتا رہ جائے تو شیطان اُس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔«إِذَا أَرَادَ الْعَبْدُ الصَّلَاةَ مِنَ اللَّيْلِ أَتَاهُ الْمَلَكُ، فَقَالَ لَهُ: قُمْ، قَدْ أَصْبَحْتَ فَصَلِّ، وَاذْكُرْ رَبَّكَ، فَيَأْتِيهِ الشَّيْطَانُ، فَيَقُولُ: عَلَيْكَ لَيْلٌ وَسَوْفَ تَقُومُ، فَنَمْ سَاعَةً، فَإِنْ هُوَ قَامَ فَصَلَّى أَصْبَحَ نَشِيطًا، خَفِيفَ الْجِسْمِ، قَرِيرَ الْعَيْنِ، وَإِنْ هُوَ أَطَاعَ الشَّيْطَانَ حَتَّى يُصْبِحَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ»۔(طبرانی اوسط:8293)

شیطان کے پیشاب کر دینے کا مطلب:

1. یہ حقیقت پر محمول ہے، یعنی واقعۃً شیطان ایسے بد نصیب شخص کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لَوْ ضَرَبَ بِيَدِهِ إِلَى أُذُنَيْهِ لَوَجَدَهَا رَطْبَةً۔ کہ اگر وہ اپنے کانوں میں ہاتھ لگا کر دیکھے تو اُس کو تَری بھی نظر آئے گی۔
2. بول سے مراد "اباطیل" یعنی باطل قسم کی باتیں ہیں، جو شیطان نے کانوں میں بھر کر دعوتِ حق "حی علی الصلوۃ" کو قبول کرنے سے محروم کر دیا۔

3. اس سے شیطان کا ذلیل کرنا مراد ہے، کیونکہ محاورے میں "کسی پر پیشاب کرنے کا" مطلب اُس کو ذلیل کرنا مراد لیا جاتا ہے۔ پس مطلب یہ ہوگا کہ شیطان نے اُس کو ذلیل کرکے رکھ دیا ہے۔

نوم کا تعلق اگرچہ آنکھوں سے ہے لیکن حدیث میں کانوں کا ذکر اس لئے کیا ہے کیونکہ کانوں ہی کے ذریعے اذان کی آواز سن کر بیدار ہوتے ہیں، جس سے وہ محروم رہا ہے۔(مرقاۃ:3/922)

رات کے آخری تہائی حصے میں اللہ تعالیٰ کا آسمانِ دنیا پر نزول فرمانا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات جبکہ رات کا آخری تہائی حصہ باقی ہوتا ہے، آسمانِ دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) نزول فرماتے ہیں اور اِرشاد فرماتے ہیں: کون ہے جو مجھ سے دعاء کرے میں اُس کی مراد پوری کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اُسکے سوال کو پورا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے اِستغفار کرے میں اُس ی مغفرت کروں؟۔يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي، فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ۔(بخاری:1145)

نزولِ باری تعالیٰ کا مطلب:

اس سے مراد بالاتفاق حقیقی معنی نہیں، کیونکہ اللہ تعالی نزول اور صعود (اترنے چڑھنے) سے پاک ہیں۔ پھر اس سے مراد کیا ہے، اس میں مختلف اقوال ہیں:

1. اس سے نزول کما یلیق بشانہٖ مراد ہے۔ یعنی وہ معنی جو اللہ تعالی کے شایان شان ہے۔
2. اس سے مراد اللہ تعالی کی رحمت کا یا ملائکہ کا نازل ہونا ہے۔

3. اس سے مراد اللہ تعالی کا مانگنے والوں کی طرف رحمت سے متوجہ ہونا ہے۔(مرقاۃ:3/923)

رات کی ساعتِ اِجابت یعنی قبولیت کی گھڑی:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک رات میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جو کسی مسلمان کو مل جائے اور اُس میں وہ اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی کوئی بھی بھلائی مانگ لے، اللہ تعالیٰ اُس کو وہ ضرور عطاء کر دیتے ہیں۔ اور یہ (قبولیت کی گھڑی) ہر رات میں ہوتی ہے۔إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ، يَسْأَلُ اللهَ خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَذَلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔(مسلم:757)

ساعتِ اِجابت کو مخفی رکھنے کی حکمت:

حدیثِ مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر رات اللہ تعالیٰ نے ہر رات میں وہ قبولیت کی گھڑی رکھی ہے، اُس کو ہر مؤمن کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے، جس کا آسان سا طریقہ یہ ہے کہ تہجد میں اٹھ کر اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنے کی عادت کو اپنایا جائے، ان شاء اللہ وہ گھڑی کبھی نہ کبھی تو حاصل ہو جائے گی۔

لیکن وہ ساعتِ اِجابت مخفی اور پوشیدہ رکھی گئی ہے، اِس کی حکمت یہ ذکر کی گئی ہے:

وہ گھڑی مبہم ہے اور مبہم رکھنے کے فوائد یہ ہیں:

1. تاکہ اُس گھڑی کو حاصل کرنے کے لئے خوب محنت کی جائے۔
2. اُس ساعت کے فوت ہونے پر افسوس نہ ہو۔
3. عبادت اور دعاء کو صرف اُسی وقت کے ساتھ خاص نہ کر لیا جائے۔

4. اُس وقت کو حاصل کرلینے کی وجہ سے دل میں عجب اور غرور پیدا نہ ہو۔

5. بندہ سب کچھ کرلینے کے بعد بھی خوف اور رجاء کے درمیانی کیفیت میں رہے۔(مرقاۃ:3/925)

سنن رواتب افضل ہیں یا تہجد؟

سننِ رواتب سننِ مؤکّدہ کو کہا جاتا ہے جو نمازوں کے بعد یا پہلے پڑھی جاتی ہیں، اور تہجد رات میں پڑھی جانے والی نماز ہے، دونوں ہی کی اپنی شان ہے۔ لیکن دونوں میں افضل کون ہے، اِس میں تین قول ہیں:

1. سنن رواتب یعنی سنن مؤکدہ افضل ہیں، اس لئے کہ اُن کی تاکید زیادہ ہے۔

2. تہجد افضل ہے، اس لئے کہ اس کے پڑھنے میں مجاہدہ اور مشقت زیادہ ہے۔

3. سنن مؤکدہ آکد ہونے کے اعتبار سے اور تہجد مجاہدہ کے اعتبار سے افضل ہے۔(مرقاۃ:3/930)

بَابُ الْقَصْدِ فِي الْعَمَلِ

قصد کا معنی:

قصد اور اِقتصاد کا معنی "سلوك الطريق المعتدلة والتوسط بين الإفراط والتفريط" ہے، یعنی افراط اور تفریط کے درمیان اعتدال کا راستہ اختیار کرنا۔(مرعاۃ المفاتیح:4/238) شریعت میں ہر چیز کے اندر اعتدال کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہاں باب سے مقصود نفل اعمال میں اعتدال اختیار کرنا ہے۔

عمل میں حسن پیدا کرنے والی چیزیں:

وہ چیزیں جن کے اختیار کرنے سے عمل مین حسن اور خوبصورتی پیدا ہوتی ہے اور عمل اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں اعلیٰ درجہ کی قبولیت پر فائز ہوتا ہے، وہ یہ ہیں:

(1) اِخلاص۔ (2) مطابقتِ سنّت۔ (3) مُداوَمت۔

ریاکاری کے ساتھ کیے جانے والے عمل کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، اور نیک نیتی کے ساتھ کیا جانے والا عمل بھی اگر سنت کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا تو خلوص بھی سارا رائیگاں ہو جاتا ہے، اور عمل میں اگر یہ دونوں صفتیں ہوں، لیکن پابندی اور دوام سے خالی ہو تب بھی وہ عمل "پسندیدہ عمل" کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا۔

عمل میں مُداوَمت اعتدال سے آتی ہے:

اور عمل میں مداوَمت "اعتدال" اور "میانہ رَوی" سے آتی ہے، اگر جوش و جذبے میں انسان ڈھیروں عمل کرنا شروع کر دے تو وہ جوش ایک وقتی اور عارضی ثابت ہوتا ہے جس کے نتیجے میں اُس پر اِستقامت

نہیں رہ پاتی اور وہ عمل دیکھنے میں زیادہ ہونے کے باوجود بھی انجامِ کار انتہائی قلیل ثابت ہوتا ہے، بخلاف اعتدال کے ساتھ کیا جانے والا عمل، کیونکہ اُس میں دوام اور مواظبت کی صفت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ تھوڑا ہونے کے باوجود بھی انجام کے اعتبار سے زیادہ ثابت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی حدیثوں میں سرورِ کائنات ﷺ نے اِس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ عمل زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے جو پابندی کے ساتھ کیا جائے، اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

اعتدال کے بارے میں قرآن وحدیث کے اِرشادات:

قرآن کریم کی بہت سی آیات اور احادیث طیبہ میں میانہ روی اور اعتدال اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، اور اِفراط و تفریط سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ عمل میں اِستقامت اور دوام کی صفت کو حاصل کیا جاسکے۔ ذیل میں چند آیات واحادیث ذکر کی جارہی ہیں:

آیاتِ قرآنیہ:

1. ایک جگہ اِرشاد فرمایا: اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں، نہ تنگی کرتے ہیں، بلکہ اُن کا طریقہ اس(اِفراط تفریط)کے درمیان اعتدال کا طریقہ ہے۔﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾۔(الفرقان:67، آسان ترجمہ قرآن)

2. ایک اور جگہ اِرشاد فرمایا: اور نہ تو (ایسے کنجوس بنو کہ) اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ کر رکھو، اور نہ (ایسے فضول خرچ کہ) ہاتھ کو بالکل ہی کھلا چھوڑ دو جس کے نتیجے میں تمہیں قابلِ ملامت اور قلّاش

ہو کر بیٹھنا پڑے۔﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا﴾۔(الإسراء:29، آسان ترجمہ قرآن)

3. سورۃ النّحل میں فرمایا: اور سیدھا راستہ دکھانے کی ذمّہ داری اللہ نے لی ہے اور بہت سے راستے ٹیڑھے ہیں۔﴿وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ﴾۔(النّحل:9، آسان ترجمہ قرآن)

احادیثِ طیّبہ:

☆حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: لوگو! اوہی اعمال کرو جن کی تم طاقت رکھتے ہو اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نہیں اکتاتا، یہاں تک تم خود ہی نہ اکتا جاؤ اللہ تبارک وتعالیٰ کو تمہارا وہ عمل زیادہ پسند ہے جو ہمیشہ پابندی سے کیا جائے اگر چہ وہ تھوڑا ہی ہو۔يَا أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوا مِنَ الأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللَّهَ لاَ يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا، وَإِنَّ أَحَبَّ الأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ مَا دَامَ وَإِنْ قَلَّ۔(بخاری:5861)

☆حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: درست رہنمائی، اچھی چال اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں جزو ہے۔إِنَّ الْهَدْيَ الصَّالِحَ، وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ، وَالِاقْتِصَادَ جُزْءٌ مِنْ خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔(ابوداؤد:4776)

☆حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: دولت مندی میں میانہ روی کتنی اچھی بات ہے!، فقر وفاقہ میں اور عبادت میں درمیانی چال کتنی اچھی صفت ہے!۔مَا أَحْسَنَ الْقَصْدَ فِي الْغِنَى، وَأَحْسَنَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ، وَأَحْسَنَ الْقَصْدَ فِي الْعِبَادَةِ۔(مسند البزّار:7/349)

☆حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: میانہ رَوی کے ساتھ چلنے کو اپنے اوپر لازم کرلو، کیونکہ جو بھی اس دین سے مقابلہ کرنے آیا ہے وہ مغلوب ہو کر رہاہے۔عَلَيْكُمْ هَدْيًا قَاصِدًا فَإِنَّهُ مَنْ يشَادَّ هَذَا الدِّينَ يَغْلِبْهُ۔(شعب الایمان:3599)

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: یہ دین آسان ہے اور جو دین میں بے جا سختی کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا۔إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ۔(بخاری:39)

☆اِرشادِ نبوی ہے: اعمال میں سب سے بہترین عمل وہ ہے جو درمیانہ درجہ کا ہو۔خَيْرُ الْأَعْمَالِ أَوْسَطُهَا۔(شعب الایمان:3604)

☆حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی کثرتِ ریاضت پر مطلع ہوئے تو انھیں تلقین فرمائی: اے عثمان کیا تم نے میرے (معتدل) طریقے سے اعراض کیا؟ میں تو سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ عثمان! اللہ سے ڈرو، تمہارے گھر والوں کا تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے۔ روزہ رکھو اور ناغہ بھی کرو (نفل) نماز پڑھو اور سویا بھی کرو۔يَا عُثْمَانُ، أَرَغِبْتَ عَنْ سُنَّتِي»، قَالَ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلَكِنْ سُنَّتَكَ أَطْلُبُ، قَالَ: «فَإِنِّي أَنَامُ وَأُصَلِّي، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَنْكِحُ النِّسَاءَ، فَاتَّقِ اللَّهَ يَا عُثْمَانُ، فَإِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَصَلِّ وَنَمْ۔(ابوداؤد:1369)

☆حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتے ہیں کہ اُس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے جیسا کہ وہ اِس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ اُس کی نافرمانی کی جائے۔إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصُهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ تُؤْتَى مَعْصِيَتُهُ۔(مسند احمد:5866)

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے بندے کا جتنا رزق لکھا ہے وہ اُس کو پورا پورا اعطاء کرتے ہیں، لہٰذا طلب میں اِجمال سے کام لیا کرو، چنانچہ حلال کو حاصل کرو اور حرام کو چھوڑ دو۔إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُوَفِّي عَبْدَهُ مَا كَتَبَ لَهُ مِنَ الرِّزْقِ فَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، خُذُوا مَا حَلَّ، وَدَعُوا مَا حُرِّمَ۔(مسند ابی یعلیٰ الموصلی:6583)

☆حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے میانہ روی اختیار کی وہ کبھی مفلس نہیں ہوا۔مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ۔(مسند احمد:4269)ایک اور روایت میں ہے: میانہ روی کے ساتھ چلنے والا کبھی مفلس نہیں ہوا۔مَا عَالَ مُقْتَصِدٌ قَطٌّ۔(طبرانی کبیر:12656)

☆ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: جس نے میانہ روی اختیار کی اللہ تعالیٰ نے اُس کو غنی کردیا۔مَنِ اقْتَصَدَ أَغْنَاهُ اللَّهُ۔(مسند البزار:3/160)

☆حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تین دفعہ یہ بات اِرشاد فرمائی: غلو کرنے والے (حد سے تجاوز کرنے والے) ہلاک ہوگئے۔«هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ»۔(مسلم:2670)

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام امور میں سب سے زیادہ محبوب چیز محنت میں میانہ روی، قدرت کی حالت میں معاف کرنااور سرپرستی میں نرمی برتنا ہے۔إِنَّ مِنْ أَحَبِّ الْأُمُورِ إِلَى اللَّهِ الْقَصْدَ فِي الْجِدَّةِ، وَالْعَفْوَ فِي الْمَقْدِرَةِ، وَالرِّفْقَ فِي الْوِلَايَةِ۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:35088)

☆کسی سنّت میں میانہ روی کے ساتھ چلنا بدعت کے کام میں خوب کوشش کرنے سے بہتر ہے۔الْقَصْدُ فِي السُّنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الِاجْتِهَادِ فِي الْبِدْعَةِ۔(دارمی:223)

☆حضرت ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک رات کو نکلے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نماز میں پست آواز سے قراءت کر رہے ہیں اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بلند آواز سے قراءت کر رہے ہیں، پھر جب یہ دونوں حضرات آپ کی مجلس میں اکٹھے ہوئے تو آپ نے پوچھا: اے ابو بکر! میں جب تمھارے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ تم پست آواز سے قراءت کر رہے تھے(اس کی کیا وجہ تھی)؟ ابو بکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ جواب دیا کہ میں اس کو سنا رہا تھا جس سے سرگوشی کر رہا تھا، پھر آپ نے فرمایا:اے عمر، جب میں تمہارے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ تم بلند آواز سے قراءت کر رہے ہو؟حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے جواب دیامیں سوتے کو جگاتا اور شیطان کو بھگاتا تھا۔چنانچہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:”يَا أَبَا بَكْرٍ ارْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا“ اے ابو بکر، تم اپنی آواز تھوڑی بلند کرو اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے فرمایا: ”اخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا“اے عمر، تم اپنی آواز تھوڑی پست کرو۔(ابوداؤد:1329)

بیٹھ کر نماز کس طرح پڑھیں؟

قیام پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، اور اِس میں اپنی آسانی کے مطابق کوئی بھی حالت اختیار کی جاسکتی ہے ۔، چنانچہ تربّع(چار زانو)، اِفتراش اور تورّک(سرین پر بیٹھنا)تینوں ہی حالتیں ثابت ہیں۔(مرعاۃ:4/248)

البتہ اِن میں سے افضل کون سی صورت ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- احناف اور شوافع رحمۃ اللہ علیہم: تشہد کی حالت میں بیٹھنا افضل ہے۔
- مالکیہ اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: تربّع یعنی چار زانو بیٹھنا افضل ہے۔(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ:1/453،452)

فائدہ :حضرات احناف سے اِس بارے میں مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں:

1. جس طرح بھی چاہے بیٹھ سکتا ہے: یہ اِمام محمّد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔
2. پوری نماز میں تربّع: یہ اِمام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔
3. پوری نماز میں اِفتراش: یہ اِمام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔
4. شروع میں تربّع اور رکوع کے وقت اِفتراش: یہ اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔(البنایۃ:2/637)

علّامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اِن اقوال کو ذکر کرکے اِمام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تطبیق دی ہے کہ اگر اِفتراش آسانی سے ممکن ہو تو وہی افضل ہے، ورنہ جو بھی صورت آسانی سے اختیار کی جاسکے وہ اختیار کی جاسکتی ہے۔(البنایۃ:2/637)(شامیہ:2/97)

لیٹ کر نماز کس طرح پڑھیں؟

اگر بیٹھ کر بھی نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو لیٹ کر نماز پڑھنی چاہیئے، اور لیٹ کر نماز پڑھتے ہوئے کون سی حالت اختیار کی جائے، اِس کی تفصیل یہ ہے: لیٹ کر نماز پڑھنے کی تین صورتیں ہیں:

(1)— علی الجنب الأیمن، یعنی دائیں پہلو پر لیٹنا۔

(2)— علی الجنب الایسر، یعنی بائیں کروٹ پر لیٹنا۔

(3)— علی القَفا، یعنی گدی پر لیٹنا، جس کو سیدھا لیٹنا یا چت لیٹنا کہا جاتا ہے۔

اِن میں سے کوئی بھی طریقہ ضرورت اور آسانی کے پیشِ نظر اختیار کیا جاسکتا ہے، تاہم اگر آسانی سے ممکن ہو تو کون سی ہیئت افضل ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: سیدھا لیٹ کر نماز پڑھنا افضل ہے۔ بایں طور کہ قبلے کی جانب پاؤں رکھے جائیں، اور گھٹنے اُٹھالیے جائیں تاکہ پاؤں قبلہ رُو نہ ہو، سر کو مشرق کی جانب رکھا جائے، سر کے نیچے تکیہ رکھ لیا جائے تاکہ سر قدرے اونچا ہو کر قبلہ رُو ہو جائے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: دائیں کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھنا افضل ہے۔ بایں طور کہ قبلہ کی طرف رُخ ہو، جیسا کہ سونے کی مسنون ہیئت اختیار کی جاتی ہے۔(الفقہ علی المذاھب:1/451،452)(شامیہ:2/99)

<u>ائمہ ثلاثہ کا استدلال اور اُس کا جواب:</u> ائمہ ثلاثہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اِستدلال کیا ہے، کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بواسیر کا مَرض لاحق تھا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں دریافت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر اِس کی

اِستطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو، اور اِس کی استطاعت بھی نہ ہو پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھو۔صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ۔(بخاری:1117)

لیکن حضرات احناف اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اس میں آپ ﷺ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حالت کے اعتبار سے جواب دیا تھا، کیونکہ اُن کو بواسیر کا مرض لاحق تھا، جس کی وجہ سے وہ سیدھا لیٹ کر نماز پڑھنے سے قاصر تھے۔(مرقاۃ:3/936)

لیٹ کر نفل نماز پڑھنے کا مسئلہ:

ایک حدیث ہے، جس میں نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل کیا گیا ہے: جو شخص(بغیر عُذر کے نفل) نماز بیٹھ کر پڑھے اُس کیلئے کھڑے ہو کر پڑھنے والے کے مقابلے میں آدھا اجر ہے اور جو لیٹ کر نماز پڑھے اُس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے مقابلے میں آدھا اجر ملتا ہے۔مَنْ صَلَّى قَاعِدًا، فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ القَائِمِ، وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا، فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ القَاعِدِ۔(بخاری:1115)

اِس حدیث کے ضمن میں دو مسئلے قابلِ وضاحت ہیں:

(1)لیٹ کر نفل نماز پڑھنا کیسا ہے؟ (2)حدیثِ مذکور پر وارِد ہونے والے اِشکال کا جواب۔

کیا نفل نماز بغیر عذر کے لیٹ کر پڑھ سکتے ہیں؟

لیٹ کر نفل پڑھنا عذر کے ساتھ ہو تو بالاتفاق جائز ہے اور بلا عذر میں اختلاف ہے:

- امام شافعی و حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما: جائز ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جائز نہیں۔(الفقہ الاسلامی:2/1069)(مرعاۃ:4/250)

لیٹ کر نماز پڑھنے کا قول بعض شوافع اور بعض حنابلہ کا قول ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:27/163)

خلاصہ یہ ہے کہ لیٹ کر نماز پڑھنا جمہور کے نزدیک بغیر عذر کے جائز نہیں، نہ فرائض درست ہیں، اور نہ ہی نوافل۔ہاں عذر ہو تو فرض و نفل دونوں پڑھنا درست ہے۔

حدیث پر وارد ہونے والے اشکالات:

لیٹ کر نماز پڑھنے سے متعلّق جو حدیث ذکر کی گئی ہے اُس پر کئی جہت سے اِشکال وارِد ہوتا ہے، اِس لئے کہ حدیث میں لیٹ کر نماز پڑھنے کی جو اِجازت دی گئی ہے اُس کو تعلّق کِس سے ہے ؟ یا تو مفترض سے ہو گا یا متنفّل سے، پھر دونوں صورتوں میں یا تو قادر شخص کے بارے میں یہ حدیث ہو گی یا عاجز کے بارے میں، اِس طرح چار صورتیں بن جاتی ہیں اور چاروں صورتیں اِشکال سے خالی نہیں:

1. اگر مفترض قادر مراد ہو۔ تو اشکال یہ ہے کہ ایسے شخص کے لئے تو بیٹھ کر نماز ہی جائز نہیں۔
2. اگر مفترض غیر قادر مراد ہو۔ تو اشکال یہ ہے کہ اس سے تو اجر میں کمی نہیں ہوتی۔
3. اگر متنفل غیر قادر مراد ہو۔ تو اشکال یہ ہے کہ اس سے اجر میں کمی نہیں ہوتی۔
4. اگر متنفل قادر مراد ہو۔ ایسے شخص کے لئے لیٹ کر نفل جائز نہیں۔کما ھو مذھب الجمہور۔

حدیث مذکور کی توجیہ اور جواب:

پہلا جواب: حدیث میں ”وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا، فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ القَاعِدِ“ کے جو الفاظ ذکر کیے گئے ہیں، یہ مُدرَج من الرّاوی ہے، یعنی کسی راوی نے اِس میں یہ جملہ داخل کر دیا ہے، لہٰذا جب یہ حدیث ہی نہیں تو کوئی اِشکال بھی باقی نہیں رہے گا۔

دوسرا جواب: حدیث کا تعلّق ”مفترضِ غیر قادر“ سے ہے، لیکن اس سے مراد وہ وہ مفترض غیر قادر ہے جس کیلئے بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنا متعذر و مشکل ہو، لیکن اگر وہ مشقت کے ساتھ بیٹھ کر پڑھنا چاہے تو بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے۔

لیکن اس صورت میں یہ اشکال ہو گا کہ اجر و ثواب میں تنصیف کیوں ہو رہی ہے؟ تو اُس کا جواب یہ ہے کہ اُس ثواب میں تنصیف ہو رہی ہے جو کھڑے ہو کر مشقّت برداشت کرتے ہوئے پڑھنے کی صورت میں اسے مل سکتا تھا، اگرچہ وہ تنصیف بھی دوسروں کے اعتبار سے مکمل ثواب ہی ہے۔ اس کو دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ تنصیف سے مراد تنصیف اضافی (نسبتی) ہے، یعنی وہ تنصیف خود اِس کے اپنے مکمل اجر کے اعتبار سے کہی گئی ہے، دوسروں کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ دوسروں کے اعتبار سے تو وہ مکمل ثواب ہے لیکن وہ خود اِس کے اپنے مشقت کے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھنے کے ثواب کے مقابلے میں آدھا ہے۔(فتح الباری:2/585)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ الْوَتْرِ

وتر کا حکم اور اُس کی اہمیت :

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز یعنی وتر کی نماز زیادہ (لازم) کی ہے، پس تم اُس کی خوب حفاظت کرو۔إِنَّ اللهَ زَادَكُمْ صَلَاةً فَحَافِظُوا عَلَيْهَا، وَهِيَ الْوِتْرُ۔(مسند احمد:6919)

اِس حدیث سے وتر کا لازم ہونا بھی معلوم ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ کی جانب سے اُس کی خوب حفاظت کی تاکید کا بھی پتہ چلتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہ نماز قضاء بھی ہو جائے تو بعد میں اُس کی قضاء کی جاتی ہے۔ حدیث کے راوی حضرت عَمرو بن شعیب کی رائے بھی یہی تھی کہ، چنانچہ اُن کا قول ذکر کیا گیا ہے کہ وتر کی نماز کو لوٹایا جائے گا اگرچہ ایک مہینے کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔(مسند احمد:11/517)

وتر کی فضیلت:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ واحد ہے، وتر کو پسند کرتا ہے ، لہٰذا اے اہلِ قرآن!(یعنی اے مسلمانو!) وتر پڑھا کرو۔إِنَّ اللَّهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الوِتْرَ، فَأَوْتِرُوا يَا أَهْلَ القُرْآنِ۔(ترمذی:453)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی ہے (فرائض پر ایک نماز کا اِضافہ کیا ہے) ایک ایسی نماز کے ذریعہ جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے، اور وہ نماز وتر ہے۔إِنَّ اللَّهَ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ: الوِتْرُ۔(ترمذی:452)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے: میں وتر چھوڑنا پسند نہیں کرتا اگرچہ میرے لئے (اس کے بدلے) سرخ اونٹ ہی کیوں نہ ہوں۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: «مَا أُحِبُّ أَنِّي تَرَكْتُ الْوَتْرَ، وَلَوْ أَنَّ لِي حُمُرَ النِّعَمِ»۔(مصنّف ابن ابی شیبہ:6862)

وتر نہ پڑھنے کی وعید:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :وتر حق (یعنی واجب) ہے، پس جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں (یعنی ہمارے تابعداروں میں سے)۔الْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، الْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْس مِنَّا، الْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا۔(ابوداؤد:1419)

نمازِ وتر کے حکم میں ائمہ کا اختلاف: :

وتر کے بارے میں اِس پر تو سب کا تفاق ہے کہ یہ ایک مؤکّد نماز ہے، جس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، لیکن اس کا حکم کیاہے، اِس میں اختلاف ہے:

- ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم: وتر سنّتِ مؤکّدہ ہے۔
- اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: سنّت۔واجب۔فرض، تینوں قول ہیں، راجح اور آخری قول وجوب کا ہے۔
- اِمام زفر رحمۃ اللہ علیہ: وتر فرض ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:25/279)(البنایۃ:2/473)

نمازِ وتر کا وقت:

<u>وقتِ جائز</u> : یعنی وہ وقت جس میں وتر کی نماز اداء ہوتی ہے، اس کی تفصیل میں یہ اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: اس کا وقت عشاء کا وقت ہے، لیکن ترتیب (پہلے عشاء اور پھر وتر) شرط ہے۔
- ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم: اس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے شروع ہو کر صبح صادق تک ہے۔

ثمرۂ اختلاف: کوئی شخص نسیاناً وتر کی نماز عشاء کی نماز سے پہلے پڑھ لے، مثلاً: وتر کے پڑھنے کے بعد یاد آئے کہ عشاء نہیں پڑھی، یا بغیر وضو کے پڑھی ہے، تو ایسی صورت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عشاء کے بعد اُس کو لوٹانا ضروری نہیں، کیونکہ وتر کی نماز اپنے وقت یعنی وقتِ عشاء میں اداء کی گئی ہے، جبکہ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک وتر کو لوٹانا ضروری ہے۔(الفقہ الاسلامی:1014/2)

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے رات کے مختلف حصوں میں وتر پڑھنا ثابت ہے، لہٰذا رات کے ابتدائی حصے میں یا درمیان میں یا کسی بھی وقت میں وتر پڑھنے میں سنّت کی نیت کی جاسکتی ہے، چنانچہ حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نمازِ وتر کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھی ہے، کبھی اوّل حصہ میں، کبھی درمیانے حصے میں اور کبھی آخری حصے میں۔مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ أَوَّلَهُ، وَأَوْسَطَهُ، وَآخِرَهُ۔(ترمذی:456)

<u>وقتِ مستحب</u> :یعنی وہ وقت جس میں وتر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اُس کی تفصیل یہ ہے:

وتر کا مستحب وقت یہ ہے کہ رات کے آخری حصے میں تہجد کے بعد پڑھی جائے، لیکن یہ اُس کے لئے ہے جس کا تہجد میں پابندی کے ساتھ اٹھنے کا معمول ہو۔ بصورت دیگر سونے سے قبل پڑھنا ضروری ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: جس کو اِس بات کا خوف ہو کہ وہ رات کے آخری پہر

میں نہ اُٹھ سکے گا اُسے چاہیئے کہ رات کے اوّل حصہ میں وتر پڑھ لے اور جس کو اِس بات کی طمع (لالچ) ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں اُٹھ سکے گا اُسے رات کے آخری حصے میں وتر پڑھنی چاہیئے، اِس لئے کہ رات کے آخری حصے میں نماز پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور یہ افضل ہے۔مَنْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ أَوَّلَهُ، وَمَنْ طَمِعَ أَنْ يَقُومَ آخِرَهُ فَلْيُوتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ، فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ، وَذَلِكَ أَفْضَلُ۔(مسلم:755)ومثلہ فی(ترمذی:455)

وتر کی رکعات کتنی ہیں:

وتر کی تین رکعتیں ہیں، اور اُن کے درمیان سلام کا فصل بھی نہیں ہے، اِس سلسلے میں بہت سی روایتیں ہیں، ایک صریح روایت ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعت نماز پڑھتے، پھر اُس کے بعد اُس سے زیادہ طویل دو رکعت پڑھتے، پھر تین رکعت ایک سلام کے ساتھ بغیر کسی فصل کے وتر پڑھتے، پھر دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے جس میں بیٹھ کر ہی آپ رکوع سجدہ کیا کرتے تھے۔عَنْ عَائِشَةَ:أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ دَخَلَ الْمَنْزِلَ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهُمَا رَكْعَتَيْنِ أَطْوَلَ مِنْهُمَا، ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَا يَفْصِلُ فِيهِنَّ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، يَرْكَعُ وَهُوَ جَالِسٌ، وَيَسْجُدُ وَهُوَ قَاعِدٌ جَالِسٌ۔(مسند احمد:25223)

وتر کی رکعات میں مستحب قراءت:

وتر کی تینوں رکعتوں میں کسی بھی سورت کی تلاوت کی جاسکتی ہے، تاہم احادیثِ طیّبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ

وتر کی تینوں رکعتوں میں بالترتیب "سورۃ الاَعلیٰ، سورۃ الکافرون اور سورۃ الاِخلاص" پڑھنا زیادہ بہتر ہے، نبی کریم ﷺ بھی بکثرت اِن سورتوں کی وتر میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔(شامیہ:2/6)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مَروی ہے کہ نبی کریم ﷺ وتر کی ایک ایک رکعت میں سورۃ الاَعلیٰ، سورۃ الکافرون اور سورۃ الاِخلاص پڑھا کرتے تھے۔ کَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْرَأُ فِي الوِتْرِ: بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَى، وَقُلْ يَا أَيُّهَا الكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فِي رَكْعَةٍ رَكْعَةٍ۔(ترمذی:462)

بعض روایات میں تیسری رکعت میں سورۃ الاِخلاص کے ساتھ معوّذتین کا پڑھنا بھی وارِد ہوا ہے، جیسا کہ اِمام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا روایت کے بعد ہی وہ روایت ذکر کی ہے، لیکن راجح اور مختار یہ ہے کہ تیسری رکعت میں صرف سورۃ الاِخلاص ہے۔(شامیہ:2/6)

وتر کی رکعات میں ائمہ کا اختلاف :

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: وتر کی تین رکعات ہیں، جو ہمیشہ دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائیں گی۔اس سے کم یا زیادہ جائز نہیں۔
- مالکیہ و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: وتر کی ایک رکعت ہے، اور اِس سے زیادہ بھی پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں، البتہ اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس سے پہلے دو رکعت پڑھ لینی چاہیئے جو عشاء کے بعد کی سنّت ہے۔
- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: کم از کم ایک اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعتیں ہیں۔اور ایک سے زائد پڑھنے والے کو ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا چاہیئے۔(الفقہ الاسلامی:2/1012،1011)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:27/293تا295)

وتر ایک سلام کے ساتھ ہے یا دو کے ساتھ:

مذکورہ بالا اختلاف سے وتر کے بارے میں احناف اور ائمہ ثلاثہ کے درمیان ایک اور اختلاف سامنے آتا ہے کہ وتر ایک سلام سے ہے یا دو کے ساتھ:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: ایک سلام کے ساتھ مکمل نماز اداء کی جائے گی، دو سلام سے جائز نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: دو سلام کے ساتھ جائز ہے۔(درسِ ترمذی:2/223)

ایک رکعت وتر پڑھنا:

ایک رکعت وتر پڑھنا درست ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: جائز نہیں، اِس لئے کہ وتر کی کم از کم تین رکعتیں ہیں اور وہ بھی ایک سلام سے۔
- شوافع وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: وتر کی ایک رکعت پڑھنا جائز ہے۔
- مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: ایک رکعت پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ اُس سے پہلے ایک شفع یعنی دو رکعت سنّت پڑھ لی جائے، پس گویا اُن کے نزدیک وتر کی تین رکعتیں دو سلاموں سے پڑھنا ضروری ہے۔(مرعاۃ:/258)

"ایتار" کے بارے میں روایت کردہ مختلف الفاظ اور اُن کے معانی:

ایتار کے دو معنی آتے ہیں: (1)وتر۔ (2)صلاۃ اللیل۔

روایات میں "اوتر" اور "ایتار" کے ساتھ مختلف اعداد منقول ہیں، مثلاً: "اوتر باحدیٰ عشر" وغیرہ۔ ایک سے لیکر سترہ تک کے طاق اعداد ثابت ہیں۔ ذیل میں اُن سب کا مطلب ذکر کیا جارہا ہے، تاکہ ایتار اور صلاۃ اللیل سے متعلق مختلف روایات اور اُن کے مختلف الفاظ کے معانی سمجھے جاسکیں۔

10. **أوتر بواحدۃ :** دو دو رکعتوں کے سلسلے کو ایک رکعت ملا کر جفت بنانا۔

11. **أوتر بثلاث :** تین رکعات وتر پڑھنا۔

12. **أوتر بخمس:** وتر کی تین اور بعد کی دو رکعتیں۔ (یا دو تہجد اور تین وتر۔ فتح القدیر: 1/447)

13. **أوتر بسبع:** تہجّد کی چار اور وتر کی تین رکعتیں۔

14. **أوتر بتسعٍ:** تہجّد کی چھ، اور وتر کی تین رکعتیں۔

15. **أوتر باحدیٰ عشرۃ رکعۃ :** تہجد کی آٹھ اور تین وتر۔

16. **أوتر بثلاث عشرۃ رکعۃ:** تہجد کی آٹھ، تین وتر اور دو سنت فجر۔

17. **أوتر بخمس عشرۃ رکعۃ :** رکعتین خفیفتین، تہجد کی آٹھ، تین وتر اور دو نفل بعد الوتر۔

18. **أوتر بسبع عشرۃ رکعۃ:** رات بھر کی مجموعی نماز، یعنی رکعتین خفیفتین یعنی تہجد کے شروع میں پڑھی جانے والی دو ہلکی رکعتیں، پھر تہجد کی آٹھ رکعات، پھر تین وتر، پھر وتر کے بعد دو نفل، پھر صبح صادق کے بعد دو رکعت فجر کی سنّت۔ اس طرح آپ ﷺ کی رات بھر کی نماز کی مجموعی تعداد 17 رکعات بن جاتی ہے۔ (درسِ ترمذی: 2/199، 213) (فتح الملہم: 5/6)

"تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى" کا مطلب:

ایک روایت میں ہے: رات کی نماز دو دو کر کے ہے، پس جب تم میں سے کسی کو رات کی نماز پڑھتے پڑھتے صبح کا خوف ہونے لگے تو ایک رکعت پڑھ لے، اِس طرح وہ رکعت پچھلی پڑھی ہوئی نمازوں کو طاق

بنادے گی۔صَلاَۃُ اللَّیْلِ مَثْنَی مَثْنَی، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُکُمُ الصُّبْحَ صَلَّی رَکْعَةً وَاحِدَةً تُوتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّی۔(بخاری:990)

اِس روایت میں" تُوتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّی "کا کیا مطلب ہے؟اِس کی تفصیل یہ ہے:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مَعْنَاهُ صَلَّی رَکْعَةً مَعَ ثِنْتَيْنِ قَبْلَهَا-یعنی (جب تم میں سے کسی کو رات کی نماز پڑھتے پڑھتے صبح کا خوف ہونے لگے تو)ایک رکعت پڑھے اس طرح کہ اُس سے پہلے دو ہوں ،یعنی مکمل تین رکعات وتر پڑھے، تاکہ یہ وتر کی تیسری رکعت گذشتہ پڑھی جانے والی تمام رکعتوں کو جو کہ جفت تھیں، طاق بنادے۔(مرقاۃ:3/940)(فتح الملہم:5/61)

یہ مطلب مراد لینا اس لئے ضروری ہے تاکہ احادیث مبارکہ میں تعارض نہ رہے، ورنہ حدیث مذکور دیگر روایات سے متعارض ہوتی ہے۔مثلاً:

1. مَا أَجْزَأَتْ رَکْعَةٌ قَطُّ۔(طبرانی کبیر:9422)
2. نَهَی عَنْ الْبُتَيْرَاءِ۔(المجموع شرح المہذب:4/22)
3. الْوِتْرُ ثَلَاثٌ کَوِتْرِ النَّهَارِ الْمَغْرِبِ۔(السنن الکبری للبیہقی:4812)

"اَلْوِتْرُ رَکْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّیْلِ" کا مطلب:

ایک روایت میں ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: وتر رات کے آخر میں پڑھی جانے والی ایک رکعت ہے۔الْوِتْرُ رَکْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّیْلِ۔(مسلم:752)

اِس روایت کا مطلب بھی یہی ہے۔ أَيْ: مُنْضَمَّةٌ بِشَفْعٍ قَبْلَهَا. یعنی وتر وہ ایک رکعت ہے جو شفعہ سے ملی ہوئی ہو۔ یہ مطلب لینا ضروری ہے تاکہ احادیث کے درمیان تطبیق ہو جائے اور تعارض باقی نہ رہے۔

حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وتر در اصل ایک رکعت ہے، لیکن وہ مفردۃً اداء نہیں کی جاسکتی، بلکہ دو رکعت ماقبل کے ساتھ ملا کر ہی اداء کی جائے گی، اِس کے بغیر وہ اداء نہیں ہوگی۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے: "الحَجّ عَرَفة" یعنی حج تو عرفہ کا نام ہے، لیکن ظاہر ہے کہ صرف حج وقوفِ عرفہ سے نہیں ہوتا ، بلکہ اُس کے ساتھ طوافِ زیارت اور دوسری چیزیں بھی تو ضروری ہوتی ہیں۔(فتح الملہم:5/71)

"یُوتِرُ مِنْ ذٰلِكَ بِخَمْسٍ، لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ إِلَّا فِي آخِرِهَا" کا مطلب:

ایک روایت میں ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اُن میں سے پانچ رکعتوں میں وتر پڑھتے ، اور اُن میں سوائے آخری رکعت کے کسی میں بھی (تشہد کیلئے) نہیں بیٹھتے تھے۔ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُوتِرُ مِنْ ذَلِكَ بِخَمْسٍ، لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ إِلَّا فِي آخِرِهَا۔(مسلم:737)

اِس حدیث میں دو لفظ قابلِ وضاحت ہیں:

(1)"یوتر من ذلك بخمس" کا مطلب۔ (2)"لا یجلس فی شیء الا فی آخرھا" کا مطلب۔

"یوتر من ذلك بخمس" کا مطلب :

1. پہلے وتر کی پانچ رکعتیں مشروع تھیں، یہ اُس وقت کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔(مرقاۃ:3/941)

2. اس سے مراد وتر کی تین رکعتیں، اور وتر کے بعد کی دو نفل ہیں، جن کو وتر کے تابع ہونے کی وجہ سے "ایتار بخمس" کہہ دیا گیا ہے۔(نفحات التنقیح:2/645)

"لا یجلس فی شیء الا فی آخرها" کا مطلب:

1. "لا یجلس" سے جلوسِ طویل مراد ہے۔ یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وتر کے بعد نفل سے پہلے استراحت کے لئے یا دعاء اور ذکر کے لئے نہیں بیٹھتے تھے، بلکہ فوراً نفل پڑھتے تھے اور پھر اُس کے بعد دعاء و ذکر اور استراحت فرماتے تھے۔ تقدیری عبارت یہ ہو گی: لا یجلس جلوساً طویلاً للاستراحة اوللذ کر و الدّعاء۔

2. اُن پانچ رکعتوں کو کھڑے ہو کر پڑھتے تھے، اور صرف آخر (یعنی وتر کے بعد کی دو رکعتوں) میں بیٹھتے تھے۔ تقدیری عبارت یہ ہو گی: لا یصلی قاعداً الا الرکعتین بعد الوتر۔(نفحات التنقیح:2/645)

" يُصَلِّي تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ " کا مطلب:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیلئے مسواک اور وضو کا انتظام کیا کرتے تھے، پس جب آپ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے رات کے کسی حصہ میں اُٹھتے تو مسواک کر کے وضو فرماتے اور نو رکعات پڑھتے، اُن (آٹھ رکعتوں) میں سے صرف آٹھویں رکعت میں آپ بیٹھتے۔ كُنَّا نُعِدُّ لَهُ سِوَاكَهُ وَطَهُورَهُ فَيَبْعَثُهُ اللَّهُ مَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ۔(مسلم:1257)

علّامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ توجیہ ذکر کی ہے: ”فالمراد أن القعدة من غير تسليم لا تقع إلّا في الثّامنة“یعنی بغیر سلام کے ہونے والا قعدہ صرف آٹھواں ہوتا تھا، ورنہ اِس سے پہلے تمام قعدوں میں سلام پھیر لیتے تھے، اور آٹھویں قعدہ میں اِس لئے سلام نہیں پھیرتے تھے کیونکہ وہ دراصل وتر کی دوسری رکعت ہوتی تھی اِس لئے اُس میں تشہد کے بعد کھڑے ہوجاتے تھے۔

حاصل اِس کا یہ ہے کہ ”لا يجلس فيها الا الثامنة“میں مطلقاً جلوس کی نفی نہیں ہے، بلکہ ایسے جلوس کی نفی ہے جس کے بعد سلام نہ ہو، یعنی آٹھ رکعتوں میں سے ایسا کوئی جلوس (بیٹھنا) نہیں ہوتا تھا جس کے بعد سلام نہ ہو، بلکہ ہر جلوس کے بعد سلام ہوتا تھا، جس کا حاصل یہی نکلے گا کہ آپ ﷺ آٹھویں رکعات سے پہلے ہر جلوس پر سلام پھیر لیا کرتے تھے، البتہ آٹھویں رکعت پر آپ کا بیٹھنا سلام کی غرض سے نہیں ہوتا تھا، بلکہ آپ سلام پھیرے بغیر نویں رکعت کے لئے کھڑے ہوجاتے، جو دراصل وتر کی تیسری رکعت ہوتی، پھر وتر ختم کرکے آپ ﷺ دو رکعت نفل اداء فرماتے۔(درسِ ترمذی:2/221)(فتح الملہم:5/45)

کیا آپ ﷺ سے تمام رات جاگنا ثابت ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے: میں اللہ کے نبی ﷺ کے بارے میں نہیں جانتی کہ آپ ﷺ نے ایک ہی رات میں کبھی پورا قرآن پڑھا ہو، اور نہ ہی آپ ﷺ نے صبح تک رات بھر نماز پڑھی ہے، اور نہ آپ نے رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں مکمل روزے رکھے ہیں۔وَلَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ، وَلَا صَلَّى لَيْلَةً إِلَى الصُّبْحِ، وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ۔(مسلم:746)اس روایت سے تمام رات جاگنے کی نفی ہوتی ہے، حالآنکہ روایات سے آپ

ﷺ کا تمام رات جاگنا ثابت ہے۔ جیسا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر مستقل باب قائم کر کے کچھ روایات جمع کی ہیں۔ لہذا رفع تعارض کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ اپنے علم کے مطابق ارشاد فرمایا ہے۔(مرعاۃ المفاتیح:4/266)

روایات ملاحظہ ہوں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ، عَنْ أَبِيهِ ،وَكَانَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،أَنَّهُ رَاقَبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَةَ كُلَّهَا حَتَّى كَانَ مَعَ الْفَجْرِ، فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صَلَاتِهِ جَاءَهُ خَبَّابٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، بَأبِي أَنْتَ وَأُمِّي، لَقَدْ صَلَّيْتَ اللَّيْلَةَ صَلَاةً مَا رَأَيْتُكَ صَلَّيْتَ نَحْوَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«أَجَلْ، إِنَّهَا صَلَاةُ رَغَبٍ وَرَهَبٍ سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِيهَا ثَلَاثَ خِصَالٍ، فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً، سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يُهْلِكَنَا بِمَا أَهْلَكَ بِهِ الْأُمَمَ قَبْلَنَا، فَأَعْطَانِيهَا، وَسَأَلْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يُظْهِرَ عَلَيْنَا عَدُوًّا مِنْ غَيْرِنَا، فَأَعْطَانِيهَا، وَسَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا يَلْبِسَنَا شِيَعًا، فَمَنَعَنِيهَا۔(نسائی:1638)

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا:كَانَ إِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ أَحْيَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَشَدَّ الْمِئْزَرَ۔(نسائی:1639)

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ، طوَى فِرَاشَهُ، وَاعْتَزَلَ النِّسَاءَ، وَجَعَلَ عَشَاءَهُ سُحُورً۔(طبرانی اوسط:5653)

عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، أَنَّ عَلِيًّا، قَالَ:إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا أَصْبَحَ بِبَدْرٍ مِنَ الْغَدِ أَحْيَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ كُلَّهَا وَهُوَ مُسَافِرٌ۔(صحیح ابن حبان:4759)

وتر کے بعد کی دو رکعتوں کا ثبوت :

وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھنا نبی کریم ﷺ سے متعدّد روایات میں ثابت ہے۔(ترمذی:2/333)اِس لئے اِس کا اِنکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں، چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مَروی ہے کہ نبی کریم ﷺ وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الوِتْرِ رَكْعَتَيْنِ۔(ترمذی:471)

ایک روایت میں اِن دو رکعتوں میں آپ ﷺ کس سورت کی تلاوت کیا کرتے تھے اُس کو بھی بیان کیا گیاہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مَروی ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ وتر کے بعد کی دو رکعتوں کو بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے، اُن میں سے پہلی رکعت میں **سورۃ الزلزال** اور دوسری میں **سورۃ الکافرون** پڑھا کرتے تھے۔عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوِتْرِ، وَهُوَ جَالِسٌ۔(مسند احمد:26553)

وتر کے بعد کی دو رکعتوں کا حکم:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ: اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا۔(مسلم:751)

اس حدیث کی رُو سے اس بارے میں تردد ہو گیا کہ وتر کے بعد دو رکعتیں مشروع ہیں یا نہیں، کیونکہ وتر کے بعد کی دو رکعتوں کے پڑھنے کی وجہ سے رات کی آخری نماز وتر نہیں رہتی۔ پس اِسی وجہ سے ائمہ کا بھی اِس بارے میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ اور اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہما: اِن دونوں حضرات سے اِس بارے میں کچھ منقول نہیں۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: اِن دو رکعتوں کی کوئی حیثیت نہیں۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: زیادہ سے زیادہ جائز ہے، چنانچہ اُن کا اِس بارے میں یہ قول نقل کیا گیا ہے:
  میں اس سے منع نہیں کرتا اور نہ خود اس پر عمل کرتا ہوں۔

صحیح بات یہ ہے کہ اِن دونوں رکعتوں کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اور کیسے انکار کرسکتے ہیں جبکہ متعدد روایات اس کی مشروعیت پر موجود ہیں۔ خود آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا متعدد روایات سے ثابت ہے، لہٰذا اُس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ (مرقاۃ: 3/942) (درسِ ترمذی: 2/24) (درسِ مشکوۃ: 321)

نقضِ وتر کا مسئلہ:

نقض توڑنے کو کہا جاتا ہے، اور نقضِ وتر کا مطلب اور اِس کے حکم کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

مطلب: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دفعہ جب سونے سے قبل وتر پڑھی جاچکی ہو، پھر رات کو تہجد کے لئے اٹھیں تو وتر کی نماز کو آخرِ صلوۃ بنانے کے لئے ایک رکعت نفل کی نیت سے پڑھی جائے تاکہ وہ ایک رکعت وتر کی نماز کے ساتھ مل کر شفع بن جائے، جس سے وہ وتر منقوض ہو جائے، پھر تہجد کی نماز پڑھ کر آخر میں از سرِ نَو وتر کی نماز اداء کی جائے۔

حکم: نقضِ وتر یعنی وتر کو توڑنے کا حکم کیا ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ: نقضِ وتر کیا جائے گا، تاکہ رات کی آخری نماز وتر ہو سکے۔

- جمہور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم: درست نہیں، اس لئے کہ اس صورت میں ایک رات میں دو مرتبہ وتر پڑھنا لازم آئے گا جو حدیث: لا وتران فی لیلۃ کی رُو سے درست نہیں۔(درسِ ترمذی:2/239)

وتر کی قضاء ہے یا نہیں:

- امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما: قضاء ہے، اِس لئے کہ روایت میں اِس کی قضاء کا حکم وارِد ہوا ہے، چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے: جو وتر پڑھے بغیر سو جائے (اور اُس کی وتر قضاء ہو جائے) اُس کو چاہیئے کہ صبح ہونے کے بعد پڑھ لے: مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ فَلْيُصَلِّ إِذَا أَصْبَحَ۔(ترمذی:466)
- امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما: قضاء نہیں ہے۔(مرقاۃ 3/943، 948)

وتر کے بعد کی مسنون دعاء:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے، پہلی رکعت میں سورۃ الأعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ الاِخلاص پڑھتے تھے، اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے، جب آپ وتر سے فارغ ہو جاتے تو تین مرتبہ یہ پڑھا کرتے تھے: «سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ» تیسری مرتبہ میں اپنی آواز کو قدرے طویل فرماتے۔(نسائی:1699)

ایک روایت میں تیسری مرتبہ قدرے آواز کو بلند کرنا مذکور ہے۔وَكَانَ يَقُولُ إِذَا سَلَّمَ: «سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ» ثَلَاثًا، وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالثَّالِثَةِ۔(نسائی:1732)

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی وتر کے آخر میں یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ»۔(نسائی:1747)

✱«»«»«»«»✱«»«»«»«»✱

بَابُ الْقُنُوتِ

قنوت کا معنی:

"قنوت" کے کئی معانی آتے ہیں، علّامہ ابن العربی نے اس کے دس معانی ذکر کیے ہیں۔(مرعاۃ:4/299)

چند مشہور معانی یہ ہیں:

1. طاعت: ﴿كُلٌّ لَهُ قَانِتُونَ﴾۔(البقرۃ:116)
2. صلوۃ: ﴿يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ﴾۔(آلِ عمران:43)
3. طولِ قیام: أَفْضَلُ الصَّلَاةِ طُولُ الْقُنُوتِ۔(مسلم:756)
4. سکوت: ﴿قُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾۔(البقرۃ:238) أی: سَاكِتِينَ۔(جلالین)
5. دعاء: جیسے: قنوت الوتر یعنی وتر کی دعاء۔ یہاں اِس باب میں "قنوت" کا یہی آخری معنی یعنی دعاء مراد ہے۔(مرقاۃ:3/958)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:34/56)

قنوت کی اقسام:

قنوت کی تین قسمیں ہیں:

(1) قنوت الوتر۔ (2) قنوت الفجر۔ (3) قنوتِ نازلہ۔

قنوت الوتر:

قنوت الوتر سے مراد وتر میں پڑھی جانے والی دعاء ہے، جو وتر کی تیسری رکعت میں رکوع میں جانے سے پہلے رفعِ یدین مع الاعتماد یعنی ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھا کر باندھ لینے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔(شامیہ:2/6)

قنوتِ وتر سے متعلّق چند مباحث درج ذیل ہیں:

قنوتِ وتر کا حکم:

قنوتِ وتر کے حکم یعنی واجب، مسنون اور مستحب ہونے میں اختلاف ہے:

☆— احناف رحمۃ اللہ علیہم: واجب ہے۔ ☆— مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: مستحب ہے۔

☆— حنابلہ و شوافع رحمۃ اللہ علیہم: سنّت ہے۔(شامیہ:2/6)(المجموع شرح المہذب:4/15)

فائدہ: حضرات صاحبین کا ایک قول سنّت ہونے کا ہے، لیکن راجح یہ ہے کہ اُن کے نزدیک بھی قنوتِ وتر واجب ہی ہے، چنانچہ علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے احناف کا قول وجوب ہی ذکر کیا ہے۔(شامیہ:2/6)

قنوتِ وتر سال بھر ہے یا صرف رمضان میں:

وتر میں دعائے قنوت سال بھر پڑھا جائے گا یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ و احمد رحمۃ اللہ علیہما: سال بھر قنوت پڑھا جائے گا۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: صرف رمضان المبارک کے پورے مہینے پڑھا جائے گا۔

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: صرف رمضان المبارک کے نصفِ آخر یعنی آخری آدھے رمضان میں پڑھا جائے گا۔(معارف السنن:4/241)(نفحات التنقیح:2/650)

فائدہ: مذکورہ بالا مسالک روایاتِ مشہورہ کے مطابق ذکر کیے گئے ہیں، ورنہ اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول احناف کے مطابق جمیعِ سنۃ کا، اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول شوافع کے مطابق رمضان کے نصفِ آخر کا، اور اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک قول بالکل نہ پڑھنے کا بھی منقول ہے، بلکہ بعض نے اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول قنوتِ وتر بالکل نہ پڑھنا ذکر کیا ہے۔(مرعاۃ المفاتیح:4/283)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:34/64)

قنوتِ وتر قبل الرکوع ہے یا بعد الرکوع؟

- امام ابو حنیفہ و مالک رحمۃ اللہ علیہما: قنوت قبل الرکوع پڑھا جائے گا۔
- امام شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہما: بعد الرکوع پڑھا جائے گا۔(معارف السنن:4/242،243)

قنوت الفجر:

مصائب کے موقع پر فجر میں قنوت پڑھنے کے سب ہی قائل ہیں، اُس کو قنوتِ نازلہ کہا جاتا ہے، لیکن اِس میں اختلاف ہے کہ دائماً سال بھر فجر کی نماز میں قنوت پڑھا جائے گا یا نہیں:

- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: فجر کی نماز میں سال بھر قنوت پڑھنا مستحب ہے۔
- اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: فجر کی نماز میں سال بھر قنوت پڑھنا سنّت ہے۔
- احناف و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: فجر کی نماز میں سال بھر قنوت پڑھنا مشروع نہیں، نہ مسنون ہے اور نہ مستحب۔(معارف السّنن:4/17)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:34/58)(نفحات:2/651)

پھر شوافع ومالکیہ میں اختلاف ہے کہ فجر کی نماز میں پڑھا جانے والا قنوت جو دائماً سال بھر پڑھا جاتا ہے، وہ رکوع سے پہلے پڑھا جائے گا یا بعد میں:

- اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: رکوع کے بعد پڑھا جائے گا۔
- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: رکوع سے پہلے پڑھا جائے گا۔(شرح التلقین:1/558،559)

قنوتِ نازلہ:

مسلمانوں کے اجتماعی طور پر کسی مصیبت وتکلیف کے شکار ہو جانے کے موقع پر، مثلاً: طاعون کی وباء پھیل جائے، یا کفار حملہ کر دیں، یا خود مسلمانوں میں ہی قتل و غارت عام ہو جائے، یا کفار مسلمانوں پر کسی جگہ بہت زیادہ ظلم ڈھانے لگیں تو اُس وقت فجر کی نماز میں رکوع کے بعد کچھ ماثور دعائیں کی جاتی ہیں، جن میں مسلمانوں کی فتح ونصرت، کامیابی وکامرانی، اُن کے مابین اتحاد واتفاق اور اُلفتِ باہمی کیلئے دعاء بھی ہوتی ہے اور کفار ومشرکین کی تباہی وبربادی کیلئے بد دعاء اور اُن پر لعنت کی جاتی ہے۔اور یہ عمل خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔اِس کو "قنوتِ نازلہ" کہا جاتا ہے۔

لیکن واضح رہے کہ یہ "قنوتِ نازلہ" بغیر کسی سبب کے سال بھر فجر کی نماز میں نہیں پڑھا جاتا بلکہ کسی وجہ اور سبب کے تحت پڑھا جاتا ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مخصوص وجہ اور سبب کے تحت پڑھنا وارد ہوا ہے۔

کیا قنوتِ نازلہ بغیر کسی سبب کے پڑھا جائے گا؟

- امام مالک وشافعی رحمۃ اللہ علیہما: بغیر سبب کے بھی فجر کی نماز میں سال بھر پڑھا جائے گا۔

- امام ابو حنیفہ و احمد رحمۃ اللہ علیہما: بغیر سبب کے قنوتِ نازلہ کسی بھی نماز میں نہیں پڑھا جائے گا۔ اور جن روایات میں آپ ﷺ سے فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا وارد ہوا ہے وہ تمام روایات قنوتِ نازلہ پر محمول ہیں۔(مرعاۃ المفاتیح:4/300)(المغنی لابن قدامۃ:2/114)

قنوتِ نازلہ کن نمازوں میں پڑھی جائے گی:

قنوتِ نازلہ پانچوں نمازوں میں سے کس نماز میں پڑھی جائے گی، اِس میں اختلاف ہے:

- مالکیہ و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: فجر کے علاوہ کسی نماز میں قنوتِ نازلہ نہیں پڑھا جائے گا۔
- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: پانچوں نمازوں میں پڑھا جائے گا۔(المجموع شرح المہذب:3/493)
- احناف رحمۃ اللہ علیہم: دو قول ہیں: (1) فجر کی نماز میں۔(2) جہری نمازوں یعنی مغرب، عشاء اور فجر میں سے کسی بھی نماز میں پڑھا جاسکتا ہے۔(شامیہ:2/11)(مرعاۃ:4/301)(المغنی لابن قدامۃ:2/115)(الشرح الکبیر للدردیر:1/248)

قنوتِ نازلہ میں ہاتھ کیسے رکھے جائیں:

قنوتِ نازلہ کے دوران دعا میں ہاتھوں کو کیسے رکھا جائے، اِس کی تین صورتیں ہیں:

1. اعتماد الیدین: ہاتھوں کو باندھنا۔ جائز ہے۔
2. اِرسال الیدین: ہاتھوں کو لٹکا کر رکھنا۔ بہتر ہے۔
3. رفع الیدین: دعاء کی طرح ہاتھوں کو اُٹھانا۔ مناسب نہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ؒ نے اپنی کتاب "بوادر النوادر" میں لکھا ہے:

”مسئلہ مجتہد فیہ ہے، دلائل سے دونوں طرف (یعنی: پہلی دونوں صورتوں کی) گنجائش ہے اور ممکن ہے کہ ترجیح قواعد سے وضع (ہاتھ باندھنے) کو ہو۔ کما ھو مقتضٰی مذہب الشیخین، لیکن عارضِ التباس و تشویشِ عوام کی وجہ سے اِرسال کو ترجیح دی جاسکتی ہے، کماھو مذھب محمد“۔(بوادر النوادر:6/123،122)

قنوتِ نازلہ کی دعاء کتنے دن تک پڑھی جائے:

قنوتِ نازلہ کتنے دنوں تک جاری رکھنا چاہیئے، اس بارے میں ایسی کوئی مقدار متعین نہیں ہے کہ اتنے دن تک پڑھنا چاہیئے اور اس کے بعد پڑھنا جائز نہیں۔ بلکہ ضرورت کے موافق اس دعا کو جاری رکھا جائے، تاہم اتباعِ سنت کی غرض سے ایک مہینہ تک اس کو جاری رکھنا زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ روایات میں آپ ﷺ کے عمل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔(اِعلاء السنن:6/118)

قنوتِ نازلہ پڑھنے کا طریقہ :

قنوتِ نازلہ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ نمازِ فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد ”سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ“ کہہ کر امام کھڑا ہو جائے، اور قیام کی حالت میں قنوتِ نازلہ کی دعائیں پڑھے اور مقتدی اس کی دعا پر آہستہ آواز سے آمین کہتے رہیں، پھر دعا سے فارغ ہو کر ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے سجدے میں چلے جائیں اور بقیہ نماز امام کی اقتداء میں اپنے معمول کے مطابق ادا کریں۔(شامیہ:2/11)

قنوتِ نازلہ کے چند مسائل:

1. قنوتِ نازلہ کا تعلّق جماعت سے ہے، منفرد قنوتِ نازلہ نہیں پڑھے گا۔(شامیہ:2/11)

2. قنوتِ نازلہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق صرف فجر کی نماز میں پڑھی جاسکتی ہے، اگرچہ احناف کا ایک قول جہری نمازوں میں بھی پڑھنے کا ہے۔(شامیہ:11/2)

3. قولِ راجح کے مطابق قنوتِ نازلہ آخری رکعت میں رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد سجدہ میں جانے سے پہلے پڑھنا چاہیئے، اگرچہ رکوع سے پہلے بھی جائز ہے جیسا کہ علّامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بھی روایات کی روشنی میں جائز قرار دیا ہے، لیکن بہر حال افضل یہی ہے کہ رکوع کے بعد پڑھا جائے۔ہاں! دعائے قنوت وتر میں رکوع سے پہلے پڑھنے کا حکم ہے۔(شامیہ:11/2)(مرعاۃ المفاتیح:302/4)

4. اگر دعائے قنوت مقتدیوں کو یاد ہو تو اُنہیں بھی اِمام کے ساتھ پڑھنا چاہیئے، ایسی صورت میں امام بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی آہستہ آواز میں پڑھیں اور اگر مقتدیوں کو یاد نہ ہو جیسا کہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے، تو امام کو چاہیئے کہ بلند آواز سے دعا کے کلمات کہے اور سب مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے رہیں۔(شامیہ:11/2)

5. قنوتِ نازلہ کی دعاء پڑھنے کی حالت میں جو مسبوقین امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوں، وہ تکبیرِ تحریمہ کہنے کے بعد قیام کی حالت میں امام کی دعا پر آہستہ آواز سے آمین کہتے رہیں، ان کی یہ رکعت شمار نہیں ہوگی، (کیوں کہ ان کی شرکت امام کے رکوع سے اُٹھ جانے کے بعد ہوئی ہے) بلکہ وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی دونوں رکعتوں کو حسبِ قاعدہ پورا کریں گے۔

قنوتِ نازلہ کی دعاء:

اَللّٰھُمَّ اھدِنَا فِیمَن ھَدَیتَ وَعَافِنَا فِیمَن عَافَیتَ وَتَوَلَّنَا فِیمَن تَوَلَّیتَ وَبَارِك لَنَا فِیمَا اَعطَیتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَیتَ اِنَّكَ تَقضِی وَلَا یُقضٰی عَلَیكَ ط وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَن وَّالَیتَ وَلَا یَعِزُّ مَن عَادَیتَ تَبَارَکتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیتَ نَستَغفِرُكَ وَنَتُوبُ اِلَیكَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الکَرِیم۔

اَللّٰھُمَّ اغفِر لَنَا وَلِلمُومِنِینَ وَ المُومِنَاتِ وَ المُسلِمِینَ وَالمُسلِمَاتِ وَاَلِّف بَینَ قُلُوبِهِم وَاَصلِح ذَاتَ بَینَهُم وَانصُرنَا وَ انصُر هُم عَلٰی عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِم اَللّٰھُمَّ العَنِ الکَفَرَةَ الَّذِینَ یَصُدُّونَ عَن سَبِیلِكَ وَیُکَذِّبُونَ رُسُلَكَ وَیُقَاتِلُونَ اَولِیَاءَكَ اَللّٰھُمَّ خَالِف بَینَ کَلِمَتِهِم وَزُلزِل اَقدَامَهُم وَ اَنزِل بِهِم بَاسَكَ الَّذِی لَا تَرُدُّهٗ عَنِ القَومِ المُجرِمِینَ ط اِلٰهُ الحَقِّ اٰمِین۔ (زبدۃ الفقہ)

❋«»«»«»❋«»«»«»❋

بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ

قیامِ رمضان کا مطلب:

قیامِ رمضان ایک اِصطلاحی لفظ ہے، جس سے مراد جمہور محدّثین کے نزدیک "صلاۃ التراویح" ہوتی ہے، اِس باب میں اصلاً صلاۃ التراویح کو بیان کیا گیا ہے اور ساتھ میں ضمنی طور پر "لیلۃ النّصفِ من شعبان" یعنی شعبان کی پندرہویں شب کی عبادت کی عبادت کو بھی بیان کیا گیا ہے۔(مرعاۃ المفاتیح:4/311)

تراویح کا مطلب:

تراویح جمع ہے "ترویحۃ" کی، ترویحۃ "استراحت" یعنی راحت حاصل کرنے کو کہا جاتا ہے، کیونکہ اس نماز میں ہر چار رکعت کے بعد کچھ راحت حاصل کرنے کیلئے وقفہ کیا جاتا ہے اِس لئے اس کی ہر چار رکعات کو ترویحۃ کہتے ہیں، اور پانچ ترویحات کو جو دس سلاموں کے ساتھ اداء کیے جاتے ہیں یعنی بیس رکعات، ان کے مجموعہ کو تراویح کہا جاتا ہے۔(البحر الرائق:2/71)(شامیہ 2/43)

تراویح کا حکم:

- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: تراویح کی نماز کا حکم مندوبِ اٴکید اور مُرَغّب کا ہے یعنی ایسا مندوب جس کی زیادہ تاکید اور ترغیب دی گئی ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: سنّتِ مؤکّدہ علی العین ہے، یعنی ہر شخص پر پڑھنا ضروری ہے۔

- رَوافض: دو قول ہیں: (1) مَردوں کیلئے سنّت ہے، عورتوں کیلئے نہیں۔ (2) تراویح مَرد و عورت کسی کیلئے مسنون نہیں۔ (شامیہ: 2/44) (الفقہ علی المذاہب: 1/309) (بدایۃ المجتہد: 1/219)

جمہور فقہاء و محدّثین کے نزدیک تراویح "سنّتِ مؤکّدہ علی العین" ہے، یعنی ہر شخص کیلئے مسنون ہے، اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کو مندوبِ اکید و مرغّب قرار دیتے ہیں۔ (الفقہ علی المذاہب: 1/309) (بدایۃ المجتہد: 1/219)

مندوبِ اَکیَد کا مطلب یہ ہے کہ ایسا مندوب جس کی شریعت کے اندر بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، اور مرغّب اُسے کہتے ہیں جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب و تلقین فرمائی ہے، حاصل اس کا بھی وہی نکلتا ہے، یعنی ایسا حکم جس کی شرعاً ترغیب و تاکید اور تلقین کی گئی ہو۔

تراویح جس طرح مَردوں کیلئے سنّتِ مؤکّدہ ہے اِسی طرح عورتوں کیلئے بھی مسنون ہے، لہٰذا روافض کا یہ کہنا کہ یہ صرف مَردوں کیلئے مسنون ہے، عورتوں کیلئے نہیں یا مَرد و عورت کسی کیلئے بالکل سنت نہیں، یہ قول درست اور کسی بھی طرح قابلِ التفات نہیں۔ (منحۃ الخالق: 2/71) (شامیہ: 2/44)

تراویح میں جماعت کا حکم:

جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے پر تمام ائمہ متفق ہیں، البتہ اِس کا حکم کیا ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: سنت علی الکفایہ ہے۔
- امام شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہما: سنت علی العین ہے۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: مندوب ہے۔ (الفقہ علی المذاھب الاربعہ: 1/309)

تراویح گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں:

تراویح گھر یا مسجد میں بالاتفاق پڑھی جاسکتی ہے، البتہ جماعت سے پڑھنا چاہیئے، جیسا کہ ما قبل گزرا، لیکن گھر یا مسجد میں سے افضل کیا ہے، اس میں اختلاف ہے:

- مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: تراویح کی نماز گھر میں پڑھنا مندوب ہے، بشرطیکہ:

(1)۔۔۔گھروں میں تراویح پڑھنے مسجدوں میں جماعت معطّل نہ ہو۔

(2)۔۔۔گھر میں زیادہ نشاط اور چستی کے ساتھ تراویح پڑھی جائے اور سستی کی وجہ سے ترک نہ ہو۔

(3)۔۔۔تراویح پڑھنے والا حرمین شریفین میں آفاقی نہ ہو۔ پس ان میں سے کوئی شرط بھی اگر نہ پوئی جائے تو مسجد میں تراویح پڑھنا افضل ہو گا۔

- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا مسنون ہے، اور احناف اس کو سنت علی الکفایہ قرار دیتے ہیں یعنی محلہ کے کچھ لوگ جماعت سے مسجد میں پڑھ لیں تو سب کی جانب سے یہ سنّت پوری ہو جائے گی، ورنہ سب گناہ گار ہوں گے۔(شامیہ:2/45)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:27/147،146)

تراویح کا وقت:

- وقتِ جائز: عشاء کے بعد سے طلوعِ فجر تک، خواہ وتر سے پہلے یا بعد میں، لیکن پہلے افضل ہے۔
- وقتِ مستحب: تہائی رات تک یا آدھی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔
- وقتِ مکروہ: اِس میں اختلاف ہے کہ تراویح کا وقتِ مکروہ ہے یا نہیں:

1. **پہلا قول** : آدھی رات کے بعد تک یعنی آخرِ لیل تک مؤخر کر کے پڑھنا مکروہ ہے ہے، اِس لئے کہ عشاء کی نماز بھی رات کے نصفِ آخر میں پڑھنا مکروہ ہے، پس اُس کے تابع یعنی تراویح کو بھی نصفِ آخر میں پڑھنا مکروہ ہو گا۔

2. **دوسرا قول**: آدھی رات کے بعد بھی صبح سے پہلے پہلے جبکہ ترک کا خوف نہ ہو، تراویح کو مؤخر کر کے پڑھنا مکروہ نہیں، اِس لئے کہ تراویح اگرچہ عشاء کی نماز کے تابع ہے لیکن یہ قیام اللیل ہے، اِسی لئے تو اِس کو "قیام شہر رمضان" کہا جاتا ہے اور قیام اللیل کا رات کے آخر میں پڑھنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہوتا ہے، لہٰذا اسے مکروہ کیسے کہا جاسکتا ہے۔ اور یہی قول راجح ہے۔(شامیہ:2/44)

فائدہ: اگر عشاء، تراویح اور وتر سے فارغ ہونے کے بعد یہ پتہ چلے کہ عشاء کی نماز بغیر وضو کے پڑھی گئی ہے تو بالاتفاق تراویح کو لوٹایا جائے گا، کیونکہ وہ عشاء کے تابع ہے لہٰذا اپنے وقت سے پہلے اداء ہو گئی ہے، ہاں! وتر کے لوٹانے میں اختلاف ہے: اِمام صاحب کے نزدیک وتر کی نماز لوٹائی نہیں جائے گی، کیونکہ وہ عشاء کے تابع نہیں، مستقل واجب نماز ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک وتر کی نماز بھی لوٹائی جائے گی، کیونکہ وہ سنّت ہے اور فرض نماز کے تابع ہے۔(عُمدۃ الفقہ:2/323)

تراویح کے وقت کے بارے میں تین قول ہیں:

1. تراویح کا وقت پوری رات ہے، خواہ عشاء سے پہلے پڑھیں یا بعد میں، اِسی طرح وتر سے پہلے پڑھیں یا بعد میں، گویا اِس قول کے مطابق غروبِ شمس سے تراویح کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے، اِس کی کسی نے تصحیح نہیں۔

2. تراویح کا وقت عشاء اور وتر کے درمیان ہے، یعنی وتر کے بعد یا عشاء سے پہلے تراویح کی نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔ بعض حضرات نے اِس کی تصحیح کی ہے۔ لیکن یہ بھی اَصح نہیں۔

3. تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے طلوعِ فجر تک ہے، خواہ وتر سے پہلے پڑھیں یا بعد میں۔ اِس قول کے مطابق عشاء سے پہلے پڑھنا تو درست نہیں، وتر کے بعد پڑھنا درست ہے۔ یہ قول اصح ہے، اکثر حضرات احناف نے اِس کی تصحیح کی ہے، وعلیہ الفتویٰ۔(شامیہ:2/44)

وتر کے بعد تراویح پڑھنے کا حکم:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ تراویح خواہ وتر سے پہلے پڑھیں یا بعد میں، اداء ہوجاتی ہے، نیز اِس پر بھی سب متفق ہیں کہ وتر سے پہلے ہی پڑھنا بہتر ہے، لیکن وتر کے بعد پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: تراویح وتر کے بعد پڑھی جائے تو مکروہ ہوگی۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: تراویح وتر کے بعد پڑھنا بھی بلا کراہت جائز ہے، البتہ وتر سے پہلے پڑھنا افضل ہے۔(الفقہ علی المذاھب الاربعہ:1/310)

تراویح کی قضاء:

تراویح کی نماز اگر اپنے وقت سے نکل جائے، مثلاً صبح صادق تک تراویح نہیں پڑھی جاسکی تو کیا بعد میں قضاء کی جائے گی یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: وقت نکلنے کے بعد تراویح کی قضاء کی جائے گی۔
- مالکیہ وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: وقت نکلنے کے بعد تراویح کی قضاء نہیں کی جائے گی۔

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: تین قول ہیں: (1) اگلی تراویح سے پہلے پہلے قضاء کی جائے گی۔(2) رمضان کا مہینہ گزرنے سے پہلے پہلے قضاء کی جائے گی۔ (3) راجح قول یہ ہے کہ وقت نکلنے کے بعد قضاء نہیں کی جائے گی۔(شامیہ:2/45)(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/310)

تراویح کی رکعات:

تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں، اِس میں دو قول ذکر کیے گئے ہیں:

- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: دو قول ہیں:(1) بیس رکعات۔ (2) چھتیس رکعات، علاوہ وتر کی نماز کے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: تراویح کی بیس رکعات ہیں۔(بدایۃ المجتہد:1/219)(شامیہ:2/45)

رکعاتِ تراویح کے بارے میں علّامہ ابن الہمام کی تحقیق کی تردید واِبطال:

حنفیہ میں سے علّامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ کہا ہے کہ تراویح کی اصلاً آٹھ رکعتیں ہیں، یہ صحیح نہیں، جمہور فقہاءِ احناف نے اِس قول کو نا قابلِ اعتبار قرار دیا ہے، علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے البحر الرائق کی تعلیق پر اس کی تردید فرمائی ہے، اُس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

علّامہ ابن الہمام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے جو صحیحین میں مَروی ہے، اِستدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ باعتبار "أغلب و اکثر" کے کہا گیا ہے، کلی طور پر نہیں۔ بالخصوص جبکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے، چنانچہ ابن ابی شیبہ، بیہقی اور طبرانی میں وہ حدیث موجود ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعات تراویح پڑھنا ذکر کیا ہے۔ علّامہ ابن الہمام نے اگرچہ

بیس رکعات تراویح کی اُس حدیث کی تضعیف کی ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ تضعیف کسی طرح درست نہیں ہوسکتی، اِس لئے کہ جب اِس حدیث کے مطابق صحابہ کرام کا اِجماع منقول ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اور صحابہ کرام کا بلا کسی نکیر کے اس کو قبول کرنا منقول ہے تو حدیث کا ضعف کہاں باقی رہ سکتا ہے، اِس لئے یہی کہا جائے گا کہ حدیث ضعیف ہونے کے باوجود اجماعِ صحابہ کی وجہ سے قوی ہوگئی ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا بلاشبہ درست ہے۔(منحۃ الخالق علی البحر الرائق:2/72)

ہمارے زمانے میں جو اہلِ حدیث کا یہ کہنا ہے کہ تراویح کی صرف آٹھ رکعات ہیں، اس سے زیادہ نہیں، یہ جمہور صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، فقہاء و محدّثین، ائمہ اربعہ و مجتہدینِ امّت، شرق و غرب کے تمام اہلِ علم کے اتفاق اور اِجماع کے سراسر خلاف ہے، جس کی دلائل کے اعتبار سے کوئی قوّت اور حیثیت نہیں ۔بھلا جس مسئلہ پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اِجماع ہو، ائمہ اربعہ اُس مسئلہ پر متفق ہوں، اور ہر زمانے کے فقہاء و محدّثین اُس کے قائل رہے ہوں، اور اس میں کسی کا کبھی کوئی اختلاف نہ رہا ہو، نیز اُس مسئلہ کو ابتداء ہی سے تلقّی بالقبول یعنی عمومی قبولیت کا درجہ حاصل رہا ہو اُس کا آج کے "حدیثوں کے چند اردو تراجم پڑھ کر عالم بننے والے" کیسے اِنکار کرسکتے ہیں؟ اور اُن کے انکار کی حضرات صحابہ کرام، تابعین و تبعِ تابعین و ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء و محدّثین کے سامنے کیا حیثیت ہوسکتی ہے......؟؟۔﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ﴾۔(النساء:115)

بیس رکعات تراویح پر اُمّت کا اِجماع:

بیس رکعت تراویح اُمّت کا ایک اجماعی مسئلہ ہے، اِس میں آٹھ کا قول اختیار کرنا اِجماعِ اُمّت کی خلاف ورزی ہے، ذیل کے کچھ حوالہ جات سے اِس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

1. اِمام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تراویح کے بیس رکعت ہونے پر اکثر اہلِ علم کا عمل ہے، جیسا کہ حضرت علی حضرت عمر اور دیگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مَروی ہے۔وَأَكْثَرُ أَهْلِ العِلْمِ عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔(ترمذی:806)

2. علّامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک تراویح بیس رکعت ہے، اور اِسی وجہ سے ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی بیس سے کم کا قائل نہیں ۔لم يقل أحد من الأئمة الأربعة بأقل من عشرين ركعة في التراويح، وإليه جمهور الصحابة رضوان الله عنهم۔(العَرف الشذی:2/208)

3. علّامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

بیس رکعت تراویح جمہور علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا مسلک ہے۔وَنَقَلَهُ الْقَاضِي عِيَاضٌ عَنْ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ۔(المجموع شرح المہذّب:4/32)

4. علّامہ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بیس رکعت تراویح وہ عمل ہے جس پر اکثر مسلمان عمل کرتے ہیں ۔وَهُوَ الَّذِي يَعْمَلُ بِهِ أَكْثَرُ الْمُسْلِمِينَ۔ (مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ:22/272)

5. علّامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رمضان کے مہینے میں حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء پر جمع کر دیا تھا چنانچہ وہ لوگوں کو ہر رات میں بیس رکعت پڑھاتے، اور اِس پر کسی صحابی نے بھی اُن پر نکیر نہیں کی، لہٰذا یہ صحابہ کرام کی جانب سے بیس رکعت پر اِجماع ہو گیا۔ جَمَعَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي شَهْرِ رَمَضَانَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَصَلَّى بِهِمْ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَلَمْ يُنْكِرْ أَحَدٌ عَلَيْهِ فَيَكُونُ إجْمَاعًا مِنْهُمْ عَلَى ذَلِكَ۔(بدائع الصنائع:1/288)

رکعاتِ تراویح کی حکمت:

تراویح کی بیس رکعات کی حکمت کیا ہے، اِس کی حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، ظاہری طور پر علماء کرام نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے: دن بھر کی فرض نمازیں وتر کے ساتھ "بیس رکعات" بنتی ہیں، پس اُن کی تکمیل کیلئے رمضان المبارک میں اُنہی کے مُساوی بیس رکعات تراویح مقرر کی گئی ہیں تاکہ فرض نمازیں اعلیٰ درجہ کی قبولیت پر فائز ہو سکیں۔(البحر الرائق:2/72)(شامیہ:2/45)

تراویح کے مختلف ادوار:

تراویح کے بارے میں تین دور ہیں: (1)عہدِ نبوی میں۔(2)عہدِ فاروقی میں۔(3)عہدِ صحابہ میں۔

تراویح عہدِ نبوی میں:

عہدِ نبوی میں تراویح کی کیا صورت حال تھی، اِس کی تفصیل یہ ہے:

نبی کریم ﷺ نے کتنے دنوں تک تراویح پڑھائی ہے؟

نبی کریم ﷺ نے تراویح تین مرتبہ پڑھائی ہے:(1) تئیسویں شب کو تہائی رات تک۔(2)پچیسویں شب کو آدھی رات تک۔(3)ستائیسویں شب کو سحری کے وقت تک۔اُس کے بعد آپ ﷺ نے تراویح نہیں پڑھائی، اس لئے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہوجائیں۔عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ، فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى بَقِيَ سَبْعٌ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا، فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ، قَالَ: فَقَالَ: «إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ»، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ، فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ وَالنَّاسَ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا الْفَلَاحُ، قَالَ: قُلْتُ: وَمَا الْفَلَاحُ؟ قَالَ: السُّحُورُ، ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِقِيَّةَ الشَّهْرِ۔(ابوداؤد:1375)

نبی کریم ﷺ نے بذاتِ خود کتنی رکعات تراویح پڑھائی ہے؟

کسی صحیح روایت میں یہ نہیں آتا کہ آپ ﷺ نے رمضان المبارک میں جو تراویح کی جماعت کرائی، اس میں کتنی رکعات پڑھائیں؟ البتہ ایک روایت میں آٹھ، اور دوسری میں بیس کا ذکر ہے :

آٹھ کی روایت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ صرف ایک رات آپ ﷺ نے آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَأَوْتَرَ , فَلَمَّا كَانَتِ الْقَابِلَةُ اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا أَنْ يَخْرُجَ , فَلَمْ نَزَلْ فِيهِ

حَتَّى أَصْبَحْنَا , ثُمَّ دَخَلْنَا , فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ , اجْتَمَعْنَا الْبَارِحَةَ فِي الْمَسْجِدِ , وَرَجَوْنَا أَنْ تُصَلِّيَ بِنَا , فَقَالَ: إِنِّي خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ۔(طبرانی اوسط:525)

بیس کی روایت:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ»۔(طبرانی کبیر:12102)

لیکن مذکورہ بالا دونوں ہی حدیثیں ضعیف ہیں،لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ اس بارے میں فیصلہ کن بات نہیں کی جاسکتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعات وتر پڑھیں۔(آپ کے مسائل اور اُن کا حل)

تاہم یہ ضرور کہا جائے گا کہ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اِس دوسری روایت پر صحابہ کرام کا اِجماع ہوگیا ہے، نیز اُمّت نے بیس رکعت تراویح کی روایت کو ہی معمول بہ قرار دیا ہے جیسا کہ اِس کی تفصیل ما قبل میں گزری ہے، اِس لئے دوسری روایت ضعیف ہونے کے باوجود بھی تعاملِ اُمّت کی وجہ سے قوی ہوگئی۔چنانچہ علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی جو تضعیف کی گئی ہے،اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا وہ حدیث بیس رکعت تراویح کے مسنون ہونے پر اِجماع ہو جانے کی وجہ سے قوی ہوگئی ہے۔وَأَمَّا تَضْعِيفُ الْحَدِيثِ بِمَنْ ذَكَرَ فَقَدْ يُقَالُ إنَّهُ اعْتَضَدَ بِمَا مَرَّ مِنْ نَقْلِ الْإِجْمَاعِ عَلَى سُنِّيَّتِهَا مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ۔(منحۃ الخالق علی البحر الرائق:2/72)

تراویح عہدِ فاروقی میں:

آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی خلافت کے زمانے میں تراویح کی باقاعدہ جماعت کا اہتمام نہیں تھا، بلکہ لوگ تنہا یا چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں پڑھا کرتے تھے، سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک امام پر جمع کیا۔ اِس کی تفصیل کیلئے مندرجہ ذیل دو روایات ملاحظہ فرمائیں :

نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی اور قیامِ رمضان (تراویح) کا معاملہ اسی طرح رہا (یعنی تراویح کی نماز کیلئے جماعت مقرر نہیں تھی، بلکہ جو جانتا تھا وہ پڑھ لیتا تھا) پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی یہی صورت رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے ابتدائی ایّام میں بھی یہی معمول رہا۔فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ عَلَى ذَلِكَ۔(مسلم:759)

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ تراویح کیلئے جماعت کا حکم دیا اور اُنہیں حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی اِمامت پر جمع کر دیا، جیسا کہ روایت میں ہے: حضرت عبد الرحمن بن عبد القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان کی رات میں مَیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد گیا، وہاں ہم نے دیکھا کہ لوگ متفرّق اور بکھرے ہوئے تھے (یعنی) کوئی (عشاء کے بعد نفل) تنہاء پڑھ رہا تھا اور کوئی اِس طرح پڑھ رہا تھا کہ چند آدمی اور بھی اس کے ساتھ تھے (گویا کچھ لوگ تو الگ الگ تراویح کی نماز پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگ جماعت کے ساتھ پڑھ رہے تھے، یہ صورت حال دیکھ کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:" إِنِّي أَرَى لَوْ

جَمَعْتُ هَؤُلاَءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ، لَكَانَ أَمْثَلَ " اگر مَیں اِن لوگوں کو ایک قاری پر جمع کردوں تو زیادہ بہتر ہو گا، چنانچہ اُنہوں نے اِس کا اِرادہ کر لیا اور سب لوگوں کو حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی اِمامت پر جمع کردیا (یعنی اُنہیں نمازِ تراویح کیلئے اِمام مقرر کردیا)۔ حضرت عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پھر میں ایک دوسری رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد گیا۔ وہاں سب لوگ اپنے قاری (حضرت ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ) کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا: "نِعْمَ البِدْعَةُ هَذِهِ" یہ کتنی اچھی نئی پیدا ہونے والی بات ہے!! اور اُس وقت کی نماز جب کہ لوگ سو جاتے ہیں اِس وقت کی نماز سے بہتر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد اِس سے رات کے آخر میں پڑھی جانے والی نماز تھی (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کا مطلب یہ تھا کہ تراویح کی نماز رات کے آخری حصہ میں پڑھنا رات کے اوّل حصہ میں پڑھنے سے بہتر ہے) اور لوگ رات کے اوّل حصہ میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ القَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى المَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلاَتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ: «إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلاَءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ، لَكَانَ أَمْثَلَ» ثُمَّ عَزَمَ، فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلاَةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ: نِعْمَ البِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ» يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ۔ (بخاری:2010)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کتنی رکعات تراویح ہوتی تھیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت تراویح ہوتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی موجودگی میں بیس رکعات کا فیصلہ فرمایا تھا، جس پر کسی صحابی نے نکیر نہیں کی۔ پس اجماع صحابہ سے بیس رکعات تراویح کا ثبوت ہوا۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ خود نبی علیہ السلام کے فیصلے کی طرح واجب الاتباع ہے۔ چنانچہ: ارشاد نبوی ہے:فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ۔(ابوداؤد:4607)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بیس رکعت تراویح ہونے پر چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ:كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً۔(سنن بیہقی:2/698)

حضرت یزید بن رومان فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں (وترسمیت) تیئس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ قَالَ:كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً۔(سنن بیہقی:2/699)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَور میں ابتداءً گیارہ رکعت تراویح کا مطلب:

ماقبل میں ذکر کردہ روایات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیس رکعت تراویح کا فیصلہ معلوم ہوا تھا، جبکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعات پڑھنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ مؤطاء امام مالک کی روایت ہے: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابیّ بن کعب

اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کو اس بات پر مامور کیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّهُ قَالَ: أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً۔(مؤطاءمالک280)

اِس روایت سے بظاہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے میں تعارض معلوم ہوتا ہے،اِس کا جواب یہ ہے:

گیارہ رکعات تراویح کا فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ابتدائی فیصلہ تھا، جس کی حکمت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابتداءً گیارہ رکعات تراویح مع وتر اس لئے تلقین کی تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کا آٹھ رکعات پڑھنا منقول ہے، پس حضور کی اتباع میں ابتداءً یہ فیصلہ فرمایا، جو بعد میں بیس رکعات پر پختہ ہو گیا۔(مرقاۃ:971/3)

علّامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایات کے تعارض کو دور کرنے کیلئے یہ تطبیق پیش کی ہے کہ دونوں روایتوں کو اِس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ پہلے لوگ گیارہ رکعتیں پڑھ رہے تھے، پھر وتر سمیت بیس رکعت پڑھنے لگے ۔وَيُمْكِنُ الْجَمْعُ بَيْنَ الرِّوَايَتَيْنِ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا يَقُومُونَ بِإِحْدَى عَشْرَةَ، ثُمَّ كَانُوا يَقُومُونَ بِعِشْرِينَ وَيُوتِرُونَ بِثَلَاثٍ۔(سنن بیہقی:699/2)

تراویح عہد صحابہ و تابعین میں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے عہد میں بلا کسی اختلاف عمل ہوتا رہا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بیس رکعت سے کم کا قائل نہیں ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل مندرجہ ذیل روایت میں ملاحظہ فرمائیں:

(1)__ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے رمضان المبارک میں قرّاء(اچھا قرآن کریم پڑھنے والوں) کو بلایا اور اُن میں سے ایک قاری کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاؤ۔عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:دَعَا الْقُرَّاءَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔(سنن بیہقی:2/699)

(2)__ ابوالحسناء نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو رمضان میں پانچ ترویحات یعنی بیس رکعات پڑھایا کرے۔عَنْ أَبِي الْحَسْنَاءِ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِب أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يُصَلِّيَ، بِالنَّاسِ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔(سنن بیہقی:2/699)

(3)__ حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے اور رُکوع سے قبل قنوت پڑھتے تھے۔عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ،عَنِ الْحَارِثِ:أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً، وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ، وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ۔(مصنف ابن ابی شیبہ:7685)

(4)__ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو اِس حالت میں پایا ہے کہ وہ تئیس رکعتیں وتر سمیت تراویح پڑھتے تھے۔عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ،عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ:أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ۔(مصنف ابن ابی شیبہ:7688)

(5)__ حضرت سعید بن عُبید فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ربیعہ لوگوں کو رمضان المبارک میں پانچ ترویحے(یعنی بیس رکعت)اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدٍ،أَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ۔(مصنف ابن ابی شیبہ:7690)

(6)— شتیر بن شکل، جو حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے اصحاب میں سے تھے، رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھایا کرتے تھے۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ،عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ:أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ۔(مصنف ابن ابی شیبہ:7680)

(7)— حضرت سائب بن یزید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے دور میں رمضان میں لوگ بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے دور میں شدّتِ قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے۔عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ:كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً،قَالَ: وَكَانُوا يَقْرَءُونَ بِالْمَئِينِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلَى عِصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ۔(سنن بیہقی:2/698)

(8)— ابو الخصیب کہتے ہیں کہ: سعید بن غفلہ ہمیں رمضان میں نماز پڑھاتے تھے، پس پانچ ترویحے بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔أَبُو الْخَصِيبِ قَالَ:كَانَ يَؤُمُّنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ فِي رَمَضَانَ فَيُصَلِّي خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔(سنن بیہقی:2/698)

تراویح کے فضائل:

حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک دفعہ رمضان کی پچیسویں شب میں آدھی رات تک ہمیں لے کر قیام فرمایا یعنی تراویح پڑھائی، ہم نے کہا: یارسول اللہ! رات کے بقیہ حصہ میں بھی اسی طرح ہمیں پڑھاتے رہیں تو کتنا اچھا ہو! آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: بے شک کوئی شخص جب امام کے ساتھ تراویح کے لئے کھڑا ہو یہاں تک کہ امام نماز سے فارغ ہو جائے تو اُس کے لئے پوری رات قیام (یعنی

عبادت)کا ثواب لکھا جاتا ہے۔إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ مِنْ صَلَاتِهِ،حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَتِهِ۔(دارمی:1818)اِس سے معلوم ہوا کہ امام کے ساتھ تراویح پوری رات کے قیام کے برابر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جس نے رمضان المُبارک میں ایمان کی حالت میں اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے قیام کیا یعنی تراویح پڑھی اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا،غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔(بخاری:2009)

ایک روایت میں پچھلے گناہوں کے ساتھ ساتھ اگلے گناہوں کی مغفرت کا بھی ذکر ہے، گویا تراویح پڑھنے والے کے اگلے پچھلے تمام(صغیرہ)گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔مَنْ قَامَ شهر رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ «وَ فِي حَدِيثِ قُتَيْبَةَ» وَمَا تَأَخَّرَ۔(السنن الکبریٰ للنسائی:2523)

حضرت ابوسلمہ اپنے والد حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے رمضان کے مہینہ میں ایمان کی حالت میں اجر وثواب کی نیت سے روزہ رکھا اور تراویح پڑھی وہ اپنے گناہوں سے اُس دن کی طرح نکل جاتا ہے جس دن اُس کی ماں نے اُس کو جَنا تھا۔شَهْرٌ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ، فَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔(ابن ماجہ:1328)(نسائی:2210)

حضرت عمرو بن مرّہ جُہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے دریافت کیا: یارسول اللہ! اگر میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دوں، پانچ نمازیں پڑھوں ،رمضان کے روزے رکھوں، رمضان میں تراویح پڑھوں اور زکوۃ اداء کروں تو آپ کا کیا خیال ہے میرے بارے میں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جو اِن کاموں کو کرتے ہوئے مَر جائے وہ صدّیقین اور شہداء میں

سے ہے۔عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ الْجُهَنِيِّ قَالَ: جَاءَ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلٌ مِنْ قُضَاعَةَ، فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ شَهِدْتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ، وَصَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَصُمْتُ الشَّهْرَ، وَقُمْتُ رَمَضَانَ، وَآتَيْتُ الزَّكَاةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم :مَنْ مَاتَ عَلَى هَذَا كَانَ مِنَ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ۔(صحیح ابن خزیمہ:2212)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المُبارک کے قیام (تراویح) کی طرف لازم کیے بغیر شوق ورغبت دلاتے۔كَانَ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عَزِيمَةٍ۔(ابن ابی شیبہ:7698)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

لَيْلَةُ النِّصفِ مِنْ شَعْبَان

(شبِ براءت)

شعبان المعظم کے مہینے کے نصف میں پندرہویں شب، ایک عظیم اور بابرکت رات ہے، اُس میں عبادت کرنے والوں کے لئے بے شمار اجر وثواب مقرر کیا گیاہے، اُس رات کے مختلف نام ذکر کیے گئے ہیں:

1. اللیلة المُبارکة: بابرکت رات
2. لیلة الرّحمة: رحمتوں والی رات
3. لیلة الصّك: اللہ تعالیٰ کی جانب سے جہنم کا پروانہ ملنے والی رات
4. لیلة البراءة: جہنّم سے بَری ہونے والی رات۔(روح المعانی:13/110)

احادیثِ طیبہ کی روشنی میں اِس عظیم اور بابرکت رات کے چند فضائل مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی فضیلت: بکثرت لوگوں کی مغفرت:

اِس شب میں اللہ تعالیٰ بے شمار لوگوں کی مغفرت کردیتے ہیں، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں کہ بے شک اللہ شعبان کے پندرہویں شب میں آسمانِ دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) نزول فرماتے ہیں اور قبیلہ "کلب" کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے بھی زیادہ لوگوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ۔(ترمذی:739)قبیلہ "بنو کلب" عرب ایک قبیلہ تھا جو بکریاں کثرت سے رکھنے میں مشہور تھا۔ بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ مغفرت کے دو مطلب ذکر کیے گئے ہیں:

❶ اِس سے گناہ گار مراد ہیں، یعنی اِس قدر کثیر گناہ گاروں کی مغفرت کی جاتی ہے جن کی تعداد بکریوں کے بالوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوتی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ بے شمار لوگوں کی مغفرت ہوتی ہے۔

❷ اِس سے گناہ گار نہیں بلکہ گناہ مراد ہیں، یعنی اگر کسی کے گناہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرمادیتے ہیں۔(تحفۃ الأحوذی:3/365)

دوسری فضیلت: دعاؤں کی قبولیت:

یہ رات دعاؤں کی قبولیت والی رات ہے، اس میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا محروم نہیں ہوتا، بلکہ خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے صدا لگائی جاتی ہے کہ کوئی مجھ سے مانگے میں اُس کی مانگ پوری کروں، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے، حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

جب شعبان کی پندرہویں شب ہو تو اُس کی رات میں قیام (عبادت) کرو اور اُس کے دن میں روزہ رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ اِس رات میں غروبِ شمس سے ہی آسمانِ دنیا میں (اپنی شان کے مطابق) نزول فرماتے ہیں اور کہتے ہیں: کیا کوئی مجھ سے مغفرت چاہنے والا نہیں کہ میں اُس کی مغفرت کروں؟ کیا کوئی رزق طلب کرنے والا نہیں کہ میں اُسے رزق عطاء کروں؟ کیا کوئی مصیبت و پریشانی میں مبتلاء شخص نہیں کہ میں اُسے عافیت عطاء کروں؟ کیا فلاں اور فلاں شخص نہیں ......الخ یہاں تک کہ (اِسی طرح صدا لگتے لگتے) صبح صادق طلوع ہوجاتی ہے۔إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَقُومُوا لَيْلَهَا وَصُومُوا نَهَارَهَا، فَإِنَّ اللَّهَ يَنْزِلُ فِيهَا لِغُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَقُولُ: أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي فَأَغْفِرَ لَهُ أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا، حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ۔(ابن ماجہ: 1388)

اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ عطاء اور بخشش کی صدا روزانہ رات کو لگتی ہے اور بعض روایات میں رات کے ایک تہائی حصے کے گزر جانے کے بعد صبح تک لگتی ہے اور بعض روایات میں رات کے آخری پہر یعنی آخری تہائی حصہ میں لگائی جاتی ہے جیسا کہ ترمذی شریف (ترمذی:446) کی روایت میں اِس کا ذکر ہے، لیکن اِس شبِ براءت کی عظمت کا کیا کہنا!! کہ اِس رات میں شروع ہی سے یعنی آفتاب کے غروب ہونے سے لے کر صبح صادق تک یہ صدا لگائی جاتی ہے، لہٰذا اِن قبولیت کی گھڑیوں میں غفلت اختیار کرنا بڑی نادانی اور حماقت کی بات ہے، اِس لئے اِس رات میں فضولیات اور لایعنی کاموں میں لگنے یا خوابِ غفلت میں سوئے پڑے رہنے سے بچنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرتے ہوئے شوق و ذوق کا اِظہار کرنا چاہیئے۔

تنبیہ: واضح رہے کہ دعاؤں کی قبولیت والی اِس رات میں دعاؤں کی قبولیت کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دعاء کی قبولیت کی شرائط کا اچھی طرح لحاظ رکھیں ورنہ دعاء قبول نہیں ہوگی۔

تیسری فضیلت: جہنم سے آزادی:

اِس رات کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑی کثرت سے جہنم سے لوگوں کو آزاد کرتے ہیں، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ شعبان کی پندرہویں شب میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ شعبان کی پندرہویں شب ہے اور اِس رات میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے قبیلہ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر جہنّم سے لوگوں کو آزاد کیا جاتا ہے۔هَذِهِ اللَّيْلَةُ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلِلَّهِ فِيهَا عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ بِعَدَدِ شُعُورِ غَنَمِ كَلْبٍ۔(شعب الایمان:3556)

چوتھی فضیلت: سال بھر کے فیصلوں کی رات:

اِس رات کی ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ اِس میں سال بھر کے فیصلے کیے جاتے ہیں کہ کِس نے پیدا ہونا اور کِس نے مَرنا ہے، کِس کو کتنا رزق دیا جائے گا اور کِس کے ساتھ کیا کچھ پیش آئے گا، سب کچھ لکھ دیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم جانتی ہو کہ اِس پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: بنی آدام میں سے ہر وہ شخص جو اِس سال پیدا ہونے والا ہوتا ہے اس رات میں لکھ دیا جاتا ہے، اور بنی آدم میں سے ہر وہ شخص جو اِس سال مَرنے والا ہوتا ہے اس رات میں لکھ دیا جاتا ہے، اور اس رات میں بندوں کے اعمال اُٹھالیے جاتے ہیں اور اِسی رات میں بندوں کے رزق اُترتے ہیں۔فِيهَا أَنْ يُكْتَبَ كلُّ مَوْلُودٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ وَفِيهَا أَنْ يُكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فِي هَذِهِ السَّنَةِ وَفِيهَا تُرْفَعُ أَعْمَالُهُمْ وَفِيهَا تَنْزِلُ أَرْزَاقُهُمْ.(مشکوۃ المصابیح:1305)

ایک روایت میں ہے: ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک عمریں لکھی جاتی ہیں، یہاں تک کہ کوئی شخص نکاح کرتا ہے اور اُس کی اولاد بھی ہوتی ہے لیکن (اُسے معلوم تک نہیں ہوتا کہ) اُس کا نام مُردوں میں نکل چکا ہوتا ہے۔تُقْطَعُ الْآجَالُ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى شَعْبَانَ،حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْكِحُ، وَيُولَدُ لَهُ وَقَدْ خَرَجَ اسْمُهُ فِي الْمَوْتَى. (فضائل رمضان لابن ابی الدنیا:30)(شعب الایمان:3558)

لٰہذا فیصلے کی اِس رات میں غفلت میں پڑے رہنا کوئی دانشمندی نہیں، عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے اور اپنے لئے، اپنے گھر والوں کے لئے بلکہ ساری اُمّت کے لئے اچھے فیصلوں کی خوب دعائیں کی جائیں۔

مبارک راتوں میں پائی جانے والی چند عمومی غلطیاں:

❶ اِس رات میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ ثابت نہیں، جیسا عموماً یہ سمجھا جاتا ہے، چنانچہ بعض لوگ اس رات کی خاص نماز بیان کرتے ہیں، جو درست نہیں۔

❷ بابرکت راتوں میں جاگنے کا مطلب پوری رات جاگنا نہیں ہوتا بلکہ آسانی کے ساتھ جس قدر جاگ کر عبادت کرنا ممکن ہو عبادت کرنا چاہیئے۔

❸ غروبِ آفتاب ہی سے رات کی ابتداء ہو جاتی ہے لٰہذا مغرب ہی سے مبارک راتوں کی برکت کو سمیٹنے میں لگ جانا چاہیئے، عشاء کے بعد کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔

❸ مبارک راتوں میں جاگنے کا مطلب صرف جاگنا نہیں بلکہ عبادت کرنا ہے، چنانچہ صرف ہنسی مذاق، بات چیت، گپ شپ، کھانے پینے اور پینے پلانے کے دور میں جاگتے ہوئے صبح کر دینا کوئی عبادت نہیں۔

❹ مبارک راتوں میں اجتماعی عبادت کے بجائے انفرادی عبادت کا اہتمام کرنا چاہیئے اِس لئے کہ اِن راتوں میں اجتماعی عبادت کا نبی کریم ﷺ سے کوئی ثبوت نہیں۔

مُبارک راتوں کو کیسے گزارا جائے:

مندرجہ بالا کوتاہیوں سے اجتناب کرتے ہوئے حسبِ اِستطاعت جس قدر ہو سکے انسان کو عبادت کرنی چاہیئے، اِس کے لئے کوئی مخصوص طریقہ روایات اور اَسلاف کے عمل سے ثابت نہیں ہے، تاہم بغیر کسی تعیین و تخصیص کے چند ہدایات دی جارہی ہیں اُن کی مدد سے ہم ان راتوں کو زیادہ قیمتی بنا سکتے ہیں:

❶ پہلی ہدایت: توبہ واِستغفار:

شبِ قدر کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں شبِ قدر پالوں تو اُس میں کیا پڑھوں تو آپ ﷺ نے اُن کو کوئی بڑا ذکر یا کوئی بڑی نماز اور تسبیح پڑھنے کے لئے نہیں کہا بلکہ ایک مختصر اور آسان سی دعاء تلقین فرمائی، جس میں عفو در گزر کی درخواست ہے: ”اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عُفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ“۔(ترمذی:3513)

اِس سے معلوم ہوا کہ بابرکت راتوں میں سب سے بڑا کرنے کا کام توبہ واِستغفار ہے

❷ دوسری ہدایت: قضاء نمازوں کی ادائیگی:

زندگی میں جو نمازیں اداء کرنے سے رہ گئی ہوں اُن کو قضاء کرنا لازم ہوتا ہے۔ مبارک راتوں میں نفلی عبادتوں مشغول ہونے سے بدرجہا بہتر شکل یہ ہے کہ اُن قضاء نمازوں کو اداء کیا جائے، ان شاء اللہ اِس میں

نوافل میں مشغول ہونے سے زیادہ ثواب حاصل ہوگا، کیونکہ نوافل نہ پڑھنے کا حساب نہیں جبکہ نمازوں کی اگر قضاء نہ جائے تو اُس کا مؤاخذہ ہے۔

③ تیسری ہدایت: نماز باجماعت کی ادائیگی:

رات میں تین نمازیں آتی ہیں: مغرب، عشاء اور فجر، اِن تینوں کو جماعت کے ساتھ صفِ اوّل میں خشوع و خضوع کے ساتھ اداء کیجئے، کم از کم جماعت کے ساتھ اِن نمازوں کو اداء کرنے والا رات کی عبادت سے محروم نہیں رہے گا، چنانچہ حدیث میں آتا ہے حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد منقول ہے: جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ اداء کی اُس نے گویا آدھی رات عبادت کی اور جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ اداء کی اُس نے گویا پوری رات نماز پڑھی۔مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ۔(مسلم:656)

⑤ چوتھی ہدایت: قیام اللیل کا اہتمام:

قیام اللیل سے مراد تہجد کی نماز ہے جو فرائض کے بعد سب سے افضل نماز ہے، سال بھر بلکہ زندگی بھر اِس کا اہتمام کرنا چاہیئے، اور فضیلت و برکت والی راتوں میں اِس اور بھی زیادہ شوق و ذوق اور توجہ سے اہتمام کرنا چاہیئے۔

⑥ پانچویں ہدایت: مانعِ مغفرت اُمور سے توبہ:

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ: مشرک، کینہ پرور، والدین کا نافرمان، قطع رحمی کرنے والا، اِزار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، شراب کا عادی، قاتل اور زانی، اِن سب لوگوں کی مغفرت نہیں ہوتی، جس کی تفصیلات

آگے ذکر کی جائیں گی۔ اِس سے اخذ کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اِس رات میں تمام گناہوں سے توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ بطور خاص: کفر و شرک، کینہ ،والدین کی نافرمانی، قطع رحمی ،اِزار ٹخنوں سے نیچے رکھنا، شراب نوشی، قتل اور زنا، اِن گناہوں سے بھی معافی مانگنی چاہیئے اور اگر کوئی مبتلاء ہو تو صدقِ دل سے توبہ کرکے اِن گناہوں کو ترک کردینا چاہیئے، تاکہ اِس عظیم اور بابرکت شب میں مغفرت سے محرومی نہ ہوجائے۔

شبِ براءت کی فضیلت سے محروم رہنے والے بدنصیب:

شبِ براءت بہت ہی بابرکت اور عظیم رات ہے لیکن کچھ ایسے بھی حرِماں نصیب اور بدقسمت لوگ ہوتے ہیں جو اس رات کی برکات اور بالخصوص سب سے اہم چیز مغفرتِ خداوندی سے محروم رہ جاتے ہیں، وہ کون لوگ ہیں؟ ذیل میں احادیث کی روشنی میں اُس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

مُشرِک: حضرت ابوموسی اشعری ﷛ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں اپنے بندوں کی جانب نظرِ رحمت فرماتے ہیں اور مُشرک اور کینہ پرور کے علاوہ تمام مخلوق کی مغفرت کردیتے ہیں ۔إِنَّ اللَّهَ لَيَطَّلِعُ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ۔(ابن ماجہ:1390)

کینہ پرور: اِرشادِ نبوی ہے: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں آسمانِ دنیا پر اپنی شان کے مطابق نزول فرماتے ہیں اور سب کی مغفرت کردیتے ہیں سوائے وہ شخص جو شرک کرنے والا ہو یا وہ جس

کے دل میں کینہ ہو۔يَنْزِلُ اللهُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِكُلِّ شَيْءٍ إِلَّا رَجُلٍ مُشْرِكٍ أَوْ فِي قَلْبِهِ شَحْنَاءُ۔(شعب الایمان:3546)

ایک اور روایت میں ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں مومن کی مغفرت کردیتے ہیں اور کافروں کو مُہلت دیتے ہیں اور کینہ پرور لوگوں کو اُن کے کینہ کی وجہ سے اُس وقت تک چھوڑے رکھتے ہیں جب تک کہ وہ کینہ کو نہ چھوڑ دیں۔فَيَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِ، وَيُمْلِي لِلْكَافِرِينَ، وَيَدَعُ أَهْلَ الْحِقْدِ بِحِقْدِهِمْ حَتَّى يَدَعُوهُ۔(شعب الایمان:3551)

والدین کا نافرمان: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شبِ براءت میں سب کی مغفرت کردیتے ہیں لیکن والدین کے نافرمان اور کینہ پرور شخص کی مغفرت نہیں کرتے ۔فَيَغْفِرُ لِكُلِّ مُؤْمِنٍ إِلَّا الْعَاقَّ والْمُشَاحِنَ۔(شعب الایمان:3548)

قطع رحمی کرنے والا: ایک دفعہ شعبان کی پندرہویں شب میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ شعبان کی پندرہویں شب ہے اور اِس رات میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے قبیلہ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر جہنّم سے لوگوں کو آزاد کیا جاتا ہے، لیکن اِس رات میں اللہ تعالیٰ کسی مُشرِک، کینہ پَرور، قطع رحمی کرنے والے، اِزار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والے، والدین کے نافرمان اور شرابی کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھتے۔هَذِهِ اللَّيْلَةُ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلِلَّهِ فِيهَا عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ بِعَدَدِ شُعُورِ غَنَمِ كَلْبٍ، لَا يَنْظُرُ اللهُ فِيهَا إِلَى مُشْرِكٍ، وَلَا إِلَى مُشَاحِنٍ، وَلَا إِلَى قَاطِعِ رَحِمٍ، وَلَا إِلَى مُسْبِلٍ، وَلَا إِلَى عَاقٍّ لِوَالِدَيْهِ، وَلَا إِلَى مُدْمِنِ خَمْرٍ۔(شعب الایمان:3556)

مُسبلِ اِزار: حدیثِ سابق میں "مُسبِل" کا لفظ گزرا ہے جس کا مطلب اِزار کو ٹخنے سے نیچے لٹکانے والے کے آتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں ایسے شخص کو رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے جو اپنا اِزار ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا ہو۔(شعب الایمان:3556)

شراب کا عادی: حدیثِ سابق میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں شراب کے عادی شخص کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔(شعب الایمان:3556)

قاتل: نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں اپنی مخلوق کی طرف رحمت کی نگاہ فرماتے ہیں اور اپنے بندوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں سوائے دو شخصوں کے: ایک کینہ پَرْوَر، اور دوسرا کسی جان کو قتل کرنے والا۔يَطَّلِعُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى خَلْقِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهِ إِلَّا لِاثْنَيْنِ: مُشَاحِنٍ، وَقَاتِلِ نَفْسٍ۔(مسند احمد:6642)

زانی: جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ندا لگانے والا آواز لگاتا ہے: کیا کوئی مغفرت چاہنے والا ہے کہ میں اُس کی مغفرت کروں؟ کیا کوئی سوال کرنے والا ہے کہ میں اُسے عطاء کروں؟، پس کوئی بھی شخص جو مانگتا ہے اُسے دیا جاتا ہے مگر زنا کرنے والی عورت اور مُشرِک۔ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ نَادَى مُنَادٍ: هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ، هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأُعْطِيَهُ فَلَا يَسْأَلُ أَحَدٌ شَيْئًا إِلَّا أُعْطِيَ إِلَّا زَانِيَةٌ بِفَرْجِهَا أَوْ مُشْرِكٌ۔ (شعب الایمان:3555)

شبِ براءت کی بدعات :

شبِ براءت میں کچھ ایسے کام ہیں جن کو دین کے نام پر اجر و ثواب کا کام سمجھ کر کیا جاتا ہے، حالآنکہ اُن کا دین و شریعت سے دور تک کا کوئی تعلّق نہیں ہوتا۔ مثلاً: (1) آتش بازی۔ (2) چراغاں۔ (3) حلوہ بنانا۔ (4) قبرستان دھوم دھام سے جانا۔ (5) شبِ براءت میں اجتماعی عبادت کا اہتمام۔

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ صَلَاةِ الضُّحَى

صلاۃ الضحیٰ کا حکم:

چاشت کی نماز کے مشروع ہونے میں اتفاق ہے، البتہ اِس کا حکم کیا ہے اِس میں اختلاف ہے:

- مالکیہ و شوافع رحمۃ اللہ علیہم: سنت مؤکّدہ ہے۔(الشرح الکبیر:1/313)(المجموع شرح المہذب:4/36)
- احناف و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: مستحب ہے۔(شامیہ:2/22)(المغنی، قدامۃ:2/97)(الموسوعۃ الفقہیۃ:27/222)

فائدہ : صلاۃ الضحیٰ کے حکم میں چھ اقوال ذکر کیے گئے ہیں:

1. مستحب ہے: جمہور نے اِسی کو اختیار کیا ہے۔
2. مشروع بالسبب ہے: یعنی نبی کریم ﷺ نے چاشت ہمیشہ کسی وجہ سے پڑھی ہے۔
3. بالکل مستحب نہیں: چنانچہ بعض صحابہ کے بارے میں نہ پڑھنا وارد ہوا ہے۔
4. کبھی کبھی پڑھنا مستحب ہے: اِس لئے کہ آپ ﷺ سے مداومت ثابت نہیں۔

5. گھر میں پڑھنا مستحب ہے: تاکہ لوگ اِس کو ضروری کا درجہ نہ دیدیں۔

6. بدعت ہے: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسا ہی ثابت ہے۔(مرعاۃ:4/245)

صلوۃ الضحیٰ پر مداومت کرنا :

صلوۃ الضحیٰ پر مداومت کرنا یعنی اُس کو پابندی سے بغیر کسی ناغہ کے پڑھنا کیسا ہے اِس میں اختلاف ہے:

- بعض حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: صلاۃ الضحیٰ پر مداومت کرنا مستحب نہیں، اِس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مداومت ثابت نہیں، نیز اِس سے صلاۃ الضحیٰ کی فرض کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے۔
- جمہور علماء رحمۃ اللہ علیہم: صلاۃ الضحیٰ پر مداوَمت کرنے میں کوئی کراہت نہیں۔اِس لئے کہ کئی روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مداومت کی ترغیب دینا ثابت ہے۔(الفقہ الاِسلامی:2/1093)(المغنی لابن قدامۃ:2/97)

صلاۃ الضحیٰ کی اہمیت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چاشت کی آٹھ رکعات پڑھتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں: اگر میرے والدین کو بھی زندہ کردیا جائے تب بھی میں یہ ترک نہیں کروں گی۔عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها, أَنَّهَا كَانَتْ تُصَلِّي الضُّحَى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ تَقُولُ: لَوْ نُشِرَ لِي أَبَوَايَ مَا تَرَكْتُهَا۔(مؤطامالک:405)

صلوۃ الضحیٰ کا وقت :

اِس کا وقت سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے نصف النہار شرعی سے پہلے تک ہے، مختار اور بہتر وقت یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھ جانے پر پڑھے۔(زُبدۃ الفقہ:283)

صلوۃ الضحیٰ کی رکعات کی تعداد:

کم سے کم اِس کی دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات ثابت ہیں۔(الدر المختار:2/23)اوسط درجہ آٹھ رکعتیں پڑھنے کا ہے اور یہی عادت افضل ہے، اکثر علماء کے نزدیک افضل اور مختار چار رکعات ہے۔(زُبدۃ الفقہ:282) الغرض فرصت اور ہمّت کو دیکھتے ہوئے اِس نماز کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیئے، مشغولیت ہو تو کم از کم دو رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں اور فرصت ہو تو زیادہ سے زیادہ پر عمل کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم۔

تعدادِ رکعات سے متعلّق احادیثِ طیبہ:

دو رکعت:

مَنْ حَافَظَ عَلَى شُفْعَةِ الضُّحَى غُفِرَ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔(ترمذی:476)

وَيُجْزِئُ مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحَى۔(مسلم:720)

چار رکعات:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى أَرْبَعًا، وَيَزِيدُ مَا شَاءَ اللهُ۔(مسلم:719)

چھ رکعات:

وَمَنْ صَلَّى سِتًّا كُفِيَ ذَلِكَ الْيَوْمَ۔(السنن الصغیر للبیہقی:825)

آٹھ رکعات:

عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها, أَنَّهَا كَانَتْ تُصَلِّي الضُّحَى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ۔(مؤطا مالک:405)

دس رکعات:

وَإِنْ صَلَّيْتَهَا عَشْرًا لَمْ يُكْتَبْ لَكَ ذَلِكَ الْيَوْمَ ذَنْبٌ۔(سنن کبریٰ بیہقی:4906)

بارہ رکعات:

مَنْ صَلَّى الضُّحَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ قَصْرًا مِنْ ذَهَبٍ فِي الجَنَّةِ۔(ترمذی:473)

دو سے لے کر بارہ تک:

إِنْ صَلَّيْتَ الضُّحَى رَكْعَتَيْنِ لَمْ تُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ، وَإِنْ صَلَّيْتَهَا أَرْبَعًا كُتِبْتَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ، وَإِنْ صَلَّيْتَهَا سِتًّا كُتِبْتَ مِنَ الْقَانِتِينَ، وَإِنْ صَلَّيْتَهَا ثَمَانِيًا كُتِبْتَ مِنَ الْفَائِزِينَ، وَإِنْ صَلَّيْتَهَا عَشْرًا لَمْ يُكْتَبْ لَكَ ذَلِكَ الْيَوْمَ ذَنْبٌ، وَإِنْ صَلَّيْتَهَا ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللهُ لَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔(سنن کبریٰ بیہقی:4906)

صلوۃ الضحیٰ کے فضائل:

صلاۃ الضحیٰ کے فضائل احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

پہلی فضیلت: چاشت کی دو رکعت انسان کے ہر جوڑ کے صدقہ کی ادائیگی کے لئے کافی ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: ہر صبح انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے پس ہر تسبیح یعنی "سُبحَان اللَّهِ" کہنا صدقہ ہے، ہر تحمید یعنی "اَلْحَمْدُ لِلّٰهُ" صدقہ ہے، ہر تہلیل یعنی "لاإله إِلَّا اللَّهُ" کہنا صدقہ ہے، ہر تکبیر یعنی "اَللَّهُ أَكْبَرُ" کہنا صدقہ ہے، امر بالمعروف یعنی نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور نہی عن المنکر یعنی بُرائی سے روکنا صدقہ ہے، اور اِس کی طرف سے چاشت کی دو رکعت کافی ہوجاتی ہیں ۔يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحَى۔(مسلم:720)

حضرت ابوبریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے: انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور انسان پر اُن میں سے ہر جوڑ کے بدلے میں صدقہ لازم ہوتا ہے، لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! اِس کی کون طاقت رکھ سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد میں پڑی ہوئی ریزش کو دفن کردو یا کسی (تکلیف دہ) چیز کو راستے سے ہٹادو، پس اگر تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تو دو رکعت چاشت کی تمہاری طرف سے کافی ہوجائیں گی۔فِي الْإِنْسَانِ سِتُّونَ وَثَلَاثُ مِائَةِ مَفْصِلٍ، فَعَلَيْهِ أَنْ يَتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِنْهَا صَدَقَةً. قَالُوا: فَمَنِ الَّذِي يُطِيقُ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ:النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا، أَوِ الشَّيْءُ تُنَحِّيهِ عَنِ الطَّرِيقِ، فَإِنْ لَمْ تَقْدِرْ فَرَكْعَتَا الضُّحَى تُجْزِئُ عَنْكَ۔(مسند احمد:22998)

دوسری فضیلت: چاشت کی نماز پابندی سے پڑھنے والوں کے لئے جنت کا ایک دروازہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بے شک جنّت کا ایک دروازہ ہے جسے ”ضُحیٰ“ کہا جاتا ہے، جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک پکارنے والا پکارے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جو چاشت کی نماز کو پابندی سے پڑھا کرتے تھے؟ (پھر اُن سے کہا جائے گا) یہ تمہارا دروازہ ہے اِس میں اللہ کی رحمت سے داخل ہوجاؤ۔إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ: الضُّحَى، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ: أَيْنَ الَّذِينَ كَانُوا يُدِيمُونَ عَلَى صَلَاةِ الضُّحَى؟ هَذَا بَابُكُمْ فَادْخُلُوهُ بِرَحْمَةِ اللَّهِ۔(طبرانی اوسط:5060)

تیسری فضیلت: نبی کریم ﷺ کی چاشت کی نماز پڑھنے کی وصیت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے میرے خلیل حضور ﷺ نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے جنہیں موت تک کبھی میں نہیں چھوڑوں گا: ایک ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنا، دوسرا چاشت کی نماز پڑھنا اور

تیسرا وتر پڑھ کر سونا ۔أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ لاَ أَدَعُهُنَّ حَتَّى أَمُوتَ: صَوْمِ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلاَةِ الضُّحَى، وَنَوْمٍ عَلَى وِتْرٍ۔(بخاری:1178)مسند احمد میں صلوۃ الضحیٰ کی دو رکعتیں ذکر کی گئی ہیں ، اِس سے معلوم ہوا کہ چاشت کی کم از کم دو رکعت بھی پڑھی جاسکتی ہے۔أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ:الْوَتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ، وَصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحَى۔(مسند احمد:9217)

چوتھی فضیلت:چاشت کی نماز میں مقبول حج اور عُمرے کا ثواب ہے:

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی روایت ہے: چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول حج و عُمرے کے برابر ہے۔رَكْعَتَانِ مِنَ الضُّحَى تَعْدِلاَنِ عِنْدَ اللهِ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ مُتَقَبَّلَتَيْنِ۔(الجامع الصغیر:6877)

پانچویں فضیلت:چاشت کی نماز فرشتوں کی نماز ہے:

حضرت عبد اللہ بن زید سے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا یہ اِرشاد منقول ہے : مَیں نے اپنے ربّ سے سوال کیا کہ میری امّت پر چاشت کی نماز لازم ہوجائے ، اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا: یہ فرشتوں کی نماز ہے جو پڑھنا چاہے پڑھے اور جو ترک کرنا چاہے ترک کردے ، اور جو پڑھے اُسے سورج کے بلند ہونے کے بعد پڑھنا چاہیئے ۔سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ يَكْتُبَ عَلَى أُمَّتِي سُبْحَةُ الضُّحَى فَقَالَ: تِلْكَ صَلاَةُ الْمَلاَئِكَةِ مَنْ شاءَ صَلاَّهَا وَمَنْ شاءَ تَرَكَهَا وَمَنْ صَلاَّهَا فَلاَ يصلها حتى ترتفع۔(الجامع الصغیر:6969)

چھٹی فضیلت:چاشت کی نماز اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کی نماز ہے:

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوست نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اِس بات کی وصیّت فرمائی کہ میں چاشت کی نماز پڑھا کروں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب بہت زیادہ رجوع کرنے والوں کی نماز ہے۔

أَوْصَانِي خَلِيلِي أَنْ أُصَلِّيَ صَلَاةَ الضُّحَى، فَإِنَّهَا صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ۔(ابن ابی شیبہ:7800)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد مَروی ہے: چاشت کی نماز اوّابین یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والوں کی نماز ہے۔صَلَاةُ الضُّحٰى صَلَاةُ الْأَوَّابِيْن۔(الجامع الصغیر:7275)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: چاشت کی نماز کی حفاظت صرف وہی کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع ہونے والا ہو، اور یہ در اصل رجوع کرنے والوں کی نماز ہے۔«لَا يُحَافِظُ عَلَى صَلَاةِ الضُّحَى إِلَّا أَوَّابٌ»قَالَ:«وَهِيَ صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ»۔(مستدرکِ حاکم:1182)

ساتویں فضیلت: چاشت کی نماز نفع بخش اور نیک لوگوں کی نماز ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے، فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے پاس کھڑا آپ کے ہاتھوں پر (وضو وغیرہ کے لئے) پانی ڈال رہا تھا کہ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور فرمایا: کیا میں تمہیں تین خصلتیں ایسی نہ بتاؤں جن سے تم خوب نفع حاصل کر سکو؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ضرور بتائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: میری امّت (مسلمہ) میں سے جس سے بھی تمہاری ملاقات ہو اُس سے سلام کرو اِس سے تمہاری عُمر طویل ہوگی، جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو اِس سے تمہارے گھر میں بکثرت خیر و بھلائی ہوگی اور چاشت کی نماز پڑھا کرو کیونکہ یہ "صلوۃ الابرار" یعنی نیک لوگوں کی نماز ہے۔كُنْتُ وَاقِفًا عَلَى رَأْسِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَصُبُّ عَلَى يَدَيْهِ الْمَاءَ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَأْسَهُ، فَقَالَ:أَلَا أُعَلِّمُكَ ثَلَاثَ خِصَالٍ تَنْتَفِعُ بِهَا؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلَى، بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ:مَنْ لَقِيتَ مِنْ أُمَّتِي فَسَلِّمْ عَلَيْهِ يَطُلْ عُمُرُكَ، وَإِذَا دَخَلْتَ بَيْتَكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ

يَكْثُرْ خَيْرُ بَيْتِكَ، وَصَلِّ صَلَاةَ الضُّحَى فَإِنَّهَا صَلَاةُ الْأَبْرَارِ۔(شعب الایمان:8383)

آٹھویں فضیلت: چاشت کی دو رکعت پر جنت میں محل تیار ہونا:

حضرت کعب فرماتے ہیں: جو فرض نمازوں کے علاوہ دن میں بارہ رکعتیں پڑھ لے وہ جنّت میں داخل ہوگا یا جنت میں اُس کا محل بنادیا جائے گا: صبح کی نماز سے پہلے دو سنتیں، چاشت کی دو رکعت، ظہر سے پہلے چار سنتیں، ظہر کے بعد کی دو سنت، اور مغرب کے بعد کی دو سنت۔ثِنْتَا عَشْرَةَ رَكْعَةً، مَنْ صَلَّاهَا فِي يَوْمٍ سِوَى الْمَكْتُوبَةِ،دَخَلَ الْجَنَّةَ أَوْ بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ، رَكْعَتَانِ قَبْلَ الْغَدَاةِ،وَرَكْعَتَانِ مِنَ الضُّحَى، وَأَرْبَعُ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ،وَرَكْعَتَانِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ۔(ابن ابی شیبہ:5978)

نویں فضیلت: چاشت کی دو رکعت کی حفاظت پر کثیر گناہوں کی مغفرت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے چاشت کی دو رکعت کی حفاظت کی اُس کے تمام گناہ معاف کردیے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔مَنْ حَافَظَ عَلَى شُفْعَةِ الضُّحَى غُفِرَ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ البَحْرِ۔(ترمذی:476)

دسویں فضیلت: چاشت کی دو سے لے کر بارہ رکعات تک پڑھنے کی فضیلتیں:

☆دو رکعت: جس نے دو رکعت نماز پڑھی وہ غافل ہونے والوں میں نہیں لکھا جائے گا۔

☆چار رکعت: جس نے چار رکعت نماز پڑھی وہ قانتین یعنی لمبے قیام کرنے والوں میں لکھا جائے گا۔

☆چھ رکعت: جس نے چھ رکعت نماز پڑھی اُس کیلئے اُس دن کے کاموں کی کفایت کردی جائے گی۔

☆آٹھ رکعت: جس نے آٹھ رکعت نماز پڑھی اللہ تعالیٰ اُسے عبادت گزاروں میں سے لکھ دیں گے۔

☆دس رکعت: جس نے دس رکعت نماز پڑھی اُس دن گناہ نہیں لکھا جاتا۔

☆بارہ رکعت: جس نے بارہ رکعت نماز پڑھی اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت میں محل بنادیں گے۔

اب روایات میں ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جس نے بارہ رکعات چاشت پڑھی اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت میں سونے کا محل بنادیں گے۔مَنْ صَلَّى الضُّحَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ قَصْرًا مِنْ ذَهَبٍ فِي الجَنَّةِ۔(ترمذی:473)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد مروی ہے: جس نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی وہ غافل ہونے والوں میں نہیں لکھا جائے گا، جس نے چار رکعت پڑھی وہ قانتین(لمبا قیام کرنے والوں) میں سے لکھا جائے گا، جس نے چھ رکعت پڑھی اُس کیلئے اُس دن کے کاموں کی کفایت کردی جائے گی، جس نے آٹھ رکعت پڑھی اللہ تعالیٰ اُسے عبادت گزاروں میں سے لکھ دیں گے اور جس نے بارہ رکعت پڑھی اللہ تعالیٰ اُس کیلئے جنّت میں محل بنادیں گے۔مَنْ صَلَّى الضُّحَى سَجْدَتَيْنِ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ، وَمَنْ صَلَّى أَرْبَعًا كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِينَ، وَمَنْ صَلَّى سِتًّا كُفِيَ ذَلِكَ الْيَوْمِ، وَمَنْ صَلَّى ثَمَانِيًا كَتَبَهُ اللَّهُ مِنَ الْعَابِدِينَ، وَمَنْ صَلَّى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔(السنن الصغیر للبیہقی:825)

مذکورہ روایت میں چاشت کی دو، چار، چھ، آٹھ اور بارہ رکعات پڑھنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے، دس کا ذکر نہیں، لیکن ایک دوسری روایت میں دس رکعت کی فضیلت بھی ذکر کی گئی ہے کہ اُس دن گناہ نہیں لکھا جاتا ۔وَإِنْ صَلَّيْتَهَا عَشْرًا لَمْ يُكْتَبْ لَكَ ذَلِكَ الْيَوْمَ ذَنْبٌ۔(السنن الکبریٰ للبیہقی:4906)

اِشراق اور چاشت ایک ہی نماز ہیں یا الگ الگ:

اِس بارے میں دو قول ہیں:

(1)حضرات فقہاء کرام اور محدّثین رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں : صلوۃ الضحیٰ اور صلوۃ الاِشراق دونوں ایک ہی نمازیں ہیں، ان میں صرف اتنا فرق ہے کہ اگر مکروہ وقت نکل جانے کے ذرا دیر بعد نماز پڑھی جائے تو یہ "اِشراق" کہلاتی ہے اور اگر اِس سے ذرا تاخیر کرکے پڑھی جائے تو اسے "چاشت" کی نماز کہا جاتا ہے اور اِس کی رکعات کی تعداد کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہے۔

(2)علّامہ سیوطی اور علی المتّقی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اِشراق اور چاشت دونوں الگ الگ نمازیں ہیں، اِسلئے کہ بعض احادیث میں اِن دونوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ الگ پڑھنا وارِد ہوا ہے۔(العَرف الشذی:1/442)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا صلوۃ الضحیٰ کا اِنکار اور اُس کی وجہ:

ایک روایت میں ہے کہ حضرت مورّق عجلی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صلاۃ الضحیٰ کے بارے میں سوال کیا کہ کیا آپ صلاۃ الضحیٰ پڑھتے ہیں ؟ اُنہوں نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے ؟ اُنہوں نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے ؟اُنہوں نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے ؟اُنہوں نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ آپ بھی نہیں پڑھتے تھے۔ عَنْ مُوَرِّقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَتُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَ: لاَ، قُلْتُ: فَعُمَرُ؟ قَالَ: لاَ، قُلْتُ: فَأَبُو بَكْرٍ؟ قَالَ: لاَ، قُلْتُ: فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لاَ إِخَالُهُ۔(بخاری:1175)

دفعِ تعارض :اِس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صلاۃ الضحیٰ نبی کریم ﷺ اور خلفاءِ راشدین کا طریقہ نہیں ہے، حالآنکہ روایاتِ کثیرہ سے صلوۃ الضحیٰ کا ثبوت ہے لہذا رفعِ تعارض کے لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس انکار کی لازماً توجیہ کی جائے گی، تاکہ روایات میں تطبیق ہو سکے۔اور وہ یہ ہے:

1. ممکن ہے کہ انہوں نے مداومت کا انکار کیا ہو، کیونکہ آپ ﷺ سے پڑھنا ثابت ہے مداومت نہیں
2. ممکن ہے کہ اُنہوں نے مسجد میں فرض نمازوں کے اہتمام کی طرح پڑھنے کا اِنکار کیا ہو۔
3. ممکن ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس کا علم نہ ہوا ہو۔(مرعاۃ المفاتیح:4/358)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ التَّطَوُّعِ

تطوّع کا لغوی اور عُرفی معنیٰ:

تطوّع لغت میں "تَکَلُّفُ الطَّاعَةِ" کو کہتے ہیں، یعنی مشقت برداشت کرتے ہوئے کسی اِطاعت کو بجالانا۔

عُرف میں تطوّع "التَّبَرُّعُ بِمَا لاَ یَلْزَمُ" کو کہا جاتا ہے،یعنی ایک غیر لازم چیز کو تبرّعاً سر انجام دینا، جیسے: نفل پڑھنا۔(المفردات فی غریب القرآن للأصفہانی:1/529)

اکثر تطوّع کا اطلاق اُن نمازوں پر ہوتا ہے جو غیر رواتب یعنی سنن غیر مؤکدہ ہیں۔

سنن کی اقسام:

علامہ ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سنن کی دو قسمیں ہیں: (1) سنن جماعت۔(2) سننِ اِنفراد۔

(1) **سننِ جماعت۔** یعنی وہ جن کے لئے جماعت مسنون ہے، مثلاً: عیدین، کسوف، استسقاء اور تراویح۔

(2) **سننِ انفراد۔** یعنی وہ جن کے لئے جماعت مسنون نہیں۔ جیسے: قبلیہ اور بعدیہ سنن۔

مذکورہ دونوں قسموں میں سے فضیلت کے اعتبار سے سننِ جماعت سننِ انفراد سے افضل ہیں۔

پھر سننِ انفراد کی دو قسمیں ہیں: (1) سننِ معیّنہ۔ (2) نفلِ مطلق۔

(1) سننِ معیّنہ: یعنی وہ سنن جو شرعاً وقت، عدد اور طریقے میں متعیّن ہوں۔ جیسے: سننِ رواتب، صلاۃ الضحیٰ، صلاۃ التسبیح۔ صلاۃ الاستخارہ، صلاۃ الحاجۃ، تحیۃ الوضو۔

(2) نفلِ مطلق: یعنی وہ سنن جو شرعاً وقت، عدد اور طریقے میں متعیّن نہ ہوں۔ جیسے: دن و رات میں پڑھی جانے والی کوئی بھی نماز جبکہ مکروہ وقت نہ ہو۔ (التعلیق الصبیح:2/114، 115)(نفحات التنقیح:2/674)

نوافل کے فضائل:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: نوافل کی وجہ سے بندہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں، تو پھر میں اُس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنے، اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھے، اور اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑے اور اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو عطاء کرتا ہوں اور کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں۔مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ:كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ۔(بخاری:6502)

اِرشادِ نبوی ہے: قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب اور بامراد ہو گا اور نماز بیکار ثابت ہوئی تو وہ نامراد اور خسارہ میں ہو گا، اور اگر نماز میں کچھ کمی پائی گئی تو اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہو گا: دیکھو اِس بندے کے پاس کہ کیا کچھ نفلیں بھی ہیں کہ جن سے فرضوں کو پورا کر دیا جائے؟ اگر نکل آئیں تو اُن سے فرضوں کی تکمیل کر دی جائے گی اُس کے بعد پھر اِسی طرح باقی اعمال روزہ زکوۃ وغیرہ کا حساب ہو گا۔ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ العَبْدُ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ،فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ،وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ،فَإِنْ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ،قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ:انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلَ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الفَرِيضَةِ،ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ۔(ترمذی:413)

صلوۃ الاِشراق:

فجر کی نماز کے بعد فوراً بستر جانے کے بجائے کچھ دیر مسجد ہی میں اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے ذکر و تلاوت میں مشغول رہیں اور جب سورج طلوع ہو جائے تو دو دو کر کے چار رکعت یا صرف دو رکعت اِشراق کی نیت سے پڑھ لیں، یہ "اِشراق کی نماز" کہلاتی ہے۔

اِشراق کی نماز کے فضائل:

یہ ایسا مُبارک اور اجر و ثواب کا حامل عمل ہے کہ انسان کو بیٹھے بیٹھے مفت میں بغیر کسی مشقت کے مُختصر سے وقت میں درج ذیل بڑے بڑے فضائل حاصل ہو جاتے ہیں:

(1)— مکمل حج اور عُمرے کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔(ترمذی:586)

(2)— اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اُس پر حرام کر دیتے ہیں۔(شعب الایمان:2697)

(3)— اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت کر دیتے ہیں۔(طبرانی اوسط:5940)

(4)— اللہ تعالیٰ کی جانب سے دن بھر کے کاموں کی کفایت ہو جاتی ہے۔(ترمذی:475)

پہلی فضیلت: مکمل حج اور عُمرے کا ثواب حاصل ہوتا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی پھر طلوعِ آفتاب تک بیٹھا اللہ کے ذکر میں لگا رہے، پھر دو رکعت پڑھے تو اُس کے لئے ایک مکمل حج اور عُمرہ کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے، راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے " تَامَّةٍ " کا لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اِرشاد فرمایا یعنی مکمل حج اور مکمل عمرہ کا ثواب۔«مَنْ صَلَّى الغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللَّهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ»، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ»۔(ترمذی:586)

دوسری فضیلت: اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اُس پر حرام کر دیتے ہیں:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مَروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جس نے فجر کی نماز پڑھی پھر اُسی مجلس میں بیٹھ کر طلوعِ آفتاب تک اللہ کا ذکر کرتا رہا پھر کھڑا ہوا اور دو رکعت نماز پڑھی اللہ تعالیٰ اُس پر آگ کو حرام کر دیں گے اِس سے کہ وہ آگ اُس کو جلا سکے یا چکھ بھی سکے۔مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِي مَجْلِسِهِ يَذْكُرُ اللهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَلْفَحَهُ أَوْ تَطْعَمَهُ۔(شعب الایمان:2697)

شعب الایمان کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں: جس نے صبح کی نماز پڑھی پھر طلوعِ آفتاب تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگا رہا اُس کے بعد دو یا چار رکعات پڑھی تو اُس کی جلد کو آگ چھوئے گی بھی نہیں۔مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ ثُمَّ ذَكَرَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ أَوْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ لَمْ تَمَسَّ جِلْدَهُ النَّارُ۔(شعب الایمان:3671)

تیسری فضیلت: اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت کر دیتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل کرتی ہیں: جس نے صبح کی نماز پڑھی اور طلوعِ شمس تک اپنے مصلیٰ ہی پر بیٹھا (ذکر و تلاوت میں مشغول) رہے پھر چار رکعات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت فرمادیتے ہیں ۔مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ، وَقَعَدَ فِي مُصَلَّاهُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ذُنُوبَهُ۔(طبرانی اوسط:5940)

حضرت سہل بن مُعاذ بن انس الجہنی اپنے والد سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جو صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھا (ذکر و تلاوت میں مشغول) رہے، زبان سے صرف خیر کی بات نکالے، یہاں تک کہ اِشراق کی دو رکعت پڑھ لے تو اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو ۔مَنْ قَعَدَ فِي مُصَلَّاهُ حِينَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، حَتَّى يُسَبِّحَ رَكْعَتَيِ الضُّحَى، لَا يَقُولُ إِلَّا خَيْرًا، غُفِرَ لَهُ خَطَايَاهُ، وَإِنْ كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ۔(ابوداؤد:1287)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ مطہرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل کرتی ہیں: جس نے فجر کی نماز پڑھی اور اُسی جگہ بیٹھے اللہ کا ذکر کرتا رہا اور دنیا کی کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ (طلوعِ آفتاب کے بعد) چار رکعات

پڑھی تو وہ اپنے گناہوں سے اُس دن کی طرح نکل جاتا ہے جس دن اُس کی ماں نے اُس کو جنا تھا۔مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ أَوْ قَالَ: الْغَدَاةَ فَقَعَدَ فِي مَقْعَدِهِ فَلَمْ يَلْغُ بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا، وَيَذْكُرُ اللَّهَ حَتَّى يُصَلِّيَ الضُّحَى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ لَا ذَنْبَ لَهُ۔(مسند ابی یعلیٰ الموصلی:4365)

چوتھی فضیلت: اللہ تعالیٰ کی جانب سے دن بھر کے کاموں کی کفایت ہو جاتی ہے:

حدیثِ قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابنِ آدم! دن کے شروع میں میرے لئے چار رکعت پڑھ لے مَیں تیرے دن بھر کے کاموں کے لئے کافی ہو جاؤں گا۔ابْنَ آدَمَ ارْكَعْ لِي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَكْفِكَ آخِرَهُ۔(ترمذی:475)

فائدہ: دن کے شروع میں پڑھی جانے والی چار رکعات سے کون سی نماز مراد ہے، اِس بارے میں تین قول ہیں: ① صلوۃ الضحیٰ۔ ②، صلوۃ الاِشراق ③ فجر کی دو سنّتیں اور دو فرض۔(مرقاۃ المفاتیح:3/980)

لہٰذا یہ مذکورہ فضیلت یعنی دن بھر کے کاموں کی کفایت تینوں نمازوں کی ہو سکتی ہے۔

تحیۃ الوضو(شکر الوضو):

وضو کے بعد اعضا خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھنا مستحب ہے اسی طرح غسل کے بعد بھی دو رکعت نماز مستحب ہے اگر چار رکعتیں پڑھی جائیں تب بھی کوئی حرج نہیں، مگر وہ مکروہ وقت میں نہ پڑھے۔(زبدۃ الفقہ:282)

تحیّۃ الوضوء کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت بلال رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے فجر کی نماز کے وقت سوال

کیا: مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے حالتِ اِسلام میں کون سا ایسا عمل کیا ہے جس سے تمہیں ثواب کی سب سے زیادہ اُمید ہو، کیونکہ میں نے جنّت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی آواز سنی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ایسی زیادہ اُمید کا کوئی عمل نہیں کیا سوائے اس کے کہ رات و دن میں جب بھی میں پاکی حاصل کرتا ہوں تو اس پاکی سے جس قدر میرے مقدّر میں ہے نماز ضرور پڑھ لیتا ہوں۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلاَلٍ: «عِنْدَ صَلاَةِ الفَجْرِ يَا بِلاَلُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الإِسْلاَمِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الجَنَّةِ» قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِي: أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طَهُورًا، فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ۔(بخاری:1149)

صلوۃ الاستخارہ:

اِستخارہ بابِ استفعال کا مصدر ہے، جس کا مطلب "خیر طلب کرنے" کے آتے ہیں، اِستخارہ میں چونکہ بندہ اپنے ربّ سے اپنے امور میں خیر کا طلب گار ہوتا ہے، اِس لئے اس کو "نمازِ استخارہ" کہا جاتا ہے۔

استخارے کی اہمیت:

اِرشادِ نبوی ہے: جس نے اِستخارہ کیا اُس نے نقصان نہیں اُٹھایا، اور جس نے مشورہ کیا وہ کبھی نادم نہیں ہوا، جس نے (خرچ میں) میانہ رَوی اختیار کی وہ کبھی مُفلس نہیں ہوا۔مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ، وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ، وَلَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ۔(طبرانی اوسط:6/365)

اِرشادِ نبوی ہے: ابنِ آدم کی خوش بختی میں سے یہ ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے پر راضی ہوجائے اور اُس کی بد بختی میں سے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے "اِستخارہ" یعنی خیر کے طلب کرنے کو ترک کردے، اور اِبنِ

آدم کی بدبختی میں سے یہ ہے کہ اللہ کے فیصلے پر ناراض ہو۔مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللَّهُ لَهُ، وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللَّهِ، وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ سَخَطُهُ بِمَا قَضَى اللَّهُ لَهُ۔(ترمذی:2151)

بعض حکماء کا قول ہے: جس کو چار چیزیں دیدی گئیں اُسے چار چیزوں سے روکا نہیں گیا۔(1)جس کو شکر کی دولت دی گئی اُسے نعمت کے بڑھنے سے روکا نہیں گیا۔(2)جس کو توبہ کی توفیق عطا کی گئی اُس کو قبولیت سے روکا نہیں گیا۔(3)جس کو استخارہ کی توفیق دی گئی اُس کو خیر سے روکا نہیں گیا۔(4)جس کو مشورے کی توفیق دی گئی اُس کو درستگی سے روکا نہیں گیا۔مَنْ أُعْطِيَ أَرْبَعًا لَمْ يُمْنَعْ أَرْبَعًا: مَنْ أُعْطِيَ الشُّكْرَ لَمْ يُمْنَعِ الْمَزِيدَ، وَمَنْ أُعْطِيَ التَّوْبَةَ لَمْ يُمْنَعِ الْقَبُولَ، وَمَنْ أُعْطِيَ الِاسْتِخَارَةَ لَمْ يُمْنَعِ الْخَيْرَ، وَمَنْ أُعْطِيَ الْمَشُورَةَ لَمْ يُمْنَعِ الصَّوَابَ۔(مرقاۃ المفاتیح:3326/8)

استخارے کا طریقہ:

سنت کے مطابق استخارہ کا سیدھا سادہ اور آسان سا طریقہ یہ ہے کہ دن یا رات میں کسی بھی وقت(بشرطیکہ وہ مکروہ وقت نہ ہو)دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھیں،اِس نیّت کے ساتھ کہ میرے سامنے یہ معاملہ یا مسئلہ ہے،اس میں جو راستہ میرے حق میں بہتر ہو،اللہ تعالی اس کا فیصلہ فرمادیں۔

سلام پھیر کر نماز کے بعد استخارہ کی وہ مسنون دعا مانگیں جو حضور ﷺ نے تلقین فرمائی ہے:

استخارے کی دعاء:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ ولا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنَّ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي

فِي دِينِي، وَمَعَاشِي، وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَاقْدُرْهُ لِي، وَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي، وَمَعَاشِي، وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَاصْرِفْهُ عَنِّي، وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ۔(ترمذی:780)

دونوں جگہ ھذا الامر کہتے وقت اپنے اس کام کا دل میں خیال کریں یا زبان سے اپنے مقصد کا ذکر کریں، مثلاً سفر کے لئے ھذا السفر ، کہیں ٹھہرنے کے لئے ھذہ الاقامۃ، نکاح کے لئے ھذا النکاح اور کسی چیز کی خرید و فروخت کے لئے ھذا البیع کہیں۔اور یہ بھی جائز ہے کہ ھذا الامر کہیں۔(زبدۃ الفقہ)

استخارہ کن امور میں کیا جائے گا؟

واجباتِ غیر مؤقتہ(جن کی ادائیگی کا وقت مقرر نہیں)اور مباح کاموں میں تردّد کے وقت استخارہ ہوتا ہے۔ جبکہ واجباتِ مؤقتہ(جن کی ادائیگی کے اوقات مقرر ہیں)،مندوبات، مکروہات اور محرمات میں استخارہ نہیں کیا جاتا۔(نفحات التنقیح:2/676)

صلوۃ التوبہ:

جس شخص سے کوئی گناہ صادر ہو جائے اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت پڑھ کر اپنے گناہ سے توبہ اور اس کی بخشش و معافی کے لئے اللہ تعالی سے دعا کرے۔اِس نماز کو ”صلاۃ التوبہ“ کہا جاتا ہے، جو عام دو رکعتوں کی طرح ہی اداء کی جاتی ہے،البتہ اِس میں چونکہ اپنے گناہوں کی معافی اور مغفرت کا سوال کیا جاتا ہے،اِس لئے اِس کو ”صلاۃ التوبہ“ کہتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے: جو شخص بھی کوئی گناہ کر بیٹھے، پھر کھڑا ہوا، اچھے طریقے سے پاکی حاصل کرے پھر (دو رکعت) نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اِستغفار (توبہ) کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کی ضرور مغفرت فرمادیتے ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے (دلیل و اِستشہاد کے طور پر) یہ آیت تلاوت کی: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر کبھی کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یا (کسی اور طرح) اپنی جان پر ظلم کر گزرتے ہیں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔(آلِ عمران:135)مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا، ثُمَّ يَقُومُ فَيَتَطَهَّرُ، ثُمَّ يُصَلِّي، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ»، ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الآيَةَ: {وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ}۔(ترمذی:406)

توبہ کی شرائط:

توبہ کی چار بنیادی شرائط ذکر کی گئی ہیں، جن کا لحاظ کرنا توبہ کے لئے ضروری ہے:

(1)— معصیت سے الگ ہو جانا: گناہوں میں مشغول رہتے ہوئے توبہ نہیں ہوتی، توبہ کے لئے گناہوں کو چھوڑنا اور اُن سے کنارہ کش ہونا ضروری ہے، اِس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ گناہوں میں لگے ہوئے ہونے کے باوجود جو توبہ توبہ کرتے ہیں وہ توبہ نہیں مذاق ہوتا ہے۔

(2)— اپنے کیے پر شرمندہ ہونا: جو گناہ دانستگی یا نادانی میں سرزد ہو چکا ہے اُس پر شرمندہ و پشیمان ہونا یہ بھی توبہ کی شرط ہے، اور اِسی سے یہ معلوم ہوا کہ گناہ کر کے اُس کو لوگوں کے سامنے فخریہ طور پر ہرگز بیان نہیں کرنا چاہیئے جیسا کہ بعض لوگ اِس کا اِرتکاب کرتے ہیں۔

(3)— آئندہ نہ کرنے کا پکا عزم کرنا: توبہ کی ایک اہم اور بنیادی شرط یہ ہے کہ دل میں آئندہ نہ کرنے کا پکا عزم اور پختہ اِرادہ ہو، اگرچہ یہ معلوم ہو کہ میں کمزور ہوں اور کسی وقت دوبارہ پھسل سکتا ہوں لیکن دل میں اُس کو عملاً کرنے کا ہرگز اِرادہ نہیں رکھنا چاہیئے۔

(4)— حقوق کی ادائیگی: چوتھی شرط یہ ہے کہ اگر وہ گناہ ایسا ہے کہ اُس کی ادائیگی لازم ہوتی ہو تو اُس کو اداء کرنا چاہیئے، مثلاً کسی کا مال دبار کھا ہو تو صرف توبہ کرنے سے معاف نہیں ہو گا جب تک کہ اُس کو اداء نہ کر دیا یا معاف نہ کرالیا جائے، کسی کو تکلیف پہنچائی ہو، حقوق کو پامال کیا ہو تو صاحبِ حق سے معاف کرائے بغیر توبہ قبول نہیں، اِسی طرح نمازیں نہ پڑھی ہوں، زکوۃ اداء نہ کی ہو یا اِن کے علاوہ کوئی شرعی فرائض و واجبات کی ادائیگی واجب الذمّہ ہو تو اُن کو اداء کرکے فارغ ہونا چاہیئے، کیونکہ اس کے بغیر توبہ تام نہیں ہوتی۔(مرقاۃ:3/988)(شرح النووی:17/25)

صلوۃ التوبہ میں افضل قراءت:

اِس بارے میں احادیث کے اندر کوئی سورت منقول نہیں، لہٰذا کوئی بھی سورت پڑھی جاسکتی ہے، البتہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ صلاۃ التوبہ میں توبہ کی مناسبت سے مندرجہ ذیل آیات کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے:

(1)— پہلی رکعت میں "سورۃ الکافرون" دوسری میں "اخلاص"۔

(2)— پہلی رکعت میں:﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ﴾۔(آلِ عمران : 135)اور دوسری رکعت میں:﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ﴾۔(النساء:110)(مرقاۃ:3/988)

توبہ واِستغفار میں فرق:

1. توبہ ''ترك الإثم والعزم على الترك مع الندامة على ما فعل'' کو کہا جاتا ہے،یعنی اپنے کیے پر شرمندگی کے ساتھ آئندہ نہ کرنے کا عزم (پکااِرادہ) کرتے ہوئے گناہ کو ترک کر دینا، جبکہ اِستغفار میں یہ چیزیں نہیں ہوتیں، البتہ مغفرت کی طلب ہوتی ہے۔
2. اِستغفار اپنے لئے اور دوسروں کیلئے بھی کیا جاتا ہے، جبکہ توبہ دوسرے کیلئے نہیں، صرف اپنے لئے ہوتی ہے۔(العرف الشذی:1/374)

نمازِ حاجت:

جب کوئی حاجت پیش آئے خواہ اس حاجت کا تعلق اللہ تعالی سے بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ ہو (یعنی کسی بندے سے اس کام کا پورا ہونا متعلق ہو) تو اس کے لئے مستحب ہے کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نفل نماز پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد نبی کریم ﷺ پر درورد شریف پڑھے پھر یہ دعا پڑھے :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الحَلِيمُ الكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ العَرْشِ العَظِيمِ، الحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ العَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔(ترمذی:479)

اس کے بعد جو حاجت درپیش ہو اس کا سوال کرے ان شاءاللہ اس کی وہ حاجت روا ہو گی۔(زبدۃ الفقہ:285)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتے کے دن صبح کو اپنی حاجت کا سوال کرنا اور یہ نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ اور وہ روایت یہ ہے: جو ہفتہ کے دن صبح کے وقت میں کسی ایسی

حاجت کو طلب کرنے کیلئے نکلا جس کا طلب کرنا حلال ہو تو میں اُس کے پورا ہونے کا ضامن ہوں۔مَنْ غَدَا يَوْمَ السَّبْتِ فِي طَلَبِ حَاجَةٍ يَحِلُّ طَلَبُهَا فَأَنَا ضَامِنٌ لِقَضَائِهَا۔(مرقاۃ:3/992)

صلوۃ التسبیح:

ایک بہت اہم اور عظیم نماز جس کی احادیثِ طیبہ بڑے فضائل وارِد ہوئے ہیں وہ "صلوۃ التسبیح" ہے۔اِس نماز کی ادائیگی میں تقریباً آدھا گھنٹہ لگتا ہے لیکن فضائل اِس قدر زیادہ ہیں کہ اگر پورا دن بھی لگ جائے تو زیادہ نہیں، اِس کی اہمیت کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اِس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: صلاۃ التسبیح اگر ممکن ہو تو روزانہ ایک دفعہ پڑھو، اگر یہ نہیں کرسکتے تو ہر جمعہ میں ایک مرتبہ پڑھو، اگر یہ بھی نہیں کرسکتے تو ہر مہینے میں ایک دفعہ پڑھو، اگر یہ بھی نہیں کرسکتے ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھو، اور اگر یہ بھی نہیں کرسکتے تو اپنی پوری زندگی میں ہی ایک دفعہ پڑھو۔إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تُصَلِّيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ، فَفِي عُمُرِكَ مَرَّةً۔(ابوداؤد:1297)

اِس لئے سال بھر وقتاً فوقتاً اِس کے پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے، اور رمضان المُبارک میں تو اِس کو اور بھی زیادہ اہتمام سے پڑھنا چاہیئے، اور یہ کوئی مشکل نہیں، بس دل میں نیکی کے حصول کا شوق اور اللہ تعالیٰ کی محبت ہونی چاہیئے، پھر خود ہی مشقت برداشت کرنا آسان ہوجاتا ہے ، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔(آمین)

صلاۃ التسبیح کے فضائل:

پہلی فضیلت: صلوۃ التسبیح سے دس قسم کے گناہوں کا معاف ہونا:

یہ وہ نماز ہے جس کے پڑھنے کی برکت سے دس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں:

(1) اگلے گناہ۔ (2) پچھلے گناہ۔ (3) قدیم گناہ۔ (4) جدید گناہ۔ (5) غلطی سے کیے ہوئے گناہ۔ (6) جان بوجھ کر کیے ہوئے گناہ۔ (7) صغیرہ گناہ۔ (8) کبیرہ گناہ۔ (9) چھپ چھپ کر کیے ہوئے گناہ۔ (10) کھلم کھلا کیے ہوئے گناہ۔ يَا عَبَّاسُ، يَا عَمَّاهُ، أَلَا أُعْطِيكَ، أَلَا أَمْنَحُكَ، أَلَا أَحْبُوكَ، أَلَا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ، إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذَلِكَ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ ذَنْبَكَ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ، خَطَأَهُ وَعَمْدَهُ، صَغِيرَهُ وَكَبِيرَهُ، سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ، عَشْرَ خِصَالٍ۔ (ابوداؤد:1297)

دوسری فضیلت: صلوۃ التسبیح سے بکثرت گناہوں کا معاف ہونا:

صلوۃ التسبیح کی برکت سے اللہ تعالیٰ بکثرت گناہ معاف کرتے ہیں، احادیث طیّبہ میں اِس کثرت کی کئی مثالیں ذکر کی گئی ہیں:

1. ساری دنیا کے لوگوں سے بھی زیادہ گناہ گار ہو تو مغفرت ہو جائے گی۔ (ابوداؤد:1298)
2. ریت کی تعداد سے زیادہ بھی گناہ ہوں تو معاف ہو جائیں گے۔ (ابن ماجہ:1386)
3. سمندر کے جھاگ سے زیادہ بھی گناہ ہوں تو معاف کر دیے جائیں گے۔ (طبرانی کبیر:987)
4. آسمان کے ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (مصنّف عبد الرزاق:5004)
5. قطروں کی تعداد سے زیادہ بھی گناہ ہوں تو معاف کر دیے جائیں گے۔ (مصنّف عبد الرزاق:5004)
6. زمانے بھر کے ایّام کی تعداد سے بھی زیادہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (مصنّف عبد الرزاق:5004)

اب اِن مندرجہ بالا فضائل پر مشتمل احادیث ملاحظہ فرمائیں:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم ساری دنیا سے کے لوگوں سے بھی زیادہ گناہ گار ہوگے تو تمہارے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔فَإِنَّكَ لَوْ كُنْتَ أَعْظَمَ أَهْلِ الْأَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَ لَكَ بِذَلِكَ۔(ابوداؤد:1298)

آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اگر تمہارے گناہ ریت سے بھی زیادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردیں گے۔فَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُكَ مِثْلَ رَمْلِ عَالِجٍ غَفَرَهَا اللَّهُ لَكَ۔(ابن ماجہ:1386)

آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اگر تمہارے گناہ سمندر کے جھاگ سے بھی زیادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردیں گے۔فَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُكَ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ غَفَرَ اللهُ لَكَ۔(طبرانی کبیر:987)

آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اگر تمہارے گناہ آسمان کے ستارے، پانی کے قطروں کی تعداد، ریت کے تعداد یا زمانے بھر کے ایّام کے برابر بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ اُن سب کو معاف کردیں گے۔فَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُكَ عَدَدَ نُجُومِ السَّمَاءِ، أَوْ عَدَدَ الْقَطْرِ، أَوْ عَدَدَ رَمْلِ عَالِجٍ، أَوْ عَدَدَ أَيَّامِ الدَّهْرِ لَغَفَرَهَا اللَّهُ لَكَ۔(مصنّف عبد الرزاق:5004)

تیسری فضیلت: صلوۃ التسبیح ایک بہترین تحفہ، بخشش اور خوشخبری ہے:

آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اِس نماز کے بارے میں بتاتے ہوئے اِسے تحفہ، بخشش اور خوشخبری قرار دیا: يَا عَبَّاسُ، يَا عَمَّاهُ، أَلَا أُعْطِيكَ، أَلَا أَمْنَحُكَ، أَلَا أَحْبُوكَ، أَلَا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ۔ (ابوداؤد:1297)ائْتِنِي غَدًا أَحْبُوكَ، وَأُثِيبُكَ، وَأُعْطِيكَ۔(ابوداؤد:1298)

تیسری فضیلت: صلوۃ التسبیح میں تین سو مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھنے کا موقع لتا ہے:

صلوۃ التسبیح کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ اِسے اداء کرتے ہوئے بندے کو تین سو مرتبہ تیسرے کلمہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء پر مشتمل بہترین کلمہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے، حالآنکہ:

- ایک مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھنے پر جنت میں ایک درخت لگ جاتا ہے۔(فضائل ذکر:141)
- تیسرا کلمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب کلمہ ہے۔(فضائل ذکر:143)
- جنت چٹیل میدان ہے اور تیسرا کلمہ جنت کے پودے ہیں۔(فضائل ذکر:141)
- تیسرے کلمہ کے ہر ایک کلمے کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے۔(فضائل ذکر:146)
- تیسرے کلمہ کا ہر کلمہ اعمال نامے میں تُلنے کے اعتبار سے سب سے زیادہ وزنی ہے۔(فضائل ذکر:147)

صلوۃ التسبیح کے بارے میں اَسلاف کے چند اقوال:

(1)......حضرت عبد العزیز بن ابی روّاد رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت عبد اللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، فرماتے ہیں: جس کا جنت میں جانے کا ارادہ ہو اُس کے لئے ضروری ہے کہ صلاۃ التسبیح کو مضبوطی سے پکڑے۔

(2)......حضرت ابو عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ایک بڑے زاہد ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالے کے لئے صلاۃ التسبیح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔(فضائلِ ذکر:174)

(3)......علّامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اِس نماز کی فضیلت و اہمیت کو سُن کر بھی غفلت اختیار کرے وہ دین کے بارے میں سستی کرنے والا ہے، صلحاء کے کاموں سے دور ہے، اس کو پکا(یعنی دین میں چست) آدمی نہ سمجھنا چاہیئے۔(فضائلِ ذکر:174)

صلاۃ التسبیح کا طریقہ:

صلوۃ التسبیح کی چار رکعتیں ہیں، جن کو ایک سلام سے پڑھا جاتا ہے، اگرچہ دو سلام سے بھی جائز ہے۔اِس کے پڑھنے کے دو طریقے منقول ہیں، جن میں سے کسی بھی طریقے کے مطابق یہ نماز پڑھا جاسکتی ہے۔

پہلا طریقہ: اس نماز کے پڑھنے کا طریقہ جو حضرت عبداللہ بن مبارک سے ترمذی شریف میں مذکور ہے یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ پڑھے پھر کلمات تسبیح یعنی: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ۔ 15 مرتبہ پڑھے پھر حسب دستور اَعُوْذُ بِاللهِ و بِسْمِ اللهِ و اَلْحَمْدُ شریف اور سورۃ پڑھے پھر قیام میں ہی یعنی سورۃ کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے وہی کلمات تسبیح 10 مرتبہ پڑھے، پھر رکوع کرے اور رکوع کی تسبیح کے بعد وہی کلمات 10 بار کہے، پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنالك الحمد کے بعد 10 بار اور دونوں سجدوں میں سجدے کی تسبیح کے بعد 10، 10 بار اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت میں یعنی جلسہ میں 10 بار وہی کلماتِ تسبیح کہے، اسی طرح ہر رکعت میں الحمد سے پہلے 15 مرتبہ اور سورۃ ملانے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے قیام ہی میں 10 مرتبہ اور رکوع و قومہ اور دونوں سجدوں میں اور دونوں سجدوں کے درمیانی جلسے میں 10، 10 بار وہی کلمات کہے اس طرح ہر رکعت میں 75 مرتبہ اور چار رکعتوں میں 300 مرتبہ یہ کلماتِ تسبیح ہو جائیں گے اور اگر ان کلمات کے بعد "وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلاَّ بِاللهِ العَلِيِّ العَظِيمِ" بھی ملا لے تو بہتر ہے کیونکہ اس سے بہت ثواب ملتا ہے اور ایک روایت میں اِن الفاظ کی زیادتی منقول بھی ہے۔

دوسرا طریقہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ترمذی شریف میں نقل کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ ثنا کے بعد اور الحمد شریف سے پہلے کسی رکعت میں ان کلمات تسبیح کو نہ پڑھے بلکہ ہر رکعت میں الحمد اور سورۃ پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے 15 مرتبہ پڑھے اور رکوع اور قومہ اور دونوں سجدوں اور جلسہ میں بالترتیب 10،10 مرتبہ پڑھے اور دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر یعنی جلسہ استراحت میں 10 مرتبہ پڑھے اس طرح ہر رکعت میں 75 مرتبہ پڑھے اور دونوں قعدوں میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔(ترمذی:482،481)

صلاۃ التسبیح کے مسائل :

☆......یہ دونوں طریقے صحیح ہیں لیکن بعض فقہا نے دوسرے طریقے کو ترجیح دی ہے کیونکہ یہ حدیث مرفوع سے ثابت ہے، بہتر یہ ہے کہ کبھی ایک روایت پر عمل کرے اور کبھی دوسری پر تاکہ دونوں پر عمل ہو جائے۔

☆......صلوۃ التسبیح میں کوئی بھی سورت پڑھی جاسکتی ہے البتہ مندرجہ ذیل کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے :

(1)— التکاثر،العصر،الکافرون اور اخلاص۔

(2)— اذا زلزلت ، و العادیات ، اذا جاء اور سورۃ اخلاص۔

☆...... اگر تسبیح کے کلمات بھول کر کسی جگہ 10 سے کم پڑھے جائیں یا بالکل نہ پڑھے جائیں تو اس کو دوسری جگہ یعنی تسبیح پڑھنے کے آگے والے موقع میں پڑھ لے تاکہ تعداد پوری ہو جائے لیکن رکوع میں بھولے

ہوئے کلماتِ تسبیح قومہ میں نہ پڑھے بلکہ دوسرے سجدے میں پڑھے کیونکہ قومہ اور جلسہ کا رکوع و سجدے سے طویل کرنا مکروہ ہے۔

☆...... کلماتِ تسبیح کو انگلیوں پر شمار نہ کرنا چاہیئے، بلکہ اگر دل کے ساتھ شمار کر سکتا ہو اِس طرح کہ نماز کی حضوری میں فرق نہ آئے تو یہی بہتر ہے ورنہ انگلیاں دبا کر شمار کرے۔(زبدۃ الفقہ:285)(در مختار:2/28)

☆......صلاۃ التسبیح مکروہ وقت کے علاوہ ہر وقت پڑھی جا سکتی ہے۔(در مختار:2/27)

☆......حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ صلاۃ التسبیح میں تشہد کے بعد سلام سے پہلے یہ دعاء پڑھتے تھے: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُك تَوْفِيْقَ أَهْلِ الْهُدَى، وَأَعْمَالَ أَهْلِ الْيَقِيْنِ، وَمُنَاصَحَةَ أَهْلِ التَّوْبَةِ، وَعَزْمَ أَهْلِ الصَّبْرِ، وَجِدَّ أَهْلِ الْخَشْيَةِ، وَطَلَبَ أَهْلِ الرَّغْبَةِ، وَتَعَبُّدَ أَهْلِ الْوَرَعِ، وَعِرْفَانَ أَهْلِ الْعِلْمِ حَتَّى أَخَافَك. اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُك مَخَافَةً تَحْجِزُنِي عَنْ مَعَاصِيْكَ حَتَّى أَعْمَلَ بِطَاعَتِك؛ وَعَمَلًا أَسْتَحِقُّ بِهِ رِضَاكَ، حَتَّى أُنَاصِحَكَ بِالتَّوْبَةِ خَوْفًا مِنْك، وَحَتَّى أُخْلِصَ لَك النَّصِيحَةَ حُبًّا لَكَ، وَحَتَّى أَتَوَكَّلَ عَلَيْك فِي الْأُمُورِ حُسْنَ ظَنٍّ بِكَ، سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ۔(در مختار:2/28)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ صَلَاةِ السَّفَرِ

سفر کالغوی اور اِصطلاحی معنیٰ :

لغت میں سفر "قَطْعُ الْمَسَافَةِ" یعنی مسافت طے کرنے کو کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی معنی یہ ہے :" هُوَ الْخُرُوجُ عَلَى قَصْدِ قَطْعِ مَسَافَةِ الْقَصْرِ الشَّرْعِيَّةِ فَمَا فَوْقَهَا " شرعی مسافتِ قصر یا اس سے زائد مسافت کو طے کرنے کے اِرادے سے نکلنا "سفر" کہلاتا ہے۔(التعریفات:119)

فائدہ: سفر کا جو مادہ ہے اِس کا لغوی معنی "کشف" یعنی کھلنے اور ظاہر ہونے کے آتا ہے، اور چونکہ سفر میں انسان پر بہت سی مخفی باتیں، تجربات اور حالات کھلتے ہیں اور سفر میں ہمسفروں کو ایک دوسرے کے اصل اخلاق کا علم ہوتا ہے اِس لئے اس کو سفر کہا جاتا ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:25/26)(شامیہ:2/121)

احکام سفر:

وہ احکام جو سفر سے بدل جاتے ہیں، وہ یہ ہیں:

(1) نماز قصر ہونا۔(2) روزہ نہ رکھنے کی اجازت۔(3) مسح علی الخفین کی مدت کا تین دن تین رات ہو جانا۔ (4) مسافر پر جمعہ و عیدین و قربانی واجب نہ ہونا۔(5) آزاد عورت کیلئے ایسا سفر محرم کے بغیر حرام ہونا۔(البنایۃ:3/3)(عالمگیری:1/138)(شامیہ:2/120)(عُمدۃ الفقہ:2/411)

قصر کا حکم کن نمازوں میں ہے؟

تعدادِ رکعات کے اعتبار سے نماز کی تین قسمیں ہیں:

(1) ثنائی۔ جیسے: فجر۔ (2) ثلاثی۔ جیسے: مغرب۔ (3) رباعی۔ جیسے: ظہر، عصر اور عشاء۔

قصر کا حکم صرف "رباعی فرض" نمازوں میں ہے۔ یعنی ثنائی اور ثلاثی نمازوں میں قصر نہیں، اِسی طرح سنن اور وتر میں قصر نہیں کیا جائے گا۔ (ردالمحتار: 2/123)

قصر کا حکم:

یعنی سفر میں قصر کرنا واجب ہے یا جائز،

- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: قصر سنّت ہے۔ (شرح التلقین: 1/889)
- اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: قصر واجب ہے۔ (شامیہ: 2/123)
- اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: قصر کرنا رخصت ہے۔ (بدایۃ المجتہد: 1/177)
- اِمام احمد رحمۃ اللہ علیہ: قصر جائز ہے۔ (المُغنی لابن قدامۃ: 2/197)

قصر عَزیمت ہے یا رخصت:

قصر عَزیمت ہے یا رخصت، اِس میں اختلاف ہے:

- احناف اور مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: عزیمت ہے۔ یعنی قصر کرنا واجب ہے، اتمام جائز نہیں۔
- شوافع اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: رخصت ہے، یعنی اتمام جائز ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: 1/400)

پھر حنابلہ اور شوافع جو کہ قصر اور اِتمام کے جواز کے قائل ہیں، اُن کے درمیان اِس بات میں اختلاف ہے کہ دونوں میں سے افضل کیا ہے۔ قصر یا اِتمام؟

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: ① اِتمام افضل ہے۔ ② قصر افضل ہے۔ ③ دونوں برابر ہیں۔ راجح یہ ہے کہ مسافتِ سفر سے پہلے اتمام اور مسافتِ سفر کے بعد قصر افضل ہے۔(المجموع:4/335،336)
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: قصر افضل ہے۔(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ:1/401)

مُسافر کیلئے اِتمام کا حکم:

یعنی اگر کوئی مُسافر جو شرعی مسافت طے کرنے کیلئے نکلا ہو اور وہ قصر کے بجائے اِتمام کرے، یعنی مکمل نماز پڑھنا چاہے تو اُس کی نماز کا کیا حکم ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: نماز ہو جائے گی، مسافتِ سفر سے پہلے افضل اور مَسافتِ سفر کے بعد جائز ہو گی۔ جیسا کہ اُن کا اِتمام و قصر میں افضلیت کے بارے میں یہی مسلک ہے۔(المجموع:4/335،336)
- اِمام احمد رحمۃ اللہ علیہ: قصر افضل، لیکن اِتمام کرنا جائز ہے، لہٰذا نماز ہو جائے گی۔(المغنی:2/197)
- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: اِتمام کرنا مکروہ ہے، لیکن نماز ہو جائے گی۔(التلقین فی الفقہ المالکی:1/51)
- اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: اِتمام مکروہ ہے۔(شامیہ:2/123) اور نماز کے ہونے کی تفصیل یہ ہے:

اگر دوسری رکعت کے قعدہ میں مقدارِ تشہد بیٹھ کر کھڑا ہوا ہو تو نماز ہو جائے گی، لیکن سلام میں تاخیر کی وجہ سے گناہ گار ہو گا۔ اور اگر دوسری رکعت کا قعدہ ہی نہ کیا ہو تو نماز نہیں ہو گی، اِس لئے کہ

دوسری رکعت میں قعدہ کرنا فرض ہے۔اِسی طرح اگر پہلی دونوں رکعتوں میں سے کسی ایک بھی رکعت میں قراءت ترک ہوگئی تو نماز نہیں ہوگی۔(عالمگیری:1/139)(البحر الرائق:2/141)

قصر کی شرائط:

1. سفر شرعی۔یعنی وہ سفر جو مسافتِ شرعیہ پر مشتمل ہو۔
2. نماز رباعی فرض ہو۔
3. نیتِ سفر ہو۔
4. تجاوز عن بنیان البلد یعنی شہر کی آبادی سے تجاوز ہو جائے۔
5. کسی مقیم کی اقتداء نہ کی جائے۔
6. کسی جگہ 15 دن یا اس سے زیادہ قیام نہ کیا ہو۔
7. عود الی الوطن الاصلی نہ ہوا ہو۔

فائدہ: قصر کی شرائط امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چھ اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک آٹھ ہیں، تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو۔(الفقہ الاسلامی وادلتہ:2/1355،1357)

مسافتِ قصر:

یعنی کتنی مسافت کے سفر میں قصر جائز ہوتا ہے، اِس میں علماء کے کئی اقوال ہیں:

- اصحابِ ظواہر: ان کے تین اقوال ہیں:

① بعض اہلِ ظاہر کے نزدیک مسافتِ سفر کی کوئی مقدار مقرر نہیں، مطلقاً سفر ہی موجبِ قصر ہے۔

② بعض اہلِ ظاہر کے نزدیک مَسافتِ سفر صرف ایک میل ہے۔

③ بعض کے نزدیک صرف تین میل مسافتِ سفر ہے۔(مرعاۃ:4/380)(المجموع شرح المہذّب:4/325)

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: مسافتِ قصر تین مراحل ہے، ایک مرحلہ ایک دن کی مسافت کو کہتے ہیں تو تین مراحل تین دن کی مسافت ہوئی۔ اور اس کا مطلب فقہاء احناف نے یہ ذکر کیا ہے کہ سال کے سب سے چھوٹے تین دن درمیانی چال کے ساتھ صبح سے زوال تک چلا جائے تو جتنی مسافت طے ہوتی ہے وہ مسافتِ سفر ہے۔(الدر المختار:2/122)
- حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما: مَسافتِ قصر دو دن مکمل اور تیسرے دن کے اکثر حصے کی مَسافت ہے۔یعنی دو دن اور تیسرے دن کا کثر حصے تک اگر کوئی درمیان چال سے صبح سے زوال تک چلتا رہے تو جتنی مسافت طے ہوگی وہ مَسافتِ سفر ہوگی۔(المجموع شرح المہذّب:4/325)(فتح الملہم:4/394)
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: سولہ فرسخ (چار برید) ہے۔ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے لہذا اڑتالیس میل مسافتِ سفر ہے۔(الفقہ علی المذاہب:1/429)(المجموع شرح المہذّب:4/325)(بدایۃ المجتہد:1/178)(مرقاۃ:3/999)

مَسافتِ سفر 48 میل کی تحقیق:

احناف کے نزدیک مَسافتِ سفر میں اصل تو یہی ہے کہ "فرسخ" کے ذریعہ تحدید نہ کی جائے، چنانچہ اصل مذہب میں " تین مراحل "یعنی تین دن کی مسافت کو مسافتِ شرعیہ ذکر کیا گیاہے، لیکن بعض احناف نے فرسخ کے ذریعہ بھی لوگوں کی آسانی کیلئے مسافت کو بیان کیا ہے، اور یہی زیادہ صحیح بھی ہے کیونکہ اب آج

کے دَور میں تین مراحل کی پہچان یا تین دن کی مَسافت کو معلوم کرنا نہایت مشکل ہے، لہٰذا بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ فرسخ یعنی میلوں کے ذریعہ مَسافتِ سفر کو متعیّن کیا جائے۔(احسن الفتاویٰ:4/93)

اور فرسخ جو کہ ایک میل کے برابر ہوتا ہے، اس کے اعتبار سے تین قول نقل کیے گئے ہیں:

1. پندرہ فرسخ: اِس اعتبار سے پینتالیس میل مسافتِ سفر بنتی ہے۔
2. اٹھارہ فرسخ: اِس اعتبار سے چوّن میل مسافتِ سفر بنتی ہے۔
3. اکیس فرسخ: اِس اعتبار سے تریسٹھ میل مسافتِ سفر بنتی ہے۔(شامیہ:2/123)

بعض نے پندرہ فرسخ یعنی پینتالیس میل کے قول کو ترجیح دی ہے، جبکہ اکثر مشائخِ احناف نے اٹھارہ فرسخ یعنی چوّن میل کو مفتیٰ بہٖ قرار دیا ہے، کیونکہ یہ تینوں میں متوسّط قول ہے۔(شامیہ:2/123)

لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ سولہ فرسخ یعنی اڑتالیس میل کے قول پر فتویٰ دیا جائے، چنانچہ اکثر متاخّرین کے یہاں اب اِسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور یہی ائمہ ثلاثہ کا قول ہے۔ اگرچہ سولہ فرسخ مشائخِ احناف میں سے کسی کا بھی قول نہیں، لیکن پھر بھی اس کو اختیار کرنا زیادہ مناسب ہے، اِس لئے کہ:

پہلی وجہِ ترجیح: اِس قول میں ائمہ ثلاثہ کے قول کے ساتھ موافقت ہونے کی وجہ سے رفعِ اختلاف بھی ہے، چنانچہ ائمہ ثلاثہ کا مسلک "چار برید" نقل کیا گیا ہے: فَذَهَبَ مَالِكٌ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَجَمَاعَةٌ كَثِيرَةٌ إِلَى أَنَّ الصَّلَاةَ تُقْصَرُ فِي أَرْبَعَةِ بُرُدٍ۔(بدایۃ المجتہد:1/178) ایک بَرید میں چار فرسخ ہوتے ہیں، اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے، لہٰذا ایک برید بارہ میل کے برابر ہوا، اور اِس طرح چار برید اڑتالیس میل کے برابر بنتے ہیں۔(المجموع شرح المہذّب:4/325)(مرقاۃ:3/999)(مرعاۃ:4/381)

دوسری وجہِ ترجیح: اِس قول کی حدیث سے تائید بھی ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: اے مکہ والو! چار "بُرد" سے کم کی مَسافت میں قصر نہیں کیا کرو یعنی مکہ سے عسفان تک۔ يَا أَهْلَ مَكَّةَ لَا تَقْصُرُوا الصَّلَاةَ فِي أَدْنَى مِنْ أَرْبَعَةِ بُرُدٍ مِنْ مَكَّةَ إِلَى عَسْفَانَ۔(دار قطنی:1447)

تیسری وجہِ ترجیح: اِس قول میں ہندوستان کے قدیم علماءِ ثقات کی موافق بھی ہو جاتی ہے، چنانچہ قدیم اکابر علماء کا فتویٰ بھی اِسی کے مطابق تھا، جیسا کہ علّامہ رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ سے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ مَسافتِ سفر کے بارے میں کسی سائل ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "چار برید جس کی سولہ سولہ میل کی تین منزلیں ہوتی ہیں،، مگر مقدار میل کی مختلف ہے لہٰذا تین منزلیں جامع سب اقوال کو ہو جاتی ہیں"۔(جواہر الفقہ:1/437)(خیر الفتاویٰ:2/666)(احسن الفتاویٰ4/94)

خلاصہ: یہ ہے کہ احناف کے مسلک میں مَسافتِ سفر کی مقدار کی تفصیل یہ ہے:

- ایّام کے اعتبار سے: 3 دن کی مَسافت۔
- مَراحل کے اعتبار سے: 3 مَراحل۔
- فرسخ کے اعتبار سے: 16 فرسخ۔
- بَرید کے اعتبار سے: 4 بَرید۔
- میل کے اعتبار سے: 48 میل
- کلو میٹر کے اعتبار سے: 77.24 میٹر۔

فائدہ :مذکورہ بالا تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ مَسافتِ سفر کے بارے میں ائمہ اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں، اور جو اختلاف تعبیر کے اعتبار سے کتبِ فقہ میں مذکور ہے یعنی احناف نے تین مراحل اور ائمہ ثلاثہ نے 16 فرسخ کا اعتبار کیا ہے، یہ نزاعِ لفظی ہے، حقیقی نہیں، کیونکہ ایک مرحلہ ایک دن کی مسافت کو کہتے ہیں اور ایک دن کی متوسط چال سے طے کی جانے والی مسافت 16 فرسخ بنتی ہے، پس تین دن کی مسافت 48 میل ہوئی، اور یہی ائمہ ثلاثہ کا قول ہے۔(درسِ مشکوۃ:333)(درسِ ترمذی:2/332)

قصر کہاں سے شروع کیا جائے؟

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: تجاوز علی ثلاثۃ امیال۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: تجاوز علی بنیان البلد۔

یعنی مالکیہ کے نزدیک شہر سے تین میل نکلنے کے بعد قصر کیا جائے گا، اور جمہور کے مطابق شہر کی آبادی سے نکل کر قصر کا حکم شروع ہو جاتا ہے۔(مرقاۃ:3/999)(مرعاۃ المفاتیح:4/382)

مانعِ قصر مدّتِ اقامت :

یعنی کتنے دن کی اقامت کی نیت سے قصر باطل ہو جاتا ہے ، اِس میں شدید اختلاف ہے ، اور علّامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے مطابق اٹھارہ قول ہیں، چند اہم اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: 15 دن مسلسل اور کامل۔(عالمگیری:1/139)
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما: اکیس نمازوں سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو۔(المُغنی:2/212)
- امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما: چار دن یعنی بیس نمازوں تک ٹھہرنے کی نیت ہو۔(المُغنی:2/212)

- حضرت ربیعۃ الرائے رحمۃ اللہ علیہ: ایک دن ایک رات۔(البنایۃ:17/3)
- حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ: تین دن۔(البنایۃ:17/3)
- امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ: بارہ دن۔(المجموع شرح المہذّب:364/4)
- حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہ: انیس دن۔(المجموع شرح المہذّب:364/4)
- حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ: جب تک وطنِ اصلی نہ پہنچ جائے۔(البنایۃ:17/3)

ثبوتِ اِقامت کی شرائط:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثبوتِ اقامت کے لئے چھ شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

1. اَلنِّيَّةُ۔ اِقامت کی نیت کرنا۔
2. الْمُدَّةُ۔ مسلسل پندرہ دن قیام کا اِرادہ ہو۔
3. تَرْكُ السَّيْرِ۔ سفر کو ترک کر دیا جائے۔
4. صَلَاحِيَّةُ الْمَوْضِعِ۔ جائے قیام قیام کے قابل ہو۔
5. اتِّحَادُ الْمَوْضِعِ۔ جائے قیام ایک ہو۔
6. الِاسْتِقْلَالُ بِالرَّأْيِ۔ مسافر اپنی رائے میں مستقل ہو۔(عالمگیری:139/1)(عُمدۃ الفقہ:415/2)

پس اگر سفر چل رہا ہو یا جائے قیام پندرہ دن رہنے کے قابل نہ ہو، مثلاً: جزیرہ، سمندر جیسی جگہ ہو، یا کئی جگہوں پر رہنے کی نیت کی جائے، مثلاً: ایک جگہ دس دن اور دوسری جگہ پانچ دن کے قیام کا اِرادہ ہو، یا پندرہ

دن سے کم قیام کی نیت ہو، یا مسافر اپنے قیام و سفر میں کسی اور کے تابع ہو، جیسے: اولاد باپ کے اور بیوی شوہر کے تابع ہوتی ہے، تو اِن تمام صورتوں میں شرعاً اِقامت معتبر نہ ہوگی، اور قصر کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔

سفر میں سنتیں پڑھنے کا حکم:

سفر میں سنتیں پڑھنے نہ پڑھنے کے بارے میں کئی اقوال ذکر کیے گئے ہیں:

1. خوف و فرار کی حالت میں ترک کر سکتا ہے، اور امن و قرار کی حالت میں پڑھ لینی چاہیئے۔
2. رخصت پر عمل کرتے ہوئے سنّتیں ترک کر دینا چاہیئے۔
3. تقرّب اور فضیلت کو حاصل کرتے ہوئے سنتیں پڑھنی چاہیئے۔
4. نزول کی حالت میں پڑھنی چاہیئے اور سفر کے جاری ہونے کی صورت میں ترک کرنا چاہیئے۔
5. فجر کی سنّت پڑھنی چاہیئے، دوسری سنتیں ترک کی جاسکتی ہیں۔
6. فجر اور مغرب کی سنّت پڑھنی چاہیئے دوسری سنتیں ترک کی جاسکتی ہیں۔

راجح یہ ہے کہ اگر امن و قرار اور نزول کی حالت ہو تو پڑھ لینا چاہیئے، اور اگر سفر چل رہا ہو تو سنتیں بلا کراہت چھوڑی جاسکتی ہیں، البتہ چونکہ فجر کی سنتوں کی تاکید زیادہ ہے، لہٰذا اُس کے ترک سے گریز کرنا چاہیئے۔(شامیہ:2/131)

سفر حرام میں قصر کرنے کا حکم:

سفر مختلف انواع کا ہوتا ہے، کبھی طاعت کا، جیسے: جہاد، علم، حج وغیرہ کا سفر۔ کبھی معصیت کا، جیسے: چوری کرنے، ڈاکہ ڈالنے یا قتل اور زنا وغیرہ کرنے کے لئے سفر کرنا۔ کبھی سفر مباح ہوتا ہے جیسے: تجارت وغیرہ

کی غرض سے سفر کرنا۔ اِن تینوں میں سے کس سفر میں قصر کیا جائے گا، اِس میں اختلاف ہے:

- اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: تمام اَسفار میں قصر کیا جائے گا، اگرچہ معصیت کا سفر ہی کیوں نہ ہو۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: معصیت کے سفر میں قصر نہیں نہیں کیا جائے گا، اِس لئے کہ وہ عاصی یعنی گناہ کرنے والا ہے اور عاصی رخصت کا مستحق نہیں۔(البنایۃ:3/35)

فائدہ: اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول احناف کے مَسلک کے مطابق بھی ہے۔(الفقہ علی المذاھب:1/430)

جمع بین الصلوتین کے جواز اور عدم جواز کی تفصیل :

جمع بین الصلاتین کی وضاحت:

اس کی دو قسمیں ہیں: (1)جمع حقیقی۔ (2)جمع صوری۔

جمع صوری: وہ ہے کہ دو فرضوں کو اپنے اپنے وقت میں اس طرح اداء کیا جائے کہ دونوں کے درمیان قرب اور اتصال ہو، یعنی فرضِ اول اپنے وقت کے آخر میں اور فرضِ ثانی اپنے وقت کی ابتداء میں اداء کیا جائے، جس سے بظاہر دونوں کی جمعیت معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کو جمع فعلی بھی کہتے ہیں۔

جمع حقیقی: وہ ہے کہ دو فرضوں کو ایک فرض کے وقت میں پڑھا جائے۔ اور اس کو جمع وقتی بھی کہتے ہیں۔

پھر اس کی دو صورتیں ہیں: (1)جمع تقدیم۔ (2)جمع تاخیر۔

جمع تقدیم: وہ ہے کہ فرض ثانی کو مقدم کرکے فرضِ اول کے وقت میں اداء کیا جائے۔ جیسا کہ عرفات میں عصر کو مقدم کرکے ظہر اور عصر دونوں کو ظہر کے وقت میں اداء کیا جائے۔

جمع تاخیر: وہ ہے فرضِ اول کو مؤخر کرکے فرضِ ثانی کے وقت میں اداء کیا جائے، جیسا کہ مزدلفہ میں مغرب کو مؤخر کرکے مغرب اور عشاء دونوں کو عشاء کے وقت میں پڑھتے ہیں۔

جمع بین الصلاتین کا حکم:

جمع صوری کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں، البتہ جمع حقیقی جائز ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے۔

- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: عرفات میں جمع تقدیم اور مزدلفہ میں جمع تاخیر مشروع ہے، اِس کے علاوہ کسی عذر یا موقع پر جمع بین الصّلاتین خواہ تقدیم ہو یا تاخیر، جائز نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہ: جمع حقیقی مطلقاً جائز ہے، یعنی جمع تقدیم بھی کی جاسکتی ہے اور جمع تاخیر بھی، البتہ جمع بین الصّلاتین کے جَواز کیلئے ائمہ ثلاثہ کے مسلک میں بھی کافی شرائط و تفصیلات ہیں، جس کو اُن کی کتابوں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔(نفحات التنقیح:2/686)(الفقہ علی المذاہب:1/438تا442)

پھر ائمہ ثلاثہ کے درمیان اِس بات میں اختلاف ہے کہ مَسافتِ قصر کے سفر میں جمع بین الصّلاتین کی اِجازت ہے یا سفر قصیر میں بھی کیا جاسکتا ہے:

- اِمام شافعی و احمد رحمہما اللہ: مَسافتِ قصر ضروری ہے، سفر قصیر میں جمع بین الصلاتین کرنا درست نہیں۔
- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: مسافتِ قصر ضروری نہیں، کم میں بھی جائز ہے۔(الفقہ علی المذاہب:1/438تا442)

جمع بین الصّلاتین کے جَواز و عدمِ جَواز میں علماء کے سات اقوال:

دورانِ سفر جمع بین الصلاتین جائز ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے، سات اقوال ذکر کیے گئے ہیں:

1. جَواز مطلقاً: جمع تقدیم و تاخیر دونوں مطلقاً جائز ہے۔

2. جَوازوقت السرعۃ: تیز رفتاری ضروری ہو تو کیا جاسکتا ہے، ورنہ نہیں۔

3. جَوازسائرًالانازلاً: سفر چل رہا ہو تو کیا جاسکتا ہے، ورنہ نہیں۔

4. جَوازمع الکراہۃ: جائز ہے، لیکن کراہت کے ساتھ۔

5. جَوازللمعذور: صرف معذوروں کیلئے ایک وضو سے دونوں نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے۔

6. جَوازفی العرفۃ والمزدلفۃ فقط۔ جمع بین الصلاتین صرف عرفہ اور مزدلفہ میں جائز ہے۔

7. جَوازالتّاخیر فقط: جمع تقدیم جائز نہیں، جمع تاخیر جائز ہے۔ مرعاۃ المفاتیح:4/396)

فائدہ : احناف کے نزدیک سخت مجبوری کی حالت میں زیادہ سے زیادہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ نماز کو مؤخر کرکے اگلے وقت میں پڑھ لیا جائے، گویا جمع تاخیر کیا جائے، اس صورت میں واقعی اگر عذر ہو تو ان شاء اللہ گناہ نہ ہوگا۔ لیکن جمع تقدیم کی کوئی صورت جائز نہیں، اگر کوئی تقدیم کرے گا تو وقتی نماز ہو جائے گی اور دوسری نماز نہ ہو گی، پس وقت کے داخل ہونے کے بعد دوبارہ پڑھنا ضروری ہو گا۔(تحفۃ الالمعی:2/433)

صلوۃ علی الدّابۃ یعنی سواری پر نماز پڑھنے کی تفصیل:

دابّۃ پر نماز پڑھنے کی کئی صورتیں ہیں:

(1) نفل نماز پڑھنا۔ (2) فرض اور مُلحَق بہ فرض نماز پڑھنا۔ (3) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا۔

دابّۃ پر نفل پڑھنا:

شہر سے باہر دابّۃ مثلاً گھوڑے وغیرہ پر نفل نماز اِشارے سے پڑھنا بالاتفاق جائز ہے، خواہ عذر کی حالت میں ہو یا بغیر عُذر کے۔ اور نفل میں سننِ مؤکّدہ و غیر مؤکّدہ سب شامل ہیں، البتہ فجر کی سنّت شامل نہیں،

کیونکہ اُن کی تاکید زیادہ ہے، لہٰذا وہ فرض و واجب کی طرح دابّہ پر بغیر عُذر کے پڑھنا درست نہیں۔ دابّہ پر نماز پڑھتے ہوئے قبلہ رُخ ہونا بھی ضروری نہیں ہاں! شروع کرتے ہوئے اگر ممکن ہو تو قبلہ رُخ ہو کر شروع کرنا مستحب ہے۔(شامیہ:2/39،38)

دابّہ پر فرض اور مُلحَق بہ فرض نماز پڑھنا:

دابّہ پر فرض نماز پڑھنا بغیر عُذر کے جائز نہیں، ہاں اگر کوئی عُذر ہو تو پڑھی جاسکتی ہے۔ اور فرض میں نمازِ جنازہ کے ساتھ ساتھ واجب بھی داخل ہے جیسے وتر، نذر کی نماز، وہ نفل جو شروع کرکے فاسد کر دی گئی ہو، وہ سجدہ تلاوت جس کی آیت زمین پر سواری کے بغیر تلاوت کی گئی ہو اور فجر کی سنّت بھی اِسی میں داخل ہے ، یہ سب نمازیں مُلحق بہ فرض کہلاتی ہیں، ان کو بغیر عُذر کے دابّہ پر پڑھنا جائز نہیں۔

جن اعذار کی بناء پر دابّہ پر فرض اور ملحق بہ فرض نمازیں پڑھنا جائز ہوتا ہے، اُن کی تفصیل یہ ہے:

1. دابّہ سے اترنے میں دشمن یا درندے کا خوف ہو۔
2. قافلہ کے ساتھیوں کے چلے جانے اور چھوٹ جانے کا خوف ہو۔
3. جانور ایسا سرکش ہو یا خود اِس قدر ضعیف و کمزور ہو کہ اترنے کے بعد دوبارہ سوار ہونا ممکن نہ ہو، یا ممکن تو ہو لیکن کسی کی مدد کے بغیر ممکن نہ ہو اور کوئی مدد کرنے والا موجود نہ ہو۔
4. یا سوار عورت ہو جو بغیر کسی کی مدد کے سوار نہ ہوسکتی ہو اور ساتھ میں کوئی محرَم نہ ہو۔
5. سوار عورت ہو اور اُس کے اترنے کی صورت میں کسی فاسق کا خوف ہو۔

6. یا زمین جل تھل ہو گئی ہو، اور کہیں سجدہ کرنے کیلئے خشک جگہ موجود نہ ہو اور اِس قدر کیچڑ ہو کہ سجدہ کرتے ہوئے زمین میں منہ دھنس جائے یا منہ اور وہ کپڑا جو بچھا کر نماز پڑھی جائے وہ لت پت ہو جائے۔(عُمدۃ الفقہ:2/430)(شامیہ:2/42،40)(معارف السنن:4/43)

دابّۃ پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا:

دابّۃ پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے ضروری ہے کہ اِمام اور مقتدی ایک ہی دابّۃ پر سوار ہوں، اگر الگ الگ دابّۃ پر سوار ہوں گے تو یہ محلّ واحد نہ ہونے کی وجہ سے اقتداء درست نہ ہو گی اور صرف اِمام کی نماز جائز ہو گی، مقتدیوں کی نماز درست نہ ہو گی۔(شامیہ:2/42)(عُمدۃ الفقہ:2/42)

اِمام اور مقتدی ایک ہی سواری پر سوار ہوں تو بالاتفاق نماز جائز ہے، اور اگر الگ الگ سواری پر سوار ہوں تو اقتداء درست ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ و ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما: امام اور مقتدی ایک ہی سواری پر ہوں تو جائز، ورنہ نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم: مطلقاً جائز ہے، اگرچہ سواری الگ الگ ہو۔(درسِ ترمذی:2/175)

نفل علی الدّابۃ میں بناء کا حکم:

یعنی کوئی سواری پر نفل نماز پڑھتے ہوئے درمیان میں اترتا ہے یا اس کے برعکس سوار ہوتا ہے تو کیا از سرِ نَو نماز پڑھے گا یا بناء کرنا کافی ہو گا، اِس کی دو صورتیں ہیں:

- راکباً پڑھتے ہوئے نازلاً بناء کرنا: بناء جائز ہے۔
- نازلاً پڑھتے ہوئے راکباً بناء کرنا: بناء جائز نہیں۔(شامیہ:2/39)

نفل علی الدابۃ میں استقبالِ قبلہ کا حکم:

دابّۃ پر نفل نماز پڑھتے ہوئے قبلہ رُخ ہونا ضروری ہے یا نہیں، اِس میں تین باتیں قابلِ وضاحت ہیں:

(1) قبلہ کا اِستقبال: یعنی قبلہ رُخ ہو کر نفل پڑھنا۔

(2) جہتِ سفر کا اِستقبال: یعنی جس طرف سفر کیا جارہا ہے اُس طرف رُخ کرتے ہوئے نفل پڑھنا۔

(3) اِبتداء باستقبال الکعبۃ: صرف نماز کے شروع میں قبلہ رُخ ہونا۔

اب اِن تینوں مسئلوں کی تفصیل ائمہ کے اختلاف کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

قبلہ کا اِستقبال:

- احناف ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: ضروری نہیں البتہ اِبتداءِ صلاۃ میں قبلہ رُخ ہو کر نماز شروع کرنا بہتر ہے۔
- شوافع وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: مشقت نہ ہو تو ضروری ہے، اور مشقت ہو تو ضروری نہیں۔

جہتِ سفر کا اِستقبال:

استقبالِ قبلہ نہ کرنے کی صورت میں کیا جہتِ سفر کا استقبال ضروری ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: ضروری نہیں، جس جانب بھی رُخ کر کے نماز پڑھی جائے ہو جائے گی۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: ضروری ہے، پس جہتِ سفر سے انحراف کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔

اِبتداءِ صلاۃ باستقبال الکعبۃ:

نماز شروع کرتے ہوئے تکبیرِ تحریمہ قبلہ رُخ ہر کر کہنا ضروری ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- اِمام مالک اور اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما: ضروری نہیں، لیکن مستحب ہے۔

- اِمام شافعی واحمد رحمۃ اللہ علیہما: نماز شروع کرتے ہوئے قبلہ رُخ ہونا ضروری ہے، اُس کے بعد جہتِ سفر کی جانب رُخ کیا جائے گا۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:23/133،132)(الفقہ علی المذاھب:1/338تا340)

نمازِ خوف میں کتنی رکعتیں ہیں؟

- حضرت حسن بصری واِسحاق رحمۃ اللہ علیہما: خوف کی حالت میں ایک ہی رکعت پڑھی جائے گی۔،اِس لئے کہ حدیث میں "وَفِي الْخَوْف رَكْعَة" آیا ہے۔
- جمہور علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم: خوف کی حالت میں نماز کی رکعات کی تعداد عام نمازوں کی طرح ہی ہے، البتہ طریقہ کار میں فرق ہے حدیث میں " وَفِي الْخَوْف رَكْعَة "سے وہ ایک رکعت مراد ہے جو اِمام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، مکمل نماز کی رکعات بیان نہیں کی گئی۔(مرقاۃ:3/1006)(مرعاۃ:4/414)

مسافر اور مقیم کا ایک دوسرے کی اقتداء کرنا:

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وقت کے اندر اندر مقیم اور مسافر کا ایک دوسرے کی اقتداء کرنا درست ہے اور مقیم کی اقتداء کرنے کی وجہ سے مسافر پر بھی اتمام لازم ہو جاتا ہے۔اور اس بات پر بھی سب متفق ہیں کہ وقت کے نکلنے کے بعد مقیم مسافر کی اقتداء میں قضاء کر سکتا ہے، اور اِس صورت میں مقیم اتمام اور مسافر قضاء کرے گا۔ البتہ اختلاف اس بات میں ہے کہ وقت کے نکلنے کے بعد کیا مسافر مقیم کی اقتداء میں اپنے سفر کی قضاء کر سکتا ہے یا نہیں:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: اداءً اقتداء درست ہے، قضاءً درست نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مطلقاً اقتداء درست ہے، خواہ اداءً ہو یا قضاءً۔

اس کو مختصر اور آسان لفظوں میں اس طرح سمجھا جاسکتا ہے۔

1. اقتداء المقیم بالمسافر اداءً۔ بالاتفاق جائز: مقیم اتمام اور مسافر قصر کرے گا۔

2. اقتداء المسافر بالمقیم اداءً۔ بالاتفاق جائز: دونوں اتمام کریں گے۔

3. اقتداء المقیم بالمسافر قضاءً۔ بالاتفاق جائز: مقیم اتمام اور مسافر قصر کرے گا۔

4. اقتداء المسافر بالمقیم قضاءً۔ مختلَف فیہ: احناف کے نزدیک جائز نہیں، ائمہ ثلاثہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ:1/433)(الدر المختار:2/129،130)

چوتھی صورت میں جبکہ مسافر کسی مقیم کی اقتداء میں اپنی فوت شدہ نماز قضاء کررہا ہو تو احناف کے نزدیک نماز اِس لئے نہیں ہوتی کیونکہ اِمام کیلئے مقتدی سے اقویٰ یا مُساوی ہونا ضروری ہے، جبکہ اِس صورت میں مقتدی کا پہلا قعدہ قعدہ اخیرہ ہونے کی وجہ سے فرض اور اِمام کا قعدہ اولیٰ ہونے کی وجہ سے واجب ہوگا، اور یہ ظاہر ہے کہ مقتدی کو اِمام سے اقویٰ بنادے گا، لہٰذا نماز فاسد ہوجائے گی۔ اور اگر مسافر آخری دو رکعتوں میں اِمامِ مقیم کی اقتداء کرے تب بھی یہ خرابی لازم آئے گی کیونکہ اِمام کی قراءت نفل اور مقتدی کی فرض ہوگی اور یہ بھی مقتدی کو اِمام سے اقویٰ بنادے گا۔ بہر حال مسافر کا اپنی قضاء نماز کسی مقیم کی اقتداء میں پڑھنا مطلقاً درست نہیں۔(شامیہ:2/130)

جمعہ کے دن نماز سے قبل سفر کرنا:

جمعہ کے دن سفر کرنے کی دو صورتیں ہیں: ① قبل الزّوال سفر۔ ② بعد الزّوال سفر۔

بعد الزّوال سفر کرنا: بعد الزّوال جمعہ اداء کرنے سے پہلے سفر کرنا بالاتفاق مکروہ ہے، اِس لئے کہ اِس میں جمعہ سے اِعراض کا معنی پایا جاتا ہے، ہاں! اگر راستے میں پڑھ لیا جائے یا ایسی صورت ہو کہ جمعہ پڑھنے کی وجہ سے قافلہ نکلنے کا خوف ہو (یا آج کے دَور میں گاڑی نکلنے کا خوف ہو) تو کراہت نہیں ہوگی۔

قبل الزّوال سفر کرنا: اگر قبل الزّوال سفر کیا جائے تو اِس میں اختلاف ہے: احناف و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک جائز، جبکہ شوافع و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم مکروہ کہتے ہیں۔(البنایۃ:3/38)(الفقہ الاِسلامی:2/1289)(شامیہ: 2/162)

✱ « » « » « » ✱ « » « » « » ✱

بَابُ الْجُمُعَةِ

لفظِ "جمعة" کے اعراب:

اس کو چار طریقوں سے پڑھا گیا ہے، جس کا خلاصہ "بِتَثْلِيثِ الْمِيمِ وَسُكُونِهَا" ہے، یعنی:

(1) جُمُعَة۔ بضم المیم۔ وھوالافصح۔ (2) جُمَعَة۔ بفتح المیم۔

(3) جُمِعَة۔ بکسر المیم۔ (4) جُمْعَة۔ بسکون المیم۔(الدر المختار:2/136)

فائدہ: آسانی کے ساتھ ان چاروں کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ "جمعہ" میں جیم پر تو ضمہ ہی آتا ہے، اور اُس کے ساتھ میم پر تینوں حرکتیں مع ساکن کے پڑھی جاسکتی ہیں۔

یومِ جمعہ افضل ہے یا یومِ عرفہ؟

اِس میں تین قول ہیں:

(1)......جمعہ کا دن افضل ہے، اِس لئے کہ حدیث میں ہے: سب سے بہترین وہ دن جس یں سورج طلوع ہوتا ہے، جمعہ کا دن ہے۔خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ ۔(مسلم:854)

(2)...... عرفہ کا دن افضل ہے، اِس لئے کہ حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک عرفہ کے دن سے زیادہ کوئی دن افضل نہیں۔مَا مِنْ يوْمٍ أَفْضَلُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ يوْمِ عَرَفَةَ۔(صحیح ابن حبان:3853)

(3)......ہفتہ کے دنوں میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے، اور سال کے دنوں میں عرفہ کا دن سب سے افضل ہے، اور عرفہ جمعہ کے دن ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے۔(مرقاۃ:3/1011)(زاد المعاد:1/60)

جمعہ کے دن کے فضائل:

بہت سی احادیث میں جمعہ کے دن کے فضائل اور اُس کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے، چند ملاحظہ ہوں:

پہلی فضیلت: جمعہ سب سے بہترین دن ہے :

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: سب سے بہترین وہ دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، جمعہ کا دن ہے۔خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ۔(مسلم:854)

ایک اور روایت میں ہے: سورج جمعہ سے زیادہ افضل کسی دن پر طلوع اور غروب نہیں ہوتا۔ اور جمعہ کے دن اِنسان اور جنات کے علاوہ تمام جانور ڈر رہے ہوتے ہیں (کیونکہ اس دن قیامت قائم ہوگی)۔لَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ، وَلَا تَغْرُبُ عَلَى يَوْمٍ أَفْضَلَ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا وَهِيَ تَفْزَعُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِلَّا هَذَيْنِ الثَّقَلَيْنِ: الْجِنِّ، وَالْإِنْسِ۔(صحیح ابن حبان:2770)

دوسری فضیلت: جمعہ سب سے افضل دن ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بے شک تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے۔إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔(نسائی:1284)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جمعہ سے زیادہ افضل دن پر سورج کبھی سورج طلوع اور غروب نہیں ہوا۔مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلَى يَوْمٍ أَفْضَلَ مِنْهُ۔(ترمذی:3339)

تیسری فضیلت: جمعہ تمام دِنوں کا سردار ہے:

ایک روایت میں ہے: جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے۔إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَيِّدُ الْأَيَّامِ۔(ابن ماجہ:1084)

چوتھی فضیلت: جمعہ سب سے زیادہ عظمت والا دن ہے:

جمعہ کا دن تمام دنوں کا سرداراور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنوں میں سب سے زیادہ عظمت والا ہے۔إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَيِّدُ الْأَيَّامِ، وَأَعْظَمُهَا عِنْدَ اللَّهِ۔(ابن ماجہ:1084)

پانچویں فضیلت: جمعہ کا دن عید اور بقرہ عید سے بھی زیادہ عظمت والا دن ہے:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کے دن کی عظمت عید اور بقرہ عید کے دن سے بھی زیادہ ہے۔وَهُوَ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ يَوْمِ الْأَضْحَى وَيَوْمِ الْفِطْرِ۔(ابن ماجہ:1084)

چھٹی فضیلت: جمعہ کے دن کی پانچ خصلتیں:

اِس دن کی پانچ خصلتیں ہیں: (1)اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔(2)اِسی دن اُن کو زمین پر اتارا۔(3)اِسی دن اُن کو موت دی۔(4)اِس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ بندہ اس میں جو چیز بھی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرماتے ہیں، بشرطیکہ کسی حرام چیز کا سوال نہ کرے۔(5)اسی دن قیامت قائم ہوگی۔فِيهِ خَمْسُ خِلَالٍ، خَلَقَ اللَّهُ فِيهِ آدَمَ، وَأَهْبَطَ اللَّهُ فِيهِ آدَمَ إِلَى الْأَرْضِ، وَفِيهِ تَوَفَّى اللَّهُ آدَمَ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا الْعَبْدُ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ، مَا لَمْ يَسْأَلْ حَرَامًا، وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ۔(ابن ماجہ:1084)

ساتویں فضیلت: جمعہ کے دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں:

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرواِس لئے کہ یہ "یومِ مشہود" ہے یعنی اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ؛ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ، تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ۔(ابن ماجہ:1637)

آٹھویں فضیلت: جمعہ کی رات اور دن دونوں روشن و چمکدار ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: خوبصورت رات اور روشن دن یعنی شبِ جمعہ اور جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَى نَبِيِّكُمْ فِي اللَّيْلَةِ الْغَرَّاءِ، وَالْيَوْمِ الْأَزْهَرِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ۔(شعب الایمان:2772)

ایک اور روایت میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشادِ مَروی ہے: اس کی رات خوبصورت اور دن منوّر ہوتا ہے۔لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ لَيْلَةٌ غَرَّاءُ وَيَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمٌ أَزْهَرُ۔(الدعوات الکبیر:529)

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے: میرے سامنے دنوں کو پیش کیا گیا تو میں نے جمعہ کے دن کو دیکھا تو وہ مجھے اُس کی خوبصورتی اور نور بہت پسند آیا، اور میں نے اس میں ایک سیاہ نکتہ جیسی کوئی چیز دیکھی تو سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ اس دن میں قیامت قائم ہوگی۔عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأَيَّامُ فَرَأَيْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَأَعْجَبَنِي بَهَاؤُهُ وَنُورُهُ، وَرَأَيْتُ فِيهِ كَهَيْئَةِ نُكْتَةٍ سَوْدَاءَ، فَقُلْتُ: مَا هَذِهِ؟ فَقِيلَ: فِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ۔(مصنّف عبد الرزاق:5559)

نویں فضیلت: جمعہ کے دن مَرنے والا عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے:

جو مسلمان بھی جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب مر جائے اللہ تعالیٰ اُسے قبر کے فتنہ (عذاب وسوال) سے بچا لیتے ہیں۔مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللَّهُ فِتْنَةَ القَبْرِ۔(ترمذی:1074)

دسویں فضیلت: جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جمعہ کے دن میں ایسی گھڑی ہوتی ہے جس میں کوئی مؤمن بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی خیر کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اُس کی دعاء قبول فرماتے ہیں اور اگر کسی چیز کے شر سے پناہ مانگے تو اللہ تعالیٰ ضرور اُسے پناہ عطاء فرماتے ہیں۔فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُؤْمِنٌ يَدْعُو اللَّهَ بِخَيْرٍ إِلَّا اسْتَجَابَ اللَّهُ لَهُ وَلَا يَسْتَعِيذُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَعَاذَهُ اللَّهُ مِنْهُ۔(ترمذی:3339)

گیارہویں فضیلت: جمعہ کا دن مسلمانوں کا عید کا دن ہے:

اے مسلمانو! بے شک یہ ایسا دن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے عید کا دن بنایا ہے۔يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، إِنَّ هَذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللَّهُ تبارك وتعالى عِيدًا للمسلمين۔(مؤطاءمالک:452)

بے شک یہ (جمعہ کا دن) عید کا دن ہے، اللہ تعالیٰ نے اِس کو مسلمانوں کیلئے (عید کا دن) بنایا ہے۔إِنَّ هَذَا يَوْمُ عِيدٍ، جَعَلَهُ اللَّهُ لِلْمُسْلِمِينَ۔(ابن ماجہ:1098)

نبی کریم ﷺ کے سامنے جمعہ پیش کیا گیا، (جس کی صورت یہ بنی کہ) حضرت جبریل علیہ السلام اپنے ہاتھ میں ایک سفید شیشے جیسی کوئی چیز لے کر آئے جس کے درمیان میں نکتہ جیسا کچھ لگا ہوا تھا، آپ ﷺ نے اُس کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ جمعہ ہے جو آپ کے ربّ نے آپ کو پیش کیا ہے تاکہ یہ دن آپ کیلئے اور آپ کے بعد آپ کی قوم کیلئے عید بن جائے۔عُرِضَتِ الْجُمُعَةُ عَلَى رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَ جِبْرِيلُ فِي كَفِّهِ كَالْمِرَآةِ الْبَيْضَاءِ فِي وَسَطِهَا كَالنُّكْتَةِ السَّوْدَاءِ، فَقَالَ:مَا هَذِهِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَذِهِ الْجُمُعَةُ يَعْرِضُهَا عَلَيْكَ رَبُّكَ لِتَكُونَ لَكَ عِيدًا وَلِقَوْمِكَ مِنْ بَعْدِكَ۔(طبرانی اوسط:2084)

بے شک جمعہ کا دن عید اور ذکر کا دن ہے، پس تم اپنے عید کے دن کو روزے کا دن مت بناؤ، تم اُسے ذکر کا دن بناؤ، ہاں! یہ کہ تم اُس کو (روزہ رکھنے میں) اور دنوں کے ساتھ ملادو (کہ جمعرات یا ہفتے کا روزہ بھی ساتھ رکھ لو تو صحیح ہے)۔إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَوْمُ عِيدٍ وَذِكْرٍ، فَلَا تَجْعَلُوا عِيدَكُمْ يَوْمَ صِيَامٍ، وَلَكِنِ اجْعَلُوهُ يَوْمَ الذِّكْرِ إِلَّا أَنْ تَخْلِطُوهُ بِأَيَّامٍ۔(شعب الایمان:3584)

بارہویں فضیلت:جمعہ کے دن کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ البروج میں ﴿وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ﴾ میں جمعہ کے دن کی قسم کھائی ہے، کیونکہ ”شاھد“ سے جمعہ کا دن مراد ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: یومِ موعود یعنی جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ قیامت کا دن ہے، یومِ مشہود جس میں سب حاضر ہوتے ہیں وہ عرفہ کا دن ہے، اور یومِ شاہد یعنی حاضر ہونے والا یا گواہی دینے والا دن جمعہ کا دن ہے۔اليَوْمُ المَوْعُودُ يَوْمُ القِيَامَةِ، وَاليَوْمُ المَشْهُودُ يَوْمُ عَرَفَةَ، وَالشَّاهِدُ يَوْمُ الجُمُعَةِ۔(ترمذی:3339)

جمعہ کے دن کے گواہی دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دن نمازِ جمعہ میں حاضر ہونے والوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور گواہی دے گا۔أَيْ: يَشْهَدُ لِمَنْ حَضَرَ صَلَاتَهُ۔(تحفۃ الأحوذی:9/182)

تیرہویں فضیلت: جمعہ کے دن چھ لاکھ افراد کا جہنم سے آزاد ہونا:

بے شک اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر جمعہ کے دن چھ لاکھ ایسے لوگوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے جو جہنم کے مستحق ہوچکے ہوں۔إِنَّ لِلَّهِ فِي كُلِّ يَوْمِ جُمُعَةٍ سِتَّمِائَةِ أَلْفِ عَتِيقٍ يَعْتِقُهُمْ مِنَ النَّارِ–قَالَ أَحَدُهُمَا فِي حَدِيثِهِ–كُلُّهُمْ قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ۔(مسند ابی یعلیٰ موصلی:3434)

چودھویں فضیلت: جمعہ کے دن جہنم کو دہکایا نہیں جاتا:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بے شک جہنم کو جمعہ کے دن کے علاوہ روزانہ دہکایا جاتا ہے۔إِنَّ جَهَنَّمَ تُسَجَّرُ إِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔(ابوداؤد:1083)

ایک اور روایت میں آپ ﷺ کا یہ اِرشاد مروی ہے: بے شک اللہ تعالیٰ روزانہ نصفِ نہار کے وقت جہنّم کی آگ کو دہکاتے ہیں اور جمعہ کے دن اُسے بجھادیتے ہیں۔إِنَّ اللّٰهَ يُسَعِّرُ جَهَنَّمَ كُلَّ يَوْمٍ فِي نِصْفِ النَّهَارِ، وَيُخْبِتُهَا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ۔(طبرانی کبیر:22/60)

پندرہویں فضیلت: جمعہ کا سلامتی کے ساتھ گزر جانا ہفتہ بھر کی سلامتی کا ذریعہ ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جب رمضان سلامتی کے ساتھ گزر جائے تو سارا سال سلامت ہو جاتا ہے، اور جب جمعہ سلامتی سے گزر جائے تو سارا ہفتہ سلامتی کے ساتھ گزر جاتا ہے۔إِذَا سَلِمَ رَمَضَانُ سَلِمَتِ السَّنَةُ، وَإِذَا سَلِمَتِ الْجُمُعَةُ سَلِمَتِ الْأَيَّامُ۔(شعب الایمان:3434)

سولہویں فضیلت: جمعہ کا دن اِس اُمّت کیلئے اہلِ کتاب کے مقابلے میں عطیہ خداوندی ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: ہم دنیا میں بعد میں آئے ہیں اور قیامت کے دن شرف و مرتبہ میں سب سے

آگے ہوں گے، ہاں! اتنی بات ہے کہ اہلِ کتاب کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ہمیں اُن کے بعد کتاب دی گئی ہے، اور یہ (جمعہ) اُن کا وہ دن تھا جو اُن پر فرض کیا گیا تھا لیکن اُنہوں نے اس میں اختلاف کیا پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں اِس دن کی ہدایت فرمائی (یعنی عبادت کیلئے عطاء فرمایا) پس وہ اہلِ کتاب اِس دن میں ہمارے تابع ہیں، چنانچہ یہود نے اُس کے بعد والا (ہفتہ کا) دن اختیار کیا اور نصاریٰ نے اُس کے بعد والا (اتوار کا) دن اختیار کرلیا۔نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا، وَأُوتِينَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ، وَهَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوا فِيهِ، فَهَدَانَا اللهُ لَهُ، فَهُمْ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ، فَالْيَهُودُ غَدًا، وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ۔(مسلم:855)

فائدہ: بعض محققین علماء کرام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے ہفتے کے تمام دن رکھے کہ وہ اپنی مرضی اور اجتہاد سے کوئی دن عبادت اور اطاعت کیلئے مقرر کرلیں، یہود نے ہفتہ کا دن مقرر کیا یہ سوچ کر کہ اللہ تعالیٰ نے اتوار کے دن کائنات کی تخلیق شروع کرکے ہفتہ کے دن تخلیق مکمل فرمائی، لہٰذ افراغت والا دن عبادت کیلئے زیادہ موزوں ہے، نصاریٰ نے کہا کہ تخلیقِ کائنات کی ابتداء کا دن یعنی اتوار عبادت کیلئے زیادہ مناسب ہے، لیکن امّتِ محمدیہ نے اپنے لئے جمعہ کا دن منتخب فرمایا، کیونکہ اِس دن انسان کی تخلیق ہوئی ہے، جیسا کہ احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، اور حقیقت یہ ہے کہ امّتِ محمدیہ کا یہ انتخاب سب سے زیادہ مناسب اور بہتر قرار پایا، کیونکہ جس دن انسان کی تخلیق ہوئی ہے اور انسان وجود میں آیا ہے وہی دن سب سے زیادہ اِس بات کا مستحق ہے کہ اُس دن شکرِ نعمت کے طور پر عبادت واِطاعت کے زیادہ سے زیادہ کام سرانجام دیے جائیں۔(مرقاۃ:3/1009)

حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس ایک سفید آئینہ لیکر آئے جس میں نکتہ تھا، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ جمعہ کا دن ہے، آپ کو اور آپ کی امّت کو اِس دن کے ذریعہ فضیلت دی گئی ہے، اور یہود و نصاریٰ اس میں آپ کے تابع ہیں اور آپ سب کیلئے اس دن میں خیر و بھلائی ہے۔أَتَى جِبْرِيلُ بِمِرْآةٍ بَيْضَاءَ فِيهَا نُكْتَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا هَذِهِ؟» قَالَ: هَذِهِ الْجُمُعَةُ فُضِّلْتَ بِهَا أَنْتَ وَأُمَّتُكَ، فَالنَّاسُ لَكُمْ فِيهَا تَبَعٌ، الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى، وَلَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ۔(مسند الشافعی:1/70)

سترہویں فضیلت: جمعہ کا دن مغفرت کا ہے :

ایک روایت میں ہے : بے شک اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔إِنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِتَارِكٍ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا غَفَرَ لَهُ۔(طبرانی اوسط:4817)

اٹھارہویں فضیلت: جمعہ کے دن نیکیاں دوگنی کردی جاتی ہیں :

ایک روایت میں ہے : جمعہ کے دن (اعمال کی) نیکیاں دوگنی کردی جاتی ہیں۔تُضَاعَفُ الْحَسَنَاتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔(طبرانی اوسط:7895)

انیسویں فضیلت: مدینہ منوّرہ میں جمعہ دوسری جگہوں میں ایک ہزار جمعہ کے برابر ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: میری اِس مسجد (مسجدِ نبوی) میں نماز پڑھنا مسجدِ حرام میں نماز پڑھنے کے علاوہ دوسری تمام مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے کے برابر ہے، مدینہ منوّرہ میں رمضان المبارک کا مہینہ دوسری جگہوں میں ایک ہزار مہینے روزے رکھنے کے برابر ہے، اور مدینہ منوّرہ میں جمعہ کی نماز دوسری

جگہوں میں ایک ہزار جمعہ کے برابر ہے۔صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا كَأَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ كَصِيَامِ أَلْفِ شَهْرٍ فِيمَا سِوَاهُ، وَصَلَاةُ الْجُمُعَةِ بِالْمَدِينَةِ كَأَلْفٍ فِيمَا سِوَاهُ۔(شعب الایمان:3852)

بیسویں فضیلت:جمعہ کے دن اعمال کا اجر بڑھ جاتا ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نیکیوں میں کوئی نیکی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس نیکی سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں جو جمعہ کی شب یا جمعہ کے دن کی جائے اور گناہوں میں کوئی گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس گناہ سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ نہیں جو جمعہ کی شب یا جمعہ کے دن کیا جائے۔مَا فِي الحَسَنَاتِ حَسَنَةٌ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالَى مِنْ حَسَنَةٍ تُعْمَلُ فِي لَيْلَةِ جُمُعَةٍ أَوْ يَوْمِ جُمُعَةٍ وَمَا مِنَ الذُّنُوبِ ذَنْبٌ أَبْغَضُ إِلَى اللهِ تَعَالَى مِنْ ذَنْبٍ يُعْمَلُ فِي لَيْلَةِ الجُمُعَةِ أَوْ يَوْمِ الجمُعَةِ۔(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر:8050)

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن صدقہ کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔الصَّدَقَةُ تُضَاعَفُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔(ابن ابی شیبہ:5513)

ایک اور روایت میں حضرت کعب کا یہ اِرشاد منقول ہے:جمعہ کے دن میں نیکی(کے اجر) اور برائی(کے گناہ) کو بڑھادیا جاتا ہے،اور یہ قیامت کا دن ہے۔أَنَّهُ لَتُضَاعَفُ فِيهِ الْحَسَنَةُ وَالسَّيِّئَةُ، وَأَنَّهُ لَيَوْمُ الْقِيَامَةِ۔(ابن ابی شیبہ:5514)

شب جمعہ کے فضائل:

جس طرح جمعہ کا دن ایک با برکت اور مبارک دن ہے ،اِسی طرح اُس کی رات بھی نہایت قیمتی اور سعادتوں سے بھری ہوئی ہے، یہی وجہ ہے کہ اُمّت کے اکابر بزرگانِ دین سے اِس شب کا خصوصی اہتمام کیا کرتے تھے، ذیل میں احادیثِ طیبہ کی روشنی میں اس کے چند فضائل ذکر کیے جارہے ہیں، جس سے اِس بابرکت رات کی عظمت کا کسی قدر اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

شبِ جمعہ مرنے والوں کا قبر کے فتنہ سے محفوظ ہونا :

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: کوئی مسلمان جمعہ کے دن یا شب میں انتقال کر جائے تو اللہ تعالیٰ اُسے قبر کے فتنہ (عذاب اور سوال) سے محفوظ فرمادیتے ہیں۔مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللَّهُ فِتْنَةَ القَبْرِ۔(ترمذی:1074)حدیث میں ” فِتْنَةَ القَبْرِ “ سے مراد یا عذاب ہے یا قبر کا سوال، پس مطلب یہ ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اُسے قبر کے عذاب اور سوال سے محفوظ فرمائیں گے۔(مرقاۃ:3/1021)

شبِ جمعہ مرنے والوں کا شہید مرنا اور قبر کے عذاب سے محفوظ ہونا:

جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب مر جائے اُسے قبر کے عذاب سے بچالیا جاتا ہے اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اُس پر شہداء کی مہر لگی ہوگی۔مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ أُجِيرَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَجَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ طَابَعُ الشُّهَدَاءِ۔(حلیۃ الأولیاء:3/155)

شبِ جمعہ مرنے والوں کے عمل کا جاری ہونا:

جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب انتقال کر گیا اُسے قبر کے عذاب سے عافیت بخش دی جاتی ہے اور اُس کیلئے عمل جاری ہوجاتا ہے۔مَن مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ عُوْفِيَ مِنْ عَذَابِ الْقَبرِ، وَجَرَى لَهُ عَمَلُهُ۔(کنز العمال:21083)

جمعہ کی شب بنی آدم کے اعمال بارگاہِ الٰہی میں پیش کیے جاتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: بے شک بنی آدم کے اعمال ہر جمعرات کو شبِ جمعہ میں پیش کیے جاتے ہیں، پس کسی قطع رحمی کرنے والے کی مغفرت نہیں کی جاتی۔إِنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَلَا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ۔(مسند احمد:10272)

جمعہ کی رات خوبصورت رات ہے :

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: خوبصورت رات اور روشن دن یعنی شبِ جمعہ اور جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَى نَبِيِّكُمْ فِي اللَّيْلَةِ الْغَرَّاءِ، وَالْيَوْمِ الْأَزْهَرِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ۔(شعب الایمان:2772)

ایک اور روایت میں آپ ﷺ کا یہ اِرشادِ مروی ہے: اس کی رات خوبصورت اور دن منوّر ہوتا ہے۔لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ لَيْلَةٌ غَرَّاءُ وَيَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمٌ أَزْهَرُ۔(الدعوات الکبیر:529)

جمعہ کو "جمعہ" کیوں کہا جاتا ہے؟

زمانۂ جاہلیت میں اس کو "یوم العروبہ" کہا جاتا تھا، بعد میں اس کا نام "یوم الجمعہ" پڑ گیا۔ پھر اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے، ایک حدیث سے اِس کی وضاحت ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ جمعہ کا نام جمعہ کس لئے رکھا گیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اِس لئے کہ اِس میں تمہارے جدِّ امجد حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی جمع کی گئی اور اُس کا خمیر بنایا گیا، اس دن (پہلا) صور پھونکا جائے گا (جس سے تمام دنیا والے مر جائیں گے) اور (دوسرا) صور پھونکا جائے گا (جس کی آواز سے تمام نر دے دوبارہ زندہ ہو جائیں گے) اور اس دن (قیامت کی) سخت دار و گیر یعنی پکڑ ہوگی، نیز اس دن کی آخری تین ساعتوں میں ایک ایسی ساعت ہے (یعنی جمعہ کی آخری ساعت) جس میں اللہ تعالیٰ سے جو مانگے گا اُس کی دعاء قبول ہوگی ۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِأَيِّ شَيْءٍ سُمِّيَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ:لِأَنَّ فِيهَا طُبِعَتْ طِينَةُ أَبِيكَ آدَمَ، وَفِيهَا الصَّعْقَةُ، وَالْبَعْثَةُ، وَفِيهَا الْبَطْشَةُ، وَفِي آخِرِ ثَلَاثِ سَاعَاتٍ مِنْهَا سَاعَةٌ مَنْ دَعَا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيهَا اسْتُجِيبَ لَهُ۔(مسند احمد:8102)

مذکورہ حدیث میں اس کی چار وجوہات ذکر کی گئی ہیں:

1. لِأَنَّ فِيهَا طُبِعَتْ طِينَةُ أَبِيكَ آدَمَ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی جمع کی گئی اور اُس کا خمیر بنایا گیا۔
2. وَفِيهَا الصَّعْقَةُ۔ یعنی اس دن پہلا صور پھونکا جائے گا، جس سے جمیع اہلِ دنیا مر جائیں گے۔
3. وَالْبَعْثَةُ۔ اور پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا، جس سے جمیع اجسادِ فانیہ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔

4. وَفِيهَا الْبَطْشَةُ۔ اُس دن قیامت کی سخت پکڑ دھکڑ ہو گی، جو جمیع خلائق کے لئے ہو گی۔

یہ وجوہات جو حدیث میں ذکر کی گئی ہیں یہ سب وجہ تسمیہ اس طرح ہیں کہ ان سب وجوہات میں "جمع" کا مادہ پایا جاتا ہے۔(مرقاۃ:1020/3)

جمعہ کے دن کیا ہوا اور کیا ہو گا:

جمعہ کے دن کیا واقعات ماضی میں پیش آئے اور آئندہ کیا پیش آئیں گے۔ذیل میں چند واقعات ملاحظہ فرمائیں:

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق و قبض کا واقعہ جمعہ کے دن پیش آیا:

جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اِسی میں اُن کی روح قبض کی گئی۔ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَفِيهِ قُبِضَ۔(نسائی:1284)

اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مٹی کو پیدا فرمایا، اور اس میں اتوار کے دن پہاڑ پیدا کیے، پیر کے دن درخت پیدا کیے، منگل کے دن ناپسندیدہ چیزوں کی تخلیق فرمائی، بدھ کے دن نور (روشنی) کو پیدا کیا، جمعرات کے دن جانوروں کو زمین میں پھیلا دیا، اور تمام مخلوق کے بعد آخر میں جمعہ کے دن عصر کے بعد، عصر سے لے کر رات (یعنی سورج غروب ہونے) کے درمیان جمعہ کی آخری ساعتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔خَلَقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْأَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَخَلَقَ الْمَكْرُوهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ، وَبَثَّ فِيهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيسِ، وَخَلَقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، فِي آخِرِ الْخَلْقِ، فِي آخِرِ سَاعَةٍ مِنْ سَاعَاتِ الْجُمُعَةِ، فِيمَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ۔(مسلم:2789)

حضرت آدم علیہ السلام کا جنّت میں داخلہ اور جنّت سے خارجہ جمعہ کے دن ہوا:

جمعہ کے دن حضرت آدم پیدا ہوئے، اسی دن جنت میں داخل کیے گئے، اور اسی دن اس سے نکالے گئے۔
وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا۔(مسلم:854)

جمعہ کے دن قیامت قائم ہو گی :

قیامت جمعہ کے دن ہی قائم ہو گی۔وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ۔(مسلم:854)

جمعہ کے دن قیامت قائم ہو گی۔ تمام مقرّب فرشتے آسمان، زمین ہوا، پہاڑ، اور دریا سب کے سب جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں(کہ جمعہ کے دن قیامت آنی ہے، پتہ نہیں کس وقت آجائے)۔ وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ، مَا مِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ، وَلَا سَمَاءٍ، وَلَا أَرْضٍ، وَلَا رِيَاحٍ، وَلَا جِبَالٍ، وَلَا بَحْرٍ، إِلَّا وَهُنَّ يُشْفِقْنَ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ۔(ابن ماجہ:1084)

جمعہ کے دن پہلا اور دوسرا صور پھونکا جائے گا :

اِرشادِ نبوی ہے: جمعہ کے دن قیامت کا نَفخہ (پہلا صور)اور صَعقہ (دوسرا صور) ہو گا۔وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ۔(نسائی:1284)

✱ « » « » « » ✱ « » « » « » ✱

بَابُ وُجُوبِهَا (أي:الْجُمُعَةِ)

جمعہ کا حکم :

جمعہ فرض ہے، بلا عُذر اِس کا ترک کرنے والا گناہ گار اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ اِس کی فرضیت ظہر سے زیادہ مؤکّد ہے، اِس لئے کہ اِس کے ترک پر جو وعیدیں ہیں وہ ظہر میں نہیں۔ جمعہ اپنی ذات کے اعتبار سے مستقل ایک فرض ہے، ظہر کا عِوض اور بدل نہیں۔(شامیہ:2/136)(عُمدۃ الفقہ:2/435)

جمعہ کی فرضیت کا ثبوت :

- **کتاب اللہ:** ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ﴾۔(الجمعۃ:9)
- **سنت:** الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ۔(ابوداؤد:1067)
- **اِجماع:** تمام مسلمانوں کا اِس کی فرضیت پر اِجماع ہے۔(فتح القدیر:2/49)

ترکِ جمعہ کی وعیدیں :

جب کسی چیز کی عظمت و فضیلت زیادہ ہوتی ہے تو اُس کی ناقدری اور بے ادبی و بے احترامی کرنے پر پکڑ بھی سخت ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جمعہ جیسے عظیم اور بابرکت دن کی ناقدری کرنے کی وعیدیں بڑی سخت وارد ہوئی ہیں، ذیل میں چند وعیدیں ملاحظہ فرمائیں:

جمعہ ترک کرنے والوں کے دلوں پر مہر:

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ بر سر منبر فرمارہے تھے جمعہ چھوڑنے والے لوگ یا تو اپنی اس حرکت سے باز آئیں یا یہ ہو گا کہ ان کے اس گناہ کی سزا میں اللہ تعالی ان کے دلوں پر مہر لگا دیگا؛ پھر وہ غافلوں ہی میں سے ہو جائیں گے (اور اصلاح کی توفیق سے محروم کر دیئے جائیں گے)۔لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ، أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ، ثُمَّ لَيَكُونُنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ۔(مسلم:865)

جس شخص نے تین جمعے محض سستی کی وجہ سے، ان کو ہلکی چیز سمجھتے ہوئے چھوڑ دیئے، اللہ تعالیٰ اس کے دِل پر مہر لگا دیں گے۔مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَهَاوُنًا بِهَا طُبِعَ عَلَى قَلْبِهِ۔(ابن ماجہ:1125)

اِرشادِ نبوی ہے: غور سے سنو! ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی بکریوں کا ایک گلہ (ریوڑ) ایک یا دو میل کے فاصلہ پر رکھے، اس کو وہاں گھاس مشکل سے ملے تو وہ دور چلا جائے، پھر جمعہ آئے اور وہ شریک نہ ہو، پھر دوسرا جمعہ آئے اور وہ اس میں بھی شریک نہ ہو، پھر تیسرا جمعہ آئے اور وہ اس میں بھی شریک نہ ہو تو اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔أَلَا هَلْ عَسَى أَحَدُكُمْ أَنْ يَتَّخِذَ الصُّبَّةَ مِنَ الْغَنَمِ عَلَى رَأْسِ مِيلٍ أَوْ مِيلَيْنِ، فَيَتَعَذَّرَ عَلَيْهِ الْكَلَأُ، فَيَرْتَفِعَ، ثُمَّ تَجِيءُ الْجُمُعَةُ فَلَا يَجِيءُ وَلَا يَشْهَدُهَا، وَتَجِيءُ الْجُمُعَةُ فَلَا يَشْهَدُهَا، وَتَجِيءُ الْجُمُعَةُ فَلَا يَشْهَدُهَا، حَتَّى يُطْبَعَ عَلَى قَلْبِهِ۔(ابن ماجہ:1127)

جمعہ ترک کرنے والوں کا گھر بار جلا دینے کے قابل ہے:

نبی کریم ﷺ جمعہ کو ترک کرنے والوں کیلئے فرمایا کہ میرا دل کرتا ہے کہ میں کسی کو اپنی جگہ کھڑا کروں جو لوگوں کو نماز پڑھائے اور پھر جا کر ایسے لوگوں کے گھروں کو جلا کر رکھ دوں جو اپنے گھروں میں رہ جاتے ہیں اور جمعہ پڑھنے کیلئے حاضر نہیں ہوتے۔عَنْ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِقَوْمٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ:لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ، ثُمَّ أُحَرِّقَ عَلَى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوتَهُمْ۔(مسلم:852)

بغیر کسی عذر کے جمعہ ترک کرنے والا منافق ہے:

جس شخص نے بغیر ضرورت اور عذر کے جمعہ چھوڑ دیا اس کو منافق لکھ دیا جاتا ہے، ایسی کتاب میں جو نہ مٹائی جاتی ہے، نہ تبدیل کی جاتی ہے۔مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِي كِتَابٍ لَا يُمْحَى وَلَا يُبَدَّلُ۔(مشکوۃ المصابیح:1379)

جس شخص نے بغیر ضرورت اور عذر کے تین جمعے ترک کیے وہ منافق ہے۔مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَهُوَ مُنَافِقٌ۔(صحیح ابن حبان:1/492)

جس نے جمعہ کے دن اذان کی آواز سنی لیکن جمعہ پڑھنے کیلئے حاضر نہیں ہوا، پھر (اگلے جمعہ میں) اذان کی آواز سنی اور جمعہ میں حاضر نہیں ہوا، پھر (اگلے جمعہ میں) اذان کی آواز سنی اور جمعہ میں حاضر نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ اُس کے دل پر مہر لگا دیتے ہیں، پس اُس کا دل منافق کا دل ہو جاتا ہے۔مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلَمْ يَأْتِ، أَوْ لَمْ يُجِبْ، ثُمَّ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِ، أَوْ فَلَمْ يُجِبْ، ثُمَّ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِ، أَوْ لَمْ يُجِبْ، طَبَعَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى قَلْبِهِ، فَجُعِلَ قَلْبَ مُنَافِقٍ۔(مسند ابی یعلی الموصلی:1767)

جمعہ ترک کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہو جاتے ہیں:

جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھے اُس پر لازم ہے کہ جمعہ کے دن نماز میں حاضر ہو، ہاں! بیمار، مسافر، عورت،، بچہ، یا غلام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ پس جو تجارت یا کسی اور لہو ولعب میں مشغول ہونے کی وجہ سے جمعہ سے مستغنی یعنی بے پرواہ ہو ا اللہ تعالیٰ اُس سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ مستغنی اور بڑی تعریفوں والے ہیں۔مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا مَرِيضٌ أَوْ مُسَافِرٌ أَوِ امْرَأَةٌ أَوْ صَبِيٌّ أَوْ مَمْلُوكٌ , فَمَنِ اسْتَغْنَى بِلَهْوٍ أَوْ تِجَارَةٍ اسْتَغْنَى اللَّهُ عَنْهُ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حُمَيْدٌ۔(دار قطنی:1576)

جمعہ ترک کر دینا شراب پینے سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شراب کا ایک پیالہ پینا میرے نزدیک جان بوجھ کر جمعہ ترک کرنے سے زیادہ پسند ہے۔أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: «لَأَنْ أَشْرَبَ كَأْسًا مِنْ خَمْرٍ» أَوْ قَالَ: «أُوقِيَّةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ تَرْكِ الْجُمُعَةِ مُتَعَمِّدًا»۔(مصنّف عبد الرزاق:5174)

بغیر عذر کے جمعہ ترک کرنے والا اسلام کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس شخص نے تین جمعے پے در پے چھوڑ دیئے، اس نے اسلام کو پسِ پشت پھینک دیا:مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ أَرْبَعَ جُمَعٍ مُتَوَالِيَاتٍ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ، فَقَدْ نَبَذَ الْإِسْلَامَ وَرَاءَ ظَهْرِهِ۔(مصنف عبد الرزاق:5169)

جمعہ ترک کرنے پر کفارہ اداء کرنا:

جو جمعہ ترک کردے اُسے چاہیئے کہ ایک دینا صدقہ کرے، اور یہ نہ کرسکے تو آدھا دینار صدقہ کرے۔مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِينَارٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ، فَبِنِصْفِ دِينَارٍ۔(ابن ماجہ:1128)

فائدہ : تصدّق کا حکم استحبابی ہے، وجوبی نہیں۔ اصل حکم سچی توبہ کا ہے، کیونکہ وہی گناہوں کو مٹانے کا اصل سبب ہے۔ اور بظاہر تصدّق کا حکم اس لئے ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾۔(ھود:114) یعنی نیکیاں گناہوں کو مٹادیتی ہیں۔ گویا یہ صدقِ دل کے ساتھ توبہ کرتے ہوئے صدقہ بھی دیدینا چاہیئے تاکہ گناہ کا کفارہ بن سکے۔(مرعاۃ المفاتیح:4/447)

بغیر عذر کے جمعہ ترک کرنے کا کوئی کفارہ نہیں:

جس نے بغیر کسی عذر کے جمعہ ترک کردیا اُس کیلئے قیامت سے پہلے کوئی کفارہ نہیں۔مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ لَمْ يَكُنْ لَهَا كَفَّارَةٌ دُونَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔(کنز العمال عن الدّیلمی:21156)(مرقاۃ:3/1024)

فائدہ: پچھلی حدیث میں ایک دینار یا آدھا دینار صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکِ جمعہ کا کوئی کفارہ نہیں، اِس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ دراصل یہ حقیقت ہے کہ ترکِ جمعہ کا کوئی کفارہ نہیں، لیکن جب بندہ کفارہ کے طور پر ایک یا آدھا دینار صدقہ کرتا ہے تو اس سے گناہ میں تخفیف ہوتی ہے، مکمل گناہ معاف نہیں ہوتا۔ لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں رہا۔(مرقاۃ:3/1024)

جمعہ ترک کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے:

بندہ مسلسل جمعہ میں سستی اور غفلت کا شکار رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا غضب اُس پر نازل ہو جاتا ہے۔لَا یَزالُ الْعَبْدُ مُتَهَاوِناً بِالْجُمُعَةِ حَتَّى يَغْضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔(کنز العمّال عن الدّیلمی:21155)

جمعہ ترک کرنے والے شیطان کا شکار ہوتے ہیں:

انسان کے ازلی دشمن شیطان کی مکمل کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی طرح وہ لوگوں کو جمعہ جیسی عظیم اور عالیشان نعمت سے محروم اور غافل کردے، چنانچہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا اِرشاد ہے: جب جمعہ کا دن ہوتا تو شیاطین اپنے لشکر لے کر بازاروں میں نکل جاتے ہیں اور لوگوں کو کاموں میں لگا کر نمازِ جمعہ کی شرکت سے روکتے ہیں۔إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، غَدَتِ الشَّيَاطِينُ بِرَايَاتِهَا إِلَى الْأَسْوَاقِ، فَيَرْمُونَ النَّاسَ بِالتَّرَابِيثِ، أَوِ الرَّبَائِثِ، وَيُثَبِّطُونَهُمْ عَنِ الْجُمُعَةِ۔(ابوداؤد1051)

جمعہ ترک کرنے والوں کیلئے نبی کریم ﷺ کی بد دُعاء:

نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ خطبہ دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے اِس مقام، اِس گھڑی، اِس دن، اِس مہینے اور اِس سال میں تم پر جمعہ کو فرض قرار دیدیا ہے، خواہ اِمامِ عادل کے ساتھ پڑھا جائے یا ظالم کے ساتھ۔ جس نے اس کو بغیر کسی عُذر کے ترک کردیا پس اُس کے متفرّق امور کو جمع نہ کیا جائے، اور اُس کے کاموں میں برکت نہ ہو۔ غور سے سن لو! نہ اُس کی نماز ہے، نہ حج ہے، نہ اُس کی کوئی نیکی ہے، اور نہ اُس کا کوئی صدقہ ہے۔إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ فِي مَقَامِي هَذَا، فِي سَاعَتِي هَذِهِ، فِي يَوْمِي هَذَا، فِي شَهْرِي هَذَا، فِي عَامِي هَذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، مَنْ تَرَكَهَا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ مَعَ إِمَامٍ عَادِلٍ

أَوْ إِمَامٍ جَائِرٍ فَلَا جُمِعَ لَهُ شَمْلُهُ وَلَا بُورِكَ لَهُ فِي أَمْرِهِ، أَلَا وَلَا صَلَاةَ لَهُ، أَلَا وَلَا حَجَّ لَهُ، أَلَا وَلَا بِرَّ لَهُ، أَلَا وَلَا صَدَقَةَ لَهُ۔(طبرانی اوسط:7246)

نمازِ جمعہ کی شرائط:

نماز جمعہ کی دو طرح کی شرطیں ہیں:

1. شرائطِ وجوب۔ یعنی جن شرائط کی وجہ سے جمعہ لازم ہوتا ہے۔
2. شرائطِ صحت۔ یعنی جن شرائط کی وجہ سے جمعہ صحیح ہوتا ہے۔

نماز جمعہ واجب ہونے کی شرطیں:

نماز واجب ہونے کی شرطوں کے علاوہ جمعہ واجب ہونے کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

1. **حرّیت** : آزاد ہونا پس غلام پر جمعہ فرض نہیں ہے۔
2. **بلوغت**: بالغ ہونا۔ پس بچے پر جیسے نماز فرض نہیں، جمعہ بھی فرض نہیں۔
3. **ذکورت** : مرد ہونا، عورت اور خنثیٰ مشکل پر جمعہ فرض نہیں ہے۔
4. **اقامت** : مقیم ہونا، مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے۔
5. **صحت** : تندرست ہونا۔ مریض پر جمعہ فرض نہیں ہے، جو مرض جامع مسجد تک پیدل جانے سے مانع ہو اس کا اعتبار ہے۔ بڑھاپے کی کمزوری کی وجہ سے مسجد تک نہ جا سکے تو یہ مریض کے حکم میں ہے۔
6. **سالم الاعضاء** : چلنے پر قادر ہونا، اپاہج پر جمعہ فرض نہیں ہے۔
7. **بصر** :یعنی اندھا اور کانا نہ ہونا، پس جو نابینا خود مسجدِ جمعہ تک بلا تکلف نہ جا سکتا ہو اس پر جمعہ لازم نہیں۔

8. **صاحبِ عذر نہ ہونا**: ترکِ جماعت کا کوئی عذر نہ پایا جائے۔(شامیہ:2/153،154)(عُمدۃ الفقہ:2/435)

شرائطِ وجوب کا حکم:

جب تک یہ سب شرطیں نمازی میں نہ پائی جائیں اس وقت تک اس پر جمعہ فرض نہیں ہوتا، لیکن اگر ایسا شخص جمعہ پڑھ لے تو اس کا جمعہ ادا ہو جائے گا اور ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے اتر جائے گا، مثلاً: کوئی مسافر یا عورت نماز جمعہ پڑھے تو نمازِ ظہر اس کے ذمہ سے اتر جائے گی، بلکہ مسافر مرد و مکلّف کے لئے نماز جمعہ پڑھنا افضل ہے البتہ عورت کے لئے اپنے گھر میں نماز ظہر پڑھنا افضل ہے۔(عُمدۃ الفقہ:2/436،437)

نماز جمعہ صحیح ہونے کی شرطیں:

1. **مصر یا فنائے مصر ہونا**۔ یعنی شہر اور اُس کے مضافات کا ہونا۔ مصر کی تعریفات گذر چکی ہیں۔
2. **حاکم یا اُس کا مقرر کردہ نائب کا ہونا**۔ چونکہ ہمارے زمانے میں حکومت کو ان امور کی طرف توجہ نہیں ہے لہذا لوگ خود کسی شخص کو مقرر کرلیں وہ ان کو خطبہ دے اور نماز پڑھائے یہ جائز و درست ہے۔
3. **دارالاسلام ہونا**۔ دارالحرب میں نماز جمعہ درست نہیں ہے۔
4. **ظہر کا وقت ہونا**۔ پس وقت ظہر سے پہلے یا اس کے نکل جانے کے بعد نماز جمعہ درست نہیں حتیٰ کہ اگر نماز پڑھنے کی حالت میں وقت جاتا رہا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔
5. **خطبہ کا ہونا**۔ یعنی وقت کے اندر نماز سے پہلے اس طرح پڑھا جائے کہ خطبہ اور نماز میں فصل نہ ہو۔
6. **جماعت کا ہونا**۔ یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین آدمی ہوں۔

7. **اذنِ عام**۔یعنی عام اجازت کے ساتھ علی الاعلان نمازِ جمعہ ادا کرنا۔ لیکن یہ شرط اُس وقت ہے جبکہ شہر میں جمعہ ایک ہی جگہ قائم کیا جارہاہو، اور اگر متعدد جمعہ ہوتے ہوں، جیسا کہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے تو یہ شرط نہیں۔(عُمدۃ الفقہ ملخصًا:2/437تا454)

شرائطِ صحت کا حکم:

اگر شرائط صحتِ جمعہ سے کوئی شرط نہ پائی جائے اس کے باوجود کچھ لوگ نمازِ جمعہ پڑھیں تو ان کی نماز جمعہ ادا نہ ہوگی، ان پر نماز ظہر ادا کرنا فرض ہے اور یہ نماز نفل ہو جائے گی، چونکہ نماز نفل کا اہتمام سے پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اس لئے اس حالت میں نماز جمعہ پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔(زبدۃ الفقہ ملخصًا و بتغیر یسیر:349تا350)

جمعہ فی القریٰ:

یعنی چھوٹی بستیوں میں جمعہ پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں، اِس مسئلہ کو یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جمعہ قائم کرنے کیلئے "مصرِ جامع" شرط ہے یا چھوٹی بستیوں میں بھی جمعہ پڑھا جاسکتا ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: جمعہ کے لئے مصرِ جامع یا اُس کا مضافات جس کو "فناءِ مصر" کہتے ہیں، اس کا ہونا شرط ہے، چھوٹی بستیوں میں جمعہ نہیں ہو سکتا۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جمعہ کے لئے مصرِ جامع شرط نہیں، بستی میں بھی ہو سکتا ہے۔

پھر حضرات شوافع و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک تو کم از کم وہاں کے باشندوں کی تعداد چالیس ہونی چاہیئے جو سردی و گرمی ہر موسم میں وہاں مقیم رہتے ہوں، جبکہ اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چالیس کی بھی شرط نہیں، اِس سے کم میں بھی جمعہ قائم ہو جائے گا۔(البنایۃ:3/43)

مصر کی تعریفات :

کتبِ فقہ میں مصر کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں:

1) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک تعریف یہ نقل کی گئی ہے: هو ما يجتمع فيه مرافق أهله دنيا ودينا. وہ جگہ جہاں کے رہنے والوں کو دین و دنیا کی نفع کی تمام چیزیں جمع ہوں۔

2) امام صاحب سے ایک یہ تعریف منقول ہے: هو بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق، ويرجع الناس إليه فيما وقعت لهم من الحوادث. وہ بڑا شہر جس میں گلیاں اور بازار ہوں، اُس کے ماتحت کئی دیہات ہوں اور لوگ اپنے پیش آمدہ حوادث میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔

3) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: كل موضع فيه أمير وقاض ينفذ الأحكام ويقيم الحدود فهو مصر۔ وہ جگہ جہاں امیر و قاضی مقرر ہو جو لوگوں کو احکام کو نافذ کرتا ہو، اور حدود کو قائم کرتا ہو تو وہ مصر ہے۔

4) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نوادر ابن شجاع میں یہ منقول ہے: إذا كان في القرية عشرة آلاف فهو مصر. جس بستی میں دس ہزار افراد ہوں تو وہ مصر ہے۔

5) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: كل موضع مصره الإمام فهو مصر حتى إنه لو بعث إلى قرية نائبا إلى إقامة الحدود والقصاص يصير مصرا. ہر وہ جگہ جس کو اِمام مصر بنادے وہ مصر ہے، یہاں تک کہ اگر کسی بستی میں اِمام حدود و قصاص کے قائم کرنے کیلئے اپنا نائب بھیجے تو وہ مصر ہے۔

6) حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :مایعده الناس مصرا عند ذكر الأمصار المطلقة كبخاري وسمرقند. جس کو مطلقاً "مصر" کے لفظ بولنے کے وقت میں لوگ مصر سمجھیں، وہ مصر کہلائے گا۔

7) امام کرخی اور زمخشری رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک: المصر الجامع ما أقيمت فيه الحدود، ونفذت فيه الأحكام. مصرِ جامع وہ ہے جس میں حدود قائم اور احکام کو نافذ کیا جائے۔

8) حضرت ابو عبد اللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:إذا اجتمعوا في أكبر مساجدهم فلم يسعهم فهو مصر جامع. جہاں کے باشندے اپنی سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ آسکیں تو وہ مصر ہے۔

9) بعض فقہاءِ احناف فرماتے ہیں: المصر ما يعيش فيه كل صانع بصناعته ولا يحتاج إلى التحول إلى صنعة أخرى. وہ جگہ جہاں ہر کاریگر اپنی صنعت و حرفت کے ساتھ زندگی گزارتا ہو اور کسی دوسری صنعت کا محتاج نہ ہو۔

10) مستصفی میں یہ منقول ہے : إذا وجدت فيه حوائج الدين وهو القاضي والمفتي والسلطان فهو مصر جامع۔جب تمہیں کسی جگہ دین کی تمام حوائج وضروریات یعنی قاضی، مفتی،سلطان، مل جائیں تو وہ مصر ہے۔(البنایۃ:3/45)

مصر کی راجح تعریف:

وہ بڑا شہر جس میں کئی گلیاں اور بازار ہوں اور اس کے ماتحت دیہات ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو جو اپنی جاہ و حشمت سے اور اپنے یا کسی اور کے علم کے ذریعہ ظالم سے مظلوم کا اِنصاف لینے پر قادر ہو اور لوگ اپنے

پیش آمدہ حوادث میں اُس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔ بَلْدَةٌ كَبِيرَةٌ فِيهَا سِكَكٌ وَأَسْوَاقٌ وَلَهَا رَسَاتِيقُ وَفِيهَا وَالٍ يَقْدِرُ عَلَى إِنْصَافِ الْمَظْلُومِ مِنْ الظَّالِمِ بِحِشْمَتِهِ وَعِلْمِهِ أَوْ عِلْمِ غَيْرِهِ يَرْجِعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيمَا يَقَعُ مِنْ الْحَوَادِثِ۔(شامیہ:2/137)

شہر سے باہر کن لوگوں پر جمعہ لازم ہے:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ شہر والوں پر جمعہ لازم ہے، البتہ شہر سے باہر کن لوگوں پر جمعہ لازم ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: فناءِ مصر۔یعنی شہر کی ضروریات جہاں تک پوری ہوتی ہیں۔
- امام شافعی وابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما:اَلْجُمُعَةُ عَلَى مَنْ آوَاهُ اللَّيْلُ ۔یعنی جو جمعہ اداء کرنے کے بعد رات سے پہلے پہلے اپنے گھر واپس پہنچ سکے اُس پر جمعہ میں حاضر ہونا لازم ہے۔
- مالکیہ وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: جس کو اذانِ جمعہ سنائی دیتی ہو اُس پر جمعہ میں حاضر ہونا لازم ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔(درسِ ترمذی:2/265)

فناء شہر کی مقدار و تحدید:

فناء مصر کی تحدید (حد بیان کرنے) میں فقہاء مختلف الرّائے ہیں، علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نو اقوال ذکر کیے ہیں ،جن کا خلاصہ یہ ہے:"غَلْوَةٌ، مِيلٌ، مِيلَانِ، ثَلَاثَةٌ، فَرْسَخٌ، فَرْسَخَانِ، ثَلَاثَةٌ، سَماعُ الصَّوْتِ سَماعُ الْأَذَانِ "یعنی:

(1)ایک غلوہ، یعنی مقدارِ رمیہ، جس کو تیر پھینکنے کی مسافت کہا جاتا ہے۔(2)ایک میل۔(3)دو میل۔ (4)تین میل۔(5)ایک فرسخ۔(6)دو فرسخ۔(7)تین فرسخ۔(8)جس جگہ تک آواز سنائی دے۔ (9)جہاں تک اذانِ جمعہ سنائی دے۔

لیکن اِن سب کے مقابلے میں بہتر یہ ہے کہ مقدار و تحدید بیان نہ کی جائے کیونکہ شہر کے چھوٹے یا بڑے ہونے سے حد میں فرق آجاتا ہے، ہر شہر کی ایک حد نہیں ہوتی، لہٰذا تحدید کرنے کے بجائے تعریف کرنی چاہیئے، یعنی یہ بتانا چاہیئے کہ فنا کس کو کہا جاتا ہے۔(شامیہ:2/139)

فناءِ مصر کی تعریف:

فناءِ مصر کی تعریف یہ کی جاسکتی ہے:"فناء مصر وہ مقام ہے جو شہر کی ضروریات کے لئے متعین ہو، مثلاً: قبرستان، کوڑا ڈالنے یا گھوڑ دوڑ یا جنگی مشق یا فوجی اجتماع وغیرہ کے لئے میدان، ہوائی اڈہ اور ریلوے اسٹیشن وغیرہ۔ فناء کا شہر سے اتصال ضروری نہیں اور نہ ہی اس کی مسافت اور وسعت کی کوئی تحدید ہے بلکہ شہر کی حیثیت کے مطابق اس کی فناء مختلف ہو گی"۔(احسن الفتاوی:4/133)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ التَّنْظِيفِ وَالتَّبْكِيرِ

"تنظیف " صفائی ستھرائی کو کہا جاتا ہے، اور "تبکیر "جلدی کرنا، کسی چیز کا ابتدائی حصہ پالینے کو کہا جاتا ہے ۔عرف الشذی میں ہے:التبکیر الذھاب ابتداء الیوم والابتکار وجدان الخطبة من ابتداءھا۔ یعنی "تبکیر" دن کے ابتدائی حصے میں جانے کو اور "اِبتکار" خطبہ کو ابتداء سے پالینے کو کہا جاتا ہے۔(العرف الشذی:2/11،10)

یہاں اِس باب میں دونوں چیزوں کو ذکر کیا جارہا ہے، یعنی جمعہ کے دن جسمانی صفائی ستھرائی کے احکام بھی ذکر کیے جارہے ہیں اور جمعہ کی نماز میں جلدی پہنچنے کی اہمیت وفضیلت کو بھی بیان کیا جارہا ہے۔

تنظیف سے متعلّق امور:

جمعہ کے دن بدنی نظافت اور جسمانی صفائی ستھرائی میں کئی چیزیں داخل ہیں:

(1)غسل کرنا۔ (2)مسواک کرنا۔ (3)اچھے کپڑے پہننا۔ (4)خوشبو لگانا۔

(5)ناخن کاٹنا۔ (6)مونچھیں تراشنا۔ (7)زیرِ ناف بالوں کو صاف کرنا۔

اب بالترتیب مندرجہ بالا چیزوں کی تفصیل احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

جمعہ کے دن غسل کرنا:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے آئے تو اُسے چاہیئے کہ غسل کرے۔إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الجُمُعَةَ، فَلْيَغْتَسِلْ۔(بخاری:877)

اِرشادِ نبوی ہے: جمعہ کے دن غسل کیا کرو اور اپنے سر کو دھویا کرو اگرچہ تمہیں جنابت لاحق نہ بھی ہو۔ اغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَاغْسِلُوا رُءُوسَكُمْ، وَإِنْ لَمْ تَكُونُوا جُنُبًا۔(مسند احمد:2383)

جمعہ کے دن غسل کیا کرو، اِس لئے کہ جمعہ کے دن جو غسل کرتا ہے اُس کیلئے جمعہ سے جمعہ کے درمیان کے گناہوں، بلکہ مزید تین دن کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔اغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَلَهُ كَفَّارَةُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ۔(طبرانی کبیر:7740)

مسواک کرنا:

بے شک یہ (جمعہ کا دن) عید کا دن ہے، اللہ تعالیٰ نے اِس کو مسلمانوں کیلئے (عید کا دن) بنایا ہے، پس جو جمعہ کیلئے آئے اُسے چاہیئے کہ غسل کرے، اور اگر خوشبو ہو تو وہ لگائے، اور مسواک کو اپنے اوپر لازم کرلو۔إِنَّ هَذَا يَوْمُ عِيدٍ، جَعَلَهُ اللَّهُ لِلْمُسْلِمِينَ، فَمَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ، وَإِنْ كَانَ طِيبٌ فَلْيَمَسَّ مِنْهُ، وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ۔(ابن ماجہ:1098)

تین چیزیں ہر مسلمان کو بہت اہتمام سے کرنی چاہیئے: جمعہ کے دن غسل کرنا، مسواک کرنا، اور اگر میسّر ہو تو خوشبو لگانا۔ثَلَاثٌ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ: الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَيَمَسُّ مِنْ طِيبٍ إِنْ وَجَدَ۔(مسند احمد:16397)

جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، مسواک کی اور اپنے پاس موجود خوشبو لگائی اور اپنے کپڑوں میں سے اچھے کپڑے پہنے پھر مسجد آیا اور لوگوں کی گردنیں نہیں پھلانگی، پھر جس قدر اللہ نے چاہا نماز پڑھی، پھر جب اِمام کے (خطبہ کیلئے) نکلنے اور نماز پڑھانے تک خاموش رہا تو یہ اُس کیلئے اُس جمعہ سے پچھلے جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَاسْتَنَّ، وَمَسَّ مِنْ طِيبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ

وَلَبِسَ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ، ثُمَّ جَاءَ إِلَى الْمَسْجِدِ، وَلَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ ثُمَّ رَكَعَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَرْكَعَ، ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَتَّى يُصَلِّي كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الَّتِي كَانَتْ قَبْلَهَا۔(شعب الایمان:2727)(سنن کبریٰ بیہقی:5888)(مسند ابوداؤد طیالسی:2485)مستدرک حاکم:1045)

اچھے کپڑے پہننا:

جو شخص جمعہ کے دن غسل کرکے اپنے کپڑوں میں سے اچھے کپڑے پہنے اور اگر میسّر ہو تو خوشبو لگائے پھر جمعہ میں آئے، وہاں لوگوں کی گردن نہ پھلانگے، پھر جتنی اللہ نے اُس کے مقدّر میں لکھی ہو(یعنی حسبِ توفیق)نماز پڑھے، پھر جب اِمام(خطبہ کیلئے)نکلے تو خاموش رہے، یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جائے تو یہ اس کے اِس جمعہ اور پچھلے جمعہ کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ، وَمَسَّ مِنْ طِيبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَتَخَطَّ أَعْنَاقَ النَّاسِ، ثُمَّ صَلَّى مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ، ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ جُمُعَتِهِ الَّتِي قَبْلَهَا۔(ابوداؤد:343)

ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ جب نیا کپڑا ہوتا تو جمعہ کے دن پہنتے تھے۔كانَ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْباً لَبِسَهُ يوْمَ الجُمُعَةِ۔(کنز العمال:18268)اِس سے معلوم ہوا کہ نیا کپڑا اگر ممکن ہو تو جمعہ سے پہننا شروع کرنا چاہیئے۔اور اِس کی وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ جمعہ کا دن ہفتے کے تمام ایّام میں سب سے فضل ہے، لہٰذا جمعہ کے دن سے ابتداء کرنا بہتر ہے تاکہ جمعہ کے دن کی برکتیں کپڑے کو بھی اور کپڑے کے پہننے والے دونوں کو پہنچ جائے۔(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر:6563)

جمعہ کے دن کپڑوں میں بہتر یہ ہے کہ سفید کپڑے کا انتخاب کیا جائے، اِس لئے کہ یہ آپ ﷺ کو پسند تھا، اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : "أما الكسوة فأحبها البياض من الثياب إذ أحب الثياب إلى الله تعالى البيض "جمعہ کے دن کپڑوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ کپڑے سفید ہیں، اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ کپڑے سفید ہیں۔(اِحیاءعلوم الدّین:1/181)

خوشبو لگانا:

جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور جس قدر ہو سکے (اچھے طریقے سے) پاکی حاصل کرے، تیل لگائے، اور اپنے گھر میں موجود خوشبو لگائے پھر مسجد کیلئے نکلے اور (مسجد پہنچ کر) دو آدمیوں کے درمیان فرق نہ کرے (یعنی زبردستی دو آدمیوں کے درمیان جگہ نہ ہوتے ہوئے نہ گھسے یا گردنیں نہ پھلانگے) اور پھر جتنی اللہ نے اُس کے مقدّر میں لکھی ہو (یعنی حسبِ توفیق) نماز پڑھے، پھر اِمام کے خطبہ کے وقت خاموش رہے تو اس جمعہ اور گزشتہ جمعہ کے درمیان کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔لاَ يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الجُمُعَةِ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ، أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلاَ يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الجُمُعَةِ الأُخْرَى۔(بخاری:883)

ناخن اور مونچھیں کاٹنا:

نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن نماز کیلئے جانے سے پہلے اپنے ناخن اور مونچھیں کاٹتے تھے۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَلِّمُ أَظْفَارَهُ، وَيَقُصُّ شَارِبَهُ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ، قَبْلَ أَنْ يَرُوحَ إِلَى الصَّلَاةِ۔(طبرانی اوسط:842)(کشف الأستار عن زوائد البزار:622)

اِرشادِ نبوی ہے: جس نے جمعہ کے دن اپنے ناخن کاٹے اُس ہر برائی سے اپنے مثل (یعنی جمعہ) تک بچالیا جائے گا۔مَنْ قَلَّمَ أَظْفَارَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وُقِيَ مِنَ السُّوءِ إِلَى مِثْلِهَا۔(طبرانی اوسط:4746)

زیرِ ناف بالوں کی صفائی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مونچھیں کترنے، ناخن کاٹنے، بغل کے بال اکھیڑنے اور زیرِ ناف بالوں کے مونڈنے میں ہمارے لئے یہ وقت مقرر کیا ہے کہ ہم چالیس دن سے زیادہ انہیں نہ چھوڑیں۔وَقَّتَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ، وَنَتْفِ الْإِبْطِ، أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ يَوْمًا۔(نسائی:14)(مسلم:258)

اِس روایت میں زیادہ سے زیادہ کی حد ذکر کی گئی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے نہیں کاٹنا چاہیئے بلکہ افضل اور بہتر یہی ہے کہ ہر ہفتہ ایک مرتبہ کاٹ لیا جائے اور اس کیلئے جمعہ کا دن مقرر کرنا افضل ہے، کیونکہ اُس میں غسل کرکے اچھی طرح صفائی اور پاکیزگی کا اہتمام کیا جاتا ہے، لہٰذا زائد بالوں کو بھی صاف کرلینا زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ درِّ مختار میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ زیرِ ناف بالوں کو مونڈنا اور اپنے بدن کو غسل کرکے صاف ستھرا کرنا مستحب ہے، اور افضل یہ ہے کہ جمعہ کے دن کیا جائے، اور پندرہ دن میں ایک مرتبہ جائز ہے اور چالیس دن سے زیادہ چھوڑنا مکروہ ہے۔وَ يُسْتَحَبُّ حَلْقُ عَانَتِهِ وَتَنْظِيفُ بَدَنِهِ بِالِاغْتِسَالِ فِي كُلِّ أُسْبُوعٍ مَرَّةً وَالْأَفْضَلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَجَازَفِي كُلِّ خَمْسَةَ عَشْرَةَ وَكُرِهَ تَرْكُهُ وَرَاءَ الْأَرْبَعِينَ۔(الدر المختار:6/407)

صاحبِ مرقاۃ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیرِ ناف بالوں کی صفائی کے تین درجہ ہیں:

1. الْأَفْضَلُ: افضل درجہ ہر ہفتے صاف کرنا ہے۔

2. الْأَوْسَطُ: درمیانہ درجہ ہر پندرہ دن میں صاف کرنا ہے۔

3. الْأَبْعَدُ: بعید درجہ چالیس دن میں صاف کرنا ہے۔(مرقاۃ المفاتیح:2816/7)

فائدہ: ہر جمعہ کو زیرِ ناف بالوں کی صفائی کرنے سے متعلّق کوئی حدیث تو نہیں ملی، تاہم چونکہ ہر جمعہ کو ناخن اور مونچھیں کاٹنے سے متعلّق آپ ﷺ کا عمل اور ترغیب روایات میں منقول ہے، اس لئے اُس پر قیاس کرتے ہوئے زیرِ ناف اور بغل کے بالوں کی صفائی کو افضل قرار دینا بالکل درست ہے۔ غالباً اِسی لئے کتبِ فقہ میں جمعہ کے دن ”حلق العانۃ“ زیرِ ناف بالوں کی صفائی کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعض روایات سے جمعرات کے دن ناخن کاٹنا، بغل اور زیرِ ناف بالوں کی صفائی کرنا معلوم ہوتا ہے، جو شاید واللہ اَعلم اِس بات پر محمول ہیں کہ جمعہ کی تیاری ایک دن قبل ہی سے شروع کردینی چاہیئے، کیونکہ اِس میں جمعہ کا زیادہ اہتمام کا معنی پایا جاتا ہے۔ روایت یہ ہے: آپ ﷺ نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے اِرشاد فرمایا: اے علی! ناخن کاٹنا، بغل کے بال اکھیڑنا اور زیرِ ناف بال مونڈنا جمعرات کے دن کیا کرو اور غسل، خوشبو اور لباس کا اہتمام جمعہ کے دن کیا کرو۔ قَصُّ الظُّفْرِ وَنَتْفُ الإِبْطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ يَوْمَ الخمِيسِ وَالْغُسْلُ والطِّيبُ وَاللِّبَاسُ يَوْمَ الجُمُعَةِ۔(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر:6130)(کنز العمال:17256،17240)

جمعہ کے غسل سے متعلّق کچھ تفصیلات:

جمعہ کے دن کا غسل بہت اہمیت کا حامل ہے، احادیث میں اس کا بڑی تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا ہے، اور اِسی تاکید کو دیکھتے ہوئے بعض ائمہ کے نزدیک غسلِ جمعہ واجب کا حکم رکھتا ہے، جس کی تفصیل آرہی ہے۔ جمعہ کے غسل کا واجب ہونا اگرچہ جمہور کا مسلک نہیں لیکن اِس سے غسلِ جمعہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا

ہے۔ذیل میں جمعہ کے غسل سے متعلّق چند مباحث ذکر کی جارہی ہیں:

جمعہ کے غسل کا حکم:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے:جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے آئے تو اُسے چاہیئے کہ غسل کرے۔إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الجُمُعَةَ، فَلْيَغْتَسِلْ۔(بخاری:877)

اِرشادِ نبوی ہے:جمعہ کے دن غسل کیا کرو اور اپنے سر کو دھویا کرو اگرچہ تمہیں جنابت لاحق نہ بھی ہو۔اغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَاغْسِلُوا رُءُوسَكُمْ، وَإِنْ لَمْ تَكُونُوا جُنُبًا۔(مسند احمد:2383)

جمعہ کے غسل کے فضائل :

جمعہ کے دن غسل کرنا ایک اہم سنّت ہے جس کی احادیثِ طیبہ میں بہت ترغیب دی گئی ہے، آپ ﷺ نے بہت سی احادیث میں جمعہ کے دن غسل کرنے کے فضائل اور اہمیت کو بیان فرمایا ہے، چند فضائل ملاحظہ فرمائیں:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے : جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور جس قدر ہوسکے(اچھے طریقے سے)پاکی حاصل کرے، تیل لگائے،اور اپنے گھر میں موجود خوشبو لگائے پھر مسجد کیلئے نکلے اور (مسجد پہنچ کر)دو آدمیوں کے درمیان فرق نہ کرے(یعنی زبردستی دو آدمیوں کے درمیان جگہ نہ ہوتے ہوئے نہ گھسے یا گردنیں نہ پھلانگے)اور پھر جتنی اللہ نے اُس کے مقدّر میں لکھی ہو(یعنی حسبِ توفیق)نماز پڑھے، پھر اِمام کے خطبہ کے وقت خاموش رہے تو اس جمعہ اور گزشتہ جمعہ کے درمیان کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔لاَ يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الجُمُعَةِ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ، أَوْ يَمَسُّ

مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلاَ يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الجُمُعَةِ الأُخْرَى۔(بخاری:883)

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد منقول ہے: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرکے مسجد آئے اُس کی مغفرت کردی جاتی ہے یا اُس کے لئے کفارہ ہوجاتا ہے۔مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ غُفِرَ لَهُ أَوْ كُفِّرَ عَنْهُ۔(طبرانی کبیر:6092)

اِرشادِ نبوی ہے: جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اللہ تعالیٰ اُس کو اُس کے گناہوں سے نکال دیتے ہیں، پھر اُس سے کہا جاتا ہے" اِسْتَأْنِفِ الْعَمَلَ "کہ نئے سرے سے عمل کرو۔مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَخْرَجَهُ اللهُ مِنْ ذُنُوبِهِ ثُمَّ قِيْلَ لَهُ: اِسْتَأْنِفِ الْعَمَلَ۔(کنز العمال عن الدّیلمی:21268)

ایک روایت سے دس دن کے گناہوں کا کفارہ معلوم ہوتا ہے، چنانچہ اِرشادِ نبوی ہے: جمعہ کے دن غسل کیا کرو، اِس لئے کہ جمعہ کے دن جو غسل کرتا ہے اُس کیلئے جمعہ سے جمعہ کے درمیان کے گناہوں، بلکہ مزید تین دن کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔اغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَلَهُ كَفَّارَةُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ۔(طبرانی کبیر:7740)

ایک روایت میں گناہوں کا بالوں کی جڑوں سے نکل جانا مذکور ہے، چنانچہ اِرشادِ نبوی ہے: بے شک جمعہ کے دن غسل کرنا گناہوں کو بالوں کی جڑوں سے اچھی طرح نکال دیتا ہے۔إِنَّ الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لَيَسْتَلُّ الْخَطَايَا مِنْ أُصُولِ الشَّعْرِ اسْتِلَاةً۔(طبرانی کبیر:7996)

بعض روایات میں جمعہ کے غسل پر اگلے جمعہ تک گناہوں سے پاک ہونا بھی ذکر کیا گیا ہے:

اِرشادِ نبوی ہے: جس نے جمعہ کے دن غسل کیا وہ اگلے جمعہ تک (گناہوں سے) پاک ہو جاتا ہے۔مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ فِي طَهَارَةٍ إِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى۔(مستدرکِ حاکم:1044)

ایک اور روایت میں ہے: جس نے جمعہ کے دن غسل کیا وہ اگلے جمعہ تک مسلسل (گناہوں سے) پاک رہتا ہے۔مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، لَمْ يَزَلْ طَاهِرًا إِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى۔(صحیح ابن حبان:1222)قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«لَمْ يَزَلْ طَاهِرًا إِلَى الْجُمُعَةِ»الْأُخْرَى يُرِيدُ بِهِ مِنَ الذُّنُوبِ، لِأَنَّ مَنْ حَضَرَ الْجُمُعَةَ بِشَرَائِطِهَا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى۔(صحیح ابن حبان:1222)

ایک روایت میں جمعہ کے دن غسل کرنے کو اِسلام کی فطرت قرار دیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بے شک جمعہ کے دن غسل کرنا اِسلام کی فطرت میں سے ہے۔إِنَّ فِطْرَةَ الْإِسْلَامِ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔(صحیح ابن حبان:1221)

جمعہ کا غسل واجب ہے یا سنّت:

- اصحابِ ظواہر اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: واجب ہے۔
- ائمہ ثلاثہ اور جمہور رحمۃ اللہ علیہم: سنت ہے۔(البنایۃ:1/340،339)

فائدہ: اگرچہ اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جانب وجوبِ غسل کا قول منسوب کیا گیا ہے جیسا کہ صاحبِ ہدایہ نے نقل کیا ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی جمہور کی طرح غسلِ جمعہ کے مسنون ہونے کے ہی قائل ہیں۔البتہ اصحابِ ظواہر، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہم کا مسلک وجوبِ غسل ہی کا ہے۔(البنایۃ:1/340،339)(معارف السنن:4/320)

جمعہ کا غسل نماز کیلئے ہے یا جمعہ کے دن کیلئے:

یعنی جمعہ کے دن جو غسل کیا جاتا ہے وہ نمازِ جمعہ کیلئے ہے یا جمعہ کے دن کیلئے، اِس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ و ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما: نمازِ جمعہ کے لئے ہے۔
- امام محمد رحمۃ اللہ علیہ: یومِ جمعہ کے لئے ہے۔

ثمرۂ اختلاف: جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں حضرات شیخین کے نزدیک اُن کے لئے غسل سنت نہیں ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُن کے لئے بھی سنت ہے۔(معارف السنن:4/321)(تحفۃ الالمعی:2/355)

کیا غسلِ جمعہ سے نمازِ جمعہ ضروری ہے؟

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: غسلِ جمعہ کا نمازِ جمعہ سے متصل ہونا معتبر ہے، پس اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹ گیا اور پھر دوبارہ وضو کر کے جمعہ پڑھا گیا تو غسلِ جمعہ کی سنت اداء نہیں ہو گی۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: اِس کا اعتبار نہیں،، پس جمعہ کے غسل کے بعد نمازِ جمعہ سے پہلے حدث لاحق ہونے سے بھی جمعہ کے غسل میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔(معارف السنن:4/322)(تحفۃ الالمعی:2/355)

جمعہ کیلئے جلدی جانے کی اہمیت و فضائل:

جمعہ کی نماز کیلئے جلدی جانا بہت سی احادیث میں مذکور ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بہت اہمیت و تاکید کو بیان کیا ہے، ذیل میں اس سے متعلّق کچھ روایات ملاحظہ ہوں:

اِرشادِ نبوی ہے: بے شک تمہارے لئے ہر جمعہ کے دن حج اور عمرہ (کا ثواب) ہے، پس حج تو یہ ہے کہ جمعہ کے لئے تپتی ہوئی دوپہر میں (یعنی جلدی) جانا، اور عُمرہ یہ ہے کہ جمعہ کے بعد (ذکر واذکار میں مشغول رہتے

ہوئے)عصر کا انتظار کرنا۔إِنَّ لَكُمْ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ حَجَّةً وَعُمْرَةً، فَالْحَجَّةُ الْهَجِيرُ لِلْجُمُعَةِ، وَالْعُمْرَةُ انْتِظَارُ الْعَصْرِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ۔(سنن کبریٰ بیہقی:5950)

جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور اپنے سر کو دھوئے (یا نہلائے) اور خوب جلدی جائے (تاکہ) شروع سے خطبہ پالے اور پیدل جائے، سوار نہ ہو اور اِمام کے قریب بیٹھے اور خطبہ سنے، نیز کوئی بیہودہ بات زبان سے نہ نکالے تو اُس کے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں اور ایک سال کی عبادت کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ، ثُمَّ بَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَمَشَى وَلَمْ يَرْكَبْ، وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ أَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا۔(ابوداؤد:345)وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ:أَنَّهُ قَالَ فِي هَذَا الحَدِيثِ:مَنْ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ:يَعْنِي غَسَلَ رَأْسَهُ وَاغْتَسَلَ۔ (ترمذی:496)التبكير الذهاب ابتداء اليوم والابتكار وجدان الخطبة من ابتداءها۔(العرف الشذی:2/11،10)

اِرشادِ نبوی ہے: جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور ایک ایک کر کے شروع میں آنے والوں کے نام لکھتے ہیں (یعنی جو شخص میں مسجد میں اوّل وقت آتا ہے، پہلے اُس کا نام ، پھر اُس کے بعد جو پہلے آتا ہے اُس کا نام لکھتے ہیں) وہ شخص جو مسجد میں اوّل وقت آتا ہے اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قربانی کیلئے اونٹ بھیجتا ہے، پھر اُس کے بعد جو جمعہ میں آتا ہے اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قربانی کیلئے دُنبہ بھیجتا ہے، پھر اُس کے بعد جو شخص آتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص صدقہ میں مرغی دیتا ہے، پھر اُس کے بعد جو شخص آتا ہے وہ صدقہ میں انڈا دینے والوں کی طرح ہوتا ہے۔ پھر جب اِمام منبر پر آتا ہے تو وہ اپنے صحیفے (نام لکھنے کے اندراج نامے) لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے لگ جاتے ہیں۔إِذَا كَانَ يَوْمُ الجُمُعَةِ وَقَفَتِ المَلاَئِكَةُ عَلَى بَابِ المَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الأَوَّلَ

فَالأَوَّلَ، وَمَثَلُ المُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي بَدَنَةً، ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي بَقَرَةً، ثُمَّ كَبْشًا، ثُمَّ دَجَاجَةً، ثُمَّ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ، وَيَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ۔(بخاری:929)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازوں میں سے ہر دروازے پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور اوّل آنے والوں کو پھر اُس کے بعد اوّل آنے کو اِسی طرح لکھتے رہتے ہیں، پس جب اِمام (خطبہ کیلئے) نکل جاتا ہے تو اُن رجسٹروں کو لپیٹ دیا جاتا ہے (اور فرشتے بھی خطبہ سننے میں مشغول ہوجاتے ہیں)۔إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، كَانَ عَلَى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَائِكَةٌ، يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ، طُوِيَتِ الصُّحُفُ۔(مسند احمد:7258)

جس نے جمعہ کے دن اپنا سر دھویا اور غسل کیا اور سویرے اور جلدی گیا، اِمام کے قریب ہوکر بیٹھا، (خطبہ کو) غور سے سنا اور خاموش رہا تو اُس کیلئے اجر کے دو حصے ملتے ہیں۔مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَاغْتَسَلَ، وَغَدَا وَابْتَكَرَ، وَدَنَا وَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنَ الْأَجْرِ۔(طبرانی کبیر:7689)

جب جمعہ کا دن ہوتا تو شیاطین اپنے لشکر لے کر بازاروں میں نکل جاتے ہیں اور لوگوں کو کاموں میں لگا کر نمازِ جمعہ کی شرکت سے روکتے ہیں اور فرشتے جمعہ کے دن صبح ہی سے مسجدوں کے دروازے پر آکر بیٹھ جاتے ہیں اور لوگوں کے متعلق لکھتے جاتے ہیں کہ یہ پہلی ساعت میں آیا یہ دوسرے ساعت میں آیا یہاں تک کہ امام خطبہ کے لیے نکلتا ہے پھر جو آدمی ایسی جگہ بیٹھتا ہے جہاں سے وہ خطبہ بھی سن سکے اور امام کو بھی دیکھ سکے اور دورانِ خطبہ خاموشی اختیار کرے اور کوئی بیہودہ حرکت نہ کرے تو اس کو اجر کے دو حصے ملتے ہیں اور اگر وہ دور ہوکر ایسی جگہ بیٹھے جہاں سے وہ اِمام کی آواز نہ سن سکے اور خاموش رہے، کوئی بیہودہ بات نہ کرے تو اُس کیلئے اجر کا ایک حصہ ہے۔اور اگر ایسی جگہ بیٹھا جہاں سے وہ خطبہ بھی سن سکتا ہے اور

امام کو بھی دیکھ سکتا ہے مگر وہ لغو کام کرتا ہے اور خاموشی اختیار نہیں کرتا تو اس پر ایک گناہ کا بوجھ لاد دیا جاتا ہے۔إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، غَدَتِ الشَّيَاطِينُ بِرَايَاتِهَا إِلَى الْأَسْوَاقِ، فَيَرْمُونَ النَّاسَ بِالتَّرَابِيثِ، أَوِ الرَّبَائِثِ، وَيُثَبِّطُونَهُمْ عَنِ الْجُمُعَةِ، وَتَغْدُو الْمَلَائِكَةُ فَيَجْلِسُونَ عَلَى أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ، فَيَكْتُبُونَ الرَّجُلَ مِنْ سَاعَةٍ، وَالرَّجُلَ مِنْ سَاعَتَيْنِ، حَتَّى يَخْرُجَ الْإِمَامُ، فَإِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ مَجْلِسًا يَسْتَمْكِنُ فِيهِ مِنَ الِاسْتِمَاعِ وَالنَّظَرِ، فَأَنْصَتَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنْ أَجْرٍ، فَإِنْ نَأَى وَجَلَسَ حَيْثُ لَا يَسْمَعُ فَأَنْصَتَ وَلَمْ يَلْغُ لَهُ كِفْلٌ مِنْ أَجْرٍ، وَإِنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَسْتَمْكِنُ فِيهِ مِنَ الِاسْتِمَاعِ وَالنَّظَرِ فَلَغَا، وَلَمْ يُنْصِتْ كَانَ لَهُ كِفْلٌ مِنْ وِزْرٍ۔(ابوداؤد1051)

اجر کے حصوں سے اللہ ہی بہتر جانتے ہیں کہ کس قدر بڑے حصے مراد ہیں، البتہ دونوں حدیثوں سے ایک اہم بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اِمام کے قریب ہو کر بیٹھنے میں جبکہ اِمام نظر آرہا ہو اور اُس کی آواز بھی سنائی دے رہی ہو تو اجر کی مقدار بڑھ جاتی ہے، یعنی دو حصے ملتے ہیں۔پس اِمام کے قریب ہو کر بیٹھنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور یہ عموماً تب ہی ممکن ہوتا ہے جبکہ جمعہ کیلئے جلدی مسجد کی جانب جانے کا اہتمام کیا جائے۔

جس نے جمعہ کے دن اپنا سر دھویا، غسل کیا، جلدی گیا، پیدل گیا، سوار نہ ہوا اور اِمام کے قریب ہو کر بیٹھا، کوئی لغو بات یا کام نہیں کیا تو اُس کیلئے ہر قدم کے بدلے میں نیکی کے اعمال یعنی روزے اور نماز کا اجر لکھا جاتا ہے۔مَنْ أَصْبَحَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَغَسَلَ وَاغْتَسَلَ، وَبَكَّرَ، وَمَشَى وَلَمْ يَرْكَبْ، وَدَنَا وَلَمْ يَلْغُ، فَإِنَّ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلًا مِنْ أَعْمَالِ الْبِرِّ، الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ۔(طبرانی اوسط:1452)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ الْخُطْبَةِ وَالصَّلَاةِ

جمعہ کا وقت :

جمعہ کے وقت میں مندرجہ ذیل چیزیں قابلِ وضاحت ہیں:

(1) جائز وقت۔ (2) مستحب وقت۔ (3) نماز کے دوران وقت کا نکل جانا۔

جمعہ کا وقتِ جائز:

جمعہ کا وقت بھی وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہوتا ہے، لہٰذا ظہر کے وقت ہی میں جمعہ اداء ہوگا، اور وقت کے نکلنے کے بعد (یا وقت سے پہلے) جمعہ اداء نہیں ہوگا۔(البنایۃ:3/51)

حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ جمعہ کی نماز جب سورج زائل ہوجاتا (یعنی زوال کا وقت ہوجاتا) تو اداء فرماتے تھے۔ کَانَ يُصَلِّي الجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ۔(بخاری:904)

وقتِ جائز میں اختلاف:

- احناف و شوافع رحمۃ اللہ علیہم: زوالِ آفتاب کے بعد سے ظہر کے آخری وقت تک۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: طلوعِ شمس سے ظہر کے آخری وقت تک، لیکن زوال کے بعد مستحب ہے۔
- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: زوال کے بعد سے غروبِ آفتاب تک۔ کیونکہ جمعہ کی نماز عصر کے وقت میں اداء کی جاسکتی ہے۔(الفقہ علی المذاہب الأربعۃ:1/342)(البنایۃ:3/51)

جمعہ کا وقتِ مستحب:

فقہائے احناف کے اس بارے میں دو قول ہیں:

(1)— پہلا قول: ظہر کی طرح جمعہ میں بھی سردی میں تعجیل اور گرمی میں اِبراد مستحب ہے۔

(2)— دوسرا قول: جمعہ میں سردی و گرمی دونوں موسموں میں تعجیل ہی کی جائے گی، تاخیر کسی بھی موسم میں بہتر نہیں۔(عمدۃ القاری:6/202)(رد المحتار:1/367)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے قول یعنی مطلقاً تعجیل کو ترجیح دی ہے۔(فیض الباری(3/136)

اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ جمعہ میں "تبکیر" (جمعہ کے لئے جلدی پہنچنے)کا حکم ہے، جس پر کثیر روایات دلالت کرتی ہیں، اور تبکیر پر عمل کرتے ہوئے اگر ابراد کیا جائے گا تو لوگوں کو اذیت ہو گی، لہذا ہر موسم میں تعجیل ہی بہتر ہے۔

فائدہ: جو حضرات جمعہ کو ظہر پر قیاس کرتے ہوئے اُس میں بھی سردی اور گرمی میں فرق کرنے کے قائل ہیں، یعنی سردی میں تعجیل اور گرمی میں تاخیر کو مستحب قرار دیتے ہیں اُن کا اِستدلال بخاری شریف کی اِس حدیث سے ہے: "كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا اشْتَدَّ البَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلاَةِ، وَإِذَا اشْتَدَّ الحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلاَةِ، يَعْنِي الجُمُعَةَ "یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب سردی ہوتی تو نماز کو جلدی اداء کر لیتے اور جب گرمی شدید ہوتی تو ٹھنڈا (یعنی تاخیر) کر کے اداء کرتے۔یعنی جمعہ کی نماز۔(بخاری:906)

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حدیث میں "يَعْنِي الْجُمُعَةَ" یہ راوی کے الفاظ ہیں، جس میں جمعہ کو ظہر پر قیاس کیا گیا ہے، گویا جمعہ کے اندر گرمی کے موسم میں ابراد کرنے کے حکم پر کوئی نص نہیں، صرف یہ ایک روایت ہے جس میں راوی کا قیاس مذکور ہے۔(فیض الباری:3/136)

جمعہ کی نماز کے دوران وقت کا نکل جانا:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: باطل ہو جاتا ہے، اگرچہ قدرِ تشہد بیٹھنے کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔
- حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: باطل نہیں ہوتا، جمعہ ہی پڑھ کر ختم کریں گے۔
- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: آخری وقت میں شروع کیا جانے والا جمعہ باطل ہو جائے گا، پس اس صورت میں از سرِ نَو ظہر پڑھنی ضروری ہو گی۔ اور اگر صحیح اور مناسب وقت میں جمعہ شروع کیا جائے پھر تطویل کی وجہ سے وقت نکل جائے تو وہ ظہر میں تبدیل ہو جائے گا، چنانچہ نماز کو جاری رکھتے ہوئے ظہر کی چار رکعات پڑھی جائیں گی۔
- مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: ایک رکعت مکمل دونوں سجدوں کے ساتھ اداء کرنے کے بعد وقت کا خروج ہوا ہو تو جمعہ ہی مکمل کیا جائے گا، اور اگر ایک رکعت پڑھنے سے پہلے وقت نکل جائے تو جمعہ ظہر میں تبدیل ہو جائے گا اور ظہر کو مکمل کریں گے۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/342)

جمعہ کی اذان:

پانچوں نمازوں کی طرح جمعہ کی اذان بھی سنتِ مؤکّدہ قریب الی الواجب ہے۔(البحر الرائق:1/269)

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ﴾ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو۔(سورۃ الجمعۃ:9)اِس آیت میں بھی "نُودِيَ" کے لفظ میں اذانِ جمعہ کا ذکر صراحۃً موجود ہے۔

جمعہ کی دواذانوں کا پس منظر:

آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوا کرتی تھی، جس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد مسجد سے باہر اذان ہوتی تھی، اور پھر خطبہ کے بعد نماز کے لئے اقامت کہی جاتی تھی۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے عہد میں بھی یہی طریقہ تھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب لوگوں کی تعدا بہت بڑھ گئی تو انہوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر کے اُن سب کے اتفاق رائے سے ایک اور اذان کا اضافہ کیا، جو مسجد سے باہر " زَوراء " کے مقام پر ہوتی تھی،اور دوسری اذان جو پہلے باہر ہوتی تھی وہ مسجد میں امام کے سامنے دی جانے لگی۔اس طرح جمعہ کی دو اذانیں ہو گئیں۔

اس دوسری اذان کو بدعت نہیں کہا جا سکتا، اس لئے کہ ایک جلیل القدر اور عظیم المرتبت خلیفۂ راشد نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اس کو جاری کیا ہے جو حدیث " فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ " کی رو سے واجب الاقتداء ہے۔ نیز بدعت کی تعریف یہ ہے کہ جس کو قرون مشہود لھا بالخیر کے بعد دین کی حیثیت سے جاری کیا گیا ہو، جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ قرون مشہود لھا بالخیر میں شامل ہے۔(درسِ مشکوۃ:340،341)(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ:1 / 342،343)

جمعہ کی اذانِ ثالث کا مطلب:

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے :"فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ " کے الفاظ ذکر کیے گئے ہیں۔(بخاری:912)

اِس حدیث سے یہ سمجھ آتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دَور میں تیسری اذان کا اضافہ کیا گیا تھا، حالآنکہ حقیقت میں وہ تیسری اذان نہیں، بلکہ دوسری ہی تھی، لیکن اس کو تیسری اذان اِس لئے کہا گیا کیونکہ اِقامت بھی در اصل ایک اذان ہی ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِقامت کو " بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاة" میں اذان ہی سے تعبیر کیا ہے، لہٰذا اذانِ ثانی اور اِقامت کے اعتبار سے یہ اذان تیسری اذان کہلاتی ہے۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/343)(مرقاۃ:3/1041)(تفسیر قرطبی:18/101)

فائدہ: حدیثِ مذکور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دَور میں جو اذان شروع ہونے کا تذکرہ ہے اُس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اذان" زَوْرَاء" کے مقام پر دی جاتی تھی،"زَوراء" بعید ہونے کے معنی میں آتا ہے، چونکہ یہ مقام شہر سے دور ہوتا تھا اِس لئے اِس کو"زَوراء" کہا جاتا تھا۔

حدیث میں"زَوراء" سے کیا مراد ہے، اِس کے مطلب میں کئی اقوال ذکر کیے گئے ہیں:

(1) ـــیہ مدینہ منوّرہ کے بازار میں ایک جگہ تھی جس کو"زَوراء" کہا جاتا تھا، وہاں اذان دی جاتی تھی۔

(2) ـــمدینہ منوّرہ کے بازار میں کوئی گھر تھا جس کی چھت پر مؤذّن کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے۔

(3) ـــمسجد کے دروازے کے پاس کوئی بڑی دیوار یا بڑا پتھر تھا جس پر چڑھ کر مؤذّن اذان دیا کرتے تھے۔(مرقاۃ:3/1041)

جمعہ کی اذان کے بعد کے احکام:

اذانِ جمعہ کے بعد جمعہ کی تیاری میں لگنا لازم ہو جاتا ہے، بیع و شراء اور دیگر معاملات سر انجام دینا اور جمعہ کی نماز کی جانب سعی کے علاوہ ہر کام ممنوع ہو جاتا ہے، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا: اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔﴿فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾اِس آیت میں جو اذانِ جمعہ کے بعد سعی الی الجمعہ کا حکم دیتے ہوئے بیع سے منع کیا گیا ہے اِس سے صرف خرید و فروخت کی ممانعت بیان نہیں کی گئی بلکہ ہر وہ کام منع کیا گیا ہے جس کی وجہ سے جمعہ کی جانب سعی کرنے میں خلل پیدا ہوتا ہو۔(البحر الرائق:2/169)

خرید و فروخت کی مُمانعت میں کون سی اذان کا اعتبار ہے:

اذانِ جمعہ کے بعد جو جمعہ کی نماز کیلئے جانے کا حکم دیا گیا اور خرید و فروخت کی مُمانعت بیان کی گئی ہے اِس سے اذانِ اوّل مراد ہے یا ثانی، اِس میں اختلاف ہے:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: راجح قول کے مطابق اذانِ اول کا اعتبار ہے ۔ اِس لئے کہ اگر اذانِ ثانی معتبر ہوتی تو اُس کے بعد جمعہ کی قبلیہ سنتیں کب پڑھی جائیں گی، خطبہ میں حاضر ہونا اور اُس کا سننا کیسے کیسے کیا جائے گا، بلکہ اذانِ ثانی کے بعد سعی الی الجمعہ کرنے کی صورت میں تو بسا اوقات جمعہ چھوٹنے کا بھی احتمال ہے، لہٰذا راجح یہی ہے کہ اذانِ اول ہی معتبر ہے۔(البحر الرائق:2/168)
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: اذانِ ثانی کا اعتبار ہے جو خطیب کے سامنے دی جاتی ہے، اِس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وہی اذان ہوتی تھی۔(الفقہ الاسلامی:2/1283)(الفقہ علی المذاہب:1/343)

جمعہ کی اذان کے بعد بیع کا حکم:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ اذانِ جمعہ کے بعد خرید و فروخت جائز نہیں، اِس لئے کہ قرآن کریم کی نصِ قطعی میں اس کی ممانعت بیان کی گئی ہے، البتہ اِس میں اختلاف ہے کہ وہ بیع نافذ العمل ہو گی یا نہیں:

- احناف و شوافع رحمۃ اللہ علیہم: باوجود ممنوع و ناجائز ہونے کے بھی یہ بیع نافذ ہو جاتی ہے، البتہ احناف رحمۃ اللہ علیہم اس کو مکروہ تحریمی جبکہ شوافع رحمۃ اللہ علیہم اسے حرام قرار دیتے ہیں۔(الفقہ الاسلامی:4/3092)
- امام امالک رحمۃ اللہ علیہ: بیع فاسد ہے، یعنی واجب الفسخ ہے۔۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: اصلاً نافذ ہی نہیں ہوتی۔(الفقہ علی المذاہب الأربعۃ:1/343)

جمعہ کے خطبہ سے متعلّق تفصیلات :

جمعہ کی نماز کیلئے خطبہ ضروری ہے، اور اس سے متعلّق مباحث مندرجہ ذیل ہیں:

جمعہ کے خطبہ کے فرائض:

1. وقت کے اندر ہونا: یعنی زوال کے بعد نماز جمعہ سے پہلے ہونا۔ پس اگر زوال سے پہلے پڑھا جائے یا نماز کے بعد پڑھا جائے تو اداء نہیں ہو گا۔
2. خطبہ کی نیت سے لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا: چنانچہ اگر صرف الحمد للہ یا سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ بھی کہہ دیا جائے تو خطبہ کا فرض ادا ہو جائے گا۔
3. خطبہ ایسے لوگوں کے سامنے پڑھنا جن کے موجود ہونے سے جمعہ درست ہوتا ہے: یعنی کم از کم تین بالغ و عاقل مرد ہوں، اگرچہ وہ مسافر، مریض، غلام، بہرے یا سوئے ہوئے یا اِس قدر دور ہوں کہ

آواز وہاں تک نہ پہنچتی ہو تب بھی خطبہ جائز و درست ہے۔

بعض کے نزدیک ایک دو آدمیوں کے سامنے خطبہ پڑھنے اور تین آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے خطبہ و نمازِ جمعہ درست ہے لیکن پہلے قول میں احتیاط زیادہ ہے، اگر امام نے اکیلے خطبہ پڑھایا یا صرف عورتوں اور بچوں کے سامنے خطبہ پڑھا تو صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں اور جمعہ درست نہیں ہو گا۔

4. خطبہ کا جہر سے ہونا: یعنی اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو پاس والے لوگ سن سکیں۔

5. خطبہ اور نماز کے درمیان زیادہ وقفہ نہ ہونا۔(عُمدۃ الفقہ، ملخصاً:2/445)

جمعہ کے خطبہ کی سنتیں اور مستحبات:

1. طہارت یعنی خطیب کا حدثِ اکبر و اصغر سے پاک ہونا، محدث و جنبی کیلئے خطبہ پڑھنا مکروہ ہے اور اس کا لوٹانا مستحب ہے۔

2. خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا مسنون ہے، عذر کی حالت میں بیٹھ کر خطبہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، اور بلا عذر کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

3. حاضرین کی طرف منہ اور قبلے کی طرف پیٹھ کرنا اور حاضرین کا قبلہ رو ہو کر بیٹھنا۔

4. خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں "اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم" پڑھنا۔

5. خطبہ جہراً یعنی اتنی آواز سے پڑھنا کہ لوگ سن سکیں، لیکن صحیح روایت کی بنا پر اتنی آواز سے پڑھنا کہ پاس والے سن سکیں فرض ہے۔

6. خطبہ میں آواز کو بلند کرنا۔

7. دوسرے خطبے میں پہلے کی نسبت آواز پست ہونا بہتر ہے۔

8. خطبہ "الحمد للہ" سے شروع کرنا

9. خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا۔

10. خطبہ میں شہادتین پڑھنا، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رسالت کی گواہی دینا۔

11. خطبہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود شریف پڑھنا۔

12. خطبہ میں لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنا۔

13. خطبہ میں قرآن مجید کی کچھ آیتوں یا کسی سورت کا پڑھنا، اس کی کم سے کم مقدار ایک آیت ہے اور یہ دونوں خطبوں کے لئے الگ الگ سنت ہے۔

14. دوسرے خطبے میں میں بھی حمد وثنا ودرود شریف وکلمہ شہادتیں کا اعادہ کرنا۔

15. خطبہ میں مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرنا۔

16. دونوں خطبوں میں تخفیف کرنا، اور اس کی مقدار یہ کہ دونوں خطبے طوال مفصل کی کسی صورت کے برابر ہوں۔ دونوں خطبوں کو زیادہ طویل نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ مقدار کے اعتبار سے جمعہ کی نماز سے کچھ مختصر ہی رکھنا چاہیئے۔

17. دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا کہ جس میں تین چھوٹی آیتیں پڑھی جا سکیں۔

18. خطبہ شروع کرنے سے پہلے خطیب کا منبر پر بیٹھنا۔

19. نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اقتداء میں خطبہ کا منبر پر پڑھنا۔

20. دوسرا خطبہ الفاظ مسنونہ " اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ " سے شروع کرنا مستحب و بہتر ہے۔

21. دوسرے خطبے میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آل و اصحاب، ازواج مطہرات خصوصاً خلفاءِ راشدین اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دونوں چچا حضرت حمزہ اور حضرت عبّاس رضی اللہ عنہم کا ذکر اور ان کے لئے دعا کرنا مستحسن ہے، صدر اول سے اس پر عمل چلا آرہا ہے۔(عالمگیری:1/146، 147)

جمعہ کے خطبہ کے ممنوعات و مکروہات:

1. جو چیزیں نماز کی حالت میں حرام و ممنوع ہیں وہ خطبے میں بھی حرام و ممنوع ہیں: پس جب امام خطبے کے لئے کھڑا ہو اس وقت سے کھانا پینا، کلام کرنا، تسبیح وغیرہ پڑھنا، سلام کرنا، سلام و چھینک کا جواب دینا وغیرہ سب امور ممنوع و حرام ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اسم مبارک سننے پر زبان سے درود شریف نہیں پڑھنا چاہیئے البتہ دل میں پڑھ لیں اسی طرح صحابہ کرام کے نام پر "رضی اللہ" عنہ یا چھینک کا جواب "الحمد للہ" وغیرہ بھی دل میں کہہ لیں، قریب و دور سب کے لئے یہی حکم ہے خطیب کے لئے بھی خطبے میں کلام وغیرہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے لیکن نیکی کا امر کرنا اور برائی سے روکنا اور کوئی شرعی مسئلہ بتا دینا جائز ہے۔

2. ہر قسم کی نماز پڑھنا و سجدہ کرنا و قرآن مجید وغیرہ پڑھنا منع ہے، البتہ صاحبِ ترتیب کیلئے قضا نماز پڑھنا مکروہ نہیں، اگر کسی نے خطبہ شروع ہونے سے پہلے سنت مؤکدہ قبل جمعہ شروع کی ہوئی ہے تو راجح یہ ہے کہ وہ خطبہ شروع ہونے پر بھی پڑھتا رہے اور اس کو پورا کرلے۔

3. اول سے آخر تک خطبہ سننا حاضرین پر واجب ہے، امام سے قریب ہونا دور ہونے کی بنسبت افضل ہے لیکن قریب ہونے کے لئے خطبہ شروع ہونے پر لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جانا مکروہِ تحریمی ہے خطبہ شروع ہونے سے پہلے اگر آگے جگہ ہو تو اس طرح جانا جائز ہے۔

4. خطیب کے دعا کرتے وقت سامعین کا ہاتھ اٹھانا اور زبان سے آمین کہنا جائز نہیں، ایسا کریں گے تو گناہگار ہوں گے، بغیر ہاتھ اٹھائے دل میں دعا مانگنا جائز ہے۔

5. خطبے میں درود شریف پڑھتے وقت خطیب کا دائیں بائیں منہ کرنا بدعت ہے اور اس کا ترک لازمی ہے۔

6. رمضان المبارک کے آخری خطبے میں وداع و فراق کے مضامین پڑھانا آنحضرت ﷺ و اصحاب کرام رضی اللہ عنہم و سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے اگرچہ فی نفس مباح ہے لیکن اس کے پڑھنے کو ضروری سمجھنا اور نہ پڑھنے والے کو مطعون کرنا برا ہے اور بھی کئی برائیاں ہیں ان خربیوں کی وجہ سے ان کلمات کا ترک لازمی ہے تاکہ ان خرابیوں کی اصلاح ہو جائے۔

7. جب خطیب خطبے کے لئے منبر پر کھڑا ہو تو لوگوں کو سلام نہ کرے یہی راجح ہے۔

8. خطبے کی سنتوں کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔

9. جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی خطبہ اور جمعے کے لئے سعی (تیاری) واجب ہے اور خرید و فروخت یا کسی اور کام میں مشغول ہونا مکروہِ تحریمی ہے اور مسجد کے اندر یا اس کے دروازے پر خرید و فروحت کرنا سخت گناہ ہے۔ سعی سے مراد اطمنیان و وقار کے ساتھ جانا اور ان امور کو ترک کرنا ہے جو خطبہ اور نماز میں حاضر ہونے کے منافی ہیں

10. عربی کے علاوہ کسی زبان میں خطبہ پڑھنا یا عربی کے ساتھ کسی اور زبان کے اشعار یا تقریر وغیرہ ملانا سنتِ متوارثہ کے خلاف اور مکروہِ تحریمی ہے۔(زبدۃ الفقہ:354،355)

جمعہ کے خطبہ کا حکم:

- جمہور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم : جمہور سلف و خلف کے یہاں جمعہ کا خطبہ فرض ہے، اس کے بغیر جمعہ کی نماز اداء نہیں ہوتی، اِسی لئے اس کو کتبِ فقہ میں "صحّتِ جمعہ کی شرائط" میں ذکر کیا جاتا ہے۔
- ابن حزم ظاہری اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ: جمعہ کی نماز بغیر خطبہ کے بھی درست ہے۔(البنایۃ:3/54)

جمعہ کا ایک خطبہ پڑھنا:

نمازِ جمعہ کی ادائیگی کیلئے خطبہ ضروری ہے، اس کے بغیر جمعہ اداء نہیں ہوتا، لیکن کیا دونوں خطبے ضروری ہیں یا ایک خطبہ سے بھی نماز ہو جاتی ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- احناف و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: ایک خطبہ سے بھی نماز ہو جائے گی۔
- حنابلہ و شوافع رحمۃ اللہ علیہم: دونوں خطبے ضروری ہیں، ایک خطبہ کافی نہیں۔(البنایۃ:3/55)

جمعہ کا خطبہ دو رکعت کے قائم مقام ہے:

جمعہ کی نماز میں جو قصر کیا گیا ہے یعنی ظہر کی طرح چار رکعت کے بجائے دو رکعت پڑھنے کا حکم ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں خطبہ رکھا گیا ہے اور وہ دو رکعت کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:"قصرت الصلاۃ لأجل الخطبة"جمعہ کی نماز کو خطبہ کی وجہ سے قصر کیا گیا ہے۔(البنایۃ:3/54)

خطبہ کے اندر نیت کی شرط:

خطبہ پڑھتے ہوئے خطبہ کی نیت شرط ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- احناف وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: نیت شرط ہے، لہٰذا بغیر نیت کے خطبہ کا اعتبار نہ ہوگا۔
- شوافع ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: نیت شرط نہیں۔(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ:1/355)

خطبہ کا نماز سے پہلے ہونا:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ جمعہ کے دونوں خطبوں کا نماز سے پہلے ہونا ضروری ہے، لیکن اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے تو وہ خطبہ اداء ہوگا یا نہیں ا، اِس یں اختلاف ہے:

- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: خطبوں کو نماز کے بعد پڑھنے کی صورت میں خطبے صحیح ہوجائیں گے، لیکن نماز کو دہرانا ضروری ہوگا، خطبہ دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ بغیر کسی تاخیر کے مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے جمعہ کی نماز دہرالی جائے، ورنہ تاخیر کی صورت میں خطبہ بھی دہرانا ہوگا۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جمعہ کی نماز کے بعد پڑھا جانے والا خطبہ صحیح نہیں ہوگا، لہٰذا نماز کو لوٹانے کے ساتھ ساتھ خطبہ بھی دہرایا جائے گا۔(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ:1/355)

خطبہ میں کم از کم کتنے افراد کا شریک ہونا ضروری ہے:

اِمام کے خطبہ دیتے ہوئے کم از کم کتنے افراد کا ہونا ضروری ہے، اِس میں اختلاف ہے:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: کم از کم ایک عاقل وبالغ مرد کا سننا ضروری ہے۔
- مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: کم از کم بارہ افراد کا سننا ضروری ہے۔

- شوافع وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: کم از کم چالیس افراد کا سننا ضروری ہے۔(الفقہ الاسلامی:2/1310،1304)

فائدہ: احناف کے اِس بارے میں دو قول ہیں: پہلا قول کم از کم ایک فرد کا سننا ہے اور دوسرے قول کے مطابق کم از کم تین افراد کا سننا ضروری ہے۔(شامیہ:2/147،148)احتیاط اس میں ہے کہ دوسرے قول کے مطابق عمل کیا جائے،یعنی کم از کم تین عاقل وبالغ افراد سنیں۔(عُمدۃ الفقہ:2/445)

خطبہ اور نماز کے درمیان کتنا فصل کیا جاسکتا ہے:

اِس پر سب کا اتفاق ہے خطبہ اور نماز کے درمیان فصل نہیں کرنا چاہیے،بلکہ متصلاً نماز شروع کر دینی چاہیئے تاہم کس قدر فاصلہ کرنے سے نماز درست ہو جاتی ہے،اِس میں اختلاف ہے:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: فصل بالا جنبی نہیں ہونا چاہیئے، جیسے کھانا وغیرہ۔البتہ فوت شدہ نماز کی قضاء کرنا یا نفل نماز پڑھنا فصل بالاَجنبی نہیں،اِس لئے خطبہ کا اِعادہ ضروری نہیں لیکن بہتر ہے،اِسی طرح جمعہ کی نماز فاسد ہونے کی صورت میں جبکہ اُس کا اِعادہ کیا جارہا ہو تب بھی خطبہ کا اِعادہ ضروری نہیں۔
- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: خطبہ اور نماز کے درمیان فصل بقدر الرّکعتین یعنی دو رکعتوں کے پڑھنے کی مقدار کے برابر فصل نہیں ہونا چاہیئے،ورنہ خطبہ کا اعادہ ضروری ہوگا۔
- مالکیہ اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: فصلِ قلیل ہو تو جائز ہے، طویل فاصلہ نہیں ہونا چاہیئے،اور اس کا معیار یہ ہے کہ جس کو عرفِ عام میں طویل فصل سمجھا جاتا ہو وہ طویل ہوگا۔(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ:1/356)

خطبہ کا غیر عربی میں ہونا:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ خطبہ عربی زبان ہی میں پڑھنا چاہیئے، یہی متوارث اور منقول ہے، عربی زبان کے علاوہ کسی بھی زبان میں خطبہ پڑھنا جائز نہیں، تاہم اگر کوئی عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھے تو ہو گا یا نہیں، اِسی طرح ایسے خطبہ سے نمازِ جمعہ ہو گی یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: خطبہ کا عربی میں ہونا شرط نہیں، غیر عربی میں بھی خطبہ پڑھنے سے اداء ہو جائے گا اور نمازِ جمعہ درست ہو جائے گی، لیکن ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔
- شوافع، حنابلہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم: اگر عربی میں خطبہ کی قدرت نہ ہو اور مجمع میں کوئی بھی ایسا شخص نہ ہو جو عربی میں خطبہ پڑھنے کی قدرت رکھتا ہو تو ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔
- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: غیر عربی میں خطبہ کسی حال میں جائز نہیں، اور نہ ایسے خطبہ کے بعد جمعہ پڑھنا جائز ہے، بلکہ دوبارہ عربی میں خطبہ دیا جائے اور کوئی بھی اِس پر قادر نہ ہو تو جمعہ ترک کرکے ظہر پڑھی جائے، جمعہ درست نہ ہو گا۔(فقہی مقالات:2/131،130)(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/355)

فائدہ: اِمام صاحب نے "قراءت بالفارسیۃ" کے مسئلے میں صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرلیا تھا، لیکن قراءت کے علاوہ نماز کے دوسرے اذکار مثلاً تکبیر تحریمہ، تشہد اور خطبہ وغیرہ کا عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں ہونے کے مسئلے میں اِمام صاحب کا رجوع ثابت نہیں، علّامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قراءت کے علاوہ دوسری چیزوں میں بھی اِمام صاحب نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرلیا تھا، یہ درست نہیں۔(فقہی مقالات، ج:2، غیر عربی زبان میں خطبہ جمعہ)

خطبہ کے دوران آنے والے کا نماز پڑھنا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، اُس وقت آئے اور بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: ” يَا سُلَيْكُ قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ “ اے سلیک! کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعت مختصر سی نماز پڑھ لو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ” إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا “جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن اِمام کے خطبہ دیتے ہوئے آئے تو اُسے چاہیئے کہ دو رکعت مختصر سی پڑھ لے۔(مسلم:875)

اِس حدیث کی بنیاد پر یہ مسئلہ قابلِ بحث ہے کہ خطبہ کے دوران آنے والے کو نماز پڑھنی چاہیئے یا نہیں:

- احناف و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: جائز نہیں۔
- شوافع و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: مستحب ہے۔(البنایۃ:2/72)(درسِ ترمذی:2/284)

حضرات شوافع اور حنابلہ کے نزدیک سلیک غطفانی کی حدیث دلیل ہے جبکہ احناف و مالکیہ اُن روایات سے اِستدلال کرتے ہیں جن سے خطبہ کے دوران کلام کرنے اور نماز پڑھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ صاحبِ ہدایہ نے حدیث ذکر کی ہے:”إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ، فَلَا صَلَاةَ، وَلَا كَلَامَ “ یہ حدیث مرفوع تو نہیں اِمام زہری کا کلام ہے، لیکن اِس کی تائید دیگر کئی احادیث سے ہوتی ہے، جس کو نصب الرّایہ(2/201) میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، لہٰذا حضرات احناف و مالکیہ نے خطبہ کے دوران نماز کو ممنوع قرار دیا ہے۔

حدیث مذکور کے جوابات:

1. یہ حدیث خبرِ واحد ہے، لہٰذا دوسری قوی ترین روایات کے معارض ہونے کی وجہ سے اس پر عمل نہیں

کیا جا سکتا۔(البنایۃ:2/72)

2. یہ حکم اُن صحابی کے ساتھ خاص تھا، کیونکہ وہ صحابی نہایت بوسیدہ کپڑوں میں آئے تھے، تو آپ ﷺ نے لوگوں کی توجہ اُن کی طرف مبذول کرنے کے لئے انہیں نماز کا حکم دیا تھا۔ اور اِس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند احمد اور ابن حبّان میں مذکور ہے۔(مرقاۃ3/1046)

3. اِس حدیث میں "وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ" سے مراد اِمام کا خطبہ شروع کر دینا مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اِمام خطبہ شروع کرنے کے قریب ہو۔ یہ توجیہ اس لئے ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر روایات میں تعارض ہوتا ہے، پس اِس توجیہ کی صورت میں کوئی تعارض باقی نہ رہے گا۔(مرقاۃ:3/1046)

4. ممکن ہے کہ یہ واقعہ اُس وقت پیش ایا ہو جبکہ خطبہ کے دوران بات چیت کرنے اور نماز وغیرہ پڑھنے کی مُمانعت کے احکام نازل نہ ہوئے ہوں۔(البنایۃ:2/73)

5. نبی کریم ﷺ نے جب حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ سے بات کی اور اُنہیں نماز پڑھنے کا حکم دیا تو اُن کیلئے تو خطبہ سننے کا فرض حکم ساقط ہو گیا، لہٰذا اِس سے دوسرے لوگوں کیلئے خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کا استدلال درست نہیں۔(البنایۃ:2/73)

6. اِس روایت میں اِباحت اور دوسری روایات میں حظر یعنی مُمانعت ہے، اور قاعدہ ہے کہ احتیاط کی وجہ سے حظر کو اِباحت پر مقدّم کیا جاتا ہے۔(البنایۃ:2/73)

خطبہ کے دوران کلام کرنا:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: جائز ہے، البتہ صرف ضرورت کے تحت کرنا چاہیئے، بلا ضرورت مکروہ ہے۔

- امام مالک واحمد رحمۃ اللہ علیہما: جائز نہیں، حتی کہ سلام، ردِّ سلام اور تشمیت العاطس بھی درست نہیں۔
- امام ابو حنیفہ و محمد رحمۃ اللہ علیہما: سامعین کو اجازت نہیں، البتہ امام کسی دینی ضرورت سے کلام کر سکتا ہے۔
- امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ: ردِّ سلام اور تشمیت العاطس جائز ہے، یعنی سلام کا جواب اور چھینکنے والے کو "یرحمُكَ الله" کہا جاسکتا ہے۔(البنایۃ:3/88)(درسِ ترمذی:2/292)(معارف السنن:4/382)

خطبہ سے پہلے یا بعد میں کلام کرنا:

دورانِ خطبہ کلام کرنا بالاتفاق جائز نہیں، لیکن خطبہ سے پہلے جبکہ اِمام نے ابھی تک خطبہ شروع نہ کیا ہو یا خطبہ کے بعد نماز شروع کرنے سے پہلے کلام کرنا جائز ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: خطبہ کیلئے اِمام کے نکلنے کے بعد نماز سے فارغ ہونے تک کلام کرنا جائز نہیں ،خواہ خطبہ ابھی تک خطبہ شروع بھی نہ کیا ہو، اِسی طرح خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد بھی نماز سے پہلے کلام جائز نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم: خطبہ شروع ہونے سے پہلے پہلے یا خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد نماز سے پہلے کلام جائز ہے، اِس لئے کہ اصل مُمانعت "خلل فی الاستماع" کی وجہ سے دورانِ خطبہ بات کرنے کی ہے، لہٰذا خطبہ سے پہلے یا بعد میں ممانعت کا حکم نہ ہو گا۔(معارف السنن:4/406)

فائدہ: مذکورہ اختلاف صرف کلام کے بارے میں ہے، نماز پڑھنا بالاتفاق درست نہیں، اگرچہ اِمام نے ابھی تک خطبہ شروع نہ کیا ہو، کیونکہ نماز دراز ہو جاتی ہے، لہٰذا خطبہ شروع ہو جانے کے بعد نماز فوراً ختم نہیں کی جاسکے گی، جبکہ کلام کو خطبہ شروع ہو جانے کے فوراً بعد ختم کیا جاسکتا ہے۔(ہدایہ: آخر صلاۃ الجمعہ)

بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ

صلاة الخوف کب مشروع ہوئی:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ صلاۃ الخوف "غزوہ ذات الرّقاع" میں مشروع ہوئی اور سب سے پہلے اِسی غزوہ میں یہ نماز پڑھی گئی تھی، البتہ اِس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ کب پیش آیا، مختلف اقوال ہیں، راجح یہ ہے کہ یہ غزوہ سنہ چار ہجری میں پیش آیا، چنانچہ جمہور نے اِسی کو اختیار کیا ہے اور ابن سعد نے بھی طبقات میں اِس کو ترجیح دی ہے۔(طبقات ابن سعد:2/46،47)(معارف السنن:5/36)

غزوہ خندق میں صلاۃ الخوف کیوں نہیں پڑھی گئی:

اِس کی وجہ میں شارحین کے مختلف اقوال ذکر کیے گئے ہیں:

(1)۔۔۔پہلا قول: غزوہ خندق میں صلاۃ الخوف نہ پڑھنے کی ایک وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ مسلسل غزوہ میں مصروف رہنے اور کفار کو روکنے کی وجہ سے نماز پڑھنا بھول گئے تھے، چنانچہ بعض روایات سے اس قول کی تائید بھی ہوتی ہے۔(مسند احمد:16975)(شرح النووی:5/130)

(2)۔۔۔دوسرا قول: بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اُس میں نبی کریم ﷺ نے صلاۃ الخوف اِس لئے نہیں پڑھی تھی کیونکہ اُس وقت تک یہ نماز مشروع ہی نہیں تھی، صلاۃ الخوف تو غزوہ خندق کے بعد "غزوہ ذات الرّقاع" میں مشروع ہوئی ہے جو 7 ہجری میں پیش آیا تھا، چنانچہ بخاری کی روایت "صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الخَوْفِ فِي غَزْوَةِ السَّابِعَةِ، غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ" سے یہی معلوم ہوتا ہے۔(مرعاۃ:5/2)

(3)۔۔ تیسرا قول: جمہور علماء کرام اور اصحابِ سیر کے نزدیک غزوہ خندق میں آپ ﷺ کے صلاۃ الخوف نہ پڑھنے کی وجہ یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار و مشرکین سے مسلسل برسرِ پیکار رہنے کی وجہ سے نماز کا موقع ہی نہ مل سکا تھا۔(احکام القرآن للجصاص:3/245)

اور یہ کہنا کہ اُس وقت تک صلاۃ الخوف مشروع ہی نہیں تھی، یہ درست نہیں، راجح یہی ہے کہ یہ نماز غزوہ خندق سے بھی پہلے "غزوہ ذات الرّقاع" میں مشروع ہو چکی تھی، جو راجح قول کے مطابق سنہ چار ہجری میں پیش آیا تھا، کما مرّ سابقاً۔(طبقات ابن سعد:2/46،47)(معارف السنن:5/36)

(4)۔۔ چوتھا قول: بعض حضرات یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خندق میں صلاۃ الخوف نہ پڑھنے کی وجہ "تعذّرِ طہارت" تھی یعنی وضو کرنا ممکن نہ تھا۔(مرعاۃ:5/2)

(5)۔۔ پانچواں قول: بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ سواری سے اترنا ممکن نہ تھا اُس وقت تک سوار ہو کر نماز پڑھنے کی مشروعیت نہ تھی۔(مرعاۃ:5/2)

نمازِ خوف اب بھی مشروع ہے یا منسوخ؟

- امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ: منسوخ ہو چکی ہے، اب اس کو مخصوص طریقے سے پڑھنا درست نہیں۔
- امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ: یہ نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص تھی، آپ کے بعد جائز نہیں۔
- جمہور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہ: صلاۃ الخوف منسوخ نہیں، اب بھی جائز اور ثابت ہے، چنانچہ آپ ﷺ کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پڑھنا ثابت ہے۔(مرقاۃ:3/1051)(مرعاۃ المفاتیح:5/2)

دلائل :اِمام مزنی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل "غزوہ خندق" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صلاۃ الخوف نہ پڑھنا ہے، حالآنکہ وہاں پڑھنے کی ضرورت بھی تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں کو مؤخر کر دیا تھا، جس سے نسخ معلوم ہوتا ہے۔

اِمام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ آیت میں "وَإِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ" کی شرط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہی مشروع تھی، اور جب شرط نہیں پائی جاتی تو مشروط بھی باقی نہیں رہتا۔

جمہور ائمہ کرام کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اِس نماز کو پڑھتے رہنا اِس کے ثابت اور باقی رہنے کی دلیل ہے۔

اِمام مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ کہا ہے کہ غزوہ خندق میں یہ نماز نہیں پڑھی گئی اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُس وقت تک اس کے احکام نازل ہی نہیں ہوئے تھے، لہٰذا اس کو منسوخ کیسے کہا جاسکتا ہے (لیکن یہ وجہ بیان کرنا صحیح نہیں جیسا کہ ماقبل گزرا، صحیح بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار سے مسلسل برسرِپیکار ہونے کی وجہ سے نماز کا موقع نہیں مل سکا تھا)۔

اِمام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جو تخصیص کا دعویٰ کیا ہے وہ بلا دلیل ہے، حالآنکہ تخصیص کیلئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں "وَإِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ" کی قید "قیدِ اتفاقی" ہے، احترازی نہیں، جیسے : "خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً" میں بالاتفاق زکوۃ کی وصولی کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی یہی حکم ثابت اور باقی ہے۔(مرعاۃ المفاتیح:5/2)

فائدہ :علّامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اِمام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے قول سے رجوع ذکر کیا ہے۔(البنایۃ:3/166)

صلاۃ الخوف کب پڑھی جاتی ہے :

جہاد کرتے وقت جب فرض و واجب نماز کا وقت آ جائے اور سب کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں دشمن کے حملہ کرنے کا خطرہ ہو یا کسی اور دشمن سے یہ خطرہ ہو تو جماعت کے دو گروہ کر کے ایک گروہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابل رہے، اِس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

اس نماز کا سبب دشمن وغیرہ کا خوف ہے، دشمن خواہ انسان ہو جیسے کفار و مشرکین یا کوئی درندہ، مہلک جانور یا اژدھا، بڑا سانپ وغیرہ یا آتشزدگی یا ڈوبنے وغیرہ کا خوف ہو۔ اِن سب صورتوں میں خوف کی حالت میں صلاۃ الخوف اداء کی جاسکتی ہے۔(زبدۃ الفقہ ملخصاً:370)

صلاۃ الخوف صرف سفر میں ہے یا حضر میں بھی جائز ہے:

- اِمام مالک اور ابن الماجشون رحمۃ اللہ علیہما: صلاۃ الخوف صرف سفر میں جائز ہے، حضر میں درست نہیں۔
- جمہور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم: سفر اور حضر دونوں میں جائز ہے۔(مرعاۃ المفاتیح:5/3)
- ابنِ حزم ظاہری: حضر میں اِمام دونوں طائفوں کو مکمل نماز پڑھائے گا، اور دوسری نماز اِمام کیلئے نفل ہوگی۔(البنایۃ:3/166)

فائدہ :علّامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اِمام مالک کا مشہور قول جمہور علماء کے مطابق ذکر کیا ہے۔(البنایۃ:3/166)

نماز خوف میں کتنی رکعتیں ہیں؟

- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری، طاؤس مجاہد، ثوری اور اِسحاق رحمۃ اللہ علیہم: خوف کی حالت میں ایک ہی رکعت پڑھی جائے گی، اِس لئے کہ حدیث میں ”وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَة“ آیا ہے۔

- جمہور علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم: خوف کی حالت میں نماز کی رکعات کی تعداد عام نمازوں کی طرح ہی ہے، البتہ طریقہ کار میں فرق ہے حدیث میں " وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَة "سے وہ ایک رکعت مراد ہے جو اِمام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، مکمل نماز کی رکعات بیان نہیں کی گئی۔(مرقاۃ:3/1006)(مرعاۃ:4/414)

قتال کرتے ہوئے نماز پڑھنا:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: نماز جائز نہیں،، نماز کے دوران قتال کرنے کی صورت میں نماز باطل ہو جائے گی، ایسی صورت میں نماز کو مؤخر کر دیا جائے گا۔
- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: دورانِ قتال جبکہ رکوع و سجدہ پر قدرت نہ ہو تو اِشارے سے نماز پڑھی جائے گی۔
- اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: قتال کے دوران تلوار اور نیزے وغیرہ چلائے جاسکتے ہیں، بشرطیکہ مسلسل اور دیر تک نہ ہو، ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔
- حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ: جب دورانِ قتال رکوع و سجدے پر قدرت حاصل نہ ہو تو ہر رکعت کیلئے ایک تکبیر کہہ دی جائے، یہی نماز کے قائم مقام ہو جائے گا۔(احکام القرآن للجصاص:3/245)

صلاۃ الخوف میں اسلحہ اٹھانا:

بحالتِ خوف نماز پڑھنے کے مخصوص طریقے میں اللہ تعالیٰ نے "وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ" فرمایا ہے، اِس حکم کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ وجوبی ہے یا استحبابی۔یعنی نماز کے دوران اسلحہ لینا جائز ہے یا واجب:

- جمہور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم: صلاۃ الخوف میں اسلحہ اٹھانا مستحب ہے۔

- اصحابِ الظواہر ،اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ایک قول کے مطابق اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:صلاۃ الخوف میں اسلحہ کا اٹھاناواجب ہے۔(تفسیرِ مظہری:220/2)(تفسیر قرطبی:371/5)(شامیہ:187/2)

خوف کی حالت میں سوار ہو کر نماز پڑھنا:

خوف کے شدید ہونے کی صورت میں سوار ہو کر نماز پڑھی جاسکتی ہے اور ٹھہرنا بھی ضروری نہیں ،چلتے ہوئے بھی نماز درست ہے، لیکن وہ اِنفرادی طور پر ہوگی ، جماعت کے ساتھ جائز نہیں ،اِس لئے کہ صلاۃ الخوف کو اِمام کی اقتداء میں مخصوص طریقے سے اداء کرنے کیلئے پیدل ہوناشرط ہے۔ہاں!اگر کوئی اِمام کے ساتھ "ردیف"بن کر یعنی پیچھے سوار ہو کر بیٹھاہو تو وہ اِمام کی اقتداء کر سکتا ہے۔

اور سواری کی حالت میں بھی "مطلوباً" جائز ہے، "طالباً" جائز نہیں ،یعنی کوئی دشمن پیچھا کر رہا ہو تو رک کر نماز پڑھنے کی صورت میں پکڑے جانے کے خوف سے سوار ہو کر نماز جائز ہے،اگر خود کسی دشمن کا پیچھا کر رہاہو تو جائز نہیں،اِس لئے کہ دشمن کو پکڑنا فرض نہیں، جبکہ نماز فرض ہے۔(شامیہ:187/2،188)

نمازِ خوف کی شرائط:

صلاۃ الخوف چونکہ عام معمول اور عادت سے ہٹ کر اداء کی جاتی ہے،اس میں آمدورفت اور نقل وحرکت بھی ہوتی ہے نماز کو دو مختلف جماعتوں میں متفرّقاً طور پر پڑھایا جاتا ہے ، اِس لئے اس کے جواز کیلئے کچھ شرائط کا الحاظ ضروری ہے:

(1)— دشمن کا حقیقی طور پر موجود ہونا۔ یعنی دشمن حقیقۃً موجود ہو اور یقین کے ساتھ یہ خوف ہو کہ اگر سب جماعت میں مشغول ہوں گے تو وہ حملہ کر دے گا ،چنانچہ ظنّی طور پر موجود ہونے سے صلاۃ الخوف

جائز نہ ہو گی، مثلاً: دور سے گرد و غبار کو دیکھتے ہوئے دشمن سمجھ کر صلاۃ الخوف پڑھ لی اور بعد میں وہ کچھ اور نکلا تو نماز نہیں ہو گی۔(البنایۃ:3/160)

(2)— دشمن کا قریب موجود ہونا۔ پس اگر دشمن دور ہو تو صلاۃ الخوف جائز نہ ہو گی۔(شامیہ:2/186)

(3)— نماز اگر ثنائی مثلاً: فجر، جمعہ، عیدین یا قصر کی نماز ہو تو طائفہ اولیٰ کو ایک، اور ثلاثی یا رباعی ہو مثلاً: ظہر، عصر، عشاء یا مغرب کی نماز ہو تو طائفہ اولیٰ کو دو اور طائفہ ثانیہ کو بقیہ پڑھانا ضروری ہے۔ پس اگر اس کے خلاف کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔(شامیہ:2/187)

(4)—سوار نہ ہونا: دشمن کے مقابلے میں اور نماز کیلئے آنے جانے میں پیدل چلنا ضروری ہے، پس سواری استعمال کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، اِس لئے کہ یہ عملِ کثیر ہے۔(شامیہ:2/187،188)

(5)— بغیر کسی ضرورت کے پیدل بھی نہ چلنا۔ اور ضرورت یہ ہے کہ دشمن کے مقابلے میں جانے یا اِمام کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے یا حدث پیش آنے کی صورت میں وضو کرنے کیلئے چلا جائے۔ پس اگر اس کے علاوہ بغیر کسی ضرورت کے پیدل بھی چلا جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔(شامیہ:2/188)

(5)— دورانِ نماز قتالِ کثیر نہ کرنا۔ البتہ قتالِ قلیل یعنی ایک آدھ دفعہ تیر وغیرہ چلانے میں کوئی حرج نہیں، اس سے نماز فاسد نہ ہو گی۔(شامیہ:2/188)

(6)— سفر کسی معصیت کے لئے نہ ہو۔ پس اگر سفر کسی معصیت کیلئے ہو مثلاً قطعِ طریق اور راہزنی وغیرہ کیلئے، یا وہ قتال جائز ہی نہ ہو، مثلاً دشمن مباح القتل نہ ہو اور دشمن پر حملہ کرنا شرعاً کسی وجہ سے جائز نہ ہو تو اس سفر میں خوف کی حالت میں بھی صلاۃ الخوف جائز نہ ہو گی۔(شامیہ:2/188)(مرعاۃ المفاتیح:2/188)

صلاۃ الخوف میں کم از کم کتنے افراد ضروری ہیں:

- اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: صلاۃ الخوف کے جائز ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اِس قدر افراد ہوں کہ اُن کو دو جماعتوں میں تقسیم کرنے سے ہر جماعت میں کم از کم تین تین افراد آتے ہوں،، اور اِس کی دلیل وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر طائفہ کی جانب جمع کی ضمیر کو راجع کیا ہے، کقولہ تعالیٰ: "أَسْلِحَتَهُمْ"، لٰہذا اگر اتنے افراد بھی نہ ہوں تو نماز جائز نہ ہوگی۔
- جمہور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم: ہر جماعت میں کم از کم تین افراد کا ہونا ضروری نہیں، اِس سے کم میں بھی صلاۃ الخوف جائز ہے، اور یہی راجح ہے۔(البتہ کم از کم اِمام کے علاوہ دو ہونا تو ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر دو جماعتیں کیسے بن سکتی ہیں)۔(مرعاۃ المفاتیح:5/5)

نمازِ خوف کا طریقہ:

نمازیں ثنائی، ثلاثی اور رباعی ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں، اِسی طرح اِمام اور مقتدی کے درمیان مقیم و مسافر کے اعتبار سے بھی کبھی فرق ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے صلاۃ الخوف کے طریقہ میں بھی لازمی فرق واقع ہوتا ہے، اِس لئے ذیل میں ترتیب و تسہیل کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کے طریقے کی مختلف صورتوں کو الگ الگ عنوان کے تحت ذکر کیا جارہا ہے:

صلوۃ الخوف کا افضل طریقہ:

اگر لوگوں کا ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر اِصرار نہ ہو اور سب اس بات پر راضی ہوں کہ کچھ لوگ بعد میں دوسرے امام کے پیچھے پڑھ لیں گے تو افضل یہ ہے کہ اِمام لوگوں کو دو جماعتوں میں تقسیم کرکے

ایک کو دشمن کے مقابلے پر بھیج دے اور خود دوسری جماعت کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے، پھر یہ جماعت نماز سے فارغ ہو کر دشمن کے مقابلہ پر چلے جائے اور دشمن کے مقابل کھڑی ہوئی جماعت آجائے اور اِمام ان میں سے کسی آدمی کو اِمام بنادے جو اُن لوگوں کو پوری نماز پڑھادے۔(زبدۃ الفقہ:370)(فتح القدیر:2/97)

ثنائی نماز کا طریقہ:

اگر وہ نماز دو رکعت والی ہو یعنی نماز فجر یا جمعہ یا عیدین یا نماز قصر ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے:

ایک گروپ دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہو اور دوسرا گروپ امام کے ساتھ نماز پڑھے، جب دوسرا گروپ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ چکے اور سجدے سے سر اٹھائے تو یہ گروپ دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور پہلا گروپ مقابلے سے واپس آجائے اور امام اتنی دیر بیٹھا ان کا انتظار کرتا رہے اور ان کے آنے پر کھڑا ہو کر دوسری رکعت شروع کرے، یہ گروپ امام کے پیچھے دوسری رکعت ادا کر کے امام کے ساتھ تشہد میں بیٹھے، جب امام سلام پھیر دے تو یہ گروپ سلام نہ پھیرے اور اٹھ کر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے، اور دوسرا گروپ نماز کی جگہ پر واپس آکر دوسری رکعت لاحقانہ یعنی بغیر قرآت کے پڑھے کیونکہ وہ اس رکعت میں لاحق ہے، پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور پہلا گروپ نماز کی جگہ پر واپس آکر ایک رکعت فرداً فرداً قرآت کے ساتھ مسبوقانہ پڑھے کیونکہ وہ سب مسبوق ہیں اور مسبوق منفرد کے حکم میں ہوتا ہے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔(زبدۃ الفقہ:370تا372)

ثلاثی اور رباعی نماز کا طریقہ:

اگر وہ نماز چار یا تین رکعت والی ہو یعنی ظہر، عصر، عشاء اور مغرب تو اس کا طریقہ یہ ہے:

پہلا گروپ دشمن کے مقابلہ پر جائے اور دوسرا گروپ امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے، پھر قعدہ کرے اور تشہد پڑھے اور تشہد پڑھنے کے بعد یہ گروپ دشمن کو مقابلہ پر چلا جائے اور پہلا گروہ واپس آ جائے، امام اتنی دیر بیٹھ کر ان کا انتظار کرے، پھر ان کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے (یا مغرب کی نماز ہونے کی صورت میں ایک رکعت پڑھے) اور تشہد، درود و دعا پڑھ کر سلام پھیر دے، لیکن مقتدی امام کے ساتھ سلام نہ پھیریں اور دشمن کے مقابلہ پر چلے جائیں اور دوسرا گروپ نماز کی جگہ واپس آکر دو رکعت (یا مغرب کی نماز ہونے کی صورت میں ایک رکعت) قراءت کے بغیر یعنی لاحقانہ پڑھے اور تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے، پھر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور پہلا گروپ واپس آکر دو رکعتیں (یا مغرب کی نماز ہونے کی صورت میں ایک رکعت) قراءت کے ساتھ مسبوقانہ پڑھے اور تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔

واضح رہے کہ اِس صورت میں پہلے گروپ کا امام کے ساتھ دو رکعتوں کا پڑھنا واجب ہے اگر یہ ایک رکعت پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔(زبدۃ الفقہ:370 تا372)

صلاۃ الخوف میں اِمام اور مقتدیوں کے درمیان مسافر اور مقیم کا فرق:

اگر اِمام اور مقتدیوں میں مقیم اور مسافر ہونے کا فرق ہو تو صلاۃ الخوف کیسے اداء کی جائے گی، اِس کی تفصیل یہ ہے کہ بنیادی طور پر اس کی دو قسمیں ہیں: (1) اِمام مقیم ہو۔ (2) اِمام مسافر ہو۔

اِمام مقیم ہو:

اگر امام مقیم ہو تو مقتدی خواہ مقیم ہوں یا مسافر یا کچھ مسافر اور کچھ مقیم، بہر حال ہر صورت میں نماز چونکہ پوری پڑھی جائے گی، کیونکہ مقیم اِمام کے پیچھے مسافر بھی پوری نماز پڑھتا ہے، لہٰذا صلاۃ الخوف کا طریقہ کار

بالکل وہی ہو گا جو سب کے مقیم ہونے کی صورت میں ماقبل بیان ہوا۔(زبدۃ الفقہ:370تا372)

اِمام مسافر ہو:

اگر اِمام مسافر ہو تو چونکہ مقتدی کو اُس کے پیچھے مکمل نماز پڑھنی لازم ہوتی ہے، لہٰذا مقتدیوں میں مسافر کو اِمام کی طرح دو رکعت اور مقیم کو مکمل نماز پڑھنی لازم ہو گی، اور اِس کا طریقہ کار یہ ہے:

ایک گروپ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے، پھر دشمن کے مقابل گروپ آ کر امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، امام تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے، اور یہ دشمن کے مقابلہ پر واپس چلا جائے، پھر پہلا گروپ (جو ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابل گیا تھا) واپس آ کر اِمام کے بغیر تین رکعت (اور اگر اِمام کی طرح مسافر ہو تو ایک ہی رکعت) لاحقانہ یعنی بغیر قراءت کے پڑھے اور تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر کر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے، پھر دوسرا گروپ واپس آ کر تین رکعتیں (اور اگر اِمام کی طرح مسافر ہو تو ایک ہی رکعت) مسبوقانہ پڑھے، اور (مقتدی مقیم ہو تو تین رکعت پڑھنے کی صورت میں) اس کا طریقہ یہ ہو گا کہ پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور سورت پڑھ کر پہلا قعدہ کرے اور پھر کھڑے ہو کر دوسری اور تیسری رکعت میں صرف سورۃ الفاتحہ پڑھے اور آخر میں تشہد و درود و دعاء پڑھ کر سلام پھیر دے۔(زبدۃ الفقہ:372)

احادیثِ طیّبہ میں بیان کردہ نمازِ خوف کے طریقوں کی تفصیل اور ثبوت:

احادیث میں صلوۃ الخوف کے مختلف طریقے نقل کیے گئے ہیں، اُن میں سے تین مشہور طریقے ہیں اور تینوں حدیثوں سے ثابت ہیں، ذیل میں اُن طریقوں کی تفصیل اور حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

صلاۃ الخوف کا پہلا پہلا طریقہ:

ایک طائفہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور دوسرا دشمن کے مقابل کھڑا رہے، جب امام سجدہ کر چکے تو پہلا طائفہ اپنی دوسری رکعت اُسی وقت مکمل کر لے اور امام اتنی دیر کھڑا ہو کر انتظار کرتا رہے۔ پھر دوسرا طائفہ آئے اور امام اُس کو ایک رکعت پڑھا کر سلام پھیر دے اور وہ طائفہ مسبوق کی طرح اپنی دوسری رکعت پوری کر لے۔

بخاری شریف میں یہ طریقہ حضرت سہل بن حثمہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح منقول ہے:

يَقُومُ الإِمَامُ مُسْتَقْبِلَ القِبْلَةِ، وَطَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَهُ، وَطَائِفَةٌ مِنْ قِبَلِ العَدُوِّ، وُجُوهُهُمْ إِلَى العَدُوِّ، فَيُصَلِّي بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً، ثُمَّ يَقُومُونَ فَيَرْكَعُونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً، وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ فِي مَكَانِهِمْ، ثُمَّ يَذْهَبُ هَؤُلاَءِ إِلَى مَقَامِ أُولَئِكَ، فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً، فَلَهُ ثِنْتَانِ، ثُمَّ يَرْكَعُونَ وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ۔(بخاری:4131)

صلاۃ الخوف کا دوسرا طریقہ:

امام طائفہ اولیٰ کو ایک رکعت پڑھائے اور یہ طائفہ سجدہ کے بعد اپنی نماز پوری کیے بغیر محاذ پر چلا جائے۔ پھر دوسرا طائفہ آئے، امام اُس کو دوسری رکعت پڑھائے اور سلام پھیر دے، پھر یہ طائفہ اپنی نماز اُسی وقت مکمل کر لے اور محاذ پر چلا جائے، پھر پہلا طائفہ آکر اپنی دوسری رکعت اداء کر لے۔

یہ طریقہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ،أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم صَلَّى بِإِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَةً، وَالطَّائِفَةُ الْأُخْرَى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ، ثُمَّ انْصَرَفُوا، فَقَامُوا فِي مَقَامِ أُولَئِكَ، وَجَاءَ أُولَئِكَ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً أُخْرَى، ثُمَّ سَلَّمَ

عَلَيْهِمْ، ثُمَّ قَامَ هَؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ، وَقَامَ هَؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ۔(ابوداؤد:1243)

صلاۃ الخوف کا تیسرا طریقہ:

طائفہ اولیٰ ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر چلا جائے، پھر طائفہ ثانیہ دوسری رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر چلا جائے، پھر پہلا طائفہ آکر اپنی نماز پوری کرلے۔ اس کے بعد دوسرا طائفہ آکر اپنی نماز پوری کرلے۔

یہ طریقہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً ثابت ہے:

إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ بِأَصْحَابِهِ، فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَ الْإِمَامِ وَطَائِفَةٌ بِإِزَاءِ الْعَدُوِّ، فَيُصَلِّي الْإِمَامُ بِطَائِفَةِ الَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ تَنْصَرِفُ الطَّائِفَةُ الَّذِينَ صَلُّوا مَعَ الْإِمَامِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَكَلَّمُوا حَتَّى يَقُومُوا مَقَامَ أَصْحَابِهِمْ، وَتَأْتِي الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَيُصَلُّونَ مَعَ الْإِمَامِ الرَّكْعَةَ الْأُخْرَى ثُمَّ يَنْصَرِفُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَكَلَّمُوا حَتَّى يَقُومُوا فِي مَقَامِ أَصْحَابِهِمْ، وَتَأْتِي الطَّائِفَةُ الْأُولَى حَتَّى يُصَلُّوا رَكْعَةً وُحْدَانًا ثُمَّ يَنْصَرِفُونَ فَيَقُومُونَ مَقَامَ أَصْحَابِهِمْ، وَتَأْتِي الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى حَتَّى يَقْضُوا الرَّكْعَةَ الَّتِي بَقِيَتْ عَلَيْهِمْ وُحْدَانًا۔(کتاب الآثار لمحمد بن الحسن:194)

کتاب الآثار میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے مذکورہ بالا روایت نقل کی ہے جس میں صلاۃ الخوف کا یہ تیسرا طریقہ صراحۃً مذکور ہے۔ احناف نے اِسی سے اِستدلال کیا ہے۔ یہ طریقہ اگرچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً مروی ہے، لیکن غیر مُدرَک بالقیاس ہونے کی وجہ سے مرفوع کے حکم میں ہے۔

اِسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت میں یہی طریقہ منقول ہے:

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم صَلَّى فِي حَرَّةِ بَنِي سُلَيْمٍ صَلَاةَ الْخَوْفِ قَامَ

فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَكَانَ الْعَدُوُّ فِي غَيْرِ الْقِبْلَةِ فَصَفَّ مَعَهُ صَفًّا وَأَخَذَ صَفٌّ السِّلَاحَ وَاسْتَقْبَلُوا الْعَدُوَّ فَكَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالصَّفُّ الَّذِي مَعَهُ ثُمَّ رَكَعَ وَرَكَعَ الصَّفُّ الَّذِي مَعَهُ ثُمَّ تَحَوَّلَ الصَّفُّ الَّذِينَ صَفُّوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذُوا السِّلَاحَ وَتَحَوَّلَ الْآخَرُونَ فَقَامُوا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكَعُوا وَسَجَدَ وَسَجَدُوا ثُمَّ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ الَّذِينَ صَلُّوا مَعَهُ وَجَاءَ الْآخَرُونَ فَقَضَوْا رَكْعَةً فَلَمَّا فَرَغُوا أَخَذُوا السِّلَاحَ وَتَحَوَّلَ الْآخَرُونَ وَصَلُّوا رَكْعَةً فَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَانِ وَلِلْقَوْمِ رَكْعَةٌ رَكْعَةٌ۔(احکام القرآن للجصاص:3/240) ——— (درسِ ترمذی:2/356)

نمازِ خوف کے طریقے میں ائمہ کا اختلاف :

مذکورہ بالا صلوۃ الخوف کے تینوں طریقوں میں کون سا طریقہ راجح ہے، اِس میں ائمہ کا اختلاف ہے:

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: کوئی صورت راجح نہیں ، وقت اور حال کے تقاضے کے مطابق احادیثِ طیّبہ میں بیان کردہ طریقوں میں سے جو بھی آسان لگے وہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: تیسرا طریقہ اولیٰ ہے۔
- امام مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہما: حضرت سہل بن حثمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کردہ طریقہ یعنی پہلا طریقہ اولیٰ ہے۔ البتہ شوافع اور مالکیہ کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ دوسری رکعت میں امام دوسرے طائفہ کو ایک رکعت پڑھا کر سلام پھیرے گا یا تشہد کی حالت میں طائفہ ثانیہ کا انتظار کرے گا۔
  - امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: دوسری رکعت میں امام دوسرے طائفہ کو ایک رکعت پڑھا کر سلام پھیر دے گا
  - امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: امام دوسرے طائفہ کو ایک رکعت پڑھا کر تشہد میں بیٹھ کر سلام نہیں پھیرے

گا، بلکہ انتظار کرے گا، جب وہ طائفہ اپنی دوسری رکعت مکمل کر کے تشہد میں بیٹھ جائے تو امام اُن کو لے کر سلام پھیر لے گا۔(درسِ مشکوۃ:344)

”فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ، فَرَكَعَ لِنَفْسِهِ“کا مطلب:

بخاری شریف کی ایک روایت ہے: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قِبَلَ نَجْدٍ، فَوَازَيْنَا العَدُوَّ، فَصَافَفْنَا لَهُمْ،فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّي لَنَا، فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهُ تُصَلِّي وَأَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى العَدُوِّ، وَرَكَعَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَنْ مَعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفُوا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِي لَمْ تُصَلِّ، فَجَاءُوا، فَرَكَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ، فَرَكَعَ لِنَفْسِهِ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ۔(بخاری:942)

اِس حدیث کے آخر میں ” فَرَكَعَ لِنَفْسِهِ رَكْعَةً “ جو کہا گیا ہے،اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جماعت جو بعد میں آکر شریک ہوئی تھی، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سلام پھیرنے کے بعد دشمن کے مقابلے پر چلی گئی اور پہلی جماعت جو پہلی رکعت میں شریک ہوئی تھی، وہاں سے اپنی جگہ یعنی نماز پڑھنے آگئی اور اکیلے نماز پڑھ لی، اور سلام پھیر کر دشمن کے مقابل چلی گئی ۔اس کے بعد دوسری جماعت یہاں آگئی اور اُس نے بھی انفرادی طور پر اپنی بقیہ نماز مکمل کرلی۔

لیکن یہ تشریح حدیث میں صراحۃً مذکور نہیں، ورنہ احناف کا صلوۃ الخوف کا طریقہ اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوتا۔ علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک مکمل طور پر ثابت نہ بھی ہو، لیکن ایک جزو ضرور ثابت ہوتا ہے، بایں طور کہ ایک جماعت ایک رکعت پڑھ کر چلی

جائے اور پھر دوسری جماعت دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہو اور اس دوسری جماعت کی موجودگی میں امام اپنی نماز پوری کرلے۔(مرقاۃ:1052/3)

" وَلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ" کا مطلب:

یہ ایک مشہور حدیث کا جملہ ہے جس میں "مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي" کا مشہور واقعہ ذکر کیا گیا ہے، اس میں صلاۃ الخوف کا کا طریقہ ذکر کرتے ہوئے "فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ، وَلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ" کہا گیا ہے۔(مسلم:843)

اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے چار رکعتیں پڑھیں اور لوگوں نے دو پڑھیں، حالآنکہ یہ بات سمجھ نہیں آتی، اِس لئے کہ صلاۃ الخوف میں اِمام اور مقتدی کی رکعات کی تعداد مساوی ہوتی ہے، اِسی لئے شارحین نے اِس کے مختلف مطلب ذکر کیے ہیں:

(1)— یہ نماز حضر کی نماز تھی (بایں طور کہ ابھی تک قصر کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، یا آپ جہاں ٹھہرے تھے وہاں قصر واجب نہ ہوتا تھا) لہٰذا آپ ﷺ نے چار رکعات پڑھیں۔ اور لوگوں کے دو پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں طائفوں نے دو دو رکعتیں آپ ﷺ کے ساتھ پڑھیں اور پھر انفرادی طور پر اپنی بقیہ دو رکعتیں مکمل کرلیں۔ جیسا کہ باب کی پہلی حدیث میں دونوں طائفوں کا ایک ایک رکعت انفرادی پڑھنے کا ذکر ہے، بالکل اُسی طرح اس حدیث میں دونوں طائفوں کا دو دو رکعت پڑھنا مراد ہے۔

(2)— یہ نماز سفر کی نماز ہے اور مطلب یہ ہے آپ ﷺ نے دونوں طائفوں کو الگ الگ دو دو رکعت پڑھائیں گویا کہ آپ ﷺ نے ایک ہی نماز دو مرتبہ پڑھی۔ لیکن یہ اُس زمانے کا واقعہ ہے کہ جب ایک

فرض نماز کو دو مرتبہ پڑھنا جائز تھا، لہٰذا اِس سے "اقتداء المفترض خلف المتنفل" کے دائمی جواز پر اِستدلال کرنا درست نہیں، کیونکہ بعد میں اس ممانعت کر دی گئی ہے۔(درسِ مشکوۃ:326،325)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ

عیدین کی مشروعیت:

عید کی نماز ہجرت کے پہلے سال مشروع ہوئی ہے، حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ نے دو دن مقرر کر رکھے تھے جن میں وہ لہو و لعب کرتے (اور خوشیاں مناتے) تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ دیکھ کر) پوچھا کہ یہ دو دن کیسے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ان دونوں دنوں میں ہم زمانہ جاہلیت میں کھیلا کودا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان دونوں دنوں کے بدلے ان سے بہتر دو دن مقرر کر دیئے ہیں اور وہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن ہیں۔عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا، فَقَالَ:مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحَى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ۔(ابوداؤد:1134)

زمانہ جاہلیت کے دو دن جو منائے جاتے تھے اس سے مراد " یوم النّیروز " اور "یوم المھرجان "ہیں

جو زمانہ جاہلیت میں سرور کے ایام کہلاتے تھے۔ یہ سال کے معتدل ایام ہیں جن میں سردی گرمی اعتدال کی حالت میں ہوتی ہے، اور دن و رات برابر ہوتے ہیں۔ " نیروز " کو " نَوروز " بھی کہاجاتا ہے، یہ شمسی سال کا پہلا دن ہوتا ہے اور اس کو زمانہ جاہلیت میں عید کا دن کہاجاتا تھا۔(مرقاۃ:1069/3)

اور اب بھی مغربی تہذیب کے دلدادہ مسلمان اس دن کو بالخصوص اس کی شب کو " New Year " کے نام سے مناتے ہیں۔

ہولی دیوالی، کرسمس ڈے اور دیگر عیدوں کو منانا:

حضرت مظہر فرماتے ہیں: اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ "نیروز" اور "مہرجان"اور اس کے علاوہ دوسرے کافروں کی عید کے ایّام کی تعظیم کرنا ممنوع ہے، حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت ابو حفص کبیر فرماتے ہیں کہ جس نے "نیروز" کے دن کسی مشرک کو اس دن کی تعظیم میں کوئی انڈا (یا گفٹ) دیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، اللہ تعالیٰ اُس کے اجر کو ضائع کر دیں گے۔

حضرت حسن بن منصور فرماتے ہیں: جس نے ان دنوں میں ایسی کوئی چیز خریدی یا کسی کو ہدیہ میں دی جو کسی دوسرے دن خریدنے اور ہدیہ دینے کا معمول نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ اُس کا اِس خریدنے اور ہدیہ دینے سے کیا مقصود ہے، اگر کفار کی طرح اس دن کی تعظیم مقصود ہو تو یہ کفر ہے اور اگر ویسے ہی عادت اور تنعّم

کے طور پر کیا ہو تو یہ کفر تو نہیں لیکن پھر بھی مکروہ ہے اِس لئے کہ اس میں کفار کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے، لہٰذا اس سے اجتناب پھر بھی ضروری ہے۔(مرقاۃ:3/1069)

لفظِ عید کی وضاحت اور اُس کی وجہ تسمیہ:

لفظ کی وضاحت: عید کا معنیٰ "عَود" لوٹنے کے آتے ہیں، اصل میں "عِوْد" تھا، واؤ ساکن کسرہ کے بعد آنے کی وجہ سے "مِیعادٌ" کے قاعدے کے مطابق یاء سے تبدیل ہو گیا اور عید بن گیا۔

وجہ تسمیہ : عید کو عید اِس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ:

1. یہ دن ہر سال لوٹ کر آتا ہے اِس لئے اس کو عید کہا جاتا ہے۔
2. اس میں سرور اور خوشی لوٹ لوٹ کر آتی رہتی ہے۔
3. "تفاؤلاً" یعنی اچھا فال لینے کی غرض سے کہا جاتا ہے، اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کرے کہ یہ دن بار بار لوٹ کر آتا رہے اور انسان کو عافیت کے ساتھ یہ دن آئندہ بھی نصیب ہو، جیسے قافلہ کو بھی "قافلہ" یعنی لوٹنے والا کہا جاتا ہے کہ اللہ کرے کہ یہ بخیر و خوبی لوٹ کر اپنے گھر آجائے۔
4. کیونکہ اِس دن میں "عوائد اللہ" اللہ تعالیٰ نعمتیں اپنے بندوں پر بے پناہ ہوتی ہیں۔
5. کیونکہ اِس دن میں بار بار اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت اور بخشش فرماتے ہیں۔
6. اِس لئے کہ اِس دن میں بعض جائز امور بھی واجب میں لوٹ جاتے ہیں۔ جیسے روزہ چھوڑنا، یہ عام دنوں میں جائز اور عیدین میں واجب ہے۔
7. اِس لئے کہ اِس دن میں تکبیرات کو بار بار لوٹایا جاتا ہے۔(عون المعبود:3/341)(مرعاۃ المفاتیح:5/21)

عید کے دن کے سنن و مستحبات:

(1) عید کے دن جلدی جاگنا، تاکہ جلدی تیاری کر کے عید گاہ پہنچا جاسکے۔(2) غسل کرنا۔(3) مسواک کرنا۔(4) اپنے کپڑوں میں سے عُمدہ اور اچھے کپڑے پہننا، خواہ نئے ہوں یا دھلے ہوئے، البتہ سفید کپڑے بہتر ہیں۔(5) خوشبو لگانا۔(6) عید گاہ میں نمازِ عید اداء کرنا۔(8) عید گاہ جلدی جانا۔(9) صدقہ فطر نماز سے پہلے اداء کر دینا۔(10) عید گاہ پیدل جانا۔(11) آنے جانے کا راستہ بدلنا۔(12) عید گاہ جانے سے پہلے طاق عدد میں کھجوریں کھانا، کھجور نہ ہو تو کوئی بھی میٹھی چیز کھائی جاسکتی ہے۔(13) عید الاضحیٰ میں عید گاہ جانے سے پہلے کچھ نہ کھانا، بلکہ بہتر ہے کہ اگر ممکن ہو تو عید کی نماز کے بعد اپنے قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کرنا۔(14) وقار و اطمینان کے ساتھ جانا جن چیزوں کو دیکھنا جائز نہیں ان سے آنکھیں ہٹانا اور نیچی نگاہ رکھنا۔(15) عید الفطر کے لئے جاتے ہوئے عید گاہ پہنچنے تک راستہ میں آہستہ اور عید الاضحیٰ کے لئے جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہتے جانا۔"اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد"۔(16) عیدین کی نماز سے واپس آنے کے بعد گھر پر چار رکعت یا دو رکعت نفل پڑھنا، چار رکعت افضل ہے۔(عالمگیری:1/149،150)(شامیہ:2/168)

عیدین کے آداب سے متعلّق احادیثِ طیّبہ:

عید گاہ میں نماز اداء کرنا: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن (نماز پڑھنے کیلئے) عید گاہ جایا کرتے تھے۔كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الفِطْرِ وَالأَضْحَى إِلَى المُصَلَّى۔(بخاری:956)

پیدل جانا: نبی کریم ﷺ عید گاہ کی طرف کیلئے پیدل جاتے اور پیدل ہی واپس آیا کرتے تھے۔ كَانَ يَخْرُجُ إِلَى الْعِيدِ مَاشِيًا، وَيَرْجِعُ مَاشِيًا۔(ابن ماجہ:1294)

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ عید گاہ کی طرف پیدل جانا سنّت ہے۔ عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: «إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يَمْشِيَ إِلَى الْعِيدِ»۔(ابن ماجہ:1296)

عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر نکالنا: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن عید کی نماز کیلئے جانے سے پہلے زکوۃ (صدقہ فطر) نکالنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ كَانَ يَأْمُرُ بِإِخْرَاجِ الزَّكَاةِ قَبْلَ الغُدُوِّ لِلصَّلَاةِ يَوْمَ الفِطْرِ۔(ترمذی:677)

عید الفطر کی نماز سے پہلے کچھ میٹھی چیز کھانا: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عید الفطر کی نماز کیلئے نہیں جاتے جب تک کہ کچھ کھجوریں نہ کھالیتے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ طاق عدد میں کھجوریں کھایا کرتے۔ «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ يَغْدُو يَوْمَ الفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ» وَقَالَ مُرَجَّأُ بْنُ رَجَاءٍ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «وَيَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا»۔(بخاری:953)

عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ عید کے دن بغیر کچھ کھائے پیے عید گاہ تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ اور عید الاضحیٰ کے دن بغیر نماز پڑھے کچھ نہیں کھاتے پیتے تھے۔ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ، وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الأَضْحَى حَتَّى يُصَلِّيَ۔(ترمذی:542)

عید گاہ جانے آنے کا راستہ تبدیل کرنا: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عید کا دن ہوتا تو

نبی کریم ﷺ(عید گاہ آتے جاتے ہوئے)راستہ تبدیل کر دیا کرتے تھے۔كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ۔(بخاری:986)

نبی کریم ﷺ جب عید کے دن(عید گاہ جانے کیلئے)کسی راستے سے نکلتے تو واپسی کسی دوسرے راستے سے فرمایا کرتے تھے۔كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا خَرَجَ يَوْمَ العِيدِ فِي طَرِيقٍ رَجَعَ فِي غَيْرِهِ۔(ترمذی:541)

اچھے سے اچھا کپڑا اور اچھی سی اچھی خوشبو کا اہتمام: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم عیدین میں وہ بہترین کپڑا جو ہم پاسکتے ہیں وہ پہنیں، اور وہ بہترین خوشبو جو حاصل کرسکتے ہیں وہ لگائیں اور وہ فربہ اور عمدہ جانور جو ہم کرسکتے ہیں اُس کی قربانی کریں۔ گائے اور اونٹ کی قربانی سات افراد کی جانب سے ہوسکتی ہے، اور ہمیں اِس بات کا حکم دیا کہ ہم (عید گاہ جاتے ہوئے) تکبیر کو ظاہر کریں اور(اِس حالت میں عید گاہ جائیں کہ)ہمارے اوپر سکون و وقار ہو۔أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَلْبَسَ أَجْوَدَ مَا نَجِدُ، وَأَنْ نَتَطَيَّبَ بِأَجْوَدَ مَا نَجِدُ، وَأَنْ نُضَحِّيَ بِأَسْمَنِ مَا نَجِدُ، وَالْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَأَنْ نُظْهِرَ التَّكْبِيرَ، وَعَلَيْنَا السَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ۔(شعب الایمان:3442)

عیدین کا حکم :

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: واجب ہے۔
- امام مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہما: سنت مؤکدہ ہے۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: فرض کفایہ ہے۔(الفقہ علی المذاہب:1/297)(معارف السنن:4/427)

عیدین کی نماز کہاں اداء کرنا افضل ہے؟

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن (نماز پڑھنے کیلئے) عید گاہ جایا کرتے تھے۔ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الفِطْرِ وَالأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى۔(بخاری:956)

- **ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم:** عید گاہ میں پڑھنا افضل ہے۔ اور بغیر عذر کے مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔
- **امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:** عیدین کی نماز دوسری نمازوں کی طرح مسجد ہی میں پڑھنا افضل ہے، ہاں اگر مسجد میں جگہ تنگ پڑتی ہو تو عید گاہ میں پڑھی جائے گی۔(الفقہ الاسلامی:2/1394)

پھر ائمہ ثلاثہ جو یہ کہتے ہیں کہ عید گاہ میں پڑھنا افضل ہے اور مسجد میں مکروہ ہے، اُن کے درمیان اِس بات میں اختلاف ہے کہ کیا مکہ مکرّمہ میں مسجدِ حرام اس سے مستثنیٰ ہے یا نہیں، یعنی مسجدِ حرام کے مقابلے میں بھی عید گاہ میں پڑھنا افضل ہے یا نہیں:

- **مالکیہ و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم:** مسجدِ حرام مستثنیٰ ہے، لہٰذا عید گاہ کے بجائے مسجدِ حرام میں پڑھنا افضل ہے۔
- **احناف رحمۃ اللہ علیہم:** مسجدِ حرام مستثنیٰ نہیں، لہٰذا دیگر مساجد کی طرح اس کے مقابلے میں بھی عید گاہ میں پڑھنا افضل ہے۔(الفقہ علی المذاہب الأربعۃ:1/319)

عیدین کی نماز میں اذان و اقامت:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی مرتبہ عیدین کی نماز بغیر اذان و اِقامت کے پڑھی ہے۔ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ العِيدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ

بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ۔(ترمذی:535)

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عیدین کی نماز میں اذان و اقامت نہیں ہے، البتہ "الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ" وغیرہ کے ذریعے لوگوں کو باخبر کیا جاسکتا ہے۔(مرقاۃ:3/1061) ہمارے دیار میں جیسا کہ لوگوں کو مساجد کے لاؤڈ اسپیکر سے عیدین کی نماز کیلئے اعلان کیا جاتا ہے، وہ بھی اس میں داخل ہے اور جائز ہے۔

حضرت علّامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وہ تمام نوافل جو جماعت کے ساتھ مشروع ہیں، مثلاً: تراویح، نمازِ کسوف، نمازِ استسقاء اور عیدین کی نماز، ان سب میں "اعلام بطریق مخصوص" یعنی اذان و اقامت کی تو ممانعت ہے، لیکن "نفسِ اعلام" کی ممانعت نہیں، چنانچہ لوگوں کو مطلع کرنے کے لئے اعلان کیا جاسکتا ہے۔(الکوکب الدری:1/430،431)

عیدین میں نماز سے قبل خطبہ دینا:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے اُس کے بعد خطبہ دیا کرتے تھے۔عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ يُصَلُّونَ فِي العِيدَيْنِ قَبْلَ الخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُونَ۔(ترمذی:531)

جمہور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عیدین کا خطبہ نماز کے بعد مسنون ہے۔ نیز اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ نماز سے پہلے خطبہ دینے کی صورت میں نماز ہو جاتی ہے۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا عیدین سے قبل دیا جانے والا خطبہ معتبر ہوتا ہے یا نہیں:

- احناف و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: خلافِ سنت اور مکروہ ہے، تاہم کراہت کے ساتھ خطبہ ہو جائے گا۔

- شوافع اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: خطبہ کالعدم اور غیر معتبر ہے، یعنی نماز بلا خطبہ ہو گی۔(معارف السنن:4/427)

جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں تقدیم و تاخیر کے فرق کی وجوہات:

1. جمعہ فرض اور عید غیر فرض ہے، پس دونوں میں فرق واضح کرنے کے لئے تقدیم و تاخیر کی گئی۔
2. خطبۂ جمعہ نماز کی صحت کی شرط ہے، اور شرط اپنے مشروط پر مقدّم ہوتی ہے، جبکہ خطبۂ عید شرط نہیں
3. نمازِ عید کا وقت وسیع ہے، لہٰذا خطبہ بعد میں بھی اداء کیا جاسکتا ہے، جبکہ نماز جمعہ میں وقت میں اتنی وسعت نہیں ہوتی، پس پہلے مقرر کیا گیا تاکہ فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔
4. خطبۂ جمعہ فرض ہے، پس نماز کے بعد مقرر کرنے کی صورت میں بعض لوگوں کے چلے جانے کا خوف تھا، جس کی وجہ سے وہ زیادہ گناہ گار ہوتے۔(مرقاۃ:3/1062)

عیدین کی نماز میں مسنون قراءت:

سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ : حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نماز میں سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ پڑھا کرتے تھے، اور جب دونوں (عید اور جمعہ) ایک ہی دن جمع ہو جاتے تب بھی دونوں نمازوں میں یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ فِي العِيدَيْنِ وَفِي الجُمُعَةِ: بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَى، وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الغَاشِيَةِ، وَرُبَّمَا اجْتَمَعَا فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ فَيَقْرَأُ بِهِمَا۔(ترمذی:533)

سورۃ قٓ اور سورۃ القمر: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کون سی سورت تلاوت کیا کرتے تھے؟ ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ

آپ ﷺ عیدین کی دونوں نمازوں میں سورہ قٓ اور سورۃ القمر پڑھا کرتے تھے۔عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، سَأَلَ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ: مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ؟ فَقَالَ: «كَانَ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِ ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ، وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔(مسلم:891)

عیدین سے پہلے یا بعد میں نوافل پڑھنا:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ عید الفطر کے دن (عید گاہ کی جانب) نکلے اور صرف دو رکعتیں پڑھی ،نہ اُس سے پہلے پڑھی اور نہ اُس کے بعد۔عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ،أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الفِطْرِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا۔(ترمذی:537)

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: نماز سے قبل مطلقاً مکروہ اور نماز کے بعد عید گاہ میں مکروہ ہے۔
- امام مالک واحمد رحمۃ اللہ علیہما: مطلقاً مکروہ ہے۔ نماز سے قبل بھی اور بعد میں بھی۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: مطلقاً جائز ہے۔ نماز سے قبل بھی اور بعد میں بھی۔(مرقاۃ:3/1063)

فائدہ: اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ عید گاہ کو چھوڑ کر اگر مسجد میں عیدین کی نماز پڑھی جارہی ہو تو نماز سے پہلے اور بعد میں نوافل پڑھنا جائز ہے۔اور اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جواز کا قول اِمام کیلئے نہیں ،صرف مقتدیوں کیلئے ہے اور وہ بھی صرف اُن مقتدیوں کیلئے جو گونگے ہوں اور اِمام کا خطبہ نہ سن سکتے ہوں یا دور ہونے کی وجہ سے اِمام کے خطبہ کی آواز اُن تک نہ پہنچ رہی ہو،اور اِمام کیلئے نوافل پڑھنے کو وہ بھی مکروہ قرار دیتے ہیں۔(الفقہ علی المذاہب الأربعۃ:1/320)

عورتوں کا مساجد اور عید گاہ میں حاضر ہونا:

فقہائے احناف میں متقدمین اور متاخرین کی رائے اس بارے میں مختلف ہیں:

متقدمین: امام صاحب اور حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جوان عورتوں کا نکلنا مطلقاً ممنوع ہے۔ اور بوڑھی عورتوں کے نکلنے کی تفصیل میں اختلاف ہے:

- امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ: فجر، مغرب اور عشاء میں نکل سکتی ہیں، بقیہ نمازوں میں جائز نہیں۔
- حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما: بوڑھی عورتیں تمام نمازوں میں نکل سکتی ہیں۔(ہدایہ:1/242)

متاخرین: فسادِ زمان اور ظہورِ فسق کی وجہ سے جوان اور بوڑھی تمام عورتوں کے لئے دن اور رات کی تمام نمازوں میں بشمول جمعہ اور عیدین کے نکلنا مطلقاً ممنوع ہے۔

عالمگیری میں ہے:وَكُرِهَ لَهُنَّ حُضُورُ الْجَمَاعَةِ إِلَّا لِلْعَجُوزِ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْفَتْوَى الْيَوْمُ عَلَى الْكَرَاهَةِ فِي كُلِّ الصَّلَوَاتِ لِظُهُورِ الْفَسَادِ. كَذَا فِي الْكَافِي وَهُوَ الْمُخْتَارُ. كَذَا فِي التَّبْيِينِ۔(عالمگیری:1/89)

در مختار میں ہے: (وَيُكْرَهُ حُضُورُهُنَّ الْجَمَاعَةَ) وَلَوْ لِجُمُعَةٍ وَعِيدٍ وَوَعْظٍ (مُطْلَقًا) وَلَوْ عَجُوزًا لَيْلًا (عَلَى الْمَذْهَبِ) الْمُفْتَى بِهِ لِفَسَادِ الزَّمَانِ۔(الدر المختار:1/566)

محدّثِ کبیر ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عورتوں کا جمعہ و عیدین کے اندر نکلنے کا حکم اِبتداءِ اِسلام میں تھا جبکہ مسلمان قلیل تھے لہٰذا دشمنوں کے سامنے مسلمانوں کی کثرت کو واضح کرنے کیلئے یہ حکم دیا گیا تھا تاکہ مسلمانوں کا خوف اُن کے دل میں پیدا ہو، لیکن اب چونکہ سبب نہیں رہا تو مسبب بھی ختم ہوگیا، جیسے: زکوۃ کے مصارِف میں ایک مصرَف ”مؤلّفۃ قلوب“ بھی ذکر کیا گیا ہے، یعنی نئے نئے اِسلام لانے

والے وہ کچے ذہن کے لوگ جو ابھی تک اِسلام میں پختگی کو نہ پہنچ سکے ہوں اُن کی تالیفِ قلبی کیلئے زکوۃ دی جاتی تھی ، لیکن بعد میں یہ مصرف بھی ختم کردیا گیا۔وَوَجَّهَ الطَّحَاوِيُّ بِأَنَّ ذَلِكَ كَانَ أَوَّلَ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمُونَ قَلِيلٌ، فَأُرِيدَ التَّكْثِيرُ بِهِنَّ تَرْهِيبًا لِلْعَدُوِّ اهـــ.وَمُرَادُهُ أَنَّ الْمُسَبَّبَ يَزُولُ بِزَوَالِ السَّبَبِ،وَلِذَا أُخْرِجَتِ الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ مِنْ مَصْرِفِ الزَّكَاةِ۔(مرقاۃ:3/1064)

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے :میں عورتوں کیلئے اب عیدین میں نکلنے کو ناپسند کرتا ہوں، پس اگر عورت پھر بھی نکلنے پر مُصر ہو تو اُس کے شوہر کو اِجازت دیدینی چاہیئے لیکن اِس شرط کے ساتھ کہ وہ اچھی طرح پردے میں نکلے اور زیب و زینت سے اجتناب کرے، اگر وہ اِس طرح نکلنے پر راضی نہ ہو تو شوہر کو چاہیئے کہ اُسے نکلنے سے منع کردے: أَكْرَهُ اليَوْمَ الخُرُوجَ لِلنِّسَاءِ فِي العِيدَيْنِ، فَإِنْ أَبَتِ المَرْأَةُ إِلَّا أَنْ تَخْرُجَ فَلْيَأْذَنْ لَهَا زَوْجُهَا أَنْ تَخْرُجَ فِي أَطْمَارِهَا وَلَا تَتَزَيَّنْ، فَإِنْ أَبَتْ أَنْ تَخْرُجَ كَذَلِكَ فَلِلزَّوْجِ أَنْ يَمْنَعَهَا عَنِ الخُرُوجِ۔(ترمذی:باب فی خروج النساء فی العیدین، رقم:540)

”تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ“ کامطلب:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایامِ منیٰ (یعنی ایّامِ تشریق) میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اُن کے پاس تشریف لائے اور اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو چھوٹی نابالغ بچیاں موجود تھیں اور دف بجارہی تھیں۔ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ لڑکیاں وہ اشعار گارہی تھیں جو انصار نے بعاث کی جنگ سے متعلّق کہے تھے،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ پر کپڑا ڈالے لیٹے ہوئے تھے ،حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن بچیوں کو ڈانٹا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹا کر اِرشاد فرمایا:اے ابو بکر !انہیں چھوڑ دو۔عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ، وَتَضْرِبَانِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ، فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ، فَكَشَفَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ: «دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ، فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ، وَتِلْكَ الأَيَّامُ أَيَّامُ مِنًى۔(بخاری:987)

حدیث مذکور سے گانے کی اباحت کو ثابت نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ غناء کا اطلاق صرف گانے پر نہیں ہوتا بلکہ عربی زبان میں ترنم اور بلند آواز سے پڑھنے کو بھی "غناء" کہہ دیا جاتا ہے، اور یہاں یہی مراد ہے، اس لئے کہ بخاری شریف(رقم:952) میں اسی روایت کے اندر حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ وضاحت موجود ہے:" وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ" یعنی وہ دونوں کوئی گانے والی نہیں تھیں۔

وہ دونوں لڑکیاں جنگی گیت گارہی تھیں، اور وہ اشعار پڑھ رہی تھیں جو جنگ بعاث کے موقع پر کہے گئے تھے۔ اور وہ اشعار حرب و شجاعت سے پر تھے۔ اگر وہ اشعار عشقیہ اور ناجائز مضامین پر مشتمل ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاموش رہنا ممکن نہ تھا۔(اسلام اور موسیقی:187)

شرح السنۃ میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: وہ دونوں بچیاں جو اشعار پڑھ رہی تھیں وہ جنگ اور شجاعت کے بیان میں تھے اور اِس جیسے اشعار میں دینی امور میں (جذبہ جہاد اور وصفِ شجاعت کے حصول وغیرہ کے ذریعہ)معاونت حاصل ہوتی ہے، ہاں! وہ گانا جو فحش اور منکرات باتوں کے تذکرہ پر مشتمل ہو تو وہ یقیناً ممنوع وحرام ہے، اور ہر گز ہر گز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسے اشعار نہیں پڑھے جاسکتے۔كَانَ الشِّعْرُ الَّذِي تُغَنِّيَانِ بِهِ فِي وَصْفِ الْحَرْبِ وَالشَّجَاعَةِ، وَفِي ذِكْرِهِ مَعُونَةٌ بِأَمْرِ الدِّينِ، وَأَمَّا الْغِنَاءُ بِذِكْرِ الْفَوَاحِشِ وَالْمُنْكَرَاتِ مِنَ الْقَوْلِ، فَهُوَ الْمَحْظُورُ مِنَ الْغِنَاءِ، وَحَاشَا أَنْ يَجْرِيَ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ بِحَضْرَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔(مرقاۃ:3/1065)

عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھانا:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن بغیر کچھ کھائے پیے عید گاہ تشریف نہیں

لے جاتے تھے۔ اور عید الاضحیٰ کے دن بغیر نماز پڑھے کچھ نہیں کھاتے پیتے تھے۔ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ، وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الأَضْحَى حَتَّى يُصَلِّيَ۔(ترمذی:542)

عید الفطر کے روز عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز، مثلاً: چھوارا یا کھجور وغیرہ طاق عدد میں کھانا افضل ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ تاکہ افطار متحقق ہو جائے اور عملی طور پر یہ واضح ہو جائے کہ آج روزہ نہیں ہے، روزوں کا مہینہ ختم ہو چکا ہے۔(الکوکب الدری:1/436)(معارف السنن:4/453)

عید الاضحیٰ میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا مستحب ہے، اگر کھائے گا تو کوئی کراہت نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ اس روز سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے۔ پھر یہ حکم مطلقاً سب کے لئے ہے یا قربانی کرنے والے کے لئے، اس میں اختلاف ہے:

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: یہ حکم قربانی کرنے والے کے لئے ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مطلقاً سب کے لئے ہے۔(معارف السنن:4/451)

عید گاہ آنے جانے کا راستہ تبدیل کرنا:

حدیث میں ہے: جب عید کا دن ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (عید گاہ آتے جاتے ہوئے) راستہ تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ۔(بخاری:986)

راستہ تبدیل کرنے کی وجوہات:

علماء کرام نے عید گاہ آنے جانے کیلئے راستہ تبدیل کرنے کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں، جن کی تعداد بیس تک پہنچتی ہے، اُن میں سے صحیح ترین یہ ہے کہ اس عمل سے شعائر اسلام اور مسلمانوں کی اجتماعیت اور

شوکت کا اظہار مقصود ہے۔(درسِ ترمذی:2/322)

کچھ مزید حکمتیں مندرجہ ذیل ہیں:

1. تاکہ دونوں راستے گواہی دے سکیں۔

2. تاکہ دونوں راستوں میں موجود جنّ وانس گواہی دے سکیں۔

3. تاکہ دونوں راستوں کو فضیلت کے مرتبہ میں برابر رکھا جاسکے۔

4. کیونکہ آپ ﷺ کا عید گاہ تک پہنچنے کیلئے راستہ دائیں جانب تھا، پس اگر اُسی راستے سے واپس آتے تو بائیں جانب ہو جاتا، اِس لئے دوسرا دائیں جانب والا راستہ اختیار کرتے۔

5. تاکہ دونوں راستوں میں شعائرِ اِسلام اور تکبیر وغیرہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا اِظہار ہوسکے۔

6. تاکہ دونوں راستوں میں موجود کفار مسلمانوں کی کثرت کو دیکھ کر حزن وملال کا شکار ہوجائیں۔ کو غصہ دلایا جاسکے۔

7. تاکہ اپنی کثرت کے ذریعہ کفار پر ہیبت ڈالی جاسکے۔

8. تاکہ دونوں راستوں والے لوگ مسلمانوں کی خوشیوں کو دیکھ سکیں۔

9. تاکہ دونوں راستے والے آپ ﷺ کے مبارک قدموں کے گزرنے اور آپ ﷺ کے دیدار سے مشرّف ہوسکیں۔

10. تاکہ دونوں راستے والوں کی حاجت کو پورا کیا جاسکے، مثلاً صدقہ وغیرہ دیا جاسکے، کسی کو دینی مسئلہ میں کچھ پوچھنا ہو تو اُس کو بتایا جاسکے۔

11. دونوں راستوں میں لوگوں کے سلام کا جواب دیا جاسکے۔

12. تاکہ آنے جانے کے راستے کو بدل کر لوگوں کا رش کم کیا جاسکے۔

13. آپ ﷺ کا وہ راستہ جس سے آپ عید گاہ جایا کرتے تھے وہ واپس آنے کے راستے سے زیادہ بعید تھا اور جاتے ہوئے اُس بعید راستے کو اختیار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ زیادہ قدموں کی وجہ سے ثواب بھی زیادہ ہوسکے۔(عمدۃ القاری:6/306)

ذبح کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بے شک سب سے پہلے جس چیز سے ہم اِس (عید الاضحیٰ کے) دن کی ابتداء کرتے ہیں وہ نماز ہے پھر ہم لوٹ کر قربانی کرتے ہیں، پس جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنّت اور طریقے تک پہنچ گیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو وہ محض ایک گوشت کی بکری ہے جو اُس کے مالک نے اپنے گھر والوں کیلئے جلدی ذبح کرڈالا ہے وہ قربانی نہیں ۔إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلاَةِ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسْكِ فِي شَيْءٍ۔(بخاری:965)

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: مصری کے لئے عید کی نماز کے بعد اور غیر مصری کے لئے صبح صادق کے بعد۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: طلوعِ شمس کے بعد بقدر دو رکعتوں اور دو خطبوں کے وقت گزرنے کے بعد۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: نمازِ عید کے بعد جبکہ اِمام ذبح کرلے، امام ذبح نہ کرے تو اتنی مقدار وقت کے بعد۔
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: مصری کیلئے نمازِ عید کے بعد، اگرچہ خطبہ سے پہلے ہی کیوں نہ ہو اور غیر

مصری کے لئے نمازِ عید کے بقدر وقت گزرنے کے بعد۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/605)

گویا عید کی نماز سے قبل صرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں قربانی درست ہے، ائمہ ثلاثہ نمازِ عید سے پہلے جواز کے قائل نہیں، پس حدیث مذکور امام شافعی رحمہ اللہ کے خلاف حجت ہے۔(مرقاۃ:3/1066)

عیدین کی نماز میں کتنی زائد تکبیرات ہیں؟

حضرت سعید بن العاص نے حضرت ابوموسی اشعری اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں کس طرح تکبیر کہا کرتے تھے؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کی طرح چار تکبیریں کہا کرتے تھے، حضرت حذیفہ نے اُن کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے سچ کہا۔أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ، سَأَلَ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ، وَحُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ، كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ؟ فَقَالَ أَبُو مُوسَى: «كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا تَكْبِيرَهُ عَلَى الْجَنَائِزِ»، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: صَدَقَ۔(ابوداؤد:1153)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي العِيدَيْنِ فِي الأُولَى سَبْعًا قَبْلَ القِرَاءَةِ، وَفِي الآخِرَةِ خَمْسًا قَبْلَ القِرَاءَةِ۔(ترمذی:536)

عیدین کی زائد تکبیرات میں دو طرح کے اختلاف قابلِ وضاحت ہیں:

(1) تکبیراتِ زائدہ کی تعداد کتنی ہے۔ (2) تکبیراتِ زائدہ کا موضع اور مقام کیا ہے۔

پہلا اختلاف: تکبیراتِ زائدہ کی تعداد کتنی ہے:

اختلاف ہے، تقریباً بارہ اقوال ذکر کیے گئے ہیں، لیکن اُن میں سے تین قول ائمہ اربعہ کے زیادہ مشہور و معروف ہیں، اُنہی کو یہاں ذکر کیا جارہا ہے:

- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: کل تکبیرات بارہ ہیں، جن میں تکبیرِ تحریمہ شامل نہیں۔
- مالکیہ وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: کل تکبیرات بارہ ہیں، جن میں تکبیرِ تحریمہ شامل ہے۔
- احناف رحمۃ اللہ علیہم: کل تکبیرات چھ ہیں، جن میں تکبیرِ تحریمہ شامل نہیں۔

ائمہ اربعہ کے اقوال کی تفصیل یہ ہے:

- شوافع کے نزدیک: سات پہلی رکعت میں قبل القراءۃ۔ پانچ دوسری رکعت میں قبل القراءۃ۔
- مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک: چھ پہلی رکعت میں قبل القراءۃ۔ پانچ دوسری رکعت میں قبل القراءۃ۔
- احناف کے نزدیک: تین تکبیرات پہلی رکعت میں قبل القراءۃ اور تین تکبیرات دوسری رکعت میں بعد القراءۃ قبل الرکوع کہی جائیں گی۔(الکوکب الدری:1 /432،433)

نوٹ: ائمہ اربعہ کے مذکورہ بالا اقوال میں تکبیراتِ زائدہ کی تعداد میں تکبیرِ تحریمہ شامل نہیں ہیں۔

دوسرا اختلاف: زائد تکبیراتِ زائدہ کا موضع اور مقام کیا ہے:

عیدین کی زائد تکبیرات قراءت سے پہلے ہیں یا بعد میں، اِس میں اختلاف ہے:

- حضرات احناف رحمۃ اللہ علیہم: پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے اور دوسری میں قراءت کے بعد

- حضرات ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: دونوں رکعتوں میں زائد تکبیرات قراءت سے پہلے ہی کہی جائیں گی۔(الکوکب الدری:1/432،433)

کیا نمازِ استسقاء میں تکبیراتِ زائدہ ہیں؟

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ مرسلاً نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابو بکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما عیدین اور اِستسقاء کی نماز میں (پہلی رکعت میں) سات اور (دوسری رکعت میں) پانچ تکبیریں کہتے اور خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے اور بلند آواز سے تلاوت کرتے۔جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَبَّرُوا فِي الْعِيدَيْنِ وَالِاسْتِسْقَاءِ سَبْعًا وَخَمْسًا، وَصَلَّوْا قَبْلَ الْخُطْبَةِ، وَجَهَرُوا بِالْقِرَاءَةِ۔(مسند الشافعی:1/76)(مشکوۃ المصابیح:1442)

- احناف ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: یہ عام نمازوں کی طرح دو رکعت ہے، اس میں تکبیراتِ زائدہ نہیں۔
- شوافع و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: عیدین کی طرح دنوں رکعتوں میں تکبیراتِ زائدہ ہیں، یعنی پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں زائد کہی جائیں گی (البتہ اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اُن سات تکبیرات میں عیدین کی طرح تکبیرِ تحریمہ کو شامل نہیں کرتے جبکہ اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ سات تکبیریں کہتے ہیں)۔(الفقہ المذاہب الاربعۃ:1/325تا327)

عیدین کا وقت:

وقتِ جائز: سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے زوال سے پہلے تک عیدین کی نماز کا وقت ہے۔

وقتِ مستحب: افضل یہ ہے کہ نمازِ عید الاضحیٰ میں جلدی کی جائے تاکہ قربانی میں جلدی کریں اور

نمازِ عید الفطر میں دیر کی جائے تاکہ صدقہ فطر ادا کر سکیں۔(شامیہ:2/171)(عالمگیری:1/150)

حضرت ابو الحویرث رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کو جو نجران میں تھے یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ بقر عید کی نماز جلدی اور عید الفطر کی نماز تاخیر سے ادا کرو نیز (خطبہ میں) لوگوں کو پند و نصیحت کرو۔أَخْبَرَنِي ابْنُ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيُّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَتَبَ إِلَى عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَهُوَ بِنَجْرَانَ:أَنْ عَجِّلِ الْأَضْحَى وَأَخِّرِ الْفِطْرَ وَذَكِّرِ النَّاسَ۔(مسند الشافعی:1/74)

نمازِ عید کے دوران وقت کا نکل جانا:

اگر عید کی نماز کے دوران نماز تشہد سے پہلے پہلے وقت ختم ہو گیا تو نماز عید ادا نہ ہو گی بلکہ یہ رکعتیں نفل ہو جائیں گی، ہاں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد نکل جائے تو نماز ہو جائے گی۔(شامیہ:2/171)

نمازِ عید پہلے روز ادا نہ کرنا:

عیدین کی نماز اگر پہلے دن ادا نہ کی جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

عُذر کی وجہ سے ہو: عید الفطر کو دوسرے دن تک اور عید الاضحیٰ کو تیسرے دن تک مؤخّر کیا جا سکتا ہے۔

بغیر عُذر کے ہو: عید الفطر کو دوسرے دن تک اور عید الاضحیٰ کو تیسرے دن تک مؤخّر کیا جا سکتا ہے، جبکہ بلا عُذر عید الفطر کو دوسرے دن تک بھی مؤخّر نہیں کر سکتے اور عید الاضحیٰ کو تیسرے دن تک مؤخر کیا جا سکتا ہے، لیکن بلا عذر کے مؤخر کرنا مکروہ ہے۔(عالمگیری:1/152)(البنایۃ:3/121)

حضرت عمیر بن انس اپنے چچاؤں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے، نقل کرتے ہیں کہ ایک قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ شہادت دی کہ انہوں نے کل عید کا چاند دیکھا ہے۔

آپ ﷺ نے صحابہ کو افطار کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگلے دن صبح عید گاہ جائیں۔عَنْ عُمُومَةٍ لَهُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم،أَنَّ رَكْبًا جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَشْهَدُونَ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُفْطِرُوا، وَإِذَا أَصْبَحُوا أَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ۔(ابوداؤد:1157)

کیا عیدین کی نماز کو پہلے دن سے مؤخر کر سکتے ہیں؟

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: مؤخر نہیں کر سکتے۔خواہ عذر کی حالت ہو یا بغیر عذر کے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: عذر کی حالت میں عید الفطر کی نماز کو دوسرے دن تک ، اور عید الاضحیٰ کی نماز کو تیسرے دن تک مؤخر کر کے پڑھ سکتے ہیں۔(الفقہ الاسلامی:2/1393)(البنایۃ:3/120)

عیدین کی نماز کی قضاء کرنا:

- احناف و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم : قضاء نہیں ہے۔
- شوافع و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: قضاء کی جائے گی۔(الفقہ الاسلامی:2/1391،1392)

عیدین کی نماز انفرادی طور پر اداء کرنا:

کسی کی عیدین کی نماز کی جماعت نکل گئی ہو تو کیا وہ انفرادی طور پر اداء کر سکتا ہے۔اس میں اختلاف ہے:

- احناف و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم : عید کی نماز نکل جانے کی صورت میں کہیں اور جا کر جماعت کو حاصل کرنے کی کوشش کرے، انفرادی طور پر نہیں پڑھ سکتا۔
- شوافع و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: انفرادی طور پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔(الفقہ الاسلامی:2/1391،1392)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابٌ فِي الْأُضْحِيَّةِ

﴿عشرہ ذی الحجہ کے فضائل و اعمال﴾

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور اُن میں حرمت کے اعتبار سے سب سے عظیم "ذی الحجہ" کا مہینہ ہے۔سَيِّدُ الشُّهُورِ شَهْرُ رَمَضَانَ وَأَعْظَمُهَا حُرْمَةً ذُو الْحِجَّةِ۔(شعب الایمان:3479)

اِس سے معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کا مہینہ ایک عظیم اور بابرات مہینہ ہے، بالخصوص اس کے ابتدائی دس دن جس کو "عشرہ ذی الحجہ" کہا جاتا ہے، یہ اور بھی زیادہ بابرکت ایّام ہیں، قرآن و حدیث سے اِن دس دنوں کی بڑی فضیلت ثابت ہے، چند فضائل ملاحظہ فرمائیں:

پہلی فضیلت: ذی الحجہ کی دس راتوں کی قسم:

اللہ تعالیٰ نے اِن دس دنوں میں آنے والی راتوں کی قسم کھائی ہے، چنانچہ فرمایا:﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ قسم ہے دس راتوں کی۔(الفجر:2)حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دس راتیں جن کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اُن ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں۔اللَّيَالِي الَّتِي أَقْسَمَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِنَّ الْعَشْرُ الْأُوَلُ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ۔(شعب الایمان:3470)

دوسری فضیلت: سب سے افضل اور عظمت والے ایّام:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی دن اِن دس دنوں سے زیادہ افضل نہیں ہیں اور ان میں کیے جانے والے اعمال سے زیادہ کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پسندیدہ نہیں ہے۔مَا مِنْ أَيَّامٍ أَفْضَلُ عِنْدَ اللهِ وَلَا الْعَمَلُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ۔(شعب الایمان:3481)

ایک اور روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی دن اِن دس دنوں سے زیادہ عظیم نہیں ہیں اور ان میں کیے جانے والے عمل سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ، وَلَا أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْعَمَلِ فِيهِنَّ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ۔(مسند احمد:5446)

تیسری فضیلت: عشرہ ذی الحجہ کے اعمال کا سب سے زیادہ محبوب ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: کوئی دن ایسے نہیں جن میں کیے جانے والے اعمالِ صالحہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی الحجہ کے دس ایام سے زیادہ محبوب ہوں، لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا اللہ کے راستے میں جہاد بھی اِن اعمالِ صالحہ کے برابر نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ہاں! اللہ کے راستے میں جہاد کرنا بھی ان کے برابر نہیں، ہاں مگر وہ شخص جو اللہ کے راستے میں اپنی جان و مال لے کر نکلا ہو اور کچھ بھی واپس لے کر نہ آئے (یعنی شہید ہوجائے)۔«مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهَا أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ» يَعْنِي أَيَّامَ الْعَشْرِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: «وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ۔(ابوداؤد:2438)

چوتھی فضیلت: عشرہ ذی الحجہ کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: ذی الحجہ کے دس دنوں میں (ابتدائی نو دنوں میں سے) ہر دن کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزے کے برابر ہے۔ يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ۔(ترمذی:758)

پانچویں فضیلت: عشرہ ذی الحجہ کی ہر رات کی عبادت کا ثوابِ شبِ قدر کے برابر ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: ذی الحجہ کے دن دنوں میں ہر رات کے قیام (عبادت) کا ثواب لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے۔ وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔(ترمذی:758)

عشرۂ ذی الحجہ افضل ہے یا رمضان کا آخری عشرہ؟

اس بارے میں علماء کی تین آراء ہیں:

1. عشرۂ ذی الحجہ افضل ہے۔ کمافی الحدیث: ”مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ “.........الخ۔(ابوداؤد:2438)
2. رمضان المبارک کا عشرۂ اخیرہ افضل ہے۔ اِس لئے کہ اس میں روزے اور شبِ قدر ہے۔
3. عشرۂ ذی الحجہ کے دن افضل ہیں اور عشرۂ رمضان کی راتیں افضل ہیں۔

<u>**تیسرے قول کی وجہ**</u> : عشرۂ ذی الحجہ کے دن اس لئے افضل ہیں کیونکہ اس میں عرفہ کا دن ہے جو سال کے تمام ایام کا سردار ہے اور رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کی راتیں اس لئے افضل ہیں کیونکہ اس میں شبِ قدر ہے جو سال کی تمام راتوں کی سردار ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح:3/1082)

عشرہ ذی الحجہ کے اعمال:

احادیثِ طیبہ میں ذی الحجہ کے دس مبارک ایّام کے اعمال ذکر کیے گئے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا عمل: ناخن اور بال کاٹنے سے احتراز:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کسی کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو اُسے (قربانی کرنے تک) اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے احتراز کرنا چاہیئے۔إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ، وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ۔(صحیح مسلم:1977)

ایک اور روایت میں ہے: جس کو جانور ذبح کرنا ہو تو وہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد اپنے بال اور ناخن کو قربانی ہونے تک نہ کاٹے۔مَنْ كَانَ لَهُ ذِبْحٌ يَذْبَحُهُ فَإِذَا أُهِلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ، فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ، وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتَّى يُضَحِّيَ۔(صحیح مسلم:1977)

دوسرا عمل: عبادت کی کثرت:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: کوئی دن ایسے نہیں جن میں کیے جانے والے اعمالِ صالحہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی الحجہ کے دس ایام سے زیادہ محبوب ہوں، لوگوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا اللہ کے راستے میں جہاد بھی اِن اعمالِ صالحہ کے برابر نہیں؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ہاں! اللہ کے راستے میں جہاد کرنا بھی ان کے برابر نہیں، ہاں مگر وہ شخص جو اللہ کے راستے میں اپنی جان ومال لے کر نکلا ہو اور کچھ بھی واپس لے کر نہ آئے (یعنی شہید ہو جائے)۔«مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهَا أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ» يَعْنِي أَيَّامَ الْعَشْرِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: «وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ۔(ابوداؤد:2438)

ایک روایت میں ہے: اِن دس دنوں میں کیے جانے عمل کا بدلہ سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔وَالْعَمَلَ فِيهِنَّ يُضَاعَفُ سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ۔(شعب الایمان:3481)

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بنی مخزوم کے ایک قریشی شخص نے مجھ سے یہ حدیث مرفوعاً نقل کی ہے کہ: اِن ایام میں کیے جانے والے اعمال قدر و منزلت میں ایسے ہیں جیسے اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔بَلَغَنِي أَنَّ الْعَمَلَ فِي الْيَوْمِ مِنْ أَيَّامِ الْعَشْرِ كَقَدْرِ غَزْوَةٍ فِي سَبِيلِ اللهِ۔(شعب الایمان:3477)

تیسرا عمل: روزوں کا اہتمام:

ذی الحجہ کے ابتدائی ایّام میں نبی کریم ﷺ کا معمول روزے رکھنے کا تھا، چنانچہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ ذی الحجہ کے نو دن روزہ رکھا کرتے تھے۔كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ۔(ابوداؤد:2437)

اور عشرہ ذی الحجہ میں روزے رکھنے کی فضیلت پر روایت پہلے گزر چکی ہے کہ ذی الحجہ کے دس دنوں میں (ابتدائی نو دنوں میں سے) ہر دن کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزے کے برابر ہے۔يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ۔(ترمذی:758)

چوتھا عمل: عرفہ کے روزے کا خصوصی اہتمام:

عشرہ ذی الحجہ میں ایک دن ”عرفہ“ یعنی 9 ذی الحجہ کا مبارک دن ہے جس میں روزے کا ثواب اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے، نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے (صغیرہ) گناہوں کو مٹادے گا۔صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ، إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ۔(ترمذی:749)

پانچواں عمل: تسبیح، تحمید، تہلیل اور تکبیر کی کثرت:

تسبیح سے مراد اللہ تعالی کی پاکی، تحمید سے مراد اُس کی حمد، تہلیل سے مراد کلمہ طیبہ کا پڑھنا اور تکبیر سے مراد اللہ تعالی کی بڑائی بیان کرنا ہے، اور عشرہ ذی الحجہ میں اِن چاروں چیزوں کی کثرت کی تلقین کی گئی ہے۔ روایات ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اِن دس دنوں میں تہلیل، تحمید، تکبیر اور تسبیح کی کثرت کیا کرو۔ فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ، وَالتَّحْمِيدِ، وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّسْبِيحِ۔(شعب الایمان:3473)

بخاری میں تعلیقاً حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا یہ عمل منقول ہے کہ وہ دونوں حضرات ذی الحجہ کے دس دنوں میں بازار جاکر (لوگوں کو تکبیر کی طرف توجہ دلانے کے لئے) تکبیر کہا کرتے تھے اور لوگ اُن کی تکبیر کی وجہ سے تکبیر کہا کرتے تھے۔ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ: «يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ العَشْرِ يُكَبِّرَانِ، وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا۔(بخاری: باب فضل العمل فی ایام التشریق)

اور یہ تمام چیزیں یعنی تہلیل، تحمید، تکبیر اور تسبیح تیسرے کلمہ میں موجود ہیں، چنانچہ اِن دس دنوں میں چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے تیسرا، چوتھا کلمہ اور تکبیر تشریق وغیرہ کی کثرت کرنی چاہیئے۔

چھٹا عمل: شب بیداری:

عشرہ ذی الحجہ کی مبارک راتیں جن کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر قسم کھائی ہے، بڑی ہی بابرکت راتیں ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن مبارک راتوں کو شبِ قدر کے برابر قرار دیا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے: ذی الحجہ کے دن دنوں میں ہر رات کے قیام (عبادت) کا ثواب لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے۔ وَقِيَامُ

كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ القَدْرِ۔(ترمذی:758)

لہٰذا اِن راتوں کو غفلت اور کوتاہی کا شکار ہو کر گزارنا بڑی نادانی اور خسارے کا سودا ہے، اِس میں زیادہ سے زیادہ عبادت کا اہتمام کرنا چاہیئے خصوصاً عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھنے کا اہتمام تو لازمی کرنا چاہیئے تاکہ حدیث کے مطابق رات بھر کی عبادت کا ثواب مل سکے۔

ساتواں عمل:شبِ عید کا خصوصی اہتمام:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد منقول ہے:

جس نے عیدین کی راتوں میں اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے عبادت کی اُس کا دل اُس (قیامت کے) دن مردہ نہ ہوگا جس دن سب کے دل مردہ ہوجائیں گے۔مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلَّهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ۔(ابن ماجہ:1782)

عشرۂ ذی الحجہ میں ناخن اور بال کاٹنے کی تفصیل:

اِس میں تین باتیں قابلِ وضاحت ہیں:

(1)ناخن اور بال کاٹنے کا حکم۔ (2)یہ حکم کس کیلئے ہے۔ (3)اس کی حکمت کیا ہے؟

ناخن اور بال کاٹنے کا حکم:

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: حرام ہے۔
- امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما: مکروہ تنزیہی ہے۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: کاٹنا بلا کراہت جائز ہے، البتہ نہ کاٹنا مستحب ہے۔(مرقاۃ:3/1081)

تنبیہ: فقہائے احناف کا مسلک اس بارے میں استحباب کا ہے، اِباحت کا نہیں، لہٰذا بعض شرّاحِ حدیث نے احناف کا جو مسلک "مباح ہونا" ذکر کیا ہے وہ درست نہیں۔(ردالمحتار:2/181)(تکملہ فتح الملہم:3/585)

ناخن اور بال کاٹنے کا حکم کس کیلئے ہے:

یہ استحباب صرف اُن لوگوں کے لئے ہے جن کا قربانی کا ارداہ ہو، خواہ واجب قربانی کا ارادہ ہو یا نفلی کا۔ نیز یہ حکم اُس وقت ہے جبکہ بال اور ناخن کاٹے ہوئے چالیس دن پورے نہ ہوتے ہوں، ورنہ بال اور ناخن کاٹنا ضروری ہے اور نہ کاٹنا حرام ہے۔(احسن الفتاوی:7/497)(ردالمحتار:2/181)

بال اور ناخن نہ کاٹنے کی حکمت:

1. حجاجِ بیت اللہ کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا، کیونکہ وہ بھی بحالتِ احرام یہ کام نہیں کرتے۔
2. اضحیہ دراصل قربانی کرنے والے کی جان کا فدیہ ہوتا ہے، پس ناخن وغیرہ کاٹنے سے روکا گیا تاکہ تمام اجزاء کے ساتھ فدیہ ہو۔(مرقاۃ المفاتیح:3/1081)(تکملہ فتح الملہم:3/586)

﴿قربانی کے فضائل ،احکام ، فقہی مباحث مع اختلافاتِ ائمہ﴾

لفظ" اضحیہ" کے اعراب اور معنی:

اعراب: علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے اندر چار لغات ہیں:

1. اُضْحِيَة۔ بضم الھمزہ۔ جمع أَضَاحِيٌّ آتی ہے۔
2. اِضْحِيَة۔ بکسر الھمزہ۔ اس کی جمع بھی أَضَاحِيٌّ آتی ہے۔
3. ضَحِيَّة۔ بغیر الھمزہ وبفتح الضاد وکسر الحاء۔ اس کی جمع ضَحَايَا آتی ہے۔
4. اَضْحَاة۔ اس کی جمع أَضْحَى آتی ہے۔

اِصطلاحی معنی: ذَبْحُ حَيَوَانٍ مَخْصُوصٍ بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ فِي وَقْتٍ مَخْصُوصٍ. یعنی مخصوص جانور کو مخصوص وقت میں نیتِ قربت (ثواب کی نیت) کے ساتھ ذبح کرنا۔ (الدر المختار:6/312)

قربانی کی اہمیت:

قربانی ایک اہم عبادت اور شعائر اسلام میں سے ہے، زمانہ جاہلیت میں بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا، لیکن اس وقت بتوں کے نام پر قربانی کی جاتی تھی، اسلام نے آکر اس کو صرف ایک خدائے وحدہ لاشریک کے لئے خاص کر دیا اور اس کے علاوہ کسی اور کے نام پر ہونے والے ذبیحوں کو مردود اور حرام قرار دیا۔ اِس کی اہمیت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منوّرہ ہجرت کرنے کے بعد دس

سال قیام فرمایا اور مسلسل پابندی کے ساتھ بلاناغہ قربانی کا اہتمام کیا۔أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ يُضَحِّي كُلَّ سَنَةٍ۔(ترمذی:1507)

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے قربانی کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا یہ واجب ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی ہے، آپ کے بعد مسلمانوں نے کی ہے اور اِسی کے مطابق سنّت جاری ہوچکی ہے۔ضَحَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْمُسْلِمُونَ مِنْ بَعْدِهِ، وَجَرَتْ بِهِ السُّنَّةُ۔(ابن ماجہ:3124)

قربانی کے لفظ کا معنی اور اُس کی صورتیں:

قربانی کا لفظ (جس کا مادہ ”قربان“ ہے) اگرچہ جانوروں کے ذبیحہ کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن باعتبار لغت اس کا اطلاق ہر اُس چیز پر ہوتا ہے جس کو اللہ تعالی کے تقرب کا ذریعہ بنایا جائے۔

بنیادی طور پر قربانی تین چیزوں کی ہوتی ہے

(1)جان کی قربانی۔ (2)مال کی قربانی۔ (3)خواہشات کی قربانی۔

نماز، روزہ اور دیگر جسمانی عبادات پہلی قسم سے تعلق رکھتی ہیں، جن میں جہاد کو سب سے زیادہ فوقیت حاصل ہے۔زکوۃ، صدقہ وخیرات اور دیگر مالی عبادات (جس میں قربانی بھی شامل ہے) دوسری قسم سے متعلق ہیں، جبکہ خواہشات کی قربانی میں تمام بدنی ومالی عبادتیں بلکہ ایک مسلمان کی شروع سے لے کر آخر تک کی پوری زندگی آجاتی ہے، اس لئے کہ خواہشات کی قربانی کے بغیر کسی عبادت کا سرانجام دینا یا کسی گناہ

ونافرمانی سے بچنا ممکن نہیں، یہی وجہ ہے کہ قربانی کی یہ قسم بقیہ دونوں قسموں سے افضل قرار پائی ہے، بلکہ دیکھا جائے تو پہلی دونوں قسمیں دراصل اس تیسری قسم ہی کی ایک شکل ہیں۔

جانوروں کی قربانی میں اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ یہ دراصل خواہشات کو قربان کرنے کی ایک ٹریننگ ہے، اس سے بندوں کو یہ سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ وہ جانور کی قربانی کے ساتھ ساتھ اپنی پوری زندگی میں حرام خواہشات کو قربان کرنا سیکھیں۔

قربانی کے فضائل :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں: عید الاضحیٰ کے دن انسان کا کوئی عمل اللہ تعالی کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں۔ اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالی کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ اُس کے بعد ارشاد فرمایا: ” فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا “پس تم لوگ خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ القِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا، وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الأَرْضِ، فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا۔(ترمذی:1493)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ قربانیاں کیا چیز ہیں؟ آپ انے فرمایا:”سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ “یہ تمہارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے پوچھا: ہمارے لئے اس میں کیا اجر و ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " بِكُلِّ شَعَرَةٍ، حَسَنَةٌ "۔ ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔ ہم نے پھر پوچھا: یہ فضیلت اون والے جانور میں بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اون کے بھی ہر بال پر ایک نیکی ہے۔عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الْأَضَاحِيُّ؟ قَالَ: «سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ» قَالُوا: فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «بِكُلِّ شَعَرَةٍ، حَسَنَةٌ» قَالُوا: " فَالصُّوفُ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «بِكُلِّ شَعَرَةٍ مِنَ الصُّوفِ، حَسَنَةٌ»۔(ابن ماجہ:3127)

سننِ کبری بیہقی میں "بِكُلِّ قَطْرَةٍ حَسَنَةٌ " کے الفاظ ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ جانور کے خون کے ہر قطرہ میں ایک نیکی ملتی ہے۔(السنن الکبری للبیہقی:19016)

حضرت عمرن بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اے فاطمہ! اُٹھو اور اپنے جانور کی قربانی میں حاضر ہو جاؤ، کیونکہ اُس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی تمہارے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔يَا فَاطِمَةُ قَوْمِي إِلَى أُضْحِيَّتِكَ فَاشْهَدِيهَا فَإِنَّهُ يُغْفَرُ لَكِ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا كُلُّ ذَنْبٍ عَمِلْتِيهِ۔(مستدرکِ حاکم:7524)

ایک ضعیف روایت میں ہے کہ اپنی قربانی کے جانوروں کو خوب قوی رکھا کرو، کیونکہ وہ (قیامت کے دن) پل صراط پر تمہاری سواری ہو گا۔فَإِنَّهَا مَطَايَاكُم عَلَى الصِّرَاط۔(کنز العمال: 12177)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی مال محبوب نہیں جو اُس قربانی کے جانور میں خرچ کیا جائے جو عید کے دن قربان کیا جائے۔ مَا أُنْفِقَتُ الْوَرِقُ فِي شَيْءٍ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ نَحِيرٍ يُنْحَرُ فِي يَوْمِ عِيدٍ۔(طبرانی کبیر:10894)

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس نے خوشدلی کے ساتھ اجر وثواب کی نیت سے قربانی کی تو وہ قربانی کا جانور اُس کیلئے جہنم سے حجاب بن جاتا ہے۔مَنْ ضَحَّى طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، مُحْتَسِبًا لِأُضْحِيَّتِهِ؛ كَانَتْ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ۔(طبرانی کبیر:2736)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتی ہیں: خوشدلی کے ساتھ قربانی کیا کرو، اِس لئے کہ کوئی مسلمان بھی اپنی قربانی کا جانور قبلہ رُخ (کرکے ذبح) کرے تو اُس کا خون، گوبر اور اُون سب کچھ نیکیاں بن کر میزانِ عمل میں قیامت کے دن حاضر کیا جائے گا۔ضَحُّوا، وَطَيِّبُوا بِهَا أَنْفُسَكُمْ؛ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ مُسْلِمٍ يُوَجِّهُ ضَحِيَّتَهُ إِلَى الْقِبْلَةِ إِلَّا كَانَ دَمُهَا، وَفَرْثُهَا، وَصُوفُهَا حَسَنَاتٍ مُحْضَرَاتٍ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(مصنّف عبد الرزاق:8167)

فضائلِ اضحیہ کا خلاصہ:

مذکورہ بالا احادیث سے قربانی کے مندرجہ ذیل فضائل معلوم ہوتے ہیں:

1. اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین عمل ہے۔(ترمذی:1493)
2. قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضاء اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔(ترمذی:1493)
3. قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔(ابن ماجہ:3127)
4. قربانی کرنے والے کو جانور کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے۔(ابن ماجہ:3127)
5. جانور اگر اون والا بھی ہو تو ہر اون کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے۔(ابن ماجہ:3127)
6. جانور کے خون کے ہر قطرے کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے۔(السنن الکبریٰ للبیہقی:19016)

7. قربانی کے جانور کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی قربانی کرنے والے کی مغفرت کردی جاتی ہے۔(مستدرکِ حاکم:7524)

8. قربانی کا جانور قیامت کے دن پل صراط پر سواری ہو گا۔(کنزالعمال:12177)

9. قربانی کا جانور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مال کا سب سے محبوب ترین مصرف ہے۔(طبرانی کبیر:10894)

10. خوش دلی کے ساتھ اجر و ثواب کی نیت سے قربانی کرنے والے کے لئے قربانی کا جانور جہنم سے حجاب یعنی رکاوٹ بن جائے گا۔(طبرانی کبیر:2736)

11. قربانی کے جانور کا خون، گوبر اور اُون سب کچھ نیکیاں بن کر میزانِ عمل میں قیامت کے دن حاضر کیا جائے گا۔(مصنّف عبد الرزاق:8167)

قربانی نہ کرنے کی وعیدیں:

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص تم میں سے وسعت رکھتے ہوئے بھی قربانی نہ کرے تو اُسے چاہیئے کہ ہمارے ہمارے عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے ۔مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔(مسند احمد:8273)

قربانی کا حکم:

- امام ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ: واجب ہے۔
- ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم: سنت ہے۔(مرقاۃ:3/1077)

سنّت ہونے کی دلیل:

حدیث میں ہے: جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کسی کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو اُسے (قربانی کرنے تک) اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے احتراز کرنا چاہیئے ۔إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ، وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ۔(مسلم:1977)

اِس حدیث میں قربانی کے ساتھ اِرادے کو ذکر کیا ہے اور ظاہر ہے کہ اِرادہ وجوب کے خلاف ہے، کیونکہ واجب کام تو بہر حال کرنا ضروری ہوتا ہے۔

واجب ہونے کی دلیل:

نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ آنے کے بعد مسلسل دس سال بلاناغہ قربانی کی ہے۔(ترمذی:1507)اور یہ مواظبت خود وجوب کی دلیل ہوتی ہے۔ نیز قربانی کے ترک پر وعید ذکر کی گئی ہے۔(مسند احمد:8273)اور وعید کسی سنت کے ترک پر نہیں ہوتی۔باقی رہا حدیث میں قربانی کو اِرادے پر موقوف کرنا، تو اُس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں اِرادہ ”سہو“ کے مقابلے میں ذکر کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس کو قربانی کرنا یاد ہو اور وہ بھولا نہ ہو، اور اِس صورت میں یہ وجوب کے خلاف نہیں۔(ہدایۃ:کتاب الأضحیۃ)

وجوب کی ایک دلیل یہ بھی ہے:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جس نے نمازِ عید سے پہلے جانور ذبح کردیا اُسے چاہیئے کہ اُس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور جس نے نماز سے پہلے ذبح نہیں کیا اُسے چاہیئے کہ اللہ کے نام لیکر ذبح کرے۔مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَلْيَذْبَحْ أُخْرَى مَكَانَهَا، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ، فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللَّهِ۔(بخاری:985)

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِس سے بھی قربانی کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے، اِس لئے کہ اگر یہ سنّت عمل تھا تو اُس کی جگہ دوسرا جانور قربانی کرنے کا حکم کیوں دیا گیا۔(مرقاۃ المفاتیح:3/1077)

قربانی کس پر واجب ہے؟

قربانی ہر مسلمان، مرد وعورت، عاقل، بالغ اور مقیم پر لازم ہے، جبکہ اُس کی ملکیت میں صدقہ فطر کا نصاب موجود ہو، یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا اُس کی مالیت کا ضرورت سے زائد مال ہو، خواہ وہ مال سونا چاندی ہو یا نقدی یا مالِ تجارت۔(شامیہ:6/313تا315)

تنبیہ: واضح رہے کہ ہر شخص کی اپنی ذاتی ملکیت کا اعتبار ہے، پس ایک گھر کے سربراہ کا قربانی کرلینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ گھر کے دیگر افراد بھی اگر صاحب نصاب ہیں تو اُن پر بھی قربانی ضروری ہے۔

قربانی کی شرائط:

قربانی کی دو طرح کی شرطیں ہیں:(1)شرائطِ وجوب۔(2)شرائطِ صحت۔

شرائطِ وجوب:

یعنی وہ شرائط جن کے پائے جانے سے مکلف پر قربانی لازم ہوتی ہے اور وہ پانچ ہیں:

(1)اسلام: کافر پر قربانی لازم نہیں۔(2)حرّیت: غلام پر قربانی لازم نہیں۔(3)عقل: مجنون پر قربانی لازم نہیں۔(4)بلوغ: نابالغ پر قربانی لازم نہیں۔(5)اقامت: مسافر پر قربانی لازم نہیں۔(6)صاحبِ نصاب: غیر صاحبِ نصاب پر قربانی نہیں۔(البنایہ:12/4)(ردالمحتار:6/315،316)

شرائطِ صحت:

یعنی وہ شرائط جن کا لحاظ نہ کیا جائے تو قربانی اداء ہی نہیں ہوتی۔

1. نیت کا ہونا، پس بلا نیت کے قربانی کی جائے یا غلط نیت مثلاً گوشت حاصل کرنے کی نیت سے قربانی کی جائے تو قربانی درست نہیں ہوگی، البتہ خریدتے ہوئے نیت کرنا کافی ہے، اگرچہ ذبح کے وقت نیت نہ بھی کی جائے۔(ردالمحتار:312/6)
2. جانور میں شرائطِ اضحیہ کا پورا ہونا۔ یعنی: (1) جانور قربانی کا ہو، یعنی ابل، بقر اور غنم میں سے ہو۔ (2) جانور کی شرعی عمر پوری ہو۔ (3) جانور عیوبِ فاحشہ سے محفوظ ہو۔(الفقہ الاسلامی:2719/4)
3. وقت مخصوص کا ہونا: یعنی 11، 12، 13 ذی الحجہ کے ایّام ہوں۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:604/1)
4. ذابح کا مسلمان یا کتابی ہونا۔ پس ذابح اگر مسلمان یا کتابی نہ ہو تو قربانی صحیح نہیں۔(البنایۃ:527/11)
5. تسمیہ یعنی بوقتِ ذبح بسم اللہ پڑھنا: پس اگر جان بوجھ کر ذبح کرتے ہوئے تسمیہ چھوڑ دیا تو قربانی بھی نہ ہوگی اور جانور بھی حلال نہ ہوگا، البتہ بھولے سے ترک ہو جانا معاف ہے۔(البنایۃ:531/11)
6. سانس کی نالی، غذا کی نالی اور دو خون کی رگوں) میں سے کم از کم تین کا کاٹنا۔(الدر المختار:295/6)

شرائطِ مختلف فیہا:

یعنی وہ شرائط جن پر سب کا اتفاق نہیں، بعض نے ضروری قرار دی ہیں اور بعض نے نہیں، ذیل میں اُن کی تفصیل اختلافاتِ ائمہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

1. مقیم ہونا۔ احناف: شرط ہے۔ ائمہ ثلاثہ: شرط نہیں۔[1]

2. بالغ ہونا۔	شوافع و محمد: شرط ہے۔	ائمہ ثلاثہ و ابویوسف: شرط نہیں۔2
3. دن کو ذبح کرنا۔	مالکیہ: شرط ہے۔	ائمہ ثلاثہ: شرط نہیں۔3
4. غیر حاجی ہونا۔	مالکیہ: شرط ہے۔	ائمہ ثلاثہ: شرط نہیں۔4
5. ذابح کا مسلم ہونا۔	مالکیہ: شرط ہے۔	ائمہ ثلاثہ: شرط نہیں۔5
6. تسمیہ۔	شوافع: شرط نہیں۔	ائمہ ثلاثہ: شرط ہے۔6

حوالہ جات بالترتیب: 1(الفقہ الاسلامی:4/2779) 2(الفقہ علی المذاہب:1/648) 3(الفقہ الاسلامی:4/2710) 4(الفقہ علی المذاہب:1/602) 5(الفقہ الاسلامی:4/2710) 6(الفقہ علی المذاہب:1/649)

حاجی پر قربانی کا لازم ہونا:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: حاجی پر قربانی لازم نہیں ہوتی۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: حاجی پر قربانی لازم ہوتی ہے۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/644)

نابالغ پر قربانی کا لازم ہونا:

- امام شافعی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما: قربانی لازم نہیں، وعلیہ الفتوی عند الاحناف۔
- ائمہ ثلاثہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہم: نابالغ اگر صاحبِ وسعت ہے تو اُس پر بھی قربانی ہے، اور اُس کی طرف سے اُس کا ولی کرے گا۔(الفقہ علی المذاہب:1/644)(رد المحتار:6/315-316)(البنایہ:12/13)(الشرح الکبیر:2/118)(الھدایۃ علی مذہب الامام احمد:1/234)

مسافر پر قربانی کالازم ہونا:

قربانی کے لازم ہونے کیلئے ایک شرط "اِقامت" یعنی مقیم ہونا بھی ہے لیکن اِس شرط کے بارے اختلاف ہے کہ مسافر کیلئے قربانی کا حکم ہے یا نہیں:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: مسافر پر قربانی لازم نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مسافر اگر قدرت رکھتا ہو تو اُس کو بھی قربانی کرنی چاہیئے۔(الفقہ الاسلامی:4/2779)

بعض روایات سے سفر کے دوران قربانی کرنا معلوم ہوتا ہے جو ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے، لیکن اُن روایات کا جواب احناف کی جانب سے یہ ہے کہ: (1) ممکن ہے کہ کسی جگہ اقامت کر رکھی ہو۔(2) یا بطور استحباب کے قربانی کی گئی ہو۔(مرقاۃ المفاتیح:3/1086)

فائدہ :

(1) جانور خریدنے کے بعد سفر شروع کیا جائے تو موسر (خوشحال) ہونے کی صورت میں قربانی لازم نہیں رہتی، اور معسر (تنگدست) ہو تو اُس جانور کا قربان کرنا ضروری ہے۔(ردالمحتار:6/312)

(2) وقت داخل ہونے کے بعد سفر شروع کیا جائے تو موسر ہونے کی صورت میں قربانی لازم نہیں رہتی، اور اگر معسر ہو اور جانور بھی خرید لیا ہو تو اُس کو قربان کرنا ضروری ہے۔(ردالمحتار:6/312)

(3) اول وقت میں مسافر ہو اور آخرِ وقت میں مقیم ہو جائے تو قربانی لازم ہو جائے گی۔(عالمگیری:5/292)

اضحیہ کی اقسام:

حکم کے اعتبار سے قربانی کی دو قسمیں ہیں: (1) واجب۔ (2) تطوع۔

واجب: وہ قربانی جو شرعاً لازم ہو، اور اُس کا ترک موجبِ معصیت ہو۔ پھر اس کی تین قسمیں ہیں:

1. واجب علی الغنی والفقیر: جو صاحبِ وسعت اور تنگ دست دونوں پر لازم ہو۔ جیسے: نذر کی قربانی۔
2. واجب علی الغنی فقط: جو صرف صاحبِ وسعت (صاحبِ نصاب) پر لازم ہو جیسے: عید کی قربانی۔
3. واجب علی الفقیر فقط: جو صرف تنگ دست پر لازم ہو۔ جیسے: قربانی کی نیت سے جانور کا خریدنا۔

تطوّع: یعنی نفلی قربانی جو شرعاً لازم نہ ہو اور اُس کا ترک مباح ہو۔ جیسے: مسافر کی قربانی، اور تنگ دست کی قربانی، جبکہ اُس نے نذر نہ کی ہو اور قربانی کا جانور خریدا نہ ہو۔(فتاوی ہندیہ:5/291)

قربانی کے جانور:

شریعت میں تین طرح کے جانوروں کی قربانی کو مشروع کیا گیا ہے:

(1)—ابل: اس میں اونٹ، انٹنی خواہ کسی بھی نسل کے ہوں، سب شامل ہیں۔

(2)—بقر: اس میں گائے، بیل بھینس سب شامل ہیں۔

(3)—غنم: اِس میں بکرا، بھیڑ اور دنبہ نر و مادہ سب شامل ہیں

مذکورہ تین قسم کے جانوروں کی قربانی جائز ہے اگرچہ یہ وحشی ہی کیوں نہ ہوگئے ہوں، اِن کے علاوہ کسی بھی قسم کے جانور خواہ وہ ماکول اللحم ہوں یا غیر ماکول اللحم، یعنی حلال ہوں یا حرام، اُن کی قربانی درست نہیں ہوتی۔(البنایۃ:12/45،46)(الفقہ الاسلامی وادلتہ:4/2719)(مرقاۃ:3/1079)

قربانی کے جانوروں میں ائمہ کا اختلاف:

- اصحابِ ظواہر: ہر قسم کے جانوروں کی کی قربانی درست ہے۔
- جمہور ائمہ کرام: صرف، ابل، بقر اور غنم کی قربانی ہو سکتی ہے۔(البنایہ:12/45)

قربانی کے جانوروں کی عمریں:

قربانی کے جانوروں میں مندرجہ ذیل عمروں کا لحاظ ضروری ہے، اس کے بغیر قربانی درست نہیں ہوتی۔

- اونٹ میں: پانچ سال مکمل ہو کر چھٹا شروع ہو چکا ہو۔
- بقر میں: دو سال مکمل ہو کر تیسرا شروع ہو چکا ہو۔
- غنم میں: ایک سال مکمل ہو کر دوسرا شروع ہو چکا ہو۔(مرقاۃ:3/1079)

قربانی کے جانوروں کی عمروں میں ائمہ کا اختلاف:

- احناف وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: اونٹ 5 سال بقر 2 سال غنم 1 سال۔
- مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: اونٹ 5 سال بقر 3 سال غنم 1 سال اور تقریباً ایک مہینہ۔
- شوافع رحمۃ اللہ علیہم: اونٹ 5 سال بقر 2 سال غنم 2 سال۔

خلاصہ: یہ ہے کہ اونٹ کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ کم از کم پانچ سال کا ہونا چاہیئے۔ دوسرے جانوروں میں اختلاف ہے:

بقر:

☆— امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: گائے، بیل اور بھینس میں کم از کم تین سال ہونے چاہیئے۔

☆ــــ ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: کم از کم دو سال مکمل ہونے چاہیئے۔

غنم:

☆ــــ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: دو سال مکمل۔

☆ــــ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: ایک سال اور تقریباً ایک مہینہ۔

☆ــــ احناف اور حنابلہ: ایک سال مکمل۔(الفقہ الاسلامی:4/2724)(الفقہ علی المذاہب:1/605)

جَذع کی تفصیل:

جَذع لغت میں چھوٹے بچے کو کہتے ہیں، اور یہ در اصل "ثنی" کے مقابلے میں آتا ہے، یعنی وہ جانور جس کی قربانی کی عمر پوری نہ ہوئی ہو۔، چنانچہ:

☆ــــ جَذع من الابل: پانچ سال سے کم کا اونٹ

☆ــــ جَذع من البقر: دو سال سے کم عمر کی گائے، بیل وغیرہ۔

☆ــــ جَذع من الغنم: ایک سال سے کم عمر کا بکرا، بکری، بھیڑ اور دنبہ۔

جَذع من الضّان کی تعریف:

"ضان" سے مراد ذوات الصوف یعنی اون والا جانور ہے، خواہ چکتی والا ہو جیسے دنبہ، یا بغیر چکتی کا جیسے بھیڑ، چنانچہ احسن الفتاوی میں اسی عمومی معنی کو راجح قرار دیا ہے۔(احسن الفتاوی:7/523)

"جَذع من الضّان" کی تعریف یہ کی جاتی ہے:

وہ بھیڑ یا دنبہ ہے جس کے چھ مہینے مکمل ہو چکے ہوں۔مَا تَمَّتْ لَهُ سِتَّةُ أَشْهُرٍ۔(البنایۃ:12/47)

وہ بھیڑ یا دنبہ ہے جس کے سال کا اکثر حصہ گزر چکا ہو۔مَا أَتَی عَلَیْهِ أَکْثَرُ الْحَوْلِ۔(ردّالمحتار:6/321)

لیکن جذع من الضان یعنی سال سے کم مگر چھ مہینے سے زیادہ کا دنبہ یا بھیڑ قربانی کیلئے تب کافی ہو سکتا ہے جبکہ وہ اتنا بڑا ہو کہ سال بھر کے جانوروں میں کھڑا کرنے سے سال ہی کا معلوم ہوتا ہو۔(البنایۃ:12/47)

جَذع من الضان کی تفسیر میں ائمہ کا اختلاف:

جذع من الضان کی تفسیر میں ائمہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

- امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما: کم از کم چھ مہینے پورے ہو کر ساتویں مہینے میں داخل ہو گیا ہو۔
- امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما: کم از کم ایک سال مکمل ہو چکا ہو اور دوسرے سال میں داخل ہو گیا ہو۔(الفقہ الاسلامی:4/2723)(الفقہ علی المذاہب:1/603 – 605)(تکملہ فتح الملہم:3/558)

احناف کے نزدیک جذع کے قربان کرنے کے لئے چھ مہینے پورے ہونے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس قدر فربہ ہو کہ ثنی(سال بھر)کے ساتھ مل کر سال کا ہی محسوس ہوتا ہو۔(ردالمحتار:6/321)

خلاصہ: یہ ہے کہ بھیڑ اور دنبہ اگر سال سے کم بھی ہو تو اُس کی قربانی دو شرطوں کے ساتھ جائز ہوتی ہے۔ (1)چھ ماہ سے زیادہ ہو۔ (2)اتنا فربہ ہو کہ سال کا محسوس ہو۔(البنایۃ:12/45،46)

جذع کا حکم :

جذع من الضان یعنی بھیڑ اور دنبہ کے علاوہ کسی جانور کا جذع یعنی مقررہ عمر سے کم عمر کا جانور جائز نہیں، اور اُس کے قربان کرنے سے قربانی بھی درست نہیں ہو گی، اگرچہ ایک دن ہی کی کمی ہو۔اِسی لئے جب

قربانی کے مسائل میں "جَذع" کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے مراد "جَذع من الضّان" ہی لیا جاتا ہے ،کسی اور نوع کا جذع مراد نہیں ہوتا۔

جذع من الضان کے جواز میں اختلاف:

- امام زھری رحمۃ اللہ علیہ: درست نہیں، اس سے قربانی نہیں ہوتی۔
- جمہور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم: قربانی ہو جاتی ہے۔(تکملہ فتح الملہم:3/557)

"عَتُود" کا معنی اور حکم:

عَتود کا معنی : بکری کا وہ بچہ ہے جو ایک سال کا ہو، اور یا وہ بکری کا بچہ ہے جو سال بھر سے کم کا ہو۔

عَتود کا حکم : پہلے معنی کے اعتبار سے اس کی قربانی جائز ہے کیونکہ اُس کی عمر یعنی سال مکمل ہے ، لیکن دوسرے معنی کے اعتبار سے قربانی جائز نہیں، کیونکہ عمر یعنی سال مکمل نہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں ایک کچھ چھوٹے جانور دیے تاکہ وہ اُنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیں ، اُنہوں نے وہ تقسیم کر دیں لیکن ایک "عَتود" باقی رہ گیا، اُن صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: تم اسے ذبح کر لو۔(بخاری:2300)

عَتود کے پہلے معنی کے اعتبار سے حدیث پر کوئی اشکال نہیں کیونکہ ایک سال کی بکری کی قربانی جائز ہے البتہ دوسرے معنی کے اعتبار سے حدیث پر یہ اِشکال ہو گا کہ ایک سال سے کم عمر بکری کی قربانی کو جائز کہا گیا ہے ؟ اِس کا جواب شارحین نے یہ دیا ہے کہ یہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت پر محمول ہے، یعنی دوسروں کیلئے اِس پر عمل کرنا درست نہیں۔(مرقاۃ: 3/1079)(تکملہ فتح الملہم:3/560)

جانور کی خریداری:

جانور کی خریداری میں مندرجہ ذیل امور کا اچھی طرح لحاظ رکھنا چاہیئے:

(1)— جانور حلال اور پاکیزہ مال سے خریدنا چاہیئے، اِس لئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف حلال و پاکیزہ مال کو قبول کرتے ہیں۔لاَ يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ۔(بخاری:1410)لہٰذا اللہ کے نام پر ذبح کیے جانے والے جانور کو حرام مال سے خرید کر کیا ثواب اور اجر کی امید رکھی جاسکتی ہے۔

(2)—جانور کو اچھی طرح سے دیکھ لینا چاہیئے کہ اُس کی عمر پوری ہے یا نہیں،اِسی طرح اُس کے اندر کوئی ایسا عیب تو نہیں جس کی وجہ سے قربانی نہ ہوتی ہو۔حدیث میں ہے،حضرت علی کرّم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمیں اِس بات کا حکم دیا کرتے تھے کہ ہم جانور کی آنکھ اور کان وغیرہ کو اچھی طرح سے دیکھ لیں۔أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ العَيْنَ وَالأُذُنَ۔(ترمذی:1498)

(3)—بہتر یہ ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اچھا، عمدہ اور فربہ جانور خریدنے کا اہتمام کریں۔حدیث میں ہے: بے شک قربانی کیلئے سب سے افضل جانور وہ ہے جو سب سے زیادہ مہنگا اور فربہ ہو۔إِنَّ أَفْضَلَ الضَّحَايَا أَغْلَاهَا وَأَسْمَنُهَا۔(مستدرک حاکم:7561)ایک اور روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب قربانی کا اِرادہ فرماتے تو بڑے، فربہ، سینگوں والے، چتکبرا رنگ کے اور خصی دو مینڈھے خریدتے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ، اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ، سَمِينَيْنِ، أَقْرَنَيْنِ، أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوءَيْنِ۔(ابن ماجہ:3122)

لیکن یہ واضح رہنا چاہیئے کہ فربہ اور مہنگے جانور خریدنے کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضاء وخوشنودی

ہونی چاہیئے، ناموری اور شہرت ہر گز ہر گز مقصود نہیں ہونی چاہیئے ورنہ "نیکی برباد گناہ لازم" ہو جائے گا۔

(4)۔۔اگر جانور میں کسی کو شریک کرنا ہو تو بہتر ہے کہ خریداری سے پہلے ہی اُس سے بات وغیرہ کر کے طے کر لیں، اگرچہ یہ کام بعد میں بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن پہلے کر لینا بہتر ہے۔(شامیہ:6/317)

قربانی کا جانور قرض لیکر یا ادھار پر خریدنا:

قربانی کے جانور کی خریداری میں بسا اوقات نقد ادائیگی کیلئے کسی کے پاس رقم نہیں ہوتی اور وہ قرض لیکر یا ادھار پر جانور کو خریدنا چاہتا ہے تو اِس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ صاحبِ نصاب نہیں تو قرض لیکر اپنے آپ پر اضافی بوجھ نہیں ڈالنا چاہیئے، کیونکہ شریعت نے اُس پر قربانی کو لازم ہی نہیں کیا۔ہاں! اگر وہ صاحبِ نصاب ہے لیکن فی الحال جانور کی خریداری کیلئے اُس کے پاس رقم موجود نہیں تو وہ کسی سے ادھار لیکر یا خود بیچنے والے سے ادھار پر جانور خرید سکتا ہے۔اس میں کوئی حرج نہیں۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل:4/220)

قربانی کا جانور قسطوں پر خریدنا :

قسطوں پر کی جانے والی خرید و فروخت جائز ہے، اور قربانی کے جانور میں بھی یہ طریقہ اپنایا جا سکتا ہے یعنی ایک متعیّنہ رقم میں جانور کو خرید لیا جائے اور بعد میں ماہانہ یا جو بھی طے ہو اُس کے مطابق قسطوں کی ادئیگی کی جاتی رہے۔اس میں کوئی حرج نہیں۔کیونکہ جس جانور کے آپ مالک ہیں اُس کی قربانی جائز ہے، خواہ نقد خریدیں یا ادھار اور قسطوں پر۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل:4/220)

قربانی کا جانور تول کر یعنی وزن کر کے خریدنا یا بیچنا:

موجودہ دور میں بہت سی جگہوں میں یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جانوروں کو تول کر اور وزن کر کے فروخت کرتے ہیں، یہ جائز ہے اور ایسی قربانی بھی بلاشبہ درست ہے۔(ماہنامہ بینات ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ)

البتہ اِس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ خریدتے ہوئے قربانی ہی کو مقصود اور پیشِ نظر رکھنا چاہیئے، گوشت کے حصول کی نیت نہیں کرنی چاہیئے۔

جانوروں کے اعضاء میں قطع کی مانع مقدار:

یعنی قربانی کے جانوروں کے مختلف اعضاء اگر کچھ کٹے ہوئے ہوں تو اُن کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

1. قطعِ قلیل۔ اس صورت میں قربانی ہو جاتی ہے، لیکن اگر اس سے بھی اجتناب ہو تو بہتر ہے۔
2. قطعِ کثیر۔ اس صورت میں قربانی نہیں ہوتی۔

پھر قلیل و کثیر کی تعیین میں اختلاف ہے کہ کتنی مقدار قلیل اور کتنی کثیر کہلائے گی:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: امام صاحب سے چار اقوال منقول ہیں:

1. **اکثر من الثلث۔** یعنی تہائی سے زیادہ مانع ہے اور تہائی یا تہائی سے کم جائز ہے۔ وھو ظاہر الروایۃ۔
2. **ثلث۔** یعنی تہائی اور اس سے زیادہ مانع ہے اور تہائی سے کم جائز ہے۔
3. **ربع۔** یعنی چوتھائی یا اس سے زیادہ مانع ہے اور چوتھائی سے کم جائز ہے۔
4. **اکثر من النصف۔** نصف اور اس سے زیادہ مانع ہے اور نصف سے کم جائز ہے۔(رد المحتار:6/323)

- صاحبین رحمۃ اللہ علیہما: **اکثر من النصف۔** نصف اور اُس سے زیادہ مانع ہے اور نصف سے کم جائز ہے۔(ایضاً)

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: **قطعِ مطلق**۔ یعنی تھوڑا سا بھی کٹا ہو تو مانع ہے۔(الفقہ الاسلامی:4/2730)
- امام احمد رحمۃ اللہ علیہا: **اکثر من النصف**۔ نصف اور اُس سے زیادہ مانع ہے اور نصف سے کم جائز ہے۔(ایضاً)
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: **اکثر من الثلث**۔ یعنی تہائی سے زیادہ مانع ہے اور تہائی یا تہائی سے کم جائز ہے۔(ایضاً)

قربانی کے جانوروں میں عیوبِ مانعہ کی تفصیل:

قربانی کا جانور صحیح سالم ہونا چاہیئے یا کم از کم ایسا جانور ہونا چاہئے جس میں کوئی عیبِ مانع نہ ہو۔ عیب مانع سے مراد وہ عیب ہے جس کے ہوتے ہوئے قربانی نہیں ہوتی۔ عیب مانع کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

کان:

پیدائشی طور پر کان نہ ہو، یا ہو لیکن تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹا ہوا ہو تو قربانی درست نہیں۔(بہشتی زیور:256)

اور اگر کان چِر کر دو ہو گئے ہوں تو اس کی قربانی درست ہے۔(فتاوی محمودیہ:17/386)

آنکھ:

اندھا ہو یا کانا ہو یعنی آنکھ کی تہائی یا تہائی سے زیادہ روشنی نہ ہو تو قربانی درست نہیں۔(بہشتی زیور:256)

دُم:

دُم اگر تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو قربانی درست نہیں۔(بہشتی زیور:256)

واضح رہے کہ اِس میں دنبہ کی دم (جس کو چکتی کہتے ہیں) مراد نہیں، وہ اگر پوری بھی کٹی ہو تو بھی قربانی جائز ہے۔(احسن الفتاوی:7/517)

لنگڑاپن:

اتنا لنگڑا ہو کہ صرف تین پاؤں سے چلتا ہو، چوتھا پاؤں رکھا ہی نہیں جاتا ہو، یا رکھا جاتا ہو لیکن اس سے چل نہیں سکتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔(احسن الفتاوی:7/517)

لاغری:

اتنا دُبلا اور مریل جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو اس کی قربانی درست نہیں۔(احسن الفتاوی:7/517)

سینگ:

پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں یا تھے لیکن درمیان سے ٹوٹ گئے تو قربانی درست ہے، ہاں! اگر بالکل جڑ سے کٹا ہو تو درست نہیں۔(احسن الفتاوی:7/517)

سینگ نہ ہونے کی تین صورتیں ہیں:

1. پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں، اس کو "الْجَمَّاءِ" کہا جاتا ہے، اس کی قربانی صحیح ہے۔(شامیہ:6/323)
2. سینگ درمیان سے ٹوٹ گئے ہوں، اس کو "الْعُظَمَاءُ" کہا جاتا ہے، قربانی صحیح ہے۔(شامیہ:6/323)
3. جانور کے سینگ بالکل جڑ ہی سے اکھڑ گئے ہوں۔ اس کو "المستأصَلَة" کہا جاتا ہے۔ ایسے جانور کی قربانی درست نہیں۔(مرعاۃ:5/99)(ردالمختار:6/323)(احسن الفتاوی:7/517)

دانت:

دانت ٹوٹ گئے ہوں یا گھس گئے ہوں تو ایک قول اکثر کو دیکھنے کا ہے، لیکن راجح یہ ہے کہ اِس چیز کو دیکھیں گے کہ اگر چارہ کھا سکتا ہے تو جائز ہے، احسن الفتاوی میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔(احسن الفتاوی:7/514)

زبان:

تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو قربانی جائز نہیں ہے۔(ردالمحتار:6/325)

خنثیٰ:

جس بکری میں نر اور مادّہ دونوں کی علامتیں موجود نہ ہوں یا دونوں کی علامت ہو وہ خنثیٰ ہے، اس کی قربانی نہ کی جائے۔(فتاوی محمودیہ:17/379)

گابھن:

گابھن (حاملہ) جانور کی قربانی جائز ہے، لیکن اگر ولادت (وضعِ حمل) کا زمانہ بالکل قریب آگیا ہو تو اس کی قربانی کرنا مکروہ ہے۔(محمودیہ:17/353)

بانجھ:

بانجھ جانور کی قربانی جائز ہے۔(احسن الفتاوی:7/520)(ردالمحتار:6/325)

مجنون:

یعنی جس جانور کو جنون اور مرگی کا دورہ پڑتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے بشرطیکہ اُس نے اِس کی وجہ سے چارہ کھانا نہ چھوڑا ہو۔(عالمگیری:5/298)

تھن:

گائے کے دو تھن اور بکری کا ایک تھن خراب ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔(احسن الفتاوی:7/487)

فائدہ: جن جانوروں میں کوئی عیب ہو، اگرچہ عیبِ مانع نہ بھی ہو تب بھی مستحب یہ ہے کہ اُن کی قربانی

سے بھی اجتناب کیا جائے۔ وَالْمُسْتَحَبُّ أَنْ يَكُونَ سَلِيمًا عَنْ الْعُيُوبِ الظَّاهِرَةِ، فَمَا جُوِّزَ هٰهُنَا جُوِّزَ مَعَ الْكَرَاهَةِ كَمَا فِي الْمُضْمَرَاتِ -(ردالمحتار:6/323)(الفقہ الاسلامی وادلتہ:4/2731)

عیبِ حادث یا طاری کا حکم:

اس سے مراد وہ عیب ہے جو جانور خریدنے کے بعد پیدا ہوا ہو، اور اس کو عیبِ طاری یا حادث بھی کہا جاتا ہے۔اس کا حکم یہ ہے کہ صحیح و سالم جانور خریدنے کے بعد اگر کوئی عیبِ مانع پیدا ہو جائے تب بھی قربانی درست نہیں ہوتی، اُس کی جگہ صحیح سالم جانور قربان کرنا ضروری ہوتا ہے، ہاں! اگر ایسے شخص نے قربانی کے لئے جانور خریدا ہے جس کے اوپر قربانی لازم ہی نہ تھی، اور پھر کوئی عیب پیدا ہو گیا تو وہ اُسی جانور کی قربانی کرے گا۔(ردالمحتار:6/325)

عیبِ حادث والے جانور کے جواز میں ائمہ کا اختلاف :

یعنی اگر کسی نے صحیح سالم جانور خریدا ہو اور بعد میں اس کے اندر کوئی عیبِ مانع پیدا ہو گیا، جو دراصل عیبِ طاری ہے کیونکہ یہ عیب اصل میں خریدتے ہوئے نہ تھا تو کیا ایسے جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: غنی کی قربان نہیں ہو گی، تنگ دست کی ہو جائے گی۔(ردالمحتار:6/325)
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مانع عن الاضحیہ نہیں، سب کی قربانی ہو جائے گی۔(مرعاۃ المفاتیح:5/99)

قربانی کے جانوروں میں پسندیدہ خصوصیات:

جانور میں افضلیت کی مختلف وجوہات ہیں، چند وجوہات مندرجہ ذیل ہے:

1. **فربہ ہونا**۔إِنَّ أَفْضَلَ الضَّحَايَا أَغْلَاهَا وَأَسْمَنُهَا۔(مستدرک حاکم:7561)

2. **خصی ہونا**۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ، اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ، سَمِينَيْنِ، أَقْرَنَيْنِ، أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوءَيْنِ۔(ابن ماجہ:3122)

3. **زیادہ گوشت والا ہونا**۔(ایضاً)(رد المحتار:6/322)(کفایت المفتی:8/195)

4. **گوشت کا عمدہ ہونا**۔إِذَا اسْتَوَيَا فِي اللَّحْمِ وَالْقِيمَةِ فَأَطْيَبُهُمَا لَحْمًا أَفْضَلُ۔(رد المحتار:6/322)

5. **جانور کا زیادہ قیمت والا ہونا**۔إِذَا اخْتَلَفَا فِي اللَّحْمِ وَالْقِيمَةِ فَالْفَاضِلُ أَوْلَى، فَالْفَحْلُ الَّذِي يُسَاوِي عِشْرِينَ أَفْضَلُ مِنْ خَصِيٍّ بِخَمْسَةَ عَشَرَ۔(عالمگیری:5/299)

6. **مادہ ہونا**۔وَالْأُنْثَى مِنْ الْبَقَرِ أَفْضَلُ مِنْ الذَّكَرِإِذَااسْتَوَيَا لِأَنَّ لَحْمَ الْأُنْثَى أَطْيَبُ۔(ہندیہ:5/300) وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ أَنَّ الْأُنْثَى أَفْضَلُ مِنْ الذَّكَرِ إِذَا اسْتَوَيَا قِيمَةً۔(الدر المختار:6/322)

7. **سینگوں والا ہونا**۔ضَحَّى بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ۔(بخاری:1712) فِيهِ اسْتِحْبَابُ التَّضْحِيَةِ بِالْأَقْرَنِ وَأَنَّهُ أَفْضَلُ مِنَ الْأَجَمِّ مَعَ الِاتِّفَاقِ عَلَى جَوَازِ التَّضْحِيَةِ بِالْأَجَمِّ وَهُوَ الَّذِي لَا قَرْنَ لَهُ۔(فتح الباری:10/11)خَيْرُ الضَّحِيَّةِ الْكَبْشُ الْأَقْرَنُ۔(مستدرک حاکم:4/254)

8. **جانور کا چتکبرا ہونا**۔عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِي سَوَادٍ وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ فَأُتِيَ بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ۔(مسلم:1967)وفيه دليل على أنها تستحب التضحية بما كان على هذه الصفة.(مرعاۃ المفاتیح:5/75)

قربانی کے افضل ہونے میں ائمہ کا اختلاف:

- **امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:** گوشت کی عمدگی کو دیکھیں گے، پس سب سے افضل "ضان" یعنی دنبہ ہے،

پھر "بقر" اور پھر اونٹ۔ اِس لئے کہ آپ ﷺ نے مینڈھوں کی قربانی فرمائی ہے، نیز حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جو جانور دیا گیا تھا وہ بھی مینڈھا تھا۔ (الفقہ الاسلامی:4/2720)

- امام شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہما: گوشت کی کثرت کو دیکھا جائے گا، پس سب سے افضل اونٹ، پھر بقر، پھر بھیڑ اور اس کے بعد "معز" یعنی بکری وغیرہ ہیں۔ (الفقہ الاسلامی:4/2720)
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: قربانی کیلئے جانور کا فربہ ہونا زیادہ افضل ہے، اِس لئے کہ اُس میں گوشت زیادہ ہوتا ہے، اور گوشت کی کثرت چربی کی کثرت سے زیادہ افضل ہے، البتہ اگر گوشت میں عمدگی نہ ہو تو کثرت افضل نہ ہوگی۔ (مرقاۃ:3/1085)

فائدہ: راجح یہ ہے سینگوں والا، چتکبرا، فربہ خصی مینڈھا ہو تو سب سے بہتر ہے، یہ نہ ہوسکے تو جس کا گوشت عمدہ یا زیادہ ہو اُس کو ترجیح دینی چاہیئے۔ (ابن ماجہ:2/1043)(مستدرک حاکم:4/254)(ہندیہ:5/299)

قربانی میں کیا افضل ہے؟

اِس میں افضلیت سے متعلّق کئی چیزیں قابلِ وضاحت ہیں، مثلاً:

1. **کس دن افضل ہے؟** : پہلے دن افضل ہے اُس کے بعد دوسرے دن اور پھر تیسرے دن۔[1]
2. **کس وقت افضل ہے؟** : اہلِ مصر کے لئے خطبہ عید کے بعد اور اہلِ سواد طلوعِ آفتاب کے بعد۔[2]
3. **کس جگہ کرنا افضل ہے؟** : عید گاہ میں کرنا افضل ہے تاکہ شعائرِ اسلام کا خوب اظہار ہو۔[3]
4. **دن میں افضل ہے یا رات میں؟**: دن میں افضل ہے، اگرچہ رات میں بھی جائز ہے۔[4]
5. **خود کرنا افضل ہے یا کروانا؟** : خود اپنے ہاتھ سے افضل ہے، دوسروں سے کروانا بھی جائز ہے۔[5]

6. **کتنی قربانی کرنا افضل ہے؟**: دو کرنا افضل ہے، اگرچہ ایک بھی کافی ہے۔ 6

7. **مکمل جانور افضل ہے یا حصہ؟**: پورا جانور افضل ہے، شراکت کے ساتھ حصہ بھی لیا جاسکتا ہے۔ 7

8. **کون سا جانور افضل ہے؟**: سینگوں والا، چتکبرا، فربہ خصی مینڈھا ہو تو سب سے زیادہ بہتر ہے۔ 8 یہ نہ ہو سکے تو جس کا گوشت عمدہ یا زیادہ ہو۔ 9

حوالہ جات بالترتیب: 1: (ردّ المحتار:6/316) 2: (فتاوی ہندیہ:5/295) 3: (مرقاۃ:3/1080) 4: (الجوھرۃ النیّرۃ: 2/186) 5: (ہدایۃ: 4/361، دار احیاء التراث) 6: (فتح الباری: 10/12) 7: (الدر المختار: 6/322) 8: (ابن ماجہ: 2/1043) و(مستدرک حاکم:4/254) 9: (فتاوی ہندیہ:5/299)

قربانی کے ایام اور اوقات:

قربانی کے ایّام: قربانی کے تین دن ہیں: دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ۔ دس ذی الحجہ کی صبح صادق سے لیکر بارہ ذی الحجہ کے غروبِ آفتاب تک قربانی کا وقت ہوتا ہے، لیکن مصری (جس پر عید لازم ہے اُس) کیلئے عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں، ہاں! قَروی (جس پر عید لازم نہیں) صبح صادق کے بعد کر سکتا ہے، لیکن بہتر اُس کیلئے بھی یہی ہے کہ آفتاب طلوع ہونے کے بعد قربانی کرے۔ (عالمگیری:5/295)

قربانی کے اوقات: دس ذی الحجہ کو عید کی نماز کے بعد تیرہ ذی الحجہ کے غروب تک تینوں دنوں میں کسی بھی وقت قربانی کی جاسکتی ہے، البتہ پہلے دن کرنا افضل ہے، اور دن و رات میں سے دن میں کرنا چاہیئے، رات میں کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (عالمگیری:5/295) (ردالمحتار:6/320)

قربانی کا مستحب وقت:

- **دن کے اعتبار سے:** قربانی کے تین دن ہیں، اور پہلا دن افضل ہے۔(فتاوی ہندیہ:5/295)
- **وقت کے اعتبار سے:** مصری کیلئے عید کی نماز کے بعد اور قَروی کیلئے طلوعِ آفتاب کے بعد۔(ایضاً)
- **لیل ونہار کے اعتبار سے:** دن کو افضل ہے، اور رات کو بلاضرورت مکروہ ہے۔(الجوھرۃ النیّرۃ:2/186)

قربانی کے ایام اور اوقات میں فقہاء کا اختلاف:

اس میں تین طرح کے اختلاف ہیں:

1. ابتداءِ وقت۔ یعنی قربانی کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟
2. انتہاءِ وقت۔ یعنی قربانی کا وقت کب تک رہتا ہے؟
3. درمیان کے اوقات۔ یعنی درمیان کے اوقات میں کس کس وقت قربانی کی جاسکتی ہے؟

پہلا اختلاف: قربانی کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟

- **امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:** مصری کے لئے عید کی نماز کے بعد اگرچہ خطبہ سے پہلے ہی کیوں نہ ہو، لیکن خطبہ کے بعد افضل ہے۔اور غیر مصری کے لئے صبح صادق کے بعد جائز ہے۔
- **امام احمد رحمۃ اللہ علیہ:** مصری کے لئے عید کی نماز کے بعد اگرچہ خطبہ سے پہلے ہی کیوں نہ ہو، لیکن خطبہ کے بعد افضل ہے۔اور غیر مصری کے لئے اتنی دیر کے بعد کہ جس میں عید کی نماز ہوسکے۔
- **امام امالک رحمۃ اللہ علیہ:** امام کے ذبح کرلینے کے بعد۔اور امام اگر ذبح نہ کرے تو اتنی دیر کے بعد کہ جس میں امام ذبح کرسکے، جان بوجھ کر امام سے پہلے ذبح کرنے والے کی قربانی نہیں ہوتی۔

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: طلوع شمس کے بعد عید کی دو رکعتوں اور دو خطبوں کے بقدر وقت گزر جانے کے بعد عید کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔(الفقہ علی المذاہب:1/648،647)(البنایہ:12/27)

دوسرا اختلاف: قربانی کا وقت کب تک رہتا ہے؟

- اصحابِ ظواہر: ذی الحجہ کے پورے مہینے یعنی ہلالِ محرم نظر آنے تک۔
- علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ: صرف ایک دن یعنی دس ذی الحجہ۔
- شوافع و حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم: چار دن یعنی یوم النحر اور ایامِ تشریق کے تین دن۔
- احناف، مالکیہ اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: تین دن یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کے غروبِ شمس تک۔

(البنایہ:12/26)(درسِ مشکوۃ:350)(الفقہ علی المذاہب الاربعہ:1/647،648)

تیسرا اختلاف: درمیان میں کس کس وقت قربانی کی جاسکتی ہے؟

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: صرف دن میں قربانی جائز ہے، رات میں قربانی نہیں ہو گی۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: دن میں قربانی کرنا افضل ہے، البتہ رات کو بھی قربانی ہو جاتی ہے۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/648)(بدایۃ المجتہد:2/200)

فائدہ: یوم النحر کی شب یعنی 9 اور 10 ذی الحجہ کی درمیانی شب جس کو شبِ عید الاضحیٰ بھی کہا جاتا ہے، اس میں کسی کے نزدیک قربانی جائز نہیں، اس لئے کہ اس وقت کسی کے نزدیک بھی قربانی کا وقت شروع نہیں ہوتا۔ 13 ذی الحجہ کی شب کو شوافع، اصحابِ ظواہر اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک قربانی درست ہے، اور کسی کے یہاں درست نہیں۔ اور درمیان کی راتیں یعنی 11 اور 12 ذی الحجہ کی شب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں، باقی سب کے نزدیک جائز ہے۔

ذبح سے متعلّق مسائل ومباحث :

جانور کو ذبح کرنے سے متعلّق کئی مباحث ہیں، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

ذبح کا وقت :

دس ذی الحجہ سے لے کر بارہ ذی الحجہ کی شام غروب آفتاب سے پہلے پہلے قربانی کی جاسکتی ہے، البتہ پہلے دن کرنا افضل ہے، لیکن عید کی نماز سے پہلے نہیں کی جاسکتی۔ اور ان ایام میں رات کو بھی کرنا جائز ہے لیکن بہتر نہیں۔(تسہیل بہشتی زیور:2/260)

ذبح اسلامی کی تین بنیادی شرائط :

1. ذبح کرنے والے کا مسلمان یا(حقیقی طور پر) کتابی ہونا۔ چنانچہ کسی کافر، مشرک، شیعہ، قادیانی، ذکری ،وغیرہ کا ذبیحہ حلال نہیں۔
2. ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا۔ بھولے سے اگر نہ لیا جائے تو حلال ہے، جان بوجھ کر چھوڑنے سے جانور حرام ہو جاتا ہے۔
3. شرعی طریقے سے غذا کی نالی، سانس کی نالی اور خون کی دونوں رگوں کو کاٹنا۔ کل چار ہوتی ہیں، جن میں سے تین کا کٹنا بھی کافی ہے۔(جواہر الفقہ:2/281، مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ)

واضح رہے کہ گلے کو اتنا کاٹا جائے گا کہ چار رگیں کٹ جائیں، ایک نرخرہ جس سے سانس لیتا ہے، دوسری اُسے چپکی ہوئی وہ نالی ہے جس سے دانہ پانی جاتا ہے اور دو موٹی شہ رگیں جو ان دونوں کے دائیں بائیں ہوتی ہیں۔ اگر ان چار میں سے تین رگیں کٹ جائیں تب بھی ذبح درست ہے، اُس کا کھانا حلال ہے اور اگر محض

دو کٹیں تو وہ جانور مردار ہو گیا، اُس کا کھانا درست نہیں۔(تسہیل بہشتی زیور:2/255)

ذبح کرنے کا طریقہ:

ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کا رُخ قبلہ کی طرف کرکے لٹائے، اُس کے بعد یہ دعاء پڑھے:

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ۔ اُس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَر پڑھ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ پڑھے: اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّ خَلِيْلِكَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ۔(تسہیل بہشتی زیور:2/ 260)

بوقتِ ذبح تسمیہ اور تکبیر کا حکم:

تکبیر: اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ذبح کے وقت تکبیر کہنا مستحب ہے، واجب نہیں۔(مرقاۃ:3/1078)

تسمیہ: تسمیہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ ضروری ہے کہ نہیں۔

- **امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:** ذبح کرتے وقت تسمیہ پڑھنا سنّت ہے ضروری نہیں، چنانچہ بغیر تسمیہ کے بھی جانور حلال ہو جائے گا، البتہ تسمیہ کو ترک کرنا مکروہ ہے۔
- **ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم:** تسمیہ شرط یعنی ضروری ہے، چنانچہ عمداً ترک کرنے کی صورت میں جانور حرام ہو جائے گا، اصحابِ ظوہر کے نزدیک بھی ضروری ہے لیکن وہ نسیان کی صورت میں بھی ترکِ تسمیہ سے جانور کو حرام قرار دیتے ہیں۔(الفقہ الاسلامی وادلتہ:4/2769)

متروک التسمیۃ کی حلت وحرمت کی تفصیل:

یعنی جس جانور کو ذبح کرتے ہوئے جان بوجھ کر یا بھولے سے تسمیہ چھوڑ دیا ہو وہ حلال ہوتا ہے یا حرام، اِس میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

- اصحابِ ظواہر: جان کر ترک کیا جائے یا بھولے سے ہر صورت میں حرام ہے۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: جان کر ترک کیا جائے یا بھولے سے ہر صورت میں حلال ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: جان بوجھ کر ترک کرنے سے حرام اور بھولے سے ترک کرنے سے حلال ہے۔

فائدہ: مذکورہ تفصیل ذکاۃ اختیاریہ اور اضطراریہ یعنی ذبیحہ، اضحیہ اور صید (شکار) سب میں یکساں ہے، البتہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ شکار کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ متروک التسمیۃ صید، خواہ عمداً ہو یا نسیاناً، دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: 4/2769) (البنایہ: 11/535)

تنبیہ: صاحبِ ہدایہ نے جو اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک "لَاتُؤْكَلُ فِي الْوَجْهَيْنِ" نقل کیا ہے وہ درست نہیں، یہ مسلک اصحابِ ظواہر کا ہے، اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی جمہور کے مطابق ہے، یعنی جان کر ترک کرنے سے حرام اور بھولے سے ترک ہو جانے کی صورت میں جانور حلال ہوتا ہے۔ (الدر المختار: 6/299)

بوقتِ ذبح درود پڑھنا:

جانور کو ذبح کرتے ہوئے درود شریف پڑھنا سنّت ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: ذبح کرتے ہوئے درود شریف پڑھنا مسنون ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: بوقتِ ذبح درود پڑھنا مکروہ ہے۔ (مرقاۃ: 3/1078) (مرعاۃ المفاتیح: 5/74)

ذبیحہ پر رحم و شفقت اور قربانی کے سنن و آداب سے متعلّق احادیثِ طیّبہ:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان لازم کیا ہے، لہٰذا جب تم (کسی کو حد یا قصاص میں) قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو، اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، اور تم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنی چھری تیز کرلے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا قَالَ غَيْرُ مُسْلِمٍ يَقُولُ: «فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ» وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ۔(ابوداؤد:2815)

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو دیکھا کہ وہ بکری کو پاؤں سے پکڑ کر کھینچ کر ذبح کرنے کیلئے لے جارہا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو! اسے اس کی موت کی جانب نہایت اچھے طریقے سے چلاکر لے جاؤ۔رَأَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَجُلًا يَسْحَبُ شَاةً بِرِجْلِهَا لِيَذْبَحَهَا، فَقَالَ لَهُ: «وَيْلَكَ قُدْهَا إِلَى الْمَوْتِ قَوْدًا جَمِيلًا۔(مصنّف عبد الرّزاق:8605)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی چھری تیز کرے تو اِس طرح تیز نہ کرے کہ بکری دیکھ رہی ہو ۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ:إِذَا أَحَدَّ أَحَدُكُمُ الشَّفْرَةَ فَلَا يُحِدَّهَا، وَالشَّاةُ تَنْظُرُ إِلَيْهِ۔(مصنّف عبد الرّزاق:8606)

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے بکری کو لٹاکر اپنے پاؤں اُس کی گردن پر رکھ کر چھری تیز کررہا تھا، آپ ﷺ نے اُسے دیکھا تو فرمایا: تیری ہلاکت ہو! تم یہ چاہتے ہو کہ اسے کئی موت دے کر مارو، کیا تم اسے لٹانے سے پہلے چھری تیز نہیں کرسکتے تھے؟۔عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا أَضْجَعَ شَاةً فَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِهَا، وَهُوَ يُحِدُّ

شَفْرَتَهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَيْلَكَ أَرَدْتَ أَنْ تُمِيتَهَا مَوْتَاتٍ هَلَّا أَحْدَدْتَ شَفْرَتَكَ قَبْلَ أَنْ تُضْجِعَهَا۔(مصنّف عبد الرّزاق:8608)

حضرت صفوان بن سُلیم فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اِس بات سے منع فرمایا کرتے تھے کہ کسی بکری کو دوسری بکری کے قریب ذبح کیا جائے۔كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَنْهَى أَنْ تُذْبَحَ الشَّاةُ عِنْدَ الشَّاةِ۔(مصنّف عبد الرّزاق:8610)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری تیز کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اِس بات کا حکم دیا ہے کہ اُسے جانوروں سے چھپایا جائے، پھر فرمایا: جب تم میں سے کوئی ذبح کرے تو اُسے چاہیئے کہ جلدی ذبح کردے۔أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِّ الشِّفَارِ, وَأَنْ تُوَارَى عَنِ الْبَهَائِمِ , ثُمَّ قَالَ:إِذَا ذَبَحَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجْهِزْ۔(السنن الکبریٰ للبیہقی:19139)

ایک شخص بکری پکڑے ہوئے چھری تیز کر رہا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو اُسے ایک دُرّہ لگایا اور فرمایا: کیا تم ایک روح (جاندار) کو عذاب دے رہے ہو، کیا یہ کام تم پہلے سے نہیں کرسکتے تھے؟۔أَنَّ رَجُلًا حَدَّ شَفْرَةً وَأَخَذَ شَاةً لِيَذْبَحَهَا , فَضَرَبَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِالدِّرَّةِ وَقَالَ: أَتُعَذِّبُ الرُّوحَ؟ أَلَا فَعَلْتَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تَأْخُذَهَا۔(السنن الکبریٰ للبیہقی:19142)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو حکم دیا کرتے تھے وہ اپنی قربانی کے جانوروں کو خود اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں۔عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، أَنَّهُ كَانَ «يَأْمُرُ بَنَاتِهِ أَنْ يَذْبَحْنَ، نَسَائِكَهُنَّ بِأَيْدِيهِنَّ»۔(مصنّف عبد الرزاق:8169)

ذبح کے مستحبات:

1. اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا، ورنہ کم از کم ذبح کے وقت موجود ہونا۔(ہدایۃ:4،مایستحب فی الأضحیۃ)
2. لوہے کی بنی ہوئی کوئی تیز دھار چیز استعمال کرنا۔ جیسے: چھری، چاقو، وغیرہ۔(ہندیہ:5/287)
3. جانور کو لٹانے سے پہلے چھری کو تیز کرلینا۔(الدر المختار:6/296)
4. اونٹ کو کھڑا کرکے نحر کرنا اور دوسرے جانوروں کو لٹا کر ذبح کرنا۔(ہندیہ:5/287)
5. حلقوم کی جانب سے ذبح کرنا۔(ہندیہ:5/287)
6. گردن کی ساری رگوں (سانس اور غذا کی نالی اور دو خون کی رگیں) کو کاٹنا ۔(ہندیہ:5/287)
7. سر کو الگ کیے بغیر صرف رگوں کے کاٹنے پر اکتفا کرنا۔(ہندیہ:5/287)
8. بوقتِ ذبح جانور کے دائیں پہلو پر پاؤں رکھنا۔(فتح الباری:10/18)
9. بائیں پہلو پر لٹانا۔(فتح الباری:10/18)
10. قبلہ رُخ لٹانا۔(البنایہ:11/565)
11. قبلہ رُخ کرتے ہوئے یہ دعاء پڑھنا۔«إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا، وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي، وَنُسُكِي، وَمَحْيَايَ، وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ، وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ، اللَّهُمَّ مِنْكَ، وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ»۔(ابن ماجہ:3121)
12. بائیں ہاتھ سے سر پکڑنا اور دائیں ہاتھ سے ذبح کرنا۔(فتح الباری:10/18)
13. تسمیہ کے ساتھ تکبیر بھی کہنا۔(فتح الباری:10/18)

14. ذبح کے بعد کھال وغیرہ اتارنے میں ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرنا۔(ہندیہ:5/300)

15. جانور کو بلاضرورت اضافی تکلیف پہنچانے سے بچنا۔(البنایہ: 11/564)

ذبح کے وقت کے مکروہ کام :

جانور کو ذبح کرتے ہوئے مندرجہ ذیل مکروہ اور ناپسندیدہ کاموں سے اجتناب کرنا چاہیئے:

1. جانور کے سامنے چھری تیز کرنا۔(عالمگیری:5/287)

2. جانور کو گھسیٹ کر مذبح لے جانا۔(شامیہ :6/296)

3. لٹادینے کے بعد ذبح میں تاخیر کرنا۔(شامیہ :6/296)

4. چُھری کا کند ہونا۔(شامیہ :6/296)

5. جانور کو قبلہ رُخ نہ کرنا۔(شامیہ :6/296)

6. کسی عیسائی وغیرہ سے ذبح کروانا۔(البنایہ:12/58)

7. گدی کی طرف سے ذبح کرنا۔(عالمگیری:5/287)

8. ذبح میں بے جا سختی کرنا۔(عالمگیری:5/287)

9. چار میں سے بعض رگوں کو نہ کاٹنا۔(عالمگیری:5/287)

10. ٹھنڈا ہونے سے قبل کھال یا سر جدا کرنا۔(شامیہ :6/296)

11. بائیں ہاتھ سے ذبح کرنا خلاف سنت ہے،بغیر عذر کے ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔(آپ کے مسائل:4/202)

ذبح کون کون کر سکتا ہے:

کوئی بھی مسلمان یا کتابی جبکہ وہ اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو، ذبح کر سکتا ہے، البتہ کسی کتابی سے ذبح کروانا مکروہ ہے عورت بھی اگر اچھی طرح ذبح کرنا جانتی ہو تو کر سکتی ہے۔(البنایہ:12/58)

کس کا ذبح کرنا بہتر ہے :

بہتر یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، خود نہ جانتا ہو تو کسی اور سے ذبح کروالے، البتہ قربانی ہوتے ہوئے جانور کے پاس موجود ہونا بہتر ہے۔ عورت اگر پردہ کی وجہ سے سامنے نہیں کھڑی ہو سکتی تو کوئی حرج نہیں۔(تسہیل بہشتی زیور:2/261)

کتابی سے ذبح کروانا:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: کتابی کے ذبح کرنے سے ذبیحہ تو حلال ہو جاتا ہے، لیکن قربانی نہیں ہوتی، یعنی گوشت تو حرام نہیں، وہ کھایا جائے گا، لیکن قربانی درست نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ: مکروہ ہے، لیکن قربانی ہو جائے گی۔(البنایہ:12/58)(الفقہ علی المذاہب:1/648)

ذبح کرنے میں قربانی کے جانور کی جگہ کا اعتبار ہے :

قربانی کا جانور جس جگہ ہو ذبح کرنے میں اُس جگہ کا اعتبار ہوتا ہے، چنانچہ قربانی کرنے والا اگر شہر میں ہو اور وہ اپنا قربانی کا جانور ایسے گاؤں میں بھیج دے جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی، اور وہاں صبح صادق کے بعد عید کی نماز سے پہلے اس کی قربانی کا جانور ذبح کر دیا جائے تو اُس شہر والے کی قربانی صحیح ہو جائے گی، اِس لئے کہ جانور جس جگہ پر موجود ہے وہاں عید کی نماز نہیں ہے۔اِسی طرح اگر اس کے برعکس صورت ہو،

مثلاً: قربانی کرنے والا گاؤں دیہات میں ہو جہاں عید کی نماز نہ ہوتی ہو اور وہ اپنی قربانی کا جانور شہر میں ذبح کروائے تو شہر میں جانور کو عید کی نماز کے بعد ہی ذبح کروایا جائے گا، کیونکہ جانور شہر میں موجود ہے اور شہر میں عید کی نماز سے پہلے قربانی درست نہیں۔ (فتاوی رحیمیہ: 10/40)

کیا اونٹ کا نحر اور بقر و غنم کا ذبح ضروری ہے؟

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: ضروری ہے، چنانچہ اس کے برعکس کرنے سے جانور حلال نہیں ہو گا۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: گائے کو ذبح کرنا اور اونٹ کو نحر کرنا افضل ہے، ضروری نہیں، پس اگر اس کے برعکس بھی کیا جائے تب بھی جانور حلال ہو جائے گا۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: 1/656)

رات کو ذبح کرنا:

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: درست نہیں، اس سے قربانی صحیح نہ ہو گی۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: رات کو جائز ہے، لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: 1/648)

مسئلہ ذکاۃ الجنین:

یعنی قربانی کے جانور کے پیٹ میں بچہ ہو اور وہ ذبح سے پہلے یا بعد میں نکلے تو اس کی کئی صورتیں ہیں:

1. قبل الذبح زندہ نکلے۔ ذبح کیے بغیر نہیں کھایا جائے گا۔
2. قبل الذبح مردہ نکلے۔ بالاتفاق نہیں کھایا جائے گا۔
3. بعد الذبح زندہ نکلے۔ بالاتفاق ذبح کرنا ضروری ہے۔
4. بعد الذبح مردہ نکلے اور ناقص الخلقت یعنی "مضغہ" ہو۔ بالاتفاق نہیں کھایا جائے گا۔

5. بعد الذبح مردہ نکلے اور تام الخلقت ہو۔ یہ صورت مختلف فیہ ہے:

- امام ابو حنیفہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہما: نہیں کھایا جائے گا، یعنی ذکاۃ الام ذکاۃ الجنین نہیں ہو گی۔
- ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم: کھایا جائے گا، یعنی ذکاۃ الام سے ہی بچے کی ذکاۃ ہو جائے گی۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ:4/2779)(بدائع الصنائع:5/42)(تبیین الحقائق : 5/293)

فائدہ : پہلی صورت میں یعنی ذبح کرنے سے پہلے اگر بچہ زندہ نکلے اور اُس کو ذبح نہ کیا جائے، یہاں تک کہ وہ بڑا ہو جائے تو اگلے سالوں میں اُس کو واجب قربانی میں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔فإن ترك الولد إلى العام القابل وضحاه عن السنة القابلة لا یجوز۔(قاضی خان:3/208)(فتاوی رحیمیہ:10/43،27)

ذبح کے بعد سے متعلّق مسائل:

جانور کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرنا چاہیئے:

کھال اتارنے، گوشت بنانے یا سر کو الگ کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے، کم از کم اتنا انتظار ہو کہ جان نکل جائے اور اعضاء کی حرکت بند ہو جائے۔(بدائع الصنائع:5/80) نیز اس حالت میں جانور کے ہاتھ پاؤں توڑنا یا کاٹنا سب مکروہ ہے۔ کیونکہ ٹھنڈا ہونے سے پہلے یہ تمام کام بلاضرورت جانور کی اضافی تکلیف کا باعث ہیں، جن سے احتراز ضروری ہے۔

کھال کے احکام:

(1)— کھال کو صدقہ کر دے۔(ہدایہ: کتاب الاضحیۃ)

(2)— کھال کو دباغت کے بعد کوئی چیز بنا کر خود استعمال کیا جاسکتا ہے۔(ایضاً)

(3)— یہ بھی جائز ہے کہ کھال کسی غنی یا سید کو ہبہ میں دیدی جائے۔(احسن الفتاوی:7/486)

(4)— دائمی استعمال کی کسی چیز سے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔(ایضاً)

(5)— فروخت کر دی تو قیمت کا مصرف زکوۃ میں صدقہ کرنا ضروری ہے۔(ایضاً)

(6)— مدارس اسلامیہ اور دین کی نشر و اِشاعت کے ادارے اِن کھالوں کے بہترین مصرف ہیں، اِس میں صدقہ کا ثواب بھی ہے اور علمِ دین کی خدمت بھی۔

جانور کی کیا کیا چیزیں کھانا حرام ہیں؟

سات چیزیں حلال جانوروں میں حرام ہیں، باقی سب حلال ہیں: (1) بہتا خون۔(2) نَر کی پیشاب گاہ۔ (3) کپورے۔(4) مادہ کی پیشاب گاہ۔(5) غدود۔(6) مثانہ۔(7) پِتّا۔(عالمگیری:5/290)

او جھڑی جس سے بٹ بنایا جاتا ہے، جائز ہے کیونکہ اُس میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔(رحیمیہ:10/81)

گوشت کے مسائل

1. خود بھی کھایا جاسکتا ہے اور غرباء اغنیاء مسلمان اور کافر سب کو کھلایا جاسکتا ہے۔(عالمگیری:5/300)
2. سارا گوشت خود استعمال کرنا یا سارا گوشت صدقہ کر دینا درست ہے۔(شامیہ :6/328)
3. بہتر ہے کہ اُس کے تین حصے کیے جائیں: ایک حصہ خود کھائیں، دوسرا فقرا کو اور تیسرا اقارب اور احباب کو کھلائیں۔(ایضاً)
4. قربانی کے جانور کا گوشت قصائی کو اُس کی اجرت کے طور پر دینا یا بیچنا درست نہیں، اگر ایسا کیا تو قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔(عالمگیری :5/301)

5. شادی وغیرہ کی تقریب میں مہمانوں کو بھی کھلایا جاسکتا ہے۔(آپ کے مسائل اور اُن کا حل:4/208)

6. اپنے نوکر اور ملازم کو کھلایا جاسکتا ہے، تاہم اگر اُن کا کھانا بھی اُجرت میں طے شدہ ہو تو کھلانا درست نہیں، کیونکہ یہ بھی بیچنے کی ہی ایک شکل ہے، البتہ یہ کرسکتے ہیں کہ اُن کو اتنے دنوں کے کھانے کی قیمت دیدی جائے۔(احسن الفتاوی:7/494)

7. نذر اور منت کی قربانی کا گوشت نہ خود کھاسکتے ہیں نہ کسی غنی کو کھلایا جاسکتا ہے۔(شامیہ :6/327)

8. میت کی وصیت کردہ قربانی کا گوشت نہیں کھایا جاسکتا، فقراء پر صدقہ کردینا چاہیئے۔(شامیہ :6/327)

اشتراک فی الاضحیۃ یعنی مشترکہ قربانی:

یعنی کئی لوگوں کا آپس میں مل کر قربانی کرنا "مشترکہ قربانی" کہلاتا ہے، اِس سے متعلّق تفصیل یہ ہے:

اشتراک فی الاضحیۃ کی اقسام:

اشتراک کی دو قسمیں ہیں: (1) اشتراک فی الثمن۔ (2) اشتراک فی الثواب۔

- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: اشتراک فی الثواب جائز ہے، اشتراک فی الثمن درست نہیں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: اشتراک فی الثمن اور اشتراک فی الثواب دونوں جائز ہیں، یعنی دوسروں کو ثواب میں بھی شریک کیا جاسکتا ہے اور ثمن میں بھی ۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/606)

مشترکہ قربانی کے جواز کی شرائط:

کئی لوگوں کا مل کر کسی جانور کا مشترکہ قربانی کرنا درست ہے البتہ اس کے جواز کی کچھ شرائط ہیں، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

1. جانور چھوٹا نہ ہو۔ یعنی بقر یا ابل ہو۔ (الجوہرۃ النیرۃ:2/187)

2. شرکت سات افراد سے زیادہ کی نہ ہو۔ (ایضاً)

3. کسی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو۔ (ایضاً)

4. کسی شریک کا ارادہ گوشت حاصل کرنے کا نہ ہو۔ (ایضاً)

5. کسی شریک کی کمائی حرام نہ ہو۔ (احسن الفتاوی:7/503)

6. کوئی شریک کافر نہ ہو۔ (ہدایہ، کتاب الاضحیۃ:4/447)

اونٹ میں کتنے حصے ہو سکتے ہیں؟

- امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ: دس حصے ہو سکتے ہیں۔
- جمہور ائمہ کرام: بقر کی طرح اونٹ میں بھی سات ہی حصے ہوتے ہیں۔(مرقاۃ:3/1080)

اسحق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ کا اِستدلال اُس روایت سے ہے جس میں اونٹ کے دس اور گائے کے سات حصے ذکر کیے گئے ہیں، لیکن اس کا جواب جمہور علماء کرام یہ دیتے ہیں یہ حکم پہلے تھا، بعد میں منسوخ ہو چکا ہے۔ إِنَّهُ مَنْسُوخٌ مِمَّا مَرَّ مِنْ قَوْلِهِ: الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ۔(مرقاۃ المفاتیح:3/1086)

شرکاء کا جہتِ قربت میں متحد ہونا:

- امام زفر رحمۃ اللہ علیہ: جہتِ قربت میں اتحاد شرط ہے، پس اگر جہتِ قربت ہی مختلف ہو، مثلاً: سات شرکاء میں سے ایک شخص عقیقہ اور دوسرا قربانی کر رہا ہو تو چونکہ قربت و ثواب کی جہت مختلف ہے لہٰذا قربانی درست نہیں ہو گی۔

- جمہور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم: جہتِ قربت ایک ہونا ضروری نہیں، مختلف جہات بھی جمع ہو سکتی ہیں۔ مثلاً: عقیقہ، اضحیہ، دمِ قران، دمِ تمتع، وغیرہ سب جمع ہو سکتے ہیں۔(البنایہ شرح الہدایہ:12/49)

کیا ایک جانور گھر بھر کی طرف سے کافی ہو سکتا ہے؟

اس پر جمہور کا اتفاق ہے کہ چھوٹے جانور (شاۃ، معز اور ضان) کی قربانی صرف ایک آدمی کی طرف سے، اور بڑے جانور (بقر و بعیر) کی قربانی سات افراد کی طرف سے ہو سکتی ہے، اس سے زیادہ افراد کو شریک نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جب گھر کا سرپرست ایک ہی جانور خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، گھر بھر کے افراد کی طرف سے قربان کر رہا ہو تو کیا وہ سب کی طرف سے کفایت کر جاتا ہے یا نہیں:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: چھوٹا جانور صرف ایک فرد کی طرف سے اور بڑا جانور سات افراد کی طرف سے قربان کیا جاسکتا ہے، اس سے زیادہ افراد اگرچہ وہ گھر کے افراد ہی کیوں نہ ہوں، شریک نہیں کیے جاسکتے۔ ہاں! گھر بھر کے افراد کو ثواب میں شریک کیا جاسکتا ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: اگر گھر کا بڑا سرپرست اپنے گھر کے تمام افراد کی جانب سے قربانی کرے تو ایک ہی جانور خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، گھر کے تمام افراد کی طرف سے قربانی کی ادائیگی کیلئے کافی ہو جاتا ہے۔(فتح الباری:10/6)(الفقہ الاسلامی:4/2725)(مرعاۃ المفاتیح:5/77)

کب تک شریک کرسکتے ہیں؟

بہتر تو یہی ہے کہ قربانی کا جانور خریدنے سے پہلے ہی یہ طے کر لیا جائے کہ کون کون اِس میں قربانی کے حصہ دار ہونگے۔(شامیہ:6/317)اور اگر اُس وقت یہ کام نہ کرسکے یا طے تو کر لیا تھا لیکن خریدنے کے بعد کسی

شریک کا حصہ تبدیل کیا جائے، مثلاً: زید کو نکال کر خالد کو لایا جائے تب بھی درست ہے، تاہم بلاضرورت ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اور ذبح ہو جانے کے بعد بالکل تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔(آپ کے مسائل:4/202)

خلاصہ یہ ہے کہ بڑے جانور میں کب تک کسی کو شریک کیا جاسکتا ہے، اِس کی تین صورتیں ہیں:

1. جانور خریدنے سے پہلے: بہتر یہی ہے کہ خریدنے سے پہلے ہی طے کرلیا جائے۔
2. جانور خریدنے کے بعد قربانی سے پہلے: جائز ہے، شرکت ثابت ہو جائے گی۔
3. جانور کو ذبح کرنے کے بعد: جائز نہیں، اِس سے شرکت ثابت نہیں ہو گی۔

کسی شریک کا اپنے حصہ کی قیمت سے زیادہ دینا:

مشترکہ جانور میں کوئی شریک اگر اپنے حصے سے زیادہ قیمت دے سکتا ہے یا نہیں، اِس کی کئی صورتیں ہیں: **(1)** اگر اِس نیت سے ہو کہ میں اپنا حصہ کچھ زائد پیسے سے خریدتا ہوں تو جائز ہے۔ **(2)** اگر یہ نیت ہو کہ میں دوسرے شرکاء کے ذمے کے کچھ پیسے اپنی طرف سے بخوشی ادا کرتا ہوں تب بھی جائز ہے۔ **(3)** اگر یہ نیت ہو کہ میرا حصہ بقدر زائد پیسوں کے قربانی میں زیادہ ہو گا تو ناجائز ہے۔(امداد الاحکام:4/249)

مشترکہ قربانی کے گوشت کی تقسیم

شرکاء کے درمیان گوشت کو وزن کرکے تقسیم کرنا ضروری ہے، اندازے سے تقسیم کرنا درست نہیں ہے، ہاں! اگر ہر ایک کے حصہ میں سری، پائے، اور کلیجی میں سے کچھ کچھ رکھ دیا جائے تو جائز ہے۔ گھر کا مشترکہ جانور جس میں اپنا، بیوی کا اور اولاد کا حصہ رکھا گیا ہو اور سب کا کھانا ایک جگہ ہو تو تقسیم ضروری نہیں۔

اگر گوشت کی تقسیم سے پہلے ہی تمام شرکاء دلی رضامندی کے ساتھ کسی کو گوشت دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔(شامیہ:6/317)(احسن الفتاوی:7/503)

شرکاء کی نیتوں کا مختلف ہونا:

نیتوں کے مختلف ہونے سے قربانی پر کوئی فرق نہیں پڑتا، بس شرط یہ ہے کہ ہر شریک کی نیت ثواب حاصل کرنے کی ہو، چنانچہ: بعض کی نیت واجب قربانی اور بعض کی نفل کی ہو، بعض کی نیت قربانی اور بعض کی عقیقے کی ہو، یا بعض کی نیت قربانی اور بعض کی ولیمے کی دعوت کرنے کی نیت ہو، اِن تمام صورتوں میں قربانی صحیح ہو جائے گی۔ البتہ بعض کی نیت صرف گوشت حاصل کرنے کی ہو تو اِس سے کسی بھی شریک کی قربانی نہ ہوگی۔(عالمگیری:۵/۳۰۴)اگر کسی شریک کی نیت گزشتہ سال کی رہی ہوئی قربانی کی قضاء کرنے کی ہو تو اُس کی طرف سے نفلی قربانی ہوگی، قضاء نہیں ہوگی۔ قضاء کے لئے اُسے متوسط بکری کی قیمت کا صدقہ کرنا ہی ضروری ہوگا، باقی شرکاء کی واجب قربانی ہو جائے گی۔(عالمگیری:5/304)

تضحیہ عن الغیر:

دوسرے کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے، البتہ اس کیلئے ضروری ہے کہ اُس نے وکیل بنایا ہو، یا اُس سے اجازت لے لی گئی ہو، یا کم از کم قربانی سے پہلے اُسے بتا دیا جائے۔ بغیر بتائے قربانی کرنے کی صورت میں قربانی نہیں ہوتی۔ البتہ چند صورتیں مستثنیٰ ہیں:

1. اگر نفلی طور پر دوسرے کی طرف سے قربانی کی جا رہی ہو تو جائز ہے۔
2. دوسرے کو محض ثواب پہنچانے کی نیت ہو۔

3. ایسے لوگوں کی طرف سے قربانی کی جائے جن کی طرف سے قربانی کرنے کا عام معمول ہوتا ہے، جیسے اولاد اور بیوی کی طرف سے، تو ایسے لوگوں کی طرف سے قربانی اُن کی اجازت اور اطلاع کے بغیر بھی جائز ہے۔(احسن الفتاوی:7/541)

تضحیہ عن المیت:

میت کی جانب سے قربانی کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی وصیت فرمائی تھی کہ ان کی طرف سے قربانی کیا کریں، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس حکم کی تعمیل کرتے تھے ۔عَنْ حَنَشٍ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ:إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ۔(ابوداوٗد:2790)

مردہ کی طرف سے قربانی کی دو صورتیں ہیں:

1. میت نے وصیت کی ہو جس کی تعمیل میں قربانی کی جائے۔
2. بغیر وصیت کے میت کو ثواب پہنچانے کی غرض سے قربانی کی جائے۔

پہلی قسم کا حکم : یہ قربانی واجب ہے، اس لئے کہ وصیت کا نفاذ ضروری ہوتا ہے، البتہ یہ میت کے تہائی مال میں سے کی جائے گی۔ اور اس کا گوشت واجب التصدق ہو گا، فقراء کو کھلایا جائے گا۔

دوسری قسم کا حکم : یہ نفلی قربانی ہے، میت کو اس کا ثواب مل جائے گا۔ اور گوشت عام قربانی کی طرح خود بھی کھاسکتے ہیں۔(ردالمحتار:6/326)(کتاب الفتاوی:4/137)

اگر قربانی نہ کی جاسکی ہو اور ایّامِ اضحیہ گزر جائیں:

قربانی کے ایام گزر جائیں اور کسی بھی وجہ سے قربانی نہ کر سکے تو ایک متوسط بکری کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔ اور اگر جانور خرید اہوا ہے تو ایسا شخص جس پر قربانی لازم نہ تھی اور اُس نے قربانی کی نیت سے خریدا تھا تو اُس کے لئے اُسی جانور کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ جبکہ مالدار شخص کو دونوں باتوں کا اختیار ہے، چاہے تو اُسی کو صدقہ کر دے اور چاہے تو ایک بکری کی قیمت صدقہ کر دے۔

اصل میں اِس مسئلے کی بنیادی طور پر تین صورتیں بنتی ہیں:

1. اگر نذر کی قربانی کا جانور ہو: تو بعینہٖ اُسی جانور کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔
2. فقیر نے قربانی کی نیت سے خریدا ہو: تو بعینہٖ اُسی جانور کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔
3. غنی نے خریدا ہو یا نہ خریدا ہو: بہر حال دونوں صورتوں میں ایک متوسط بکری کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہے۔(عالمگیری:5/296)(الدر المختار:6/320،321)

نوٹ: ناذر یا فقیر یا اِسی طرح غنی شخص جس نے قربانی کا جانور خرید لیا تھا اور قربانی نہ کر سکا یہ سب اگر اُس جانور کو صدقہ کرنے کے بجائے ذبح کر دیں تو گوشت کا صدقہ کرنا ضروری ہے، خود کھانا جائز نہیں، اگر کھائیں گے تو اُتنی قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہو گا۔(الدر المختار:6/321)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ صَلَاةِ الْخُسُوفِ

مناسب یہ تھا کہ باب کا عنوان "صلوۃ الکسوف" رکھا جاتا، اس لئے کہ باب کے تحت ذکر کردہ تمام احادیث کسوفِ شمس یعنی سورج گرہن سے متعلق ہیں، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں خسوف کہہ کر کسوف مراد لیا گیا ہے، اور لغوی اعتبار سے یہ بالکل صحیح ہے اِس لئے کہ راجح قول کے مطابق دونوں الفاظِ مترادفہ میں سے ہیں، لہٰذا ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔(مرقاۃ:3/1091)(الدر المختار:2/181)

کسوف اور خسوف کا معنیٰ:

اس بارے میں تین قول ہیں:

- کسوف سورج کے گرہن ہونے اور خسوف چاند کے گرہن ہونے کو کہا جاتا ہے۔
- کسوف چاند کے گرہن ہونے اور خسوف سورج کے گرہن ہونے کو کہا جاتا ہے۔
- دونوں الفاظ مترادفہ ہیں، ایک دوسرے پر ان کا اطلاق ہوتا ہے۔(معارف السنن:5/1)

نماز کسوف اور خسوف کا حکم:

نمازِ کسوف:

نماز کسوف کی مشروعیت میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، البتہ اس کے حکم کے بارے میں اختلاف ہے، تین طرح کے اقوال پائے جاتے ہیں:(1) سنت مؤکدہ۔ (2) واجب۔ (3) فرضِ کفایہ۔

راجح یہ ہے، جس کو جمہور ائمہ کرام نے اختیار کیا ہے کہ صلوۃ الکسوف کا جماعت سے پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔(الفقہ علی المذاھب:1/312)(مرقاۃ:3/1091)(فتح الباری:2/527)(معارف السنن:5/2)

نمازِ خسوف:

چاند گرہن کی نماز کے حکم کے بارے میں اختلاف ہے:

- احناف و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: مندوب و مستحب ہے، نمازِ کسوف کی طرح سنّتِ مؤکدہ نہیں۔
- شوافع وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: سنتِ مؤکّدہ ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:27/252)

نمازِ کسوف میں اذان و اقامت نہیں:

صلاۃ الکسوف کی جماعت کیلئے اذان و اقامت تو نہیں ہے، البتہ حدیث میں لوگوں کو اس کی اطلاع دینے اور اعلان کرنے کے لئے "الصَّلَاۃُ جَامِعَۃٌ" کے الفاظ ذکر کیے گئے ہیں۔ پس یہ یا اس جیسے اور کوئی الفاظ لوگوں کو مطلع کرنے کے لئے اعلان کے طور پر کہے جاسکتے ہیں۔

حضرت علّامہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وہ تمام نوافل جو جماعت کے ساتھ مشروع ہیں، مثلاً: تراویح، نمازِ کسوف، نمازِ استسقاء اور عیدین کی نماز، ان سب میں "اعلام بطریق مخصوص" یعنی اذان و اقامت کی تو ممانعت ہے، لیکن "نفسِ اعلام" کی ممانعت نہیں، چنانچہ لوگوں کو مطلع کرنے کے لئے اعلان کیا جاسکتا ہے۔(الکوکب الدری:1/430،431)

نماز کسوف اور خسوف کی رکعات اور اُس کے طریقے میں ائمہ کا اختلاف :

سورج گرہن اور چاند گرہن کی نماز کا کیا طریقہ ہے، اِس میں اختلاف ہے:

نمازِ کسوف:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: کم از کم دو رکعت اور چار یا اس سے زیادہ بھی جائز ہے، البتہ چار رکعت (ایک یا دو سلام کے ساتھ) پڑھنا افضل ہے۔ اور عام نمازوں کی طرح ہر رکعت میں ایک ہی رکوع کیا جائے گا۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: نماز کسوف کی صرف دو رکعتیں مسنون ہیں، اور ہر رکعت میں دو رکوع، دو قیام، دو قراءت اور دو سجدے کیے جائیں گے۔ (الفقہ علی المذاھب: 1/330)

نمازِ خسوف:

- احناف رحمۃ اللہ علیہم: کم از کم دو رکعت اور چار بھی درست ہے، جو عام نماز کے طریقے کے مطابق ایک رکعت میں ایک ہی رکوع کے ساتھ اداء کی جائے گی لیکن اِنفرادی طور پر گھروں میں پڑھیں گے، جماعت سے پڑھنا مشروع نہیں، البتہ اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سراً تلاوت کے ساتھ پڑھنے کے قائل ہیں، جبکہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما جہراً قراءت کو مسنون قرار دیتے ہیں۔
- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: نماز خسوف کی دو رکعتیں مسنون ہیں، اور یہ عام نمازوں کی طرح پڑھی جائے گی، یعنی ہر رکعت میں ایک ہی رکوع اور دو سجدے کیے جائیں گے، اور اس میں جہرا قراءت کی جائے گی۔
- شوافع و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: نمازِ خسوف کی دو رکعتیں مسنون ہیں، اور یہ نماز بھی نمازِ کسوف کی طرح ہی دو رکوع، دو قیام، دو قراءتوں اور دو سجدوں کے ساتھ اداء کی جائے گی۔ البتہ اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نمازِ خسوف میں سراً تلاوت کے قائل ہیں جبکہ اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جہراً تلاوت کو مسنون قرار دیتے ہیں۔ (الفقہ الاِسلامی: 2/1435) (الفقہ علی المذاھب: 1/330)

نمازِ کسوف میں کتنے رکوع ہیں؟

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: عام نمازوں کی طرح ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: ہر رکعت میں دو رکوع اور دو قیام ہیں۔(الفقہ علی المذاھب:1/330)

یعنی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پہلے قیام میں قراءت، پھر رکوع، پھر دوبارہ قیام اور قراءت اور پھر دوبارہ رکوع کیا جائے گا۔ اسی طرح دوسری رکعت میں بھی پہلے قیام و قراءت، پھر رکوع، پھر قیام و قراءت اور پھر رکوع کیا جائے گا۔

نمازِ کسوف میں رکوع کی تعداد میں روایات کا اِضطراب:

صلاۃ الکسوف میں کتنے رکوع کیے جائیں گے، اِس بارے میں روایات کے اندر شدید اضطراب پایا جاتا ہے، ایک سے لیکر پانچ رکوع تک کی روایات پائی جاتی ہیں:

ایک رکوع: فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ۔(بخاری:1059)

دو رکوع: فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكْعَتَيْنِ، وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ۔(بخاری:1065)

تین رکوع: فَصَلَّى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِأَرْبَعِ سَجَدَاتٍ۔(مسلم:904)

چار رکوع: ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ۔(مسلم:908)

پانچ رکوع: وَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ۔(ابوداؤد:1182)

صلاۃ الکسوف عام نمازوں کی طرح ہے:

حضرات احناف رحمۃ اللہ علیہم نے نمازِ کسوف میں رکوع کی تعداد میں مذکورہ بالا اختلاف اور اضطراب ہونے کی وجہ سے نماز کو اُس کی اصل حالت پر قیاس کرتے ہوئے ایک ہی رکوع والی روایت کو ترجیح دی ہے، اِس لئے کہ روایات میں صلاۃ الکسوف کے عام نمازوں ہی کی طرح ہونے کی تصریح موجود ہے چنانچہ:

نسائی شریف کی روایت میں ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اِرشاد ہے: جب تم سورج گرہن ہونے کو دیکھو تو اُسی طرح نماز پڑھو جیسے تم نے اُس سے پہلے فرض نماز (یعنی صبح کی نماز) پڑھی ہے۔ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَصَلُّوا كَأَحْدَثِ صَلَاةٍ صَلَّيْتُمُوهَا مِنَ الْمَكْتُوبَةِ۔ (نسائی:1485)

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سورج گرہن ہونے کے وقت ہماری عام نمازوں کی طرح نماز پڑھائی اور رکوع سجدہ کیا۔ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم صَلَّى حِينَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ مِثْلَ صَلَاتِنَا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ۔ (نسائی:1489)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے عہد میں سورج گرہن ہوا تو اُنہوں نے بھی عام نمازوں کی طرح ایک رکعت میں ایک ہی رکوع کے ساتھ نمازِ کسوف اداء فرمائی۔ (مسند احمد:4387)

روایات میں نمازِ کسوف میں متعدّد رکوع ہونے کا مطلب:

بعض حضرات نے یہ توجیہ ذکر کی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نماز میں بہت لمبا رکوع کیا تھا تو بعض لوگوں نے سر اُٹھا کر دیکھا کہ آپ شاید اُٹھ چکے ہوں گے لیکن جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رکوع میں نظر آئے تو وہ دوبارہ

رکوع میں چلے گئے، اِس منظر کو پیچھے کی صفوں میں کھڑے ہوئے لوگ دیکھ کر یہ سمجھے کہ آپ ﷺ نے رکوع سے اُٹھ کر دوبارہ رکوع کیا ہے اور اُنہوں نے تعدّدِ رکوع کی روایت نقل کر دی۔(فتح القدیر:2/88)

لیکن یہ توجیہ زیادہ بہتر نہیں، اِس لئے کہ خلافِ معمول نماز پڑھے جانے کی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ نماز کے بعد بھی حضرات صحابہ کرام نے اِس کی تحقیق نہ کی ہو اور ساری عمر اِس غلط فہمی میں ہی مبتلاء رہے ہوں، اِس لئے راجح یہ ہے کہ یہ رکوعاتِ تخشّع تھے اور آپ ﷺ کی خصوصیت تھی،یعنی نماز کے دوران آپ ﷺ کے ساتھ غیر معمولی واقعات پیش آئے تھے، مثلاً: جنت اور دوزخ کے مناظر کا دیکھنا، اِس لئے آپ ﷺ نے نماز میں خشوع کی حالت میں غیر معمولی رکوع فرمائے جو سجدہ شکر کی طرح "رکوعاتِ تخشّع" تھے۔(درسِ ترمذی:2/348،349)

نمازِ کسوف اور خسوف میں قراءت سرّاً ہے یا جہراً:

نمازِ کسوف:

- امام احمد اور حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہم: جہراً قراءت مسنون ہے۔
- حضرات ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: سراً قراءت مسنون ہے۔(معارف السنن:2/29)

نمازِ خسوف:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: قراءت سراً کی جائے گی۔
- ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم: جہراً قراءت کی جائے گی۔(الفقہ الاسلامی:2/1428،1429)

خلاصہ:

- اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: سرّاً قراءت کی جائے گی، خواہ کسوف کی نماز ہو یا خسوف کی۔
- اِمام احمد اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما: جہراً قراءت کی جائے گی، خواہ کسوف کی نماز ہو یا خسوف کی۔
- اِمام مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہما: کسوف میں سرّاً اور خسوف میں جہراً قراءت کی جائے گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ کسوف میں قراءت، رکوع، قومہ، سجدہ اور جلسہ سب ہی کے اندر تطویل کرنا چاہئے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تطویل فرمائی ہے۔

نمازِ کسوف میں قراءت کے اندر تطویل یا تخفیف کرنا:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: قراءت میں تطویل افضل اور تخفیف جائز ہے۔ البتہ جب قراءت میں تخفیف کی جائے تو دعاء میں تطویل کی جائے گی، اس لئے کہ کسوف کا وقت صلوۃ اور دعاء میں مشغول رکھنا مسنون ہے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: قراءت میں تطویل کرنا مسنون ہے۔(الفقہ علی المذاہب الاربعہ:1/331)

نمازِ کسوف میں تطویلِ قراءت کی مقدار:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ یا اتنی مقدار۔ دوسری میں آلِ عمران یا اتنی مقدار۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: دونوں رکعتوں میں چار رکوع کی وجہ سے چار قیام ہوتے ہیں، ہر قیام کی مقدار یہ ہے:
  - پہلی رکعت کے پہلے قیام میں سورۂ بقرہ یا اتنی مقدار
  - پہلی رکعت کے دوسرے قیام میں سورۂ آلِ عمران یا اتنی مقدار
  - دوسری رکعت کے پہلے قیام میں سورۂ نساء یا اتنی مقدار

○ دوسری رکعت کے دوسرے قیام میں سورۂ مائدہ یا اتنی مقدار۔(الفقہ علی المذاھب:1/331)

نمازِ کسوف میں تطویلِ رکوع اور سجود کی مقدار:

یعنی صلاۃ الکسوف میں رکوع اور سجدے کو کِس قدر لمبا کرنا بہتر ہے، اِس کی تفصیل یہ ہے:

- **امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:** تطویل مسنون ہے، لیکن اس کی کوئی حد متعین نہیں۔
- **امام احمد رحمۃ اللہ علیہ:**

○ دونوں رکعتوں کے پہلے رکوع میں 100 آیات کے بقدر

○ دونوں رکعتوں کے دوسرے رکوع میں 70 آیات کے بقدر

- **امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:**

○ پہلی رکعت کے پہلے رکوع میں 100 آیات کے بقدر

○ پہلی رکعت کے دوسرے رکوع میں 80 آیات کے بقدر

○ دوسری رکعت کے پہلے رکوع میں 70 آیات کے بقدر

○ دوسری رکعت کے دوسرے رکوع میں 50 آیات کے بقدر

- **امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:** دونوں رکعتوں کے ہر رکوع میں اس قدر تطویل کرنا مستحب ہے جتنی اُس سے پہلے قراءت کی ہے۔ پس:

○ پہلی رکعت کے پہلے رکوع میں سورۂ بقرہ کے بقدر

○ پہلی رکعت کے دوسرے رکوع میں سورۂ آلِ عمران کے بقدر

○ دوسری رکعت کے پہلے رکوع میں سورۂ نساء کے بقدر

○ دوسری رکعت کے دوسرے رکوع میں مائدہ کے بقدر۔(الفقہ علی المذاھب: 1/331)

نماز کسوف کا وقت:

نمازِ کسوف کے وقت میں دو اختلاف قابلِ وضاحت ہیں: (1) نمازِ کسوف کا وقت کیا ہے۔(2) کیا نمازِ کسوف کو مکروہ وقت میں اداء کیا جاسکتا ہے۔ دونوں اختلافوں کی تفصیل یہ ہے:

- اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: صلاۃ الکسوف کا وقت بالکل عید کی نماز کا وقت ہے، یعنی طلوع شمس کے بعد سے زوال تک یہ نماز پڑھی جاسکتی ہے، نہ اِس سے پہلے اور نہ بعد میں۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: صلاۃ الکسوف کا وقت ابتداء کسوف سے انجلاء شمس تک ہے، یعنی سورج گرہن ہونے سے لیکر اُس وقت تک پڑھی جاسکتی ہے جب تک سورج گرہن باقی رہے۔

پھر ائمہ ثلاثہ کے درمیان اِس بات میں اختلاف ہے کہ مکروہ وقت میں پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں:

○ اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: مکروہ وقت میں بھی پڑھی جاسکتی ہے، اِس لئے کہ یہ نماز "ذات السبب" ہے اور ایسی نماز مکروہ وقت میں بھی پڑھنا درست ہوتا ہے۔

○ احناف وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: مکروہ وقت میں بھی نہیں پڑھی جاسکتی۔(الفقہ علی المذاھب:1/332)

نماز کسوف اور خسوف کا وقت کس چیز سے ختم ہو جاتا ہے:

یعنی کسوف وخسوف کی دونوں نمازیں کب تک پڑھی جاسکتی ہیں، اِس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

نمازِ کسوف:

نمازِ کسوف کا وقت دو چیزوں سے ختم ہو جاتا ہے:

(1)— انْجِلاَءُ جَمِيعِ الشَّمْس: سورج کا گرہن ہونا مکمل طور پر ختم ہو جائے، پس اگر سورج روشن ہو رہا ہو لیکن کچھ گرہن ہونا باقی ہو تب بھی صلاۃ الکسوف شروع کر سکتے ہیں۔ ہاں! مکمل روشن ہو جانے کے بعد نمازِ کسوف کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

(2)— غُرُوبُ الشَّمسِ كَاسِفَةً: گرہن ہونے کی حالت ہی میں سورج غروب ہو جائے تب بھی نمازِ کسوف کا وقت ختم ہو جاتا ہے، اُس کے بعد نماز شروع کرنا درست نہیں۔

نمازِ خسوف:

(1)— الاِنْجِلاَءُ الْكَامِل: چاند کا مکمل طور پر روشن ہو جانا۔

(2)— طُلُوعِ الشَّمْسِ: سورج کا نکل آنا۔

فائدہ: سورج یا چاند گرہن ہونے کے درمیان اگر بادلوں میں چھپ جائے تب بھی نماز پڑھیں گے، لیکن اگر پہلے سے بادلوں میں سورج یا چاند چھپے ہوں اور اِسی حال میں کسوف یا خسوف ہونے میں شک واقع ہو جائے تو نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ: 27/254)

کیا نمازِ کسوف میں خطبہ دیا جائے گا:

صلاۃ الکسوف میں خطبہ پڑھا جائے گا یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: عیدین و جمعہ کی طرح نماز کسوف کے بعد دو خطبے دیے جائیں گے۔

- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: نمازِ کسوف میں خطبہ نہیں ہے۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/332)

دلائل:

اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل نبی کریم ﷺ کا خود اپنا عمل ہے کہ آپ نے نمازِ کسوف کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا تھا، اِس سے معلوم ہوا کہ کسوف کی نماز کے بعد خطبہ دیا جائے گا۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورج گرہن کے وقت میں نماز کا حکم دیا ہے، خطبہ پڑھنے کا کسی حدیث میں ذکر نہیں، اور نبی کریم ﷺ نے نمازِ کسوف کے بعد جو خطبہ دیا تھا وہ کسوف کے حکم کو واضح کرنے کیلئے دیا تھا، نیز اُس غلط فہمی کو دور کرنا مقصود تھا جو حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ کی وفات کی وجہ سے لوگوں کے ذہن میں پیدا ہوئی تھی اور لوگ زمانہ جاہلیت کے مطابق یہ سوچ رہے تھے کہ سورج گرہن یقیناً کسی بڑی شخصیت کے انتقال کی وجہ سے ہوتا ہے۔(الفقہ الاسلامی وادلتہ:2/1432)

نمازِ کسوف اور خسوف میں جماعت:

سورج اور چاند گرہن کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے گی یا انفرادی طور پر، اِس میں اختلاف ہے:

نمازِ کسوف:

نمازِ کسوف میں جماعت کے مشروع ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔(فتح القدیر:2/84) مسجد اور عید گاہ دونوں جگہ پڑھنا جائز ہے، لیکن مسجدِ جامع میں پڑھنا افضل ہے، اس لئے آپ ﷺ نے بھی نمازِ کسوف مسجد میں اداء فرمائی تھی۔(الفقہ الاسلامی وادلتہ:2/1432)

نمازِ خسوف:

- احناف ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: انفرادی طور پر پڑھی جائے گی، جماعت مشروع نہیں۔
- شوافع وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: صلوۃ الکسوف کی طرح خسوف میں بھی جماعت مشروع ہے، چنانچہ مسجد میں جمع ہو کر کسوف کی طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے گی۔(الفقہ الاسلامی:2/1434)

نمازِ کسوف کی مسنون اعمال:

1. غسل کرنا چاہیئے، کیونکہ یہ نماز بھی جمعہ وعیدین کی طرح اجتماع کے ساتھ ہوتی ہے۔
2. نمازِ کسوف جامع مسجد میں پڑھنی چاہیئے یعنی جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہو اُسی جگہ اداء کرنا چاہیئے، کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی اُسی جگہ نمازِ کسوف اداء فرمائی ہے
3. نمازِ کسوف میں اذان واِقامت نہیں ہوتی، لہٰذا "الصَّلَاۃَ جَامِعَۃً" وغیرہ کے الفاظ کے ذریعہ لوگوں کو مطلع کر دینا چاہیئے تاکہ لوگ نمز میں شریک ہو سکیں۔
4. نمازِ کسوف جماعت کے ساتھ اداء کرنا چاہیئے، کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی سورج گرہن کے موقع پر نمازِ کسوف جماعت سے پڑھی ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:27/254،255)
5. مندرجہ ذیل امور کا کثرت سے اہتمام کرنا چاہیئے:

(1) کثرتِ ذکر۔(2) کثرتِ دعاء۔(3) تکبیر، یعنی اللہ تعالیٰ کی تکبیر بیان کرنا۔(4) تسبیح، یعنی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔(5) تہلیل، یعنی "لا اِلٰہَ اِلّا اللہ" پڑھنا۔(6) تحمید، یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنا۔(7) نماز۔(8) صدقہ وخیرات کی کثرت۔(9) غلام آزاد کرنا۔

مذکورہ بالا امور احادیث سے ثابت ہیں، اِس لئے سورج گرہن ہونے کے وقت میں ان امور کا اہتمام کرنا چاہیئے، وہ احادیث ملاحظہ فرمائیں جن سے مذکورہ بالا امور ثابت ہیں:

1. جب تم یہ گرہن ہونا دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ۔(بخاری:1052)
2. جب تم یہ گرہن ہونا دیکھو تو اللہ کو پکارو، اُس کی بڑائی بیان کرو، نماز پڑھو اور صدقہ دو۔فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ، فَادْعُوا اللَّهَ، وَكَبِّرُوا وَصَلُّوا وَتَصَدَّقُوا۔(بخاری:1044)
3. جب تم یہ گرہن ہونا دیکھو تو گھبرا کر اللہ کو یاد کرو، دعاء و اِستغفار کرو۔فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ، فَافْزَعُوا إِلَى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ۔(بخاری:1059)
4. ایک روایت میں ہے: جب تم یہ گرہن ہونا دیکھو تو گھبرا کر نماز کی طرف متوجہ ہوجاؤ۔فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ۔(بخاری:1046)
5. ایک دفعہ سورج گرہن کے موقع پر صحابی فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس دیکھنے کیلئے آیا کہ آپ کیا کرتے ہیں تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں کھڑے ہوئے تھے اپنے ہاتھوں کو اُٹھائے اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر اور دعاء میں مصروف تھے، یہاں تک کہ گرہن ختم ہونے تک آپ انہی کاموں میں مشغول رہے۔فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ قَائِمٌ فِي الصَّلَاةِ رَافِعٌ يَدَيْهِ، فَجَعَلَ يُسَبِّحُ، وَيَحْمَدُ، وَيُهَلِّلُ، وَيُكَبِّرُ، وَيَدْعُو، حَتَّى حُسِرَ عَنْهَا۔(مسلم:913)
6. نبی کریم ﷺ نے سورج گرہن کے موقع پر غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالعَتَاقَةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ۔(بخاری:1054)

بَابٌ فِي سُجُودِ الشُّكْرِ

شکر کا معنی و مطلب اور اس کی حقیقت :

شکر کا معنی : شکر قدر دانی کو کہتے ہیں، اِس کی ضد "کفرانِ نعمت" آتی ہے،

شکر کی حقیقت: یہ ہے کہ بندہ کی زبان، قلب اور اعضاء وجوارح پر نعمتوں کے آثار ظاہر ہونے لگیں۔ زبان پر اِس طرح کہ زبان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اقرار اور ذاتِ باری تعالیٰ کی حمد و ثناء اور تعریف و تقدیس میں مصروف العمل ہو جائے، قلب اپنی تمام تر گہرائیوں کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتوں کا معترف بن جائے اور اعضاء وجوارح اُن افعال و اعمال میں استعمال ہونے لگیں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کا ذریعہ ہیں۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:24/245)

سجدہ شکر کے چند واقعات:

1. حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی خوشی کی خبر آتی یا آپ کو کوئی بشارت دی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کرتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے۔ كَانَ إِذَا جَاءَهُ أَمْرُ سُرُورٍ أَوْ بُشِّرَ بِهِ خَرَّ سَاجِدًا شَاكِرًا لِلَّهِ۔(ابوداؤد:2774)

2. حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے، پس جب ہم "غروزاء" (ایک جگہ کا نام ہے) کے قریب آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ سے) اترے پھر دست مبارک اٹھا کر کچھ دیر دعا فرماتے رہے، اس کے بعد سجدہ

میں چلے گئے اور دیر تک سجدہ ہی میں رہے پھر (سجدہ سے) اٹھے اور دوبارہ دعا فرمائی، پھر سجدہ میں چلے گئے، اس طرح آپ ﷺ نے تین بار کیا اور فرمایا! میں نے اپنے رب سے اپنی امت (کی مغفرت) کے لئے سفارش کی تھی تو میرے رب نے مجھے تہائی امت (کی مغفرت کی بشارت) دیدی تو میں نے اس پر شکر کا سجدہ کیا پھر میں نے (سجدہ سے) سر اٹھایا اور امت کے لئے درخواست پیش کی تو اور تہائی امت دیدی (دوسری بار) پھر میں نے (سجدہ سے) اٹھایا اور امت کے لئے درخواست پیش کی تو اس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے باقی تہائی امت بھی دیدی، اس پر بھی میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر ادا کیا۔(ابوداؤد:2775)

3. حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے توبہ قبول ہونے کے طویل واقعہ میں بھی سجدہ شکر کا تذکرہ ہے کہ جب اُن کی توبہ قبول ہوئی تھی اور اُنہیں فجر کی نماز کے بعد پتہ چلا تو وہ بھی فوراً سجدہ ریز ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور فوراً سجدہ شکر ادا کیا تھا۔(بخاری:4418)

4. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب نبوّت کا دعویدار مسیلمہ کذاب ملعون کے قتل کی خبر ملی تو اُنہوں نے شکر کے طور پر سجدہ فرمایا۔(عون المعبود:7/328)

5. حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب اُنہوں نے خوارج میں ذوالثدیہ کو مقتول پایا تو سجدہ شکر ادا فرمایا۔(عون المعبود:7/328)

6. نبی کریم ﷺ کو جب حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر یہ خوشخبری سنائی کہ جو بھی آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اُس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرمائیں گے تو اُس وقت بھی آپ ﷺ نے

سجدہ شکر اداء فرمایا۔(عون المعبود:7/328)

7. ایک دفعہ کسی نے آکر مسلمانوں کے لشکر کی کافروں پر فتح یاب ہونے کی خوشخبری سنائی تو حضور ﷺ اُس وقت لیٹے ہوئے تھے اور آپ کا سر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں رکھا ہوا تھا، آپ ﷺ فوراًاُٹھے اور سجدہ شکر اداء فرمایا۔(عون المعبود:7/328)

8. نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ بندر دیکھا تو سجدہ فرمایا۔(مستدرکِ حاکم:1025)

9. نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ کسی اپاہج کو دیکھا تو سجدہ فرمایا۔(مستدرکِ حاکم:1025)

10. نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ کسی پستہ قد(ٹھگنے) آدمی کو دیکھا تو سجدہ فرمایا۔(مستدرکِ حاکم:1025)

11. حضرت ابوجعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس خیبر کی فتح کی خبر لیکر آئے تو آپ ﷺ نے سجدہ فرمایا۔(مستدرکِ حاکم:1025)

12. حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سورہ صٓ میں سجدہ کیا اور فرمایا: ”سَجَدَهَا دَاوُدُ تَوْبَةً، وَنَسْجُدُهَا شُكْرًا “حضرت داوٗد علیہ السلام نے توبہ کے طور پر سجدہ کیا تھا،ہم شکر کے طور پر سجدہ کرتے ہیں۔(نسائی:957)

سجدۂ شکر کا حکم:

- اِمام شافعی و احمد و صاحبین رحمۃ اللہ علیہم: سنت ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:24/247،246)(البنایۃ:2/667)
- اِمام ابو حنیفہ و مالک رحمۃ اللہ علیہما: مکروہ ہے۔(مرعاۃ:5/164)(الفقہ علی المذاہب:1/426)

اِمام ابو حنیفہ و مالک رحمۃ اللہ علیہما کے مکروہ کہنے کی وجہ :

اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف سجدہ نہیں بلکہ کسی نعمت کے حاصل ہونے پر دو رکعت صلاۃ الشکر اداء کرنی چاہیئے، کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے جو سجدہ شکر منقول ہے اُس سے "تسمیۃ الکل باسم الجزء" کے طور پر صلاۃ الشکر مراد ہے، کیونکہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ جزء بول کر کل مراد لیا جاتا ہے۔ اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِنسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہر دم اور ہر لمحہ مسلسل برس رہی ہیں لہٰذا اِس طرح تو اُس کو ہر وقت ہی سجدہ شکر کرنا پڑے گا، اور ظاہر ہے کہ یہ ممکن نہیں۔(مرعاۃ:5/164)

سجدہ شکر کے بارے میں اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول اور اُس کا مطلب:

سجدہ شکر کے بارے میں اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول جیسا کہ محیط میں نقل کیا گیا ہے، یہ ہے:

"میں اس کو واجب نہیں سمجھتا، اِس لئے کہ اگر یہ واجب ہوتا تو ہر لمحہ میں سجدہ شکر لازم ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر نعمتیں مسلسل ہوتی رہتی ہیں، اور اس میں ایسے حکم کا مکلّف بنانا لازم آئے گا جس کی طاقت نہیں ہے"۔لَا أَرَاهَا وَاجِبَةً لِأَنَّهَا لَوْ وَجَبَتْ لَوَجَبَ فِي كُلِّ لَحْظَةٍ لِأَنَّ نِعَمَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى عَبْدِهِ مُتَوَاتِرَةٌ وَفِيهِ تَكْلِيفُ مَا لَا يُطَاقُ۔(ردّالمحتار:2/119)

اِمام صاحب کے قول کا مطلب:

متقدّمین فقہاء کرام نے اِمام صاحب کے قول کے مختلف مطلب نقل کیے ہیں:

1. سنّت نہیں ہے۔
2. شکرِ تامّ کی شکل نہیں، کیونکہ مکمل شکر یہ ہے کہ دو رکعت صلاۃ الشکر پڑھ کر شکر اداء کیا جائے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فتحِ مکہ کے موقع پر کیا تھا۔
3. واجب نہیں، اگر کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔
4. مشروع نہیں، لہٰذا اس کا کرنا مکروہ ہے اور نہ کرنا بہتر ہے۔(ردّالمحتار:2/119)

سجدہ شکر کے بارے میں راجح قول:

عند الاحناف قولِ راجح اور مفتیٰ بہ یہ ہے کہ سجدہ شکر مستحب ہے، البتہ سجدہ شکر نمازوں کے فوراًبعد کرنا درست نہیں، تاکہ عوام کو دیکھ کر یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہ سجدہ سنّت یا واجب ہے۔وَسَجْدَةُ الشُّكْرِ: مُسْتَحَبَّةٌ بِهِ يُفْتَى لَكِنَّهَا تُكْرَهُ بَعْدَ الصَّلَاةِ لِأَنَّ الْجَهَلَةَ يَعْتَقِدُونَهَا سُنَّةً أَوْ وَاجِبَةً وَكُلُّ مُبَاحٍ يُؤَدِّي إلَيْهِ فَمَكْرُوهٌ۔(شامیہ:2/119،120)(الفقہ علی المذاہب:1/426)(الفقہ الاسلامی:2/1144)

سجدۂ شکر کیلئے طہارت شرط ہے یا نہیں:

سجدہ شکر کی ادائیگی کیلئے طہارت شرط ہے یا نہیں، اِس میں دو قول پائے جاتے ہیں:

1. طہارت شرط ہے۔اِس لئے کہ یہ سجدہ ہے اور سجدہ کیلئے طہارت شرط ہوتی ہے۔حضرات شوافع اور حنابلہ کا یہی قول ہے۔

2. طہارت شرط نہیں۔اِس لئے کہ یہ نماز کا سجدہ نہیں، شکر کی ادائیگی کا ایک عملی اور فوری طریقہ ہے، اِس کیلئے اگر طہارت کو شرط قرار دیدیا جائے تو شرائطِ صلاۃ کا اہتمام کرنے سے فوری شکر کی ادائیگی رہ جائے گی، یہ علّامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔(عون المعبود:7/328)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:24/248)

قولِ راجح اور اُس کی وجوہِ ترجیح:

راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ شکر میں طہارت کی شرط نہ لگائی جائے، اِس لئے کہ:

1. سجدہ شکر کے متعلق طہارت وغیرہ کی شرط کیلئے دلیل کی ضرورت ہے، اور دلیل موجود نہیں ہے۔

2. احادیثِ مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ سجود الشکر میں یا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سجود الشکر میں کہیں یہ بات نہیں ملتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرام نے کسی موقع پر سجدہ شکر کے وقت وضو کا اہتمام کیا ہو، بلکہ ہر جگہ یہ ملتا ہے کہ خوشخبری سنتے ہی سجدہ میں گر گئے، اِس سے بھی طہارت کی شرط کا نہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

3. سجدہ شکر کا باعث بننے والی خبر اچانک آتی ہے، اور ایسا ممکن ہے کہ سجدہ شکر کا ارادہ رکھنے والا شخص بے وضو ہو تو سجدہ شکر وضو یا غسل کے بعد تک مؤخر کرنے سے سجدہ شکر کی حقیقی روح ہی زائل ہو جائے گی جس کی وجہ سے سجدہ شکر کرنا جائز ہوا تھا۔ چنانچہ علّامہ رملی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سجدہ شکر کے سبب اور سجدہ کے درمیان اتنا لمبا وقفہ ہو جائے جس کو عرفِ عام میں فصلِ طویل کہا جاتا ہو تو اُس کی وجہ سے سجدہ شکر فوت ہو جائے گا۔وَتَفُوتُ سَجْدَةُ الشُّكْرِ بِطُولِ الْفَصْلِ عُرْفًا بَيْنَهَا وَبَيْنَ سَبَبِهَا۔(نہایۃ المحتاج:2/104)

سجدۂ شکر کا طریقہ:

جس شخص پر کوئی خاص انعامِ الٰہی ہو مثلاً اللہ تعالیٰ فرزند، یا مال دے یا گم شدہ شخص یا چیز مل جائے یا کوئی مصیبت دور ہو جائے تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ تکبیر یعنی "اللہ اکبر" کہہ کر اللہ تعالیٰ کے واسطے قبلے کی طرف رُخ کر کے شکر کا سجدہ کرے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء اور تسبیح پڑھے، پھر دوسری تکبیر کہہ کر سر اٹھا دے۔(ردّالمحتار:2/119)(عالمگیری:1/136)

سجدۂ شکر کے مسائل:

1. مکروہ اوقات میں سجدہ شکر کرنا بھی مکروہ ہے۔(عالمگیری:1/136)
2. کسی سبب کے بغیر سجدہِ شکر کرنا عبادت نہیں، لیکن مکروہ بھی نہیں، یعنی جائز ہے۔(ردّالمحتار:1/120)
3. بعض لوگ نماز کے بعد جو ایک یا دو سجدے کرتے ہیں، مثلاً وتر کے بعد دیکھا جاتا ہے کہ کچھ لوگ دو سجدے کرتے ہیں اور اس کو مسنون سمجھتے ہیں، یہ درست نہیں، ان کو سنت سمجھ کر ادا کرنا مکروہِ تحریمی ہے لہذا ہر حال میں ان کو ترک ہی کرنا چاہئے۔(ردّالمحتار:1/120،419)
4. سجدہ شکر نماز کے دوران کرنا درست نہیں، لہٰذا نماز کے دوران اگر کوئی خوشخبری سننے کو ملے تو نماز کے دوران یہ سجدہ نہیں کرنا چاہیئے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:24/249)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابُ الِاسْتِسْقَاءِ

اِستسقاء کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ:

لغوی معنیٰ : اِستسقاء کا لغوی معنیٰ "طَلَبُ السُّقْیَا" یعنی بارش طلب کرنے کے آتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ شہروں اور بندوں پر اللہ تعالیٰ سے بارش کے نازل کرنے کو طلب کرنا۔طَلَبُ السُّقْیَا، أَيْ طَلَبُ إِنْزَال الْغَيْثِ عَلَى الْبِلَادِ وَالْعِبَادِ۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:3/304)

اِصطلاحی معنیٰ : علّامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اصطلاحی تعریف یہ ذکر کی ہے:"طَلَبُ إِنْزَالِ الْمَطَرِ بِكَيْفِيَّةٍ مَخْصُوصَةٍ عِنْدَ شِدَّةِ الْحَاجَةِ" سخت حاجت کے وقت اللہ تعالیٰ سے بارش کے نازل کرنے کو مخصوص طریقے سے طلب کرنا اِستسقاء کہلاتا ہے۔(ردّ المحتار:2/184)

نمازِ اِستسقاء کب اور کہاں پڑھی جائے گی:

جہاں جھیلیں، تالاب، نہریں اور ایسے کنویں ہوں جن سے لوگوں کو وافر مقدار میں پانی میسر ہو، لوگ خود بھی پانی پیتے اور اپنے جانوروں کو بھی پلاتے ہوں، کھیتوں کو سیراب کرتے ہوں وہاں یہ نماز مشروع نہیں ہے، کیونکہ وہاں "استسقاء" کی حاجت نہیں، ہاں! اگر مذکورہ چیزیں نہ ہوں یا ہوں لیکن لوگوں کیلئے اُن کے ذریعہ پانی کافی نہ ہوتا ہو تو وہاں یہ نماز پڑھی جائے گی۔(ردّ المحتار:2/184)

استسقاء کے طریقے:

احادیثِ طیبہ سے اِستسقاء یعنی بارش طلب کرنے کیلئے مندرجہ ذیل طریقے معلوم ہوتے ہیں:

1. انفرادی یا اجتماعی طور پر فقط دعاء کرنا۔

2. فرائض و نوافل کے بعد اسی طرح ہر مشروع خطبے میں دعاء کرنا۔

3. نماز اور خطبے کے ساتھ استسقاء کرنا۔(مرقاۃ المفاتیح:3/1105)(معارف السنن:4/492)

اِستسقاء کی ماثور دعائیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش کی دعاء کرتے تو یہ دعاء مانگتے تھے:«اَللّٰهُمَّ ضَعْ فِي أَرْضِنَا بَرَكَتَهَا وَزِينَتَهَا وَسَكَنَهَا»۔(طبرانی کبیر:6928)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش نہ ہونے کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عید گاہ میں منبر رکھا جائے، چنانچہ جب عید گاہ میں منبر رکھ دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے ایک دن طے کرلیا کہ اس دن سب عید گاہ چلیں گے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (مقررہ دن میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورج کا کنارہ ظاہر ہوتے ہی (عید گاہ) تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ کر تکبیر کہی، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کیا اور فرمایا: تم نے اپنے شہروں کی قحط سالی اور بارش کے اپنے وقت پر نہ برسنے کی شکایت کی تھی، اب تمہیں اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے کہ تم اس سے (بارش کی) دعاء مانگو، اُس نے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری دعاء ضرور قبول ہوگی۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء مانگی: «الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ، اللَّهُمَّ أَنْتَ اللَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ، أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ، وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا إِلَى حِينٍ»۔(ابوداؤد:1173)

نبی کریم ﷺ جب اِستسقاء کی دعاء مانگتے تو یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:«**اللَّهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ، وَبَهَائِمَكَ، وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ، وَأَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ**»۔(ابوداؤد:1176)

«**اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا، مَرِيئًا مَرِيعًا، نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ، عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ**»۔(ابوداؤد:1169)

قحط سالی کسے کہتے ہیں:

عموماً بارشوں کے نہ ہونے کو خشک سالی اور قحط سالی سے کہتے ہیں، اور بارشیں ہو رہی ہوں تو اس کو فراوانی اور شادابی سے تعبیر کیا جاتا ہے، حالآنکہ حقیقت یہ ہے کہ اصل چیز غلّہ و اناج کا مسلسل اپنے وقت میں فراوانی کے ساتھ پیدا ہونا ہے، پس اگر اِس میں کمی اور پریشانی پائی جارہی ہو یا مہنگائی، گراں فروشی اور ذخیرہ اندوزی وغیرہ کی وجہ سے لوگوں کی دسترس سے اشیاءِ ضرورت نکلنے لگ جائیں اور طلب و رسد کے قدرتی قانون کا نظام بگاڑ و فساد کا شکار ہو کر رہ جائے تو اسے قحط سالی کہتے ہیں، اگرچہ بارشیں کثرت سے ہوتی ہوں۔ اِسی حقیقت کو ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے نہایت صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: قحط سالی یہ نہیں کہ تم پر بارش نہ برسے، قحط سالی تو یہ ہے کہ تم پر خوب بارش برسے لیکن زمین سے کچھ نہ نکلے۔لَيْسَتِ السَّنَةُ بِأَنْ لَا تُمْطَرُوا، وَلَكِنِ السَّنَةُ أَنْ تُمْطَرُوا وَتُمْطَرُوا، وَلَا تُنْبِتُ الْأَرْضُ شَيْئًا۔(مسلم:2904)

قحط سالی کے اسباب:

احادیثِ طیبہ میں قحط سالی کے مختلف اسباب ذکر کیے گے ہیں، ذیل میں کچھ احادیث ذکر کی جارہی ہیں، جن سے قحط سالی کی وجوہات اور اسباب معلوم ہوتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے جماعت مہاجرین پانچ چیزوں میں جب تم مبتلا ہو جاؤ گے اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تم ان چیزوں میں مبتلا ہو۔ ﴿اول﴾ یہ کہ جس قوم میں فحاشی اعلانیہ ہونے لگے تو اس میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ تھیں۔ ﴿دوم﴾ یہ کہ جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو وہ قحط مصائب اور حکمرانوں کے ظلم و ستم میں مبتلا کر دی جاتی ہے۔ ﴿سوم﴾ جب کوئی قوم اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دیتی تو بارش روک دی جاتی ہے اور اگر چوپائے نہ ہوں تو ان پر کبھی بھی بارش نہ برسے۔ ﴿چہارم﴾ جو قوم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑتی ہے تو اللہ تعالی غیروں کو ان پر مسلط فرما دیتا ہے جو اس قوم سے عداوت رکھتے ہیں پھر وہ ان کے اموال چھین لیتے ہیں۔ ﴿پنجم﴾: جب مسلمان حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالی کے نازل کردہ نظام میں (مرضی کے کچھ احکام) اختیار کر لیتے ہیں (اور باقی چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالی اس قوم کو خانہ جنگی اور) باہمی اختلافات میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ، وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ: لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ، حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا، إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ، وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا، وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ، إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ، وَشِدَّةِ الْمَئُونَةِ، وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ، إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا، وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللَّهِ، وَعَهْدَ رَسُولِهِ، إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ، فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ، وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ، إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ۔(ابن ماجہ:4019)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: ظلم نہ کرو ورنہ تمہارا حال یہ ہوگا کہ تم دعائیں کروگے لیکن تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی، اور تم بارش طلب کروگے لیکن تم پر بارش نہیں برسے گی اور تم مدد طلب کروگے لیکن تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔«لَا تَظْلِمُوا فَتَدْعُوا فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ وَتَسْتَسْقُوا فَلَا تُسْقَوْا وَتَسْتَنْصِرُوا فَلَا تُنْصَرُوا»۔(مجمع الزوائد:9191)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: بے شک انسان گناہ کی وجہ سے اُس رزق سے محروم ہوجاتا ہے جو اُسے ملنے والا تھا۔إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ۔(ابن ماجہ:4022)

سورۃ البقرہ کی آیت:159 ﴿أُولَئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ﴾ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زمین میں رینگنے والے جانور گبریلا اور بچھو بھی یہ کہتے ہیں:"مَنَعَنَا الْقَطْرَ بِخَطَايَا بَنِي آدَمَ" کہ ہم پر بنی آدم کی خطاؤں کی وجہ سے بارش روک دی گئی ہے۔(شعب الایمان:3046)

حدیثِ قدسی میں ہے:اگر میرے بندے میری اِطاعت کرنے لگیں تو میں اُنہیں راتوں رات بارش سے سیر اب کرکے دن کو اُن پر سورج نکال دوں اور اُنہیں بجلی کی آوازیں نہ سناؤں۔قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ: لَوْ أَنَّ عبيدِي أَطَاعُونِي، لَأَسْقَيْتُهُمُ الْمطَرَ بِاللَّيْلِ، وَأَطْلَعْتُ عَلَيْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ، وَلَمَا أَسْمَعْتُهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ۔(مسند احمد:8708)

حضرت کعب فرماتے ہیں:جب تم دیکھو کہ بارش رک گئی ہے اور قحط پڑ گیا ہے تو جان لو کہ زکوۃ روک دی گئی ہے۔إِذَا رَأَيْتَ الْمَطَرَ قَدْ قَحَطَ فَاعْلَمْ أَنَّ الزَّكَاةَ قَدْ مُنِعَتْ۔(شعب الایمان:3041)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: جو قوم بھی عہد کو توڑتی ہے تو اُن کے درمیان قتل و غارتگری پھیل جاتی ہے، جس قوم میں بے حیائی ظاہر ہوجائے اللہ تعالیٰ اُس پر (کثرت سے) موت کو مسلّط کردیتے ہیں، اور جو

قوم زکوۃ کو روک لے اللہ تعالیٰ اُن پر بارش کو روک دیتے ہیں۔مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ قَطُّ إِلَّا كَانَ الْقَتْلُ بَيْنَهُمْ، وَمَا ظَهَرَتْ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ إِلَّا سَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِمُ الْمَوْتَ، وَلَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ إِلَّا حَبَسَ اللهُ عَنْهُمُ الْقَطْرَ۔(شعب الایمان:3040)

حضرت عبد اللہ بن عبّاس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے موقوفاً مروی ہے: جو قوم بھی عہد کو توڑتی ہے اللہ تعالیٰ اُس پر اُن کے دشمنوں کو مسلط کردیتے ہیں، اور جس قوم میں بے حیائی پھیل جائے اللہ تعالیٰ اُن کا (بکثرت) موت کے ذریعہ مؤاخذہ فرماتے ہیں، جو قوم بھی ناپ تول میں کمی کرنے لگے اللہ تعالیٰ قحط سالی کے ذریعہ اُن کا مؤاخذہ فرماتے ہیں، جو قوم زکوۃ روک لے اللہ تعالیٰ اُن پر آسمان سے بارش کے نازل ہونے کو روک دیتے ہیں، اور جو قوم فیصلہ کرنے میں ظلم کرنے لگ جائے اُن کے درمیان آپس میں خانہ جنگی پیدا ہوجاتی ہے۔مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ إِلَّا سَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِمْ عَدُوَّهُمْ، وَلَا فَشَتِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ إِلَّا أَخَذَهُمُ اللهُ بِالْمَوْتِ، وَمَا طَفَّفَ قَوْمٌ الْمِيزَانَ إِلَّا أَخَذَهُمُ اللهُ بِالسِّنِينَ، وَمَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ إِلَّا مَنَعَهُمُ اللهُ الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَمَا جَارَ قَوْمٌ فِي حُكْمٍ إِلَّا كَانَ الْبَأْسُ بَيْنَهُمْ۔(شعب الایمان:3039)

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بنی اسرائیل میں قحط پڑا، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے کئی مرتبہ بارش کی دعاء مانگی لیکن قبول نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میں تم سب کی دعاء اُس وقت تک قبول نہیں کروں گا جب تک کہ تمہارے اندر ایک چغلخور موجود رہے گا جس نے چغلخوری پر اِصرار کیا ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے دریافت کیا کہ یا اللہ! ہمیں بتادیجئے کہ وہ کون ہے تاکہ ہم اُسے اپنے درمیان سے نکال دیں، اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا: میں تم لوگوں کو چغلخوری سے منع کررہا ہوں اور خود ہی چغلخوری کرنے لگ جاؤں (یہ کیسے ہوسکتا ہے) پس اُن سب نے اکٹھے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُنہیں

سیراب کردیا گیا۔رَوَى كَعْبٌ: أَنَّهُ أَصَابَ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَحْطٌ، فَاسْتَسْقَى مُوسَى مَرَّاتٍ فَمَا أُجِيبَ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنِّي لَا أَسْتَجِيبُ لَك وَلَا لِمَنْ مَعَك وَفِيكُمْ نَمَّامٌ قَدْ أَصَرَّ عَلَى النَّمِيمَةِ. فَقَالَ مُوسَى يَا رَبِّ مَنْ هُوَ حَتَّى نُخْرِجَهُ مِنْ بَيْنِنَا؟ فَقَالَ يَا مُوسَى: أَنْهَاكُمْ عَنْ النَّمِيمَةِ وَأَكُونُ نَمَّامًا فَتَابُوا بِأَجْمَعِهِمْ فَسُقُوا۔(الزواجر:2/37)

کسی قوم پر بارش نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اور قحط نہیں پڑتا مگر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے۔مَا مُطِرَ قَوْمٌ إِلَّا بِرَحْمَةٍ وَلَا قُحِطُوْا إِلَّا بِسَخَطَةٍ۔(کنز العمال:21592)

کسی قوم پر قحط مسلط نہیں کیا جاتا مگر اِسی وجہ سے لوگ اللہ تعالیٰ پر سرکش ہو جاتے ہیں۔مَاسُلِّطَ الْقَحْطُ عَلَى قَوْمٍ إِلَّا بِتَمَرُّدِهِمْ عَلَى اللہِ۔(کنز العمال:21593)

بے شک اللہ تعالیٰ کا غضب جب کسی امّت پر نازل ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اُس پر دھنسنے اور صورتوں کے بگڑ جانے کا عذاب نازل نہ فرمائے تو اُس میں (اشیاءِ ضروریہ کی) قیمتیں بڑھ جاتی ہیں، اُن کی بارشیں روک دی جاتی ہیں اور اُن کے بدترین لوگ اُن کے حکمران بن بیٹھتے ہیں۔إنّ اللَّهَ تَعَالَى إذا غَضِبَ على أُمَّةٍ لَمْ يُنْزِلْ بها عَذابَ خَسْفٍ وَلَا مَسْخٍ غَلَتْ أسْعارُها ويُحْبَسُ عَنْها أمْطارُها ويَلِي عَلَيْها أشْرارُهَا۔(ابن عساکر:27/391)(کنز العمال:21597)(جامع الصغیر)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی ایک حد کو نافذ کردینا اِس سے بہتر ہے کہ چالیس راتوں تک کسی علاقے میں بارش ہوتی رہے۔إِقَامَةُ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ، خَيْرٌ مِنْ مَطَرِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً فِي بِلَادِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔(ابن ماجہ:2537)حَدٌّ يُعْمَلُ بِهِ فِي الْأَرْضِ، خَيْرٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ أَنْ يُمْطَرُوا أَرْبَعِينَ صَبَاحًا۔(ابن ماجہ:2538)

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (زلزلہ کے موقع پر) لوگوں سے فرمایا: اے مدینہ والو! بے شک تم لوگوں پر زلزلہ آیا ہے، اور زلزلہ بکثرت سود کھانے سے آتا ہے، اور بے شک بارش کا نہ ہونا بُرے قاضی اور ظالم حکمرانوں کی وجہ سے ہوتا ہے، اور بے شک جانوروں کا مرنا اور پھلوں کا کم ہو جانا صدقہ میں کمی کی وجہ سے ہوتا ہے، پس کیا تم باز آنے والے ہو؟ ورنہ عمر تمہارے درمیان سے نکل جائے گا۔يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ، إِنَّكُمْ قَدْ رَجَفْتُمْ، وَالرَّجْفُ مِنْ كَثْرَةِ الرِّبَا، وَإِنَّ قُحُوطَ الْمَطَرِ مِنْ قُضَاةِ السُّوءِ وَأَئِمَّةِ الْجَوْرِ، وَإِنَّ مَوْتَ الْبَهَائِمِ وَنُقْصَانَ الثَّمَرِ مِنْ قِلَّةِ الصَّدَقَةِ، فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ، أَوْ لَيَخْرُجَنَّ عُمَرُ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِكُمْ؟۔(العقوبات لابن ابی الدّنیا:355)

بارشیں نہ ہونا یا پیداوار نہ ہونا قیامت کی علامات میں سے ہے:

ایک اَعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، لیکن اُس کی علامات یہ ہیں: بازاروں کا قریب قریب ہو جانا، بارش ہونے کے باوجود پیداوار کا نہ ہونا، غیبت کا پھیل جانا، زنا سے پیدا ہونے والی اولاد کا پھیل جانا، مالدار کی تعظیم و عزت کرنا، مساجد میں فاسقوں اور فاجروں کا آوازیں بلند کرنا، گناہ گاروں کا نیکوکاروں پر غالب آجانا۔ پس جس نے یہ زمانہ پالیا تو اُسے چاہیئے کہ اپنے دین کو چپکے سے لے کر کہیں چھپ جائے اور اپنے گھر کا ٹاٹ بن جائے۔مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَلَكِنَّ أَشْرَاطَهَا تَقَارُبُ الْأَسْوَاقِ، وَمَطَرٌ وَلَا نَبَاتَ، وَظُهُورُ الْغِيبَةِ، وَظُهُورُ أَوْلَادِ الْغَيَّةِ، وَالتَّعْظِيمُ لِرَبِّ الْمَالِ، وَعُلُوُّ أَصْوَاتِ الْفُسَّاقِ فِي الْمَسَاجِدِ، وَظُهُورُ أَهْلِ الْمُنْكَرِ عَلَى أَهْلِ الْمَعْرُوفِ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ الزَّمَانَ فَلْيَرُغْ بِدِينِهِ، وَلْيَكُنْ حِلْسًا مِنْ أَحْلَاسِ بَيْتِهِ۔(الفتن لنعیم:1796)

حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں: قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ مساجد میں فاسق و فاجر کی آواز بلند ہو جائے گی، بارش ہو گی لیکن غلّہ اناج نہ اُگے گا، مسجد کو راستہ بنالیا جائے گا، اور زانیوں کی اولاد کی کثرت ہو گی۔مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ عُلُوُّ صَوْتِ الْفَاسِقِ فِي الْمَسَاجِدِ، وَمَطَرٌ وَلَا نَبَاتٌ، وَأَنْ تُتَّخَذَ الْمَسَاجِدُ طُرُقًا، وَأَنْ تَظْهَرَ أَوْلَادُ الزُّنَاةِ۔(مصنف عبد الرزاق:5138)

لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ آسمان بارش برسائے گا لیکن زمین غلہ و اناج نہ اُگائے گی۔يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ تُمْطِرُ السَّمَاءُ مَطَرًا وَلَا تُنْبِتُ الْأَرْضُ۔(مستدرکِ حاکم:8567)

حدیث میں ہے: دجال کے آنے سے پہلے دھوکے اور فریب کے چند سال آئیں گے، جن میں بارش تو بکثرت ہو گی لیکن غلّہ و اناج کم اُگے گا، ان میں جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا، خائن کو امانت دار اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا، اس زمانہ میں امور عامہ کے بارے میں کمینہ اور حقیر آدمی بات چیت کرتا ہو گا۔يَكُونُ أَمَامَ الدَّجَّالِ سِنُونَ خَوَادِعُ، يَكْثُرُ فِيهَا الْمَطَرُ، وَيَقِلُّ فِيهَا النَّبْتُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ، وتَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ۔(طبرانی کبیر:18/68)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میرے گھر میں تشریف فرما تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: دجال کے آنے سے پہلے تین (سخت ترین) سال ہوں گے: پہلے سال آسمان اپنی تہائی بارش روک لے گا اور زمین اپنی ایک پیداوار روک لے گی، دوسرے سال آسمان اپنی دو تہائی بارش روک لے گا اور زمین بھی اپنی دو تہائی پیداوار روک لے گی، اور تیسرے سال آسمان اپنی مکمل بارش روک لے گا اور زمین بھی اپنی پوری پیداوار روک لے گی جس سے کُھر رکھنے والے داڑھ رکھنے

والے تمام مویشی مرجائیں گے۔إِنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ سِنِينَ، سَنَةٌ تُمْسِكُ السَّمَاءُ ثُلُثَ قَطْرِهَا، وَالْأَرْضُ ثُلُثَ نَبَاتِهَا، وَالثَّانِيَةُ تُمْسِكُ السَّمَاءُ ثُلُثَيْ قَطْرِهَا، وَالْأَرْضُ ثُلُثَيْ نَبَاتِهَا، وَالثَّالِثَةُ تُمْسِكُ السَّمَاءُ قَطْرَهَا كُلَّهُ، وَالْأَرْضُ نَبَاتَهَا كُلَّهُ، فَلَا تَبْقَى ذَاتُ ظِلْفٍ، وَلَا ذَاتُ ضِرْسٍ مِنَ الْبَهَائِمِ إِلَّا هَلَكَتْ۔(الفتن لنعیم:1481)

نماز استسقاء کا طریقہ:

بہشتی زیور میں اِستسقاء کی نماز کا یہ طریقہ ذکر کیا گیا ہے: جب پانی کی ضرورت ہو اور پانی نہ برستا ہو اس وقت اللہ تعالی سے پانی برسنے کی دعا کرنا مسنون ہے۔ استسقاء کے لیے دعا کرنا اس طریقہ سے مستحب ہے کہ تمام مسلمان مل کر مع اپنے لڑکوں اور بوڑھوں اور جانوروں کے پاپیادہ خشوع و عاجزی کے ساتھ معمولی لباس میں جنگل کی طرف جائیں اور توبہ کی تجدید کریں اور اہل حقوق کے حقوق ادا کریں اور اپنے ہمراہ کسی کافر کو نہ لے جائیں، پھر دو رکعت بلا اذان اور اقامت کے جماعت سے پڑھیں اور امام جہر سے قرأت پڑھے، پھر دو خطبے پڑھے جس طرح عید کے روز کیا جاتا ہے، پھر امام قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالی سے پانی برسنے کی دعا کرے اور سب حاضرین بھی دعا کریں۔ تین روز متواتر ایسا ہی کریں، تین روز کے بعد نہیں، کیونکہ اس سے زیادہ ثابت نہیں۔ اور اگر نکلنے سے پہلے یا ایک دن نماز پڑھ کر بارش ہو جائے تو جب بھی تین دن پورے کر دیں اور تینوں دنوں میں روزہ بھی رکھیں تو مستحب ہے اور جانے سے پہلے صدقہ خیرات کرنا بھی مستحب ہے۔(بہشتی زیور، استسقاء کی نماز کا بیان)

نمازِ استسقاء کا حکم:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: جماعت کے ساتھ نمازِ استسقاء سنت نہیں ہے۔
- ائمہ ثلاثہ وصاحبین رحمۃ اللہ علیہم: سنت مؤکدہ ہے۔(معار السنن:4/492)

اِمام صاحب کے قول کا مطلب: یہ ہے کہ اِستسقاء کا مسنون عمل صرف جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے ذریعہ نہیں ہوتا بلکہ صرف دعاء اور اِستغفار کے ذریعہ بھی اِستسقاء کا عمل ہو جاتا ہے، یہ کہنا کہ اِمام صاحب کے نزدیک "اِستسقاء کی نماز بدعت ہے" جیسا کہ بعض جرَی قسم کے لوگوں نے کہدیا ہے، یہ ہرگز درست نہیں، اِس لئے کہ سنت نہ ہونے سے یہ کہاں لازم آیا کہ بدعت ہے، کیونکہ سنّت نہ ہونے کا یہ مطلب بھی تو ہو سکتا ہے کہ جائز یا مستحب ہے۔(البنایۃ:3/150)

صحیح بات یہ ہے کہ نفسِ استسقاء کے مشروع اور مسنون ہونے میں سب کا اتفاق ہے، نیز اِس پر بھی سب متفق ہیں کہ صرف دعاء کے ذریعہ استسقاء کا عمل ہو جاتا ہے، اختلاف اس بات میں ہے کہ اِستسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز اداء کرنا سنتِ مؤکّدہ ہے یا نہیں:

- اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: دعاء و استغفار اصل ہے اور جماعت کے ساتھ نماز جائز یا مندوب ہے۔
- جمہور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم: جماعت کے ساتھ نمازِ استسقاء سنّتِ مؤکدہ ہے۔(معارف السنن:4/493)

سنتِ مؤکدہ نہ ہونے کی دلیل آپ ﷺ کا نماز اِستسقاء کو جماعت ساتھ نماز پڑھنے پر مواظبت نہ کرنا ہے، کیونکہ روایات میں آپ ﷺ کا اِستسقاء کیلئے صرف دعاء کرنا بھی بکثرت ثابت ہے، لہٰذا جماعت پر مواظبت نہ ہونے کی وجہ سے سنتِ مؤکّدہ کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔(معارف السنن:4/4/492)

روایاتِ ذیل سے امام صاحب کا مسلک ثابت ہوتا ہے:

حضرت عطاء بن ابی مروان اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارش طلب کرنے کیلئے نکلے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِستغفار سے زیادہ کوئی عمل نہیں کیا۔خَرَجْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ نَسْتَسْقِي، فَمَا زَادَ عَلَى الِاسْتِغْفَارِ۔(مصنف ابن ابی شیبہ:39486)

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "احجارِ زیت" کے پاس جو "زَوراء" کے قریب ہے، بارش مانگتے ہوئے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے بارش طلبی کیلئے دعاء کررہے تھے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے منہ کی جانب اُٹھائے ہوئے تھے جو سر سے اونچے نہیں تھے۔عَنْ عُمَيْرٍ، مَوْلَى بَنِي آبِي اللَّحْمِ،أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي عِنْدَ أَحْجَارِ الزَّيْتِ، قَرِيبًا مِنَ الزَّوْرَاءِ قَائِمًا، يَدْعُو يَسْتَسْقِي رَافِعًا يَدَيْهِ قِبَلَ وَجْهِهِ، لَا يُجَاوِزُ بِهِمَا رَأْسَهُ۔(ابوداؤد:1168)

نمازِ استسقاء کا وقت:

- امام ابو حنیفہ واحمد رحمۃ اللہ علیہما: کوئی بھی وقت جبکہ وہ اوقاتِ مکروہہ میں سے نہ ہو۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: عید کی نماز کا وقت یعنی طلوعِ شمس سے زوال تک۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: کسی بھی وقت، حتی کہ مکروہ اوقات میں بھی جائز ہے۔(الفقہ علی المذاھب:1/328)

کیا نمازِ استسقاء میں تکبیراتِ زائدہ ہیں؟

- امام ابو حنیفہ ومالک رحمۃ اللہ علیہما: یہ عام نمازوں کی طرح دو رکعت ہے، اس میں تکبیراتِ زائدہ نہیں۔

- امام شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہما: نمازِ اِستسقاء میں عیدین کی طرح پہلی دوسری رکعت میں تکبیراتِ زائدہ بھی کہی جائیں گی۔(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ:1/325تا327)

فائدہ: اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں۔(معارف السنن:4/499)

نمازِ استسقاء کہاں پڑھی جائے گی:

- مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: شدّت کی حالت ہو تو میدان میں نکل کر پڑھنی چاہیئے۔
- شوافع وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: ہر صورت میں کھلے میدان میں جاکر پڑھنا افضل ہے۔

احناف رحمۃ اللہ علیہم: مسجد اور میدان دونوں جگہ پڑھنا جائز ہے، لیکن کھلے میدان میں نکل کر پڑھنا زیادہ بہتر ہے، البتہ مسجد حرام، بیت المقدس اور مسجد نبوی کے رہنے والوں کیلئے ان مبارک مساجد میں پڑھنا افضل ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ:3/309)(ردّ المحتار:2/185)(فتاویٰ حقانیہ:3/307)

نمازِ استسقاء میں ہاتھ اُلٹے کرکے دعاء مانگنا:

نمازِ استسقاء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعاء مانگتے ہوئے ہاتھوں کو اُلٹا کرنا ثابت ہے، مثلا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کیلئے دعاء مانگی اور دعاء میں اپنے ہاتھوں کی پشت سے آسمان کی طرف اِشارہ کیا۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى، فَأَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّيْهِ إِلَى السَّمَاءِ۔(مسلم:895)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی دعاء ایسے مانگا کرتے تھے، یعنی ہاتھوں کو پھیلا کر اُن کے اندرونی حصے یعنی ہتھیلیوں کو زمین کی جانب رکھتے،(راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کو اتنی

اچھی طرح اُٹھایا) یہاں تک کہ مجھے آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔عَنْ أَنَسٍ،أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَسْقِي هَكَذَا-يَعْنِي-وَمَدَّ يَدَيْهِ وَجَعَلَ بُطُونَهُمَا مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ، حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبِطَيْهِ»۔(ابوداؤد:1171)

مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں ہاتھوں کو الٹا کرکے اِستسقاء میں دعاء مانگنا جائز ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ جو دعاء کسی ضرر کو دور کرنے کیلئے کی جارہی ہو اُس میں ہاتھوں کو اُلٹا کیا جاسکتا ہے، جیسے قحط سالی کو دور کرنے کی دعاء، اور جس کسی نفع کے حصول کی غرض سے کی جائے اُس میں عالم حالت کے مطابق ہاتھوں کو رکھا جائے گا۔(عون المعبود:4/24،25)(فتاویٰ حقانیہ:3/309)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں لکھا ہے:

عام دعاؤں میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ بطونِ کف(ہتھیلیوں) کی طرف مواجہت(چہرہ)ہو اور حدیث شریف میں حکمِ عام یہ ہے:"إِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ بِبُطُونِ أَكُفِّكُمْ، وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهَا، وَامْسَحُوا بِهَا وُجُوهَكُمْ "یعنی جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اپنے ہاتھوں کے اندرونی حصے(یعنی ہتھیلیوں) کے ذریعہ مانگا کرو، اور ہاتھوں کی پشت کے ذریعہ نہ مانگا کرو، اور اُن ہاتھوں کو اپنے چہروں پر پھیر لیا کرو۔(مستدرکِ حاکم:1968)اِسی لئے حنفیہ نے اِستسقاء کی دعاء کو بھی اِسی قاعدہ عام کے تحت میں رکھا ہے، لیکن اگر تفاؤلاً اس دعاء میں ہاتھوں کی پشت اوپر اور ہتھیلی نیچے کی جانب ہو تب بھی جائز ہے، کوئی حرج نہیں، کیونکہ حدیث میں دونوں طرح آیا ہے، چنانچہ:

(1)اسْتَسْقَى، فَأَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّيْهِ إِلَى السَّمَاءِ۔(مسلم:895)اِس میں ہاتھ اُلٹے کرکے دعاء مذکور ہے۔

(2)يَسْتَسْقِي رَافِعًا يَدَيْهِ قِبَلَ وَجْهِهِ، لَا يُجَاوِزُ بِهِمَا رَأْسَهُ۔(ابوداؤد:1168)اِس میں سیدھے ہاتھ سے دعاء کرنے کا تذکرہ ہے۔

پس حنفیہ نے اصل اِسی حدیثِ ثانی کو رکھا ہے اور حدیثِ اوّل کو تفاؤل پر محمول کیا ہے، لہٰذا اتفاؤلاً ہاتھوں کو اُلٹا کرکے دعاء مانگنا جائز ہے اور اصل سنّت وہی جو ہر دعاء میں ثابت ہے۔(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:5/172)

مسئلۃ التحویل فی صلوۃ الاستسقاء:

تحویلِ رداء سے متعلق تین باتیں قابلِ وضاحت ہیں:

(1)تحویل کا مقصد۔(2)تحویل کا حکم۔(3) کون کرے گا؟(4)کب کرے گا؟(5) کیسے کرے گا؟

تحویلِ رداء کا مقصد:

تحویل کا مقصد جیسا کہ حدیث میں اِس کی صراحت ملتی ہے، تفاؤل یعنی نیک فالی کے لئے تھا کہ یا اللہ! ہم جس حال میں یہاں جمع ہوئے ہیں اُسی حال میں واپس نہیں جائیں گے۔ حدیث یہ ہے:

نبی کریم ﷺ نے بارش طلبی کیلئے دعاء فرمائی اور اپنی چادر کو اِس غرض سے تبدیل کردیا تاکہ قحط سالی پلٹ(کر خوشحالی میں)جائے۔اسْتَسْقَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ لِيَتَحَوَّلَ الْقَحْطُ۔(دار قطنی1798)(فتح القدیر:2/96)

تحویلِ رداء کا حکم:

تحویلِ رداء یعنی چادر کو پلٹنے کا عمل کیا جائے گا یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: تحویلِ رداء مشروع نہیں ہے، کیونکہ استسقاء ایک دعاء ہے لہٰذا دیگر دعاؤں کی طرح اس میں بھی تحویلِ رداء نہیں کیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تحویل کا عمل کیا تھا وہ تفاؤل یعنی نیک فالی کی غرض سے تھا، بیانِ سنّت کی غرض سے نہیں تھا۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: تحویلِ رداء کا عمل مسنون ہے، اِس لئے کہ بہت سی روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازِ اِستسقاء میں چادر کا پلٹنا ثابت ہے، اِس لئے کیا جائے گا۔(البنایۃ:3/157)

تحویلِ رداء کون کرے گا؟

یعنی چادر کو پلٹنے کا عمل اِمام اور مقتدی دونوں کریں گے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: صرف امام کے حق میں مسنون ہے، مقتدی تحویل رداء نہیں کریں گے۔
- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: امام اور مقتدی دونوں کریں گے۔(البنایۃ:3/158)(الفقہ علی المذاھب:1/325تا327)

تحویلِ رداء کس وقت کریں گے؟

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: خطبۂ ثانیہ کا ثلث گزر جانے کے بعد۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: دونوں خطبوں سے فارغ ہونے کے بعد۔
- احناف وحنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: پہلے خطبے کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد۔(الفقہ علی المذاھب:1/325تا327)

فائدہ: تحویلِ رداء کے وقت میں جو اختلاف ہے وہی استقبالِ قبلہ کے وقت میں بھی ہے، اس لئے کہ دونوں ایک ہی وقت میں کیے جاتے ہیں۔(مرعاۃ المفاتیح:5/175)

تحویلِ رداء کا طریقہ کار کیا ہو گا؟

تحویلِ رداء کی دو صورتیں ہیں:

(1) یمین کو یسار اور یسار کو یمین کرنا۔ چادر کے دائیں حصے کو بائیں طرف اور بائیں کو دائیں طرف کر دینا۔

(2) اعلیٰ کو اسفل اور اسفل کو اعلیٰ کرنا۔ چادر کے نچلے حصے کو اوپر اور اوپر کے حصے کو نیچے کر دینا۔

اِن دونوں میں کون سی صورت اختیار کی جائے گی، اِس میں اختلاف ہے:

- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: تحویل کی دونوں صورتیں اختیار کی جائیں گی۔
- امام مالک و احمد رحمۃ اللہ علیہما: تحویل کی پہلی صورت یعنی یمین کو یسار اور یسار کو یمین کیا جائے گا۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: چادر مربع ہو تو اعلیٰ کو اسفل اور اسفل کو اعلیٰ کیا جائے گا۔ چادر مدوّر یعنی گول ہو تو یمین کو یسار اور یسار کو یمین کیا جائے گا۔ اور اگر قباء اور جبہ ہو تو ظاہر کو باطن اور باطن کو ظاہر کر دیا جائے گا۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/325 تا327)

نمازِ استسقاء میں کتنے خطبے ہونگے؟

- امام احمد بن حنبل و ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما: ایک خطبہ دیا جائے گا۔
- ائمہ ثلاثہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم: عیدین کی طرح دو خطبے دیے جائیں گے۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:1/325 تا327)(الفقہ الاسلامی:2/1446)(ہدایہ: باب الاستسقاء)

نماز استسقاء میں نکلنے کی حالت:

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: عید کی طرح مزین کپڑوں میں نکلنا بہتر ہے۔

- ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: پرانے کپڑوں میں پراگندہ حالت میں نکلنا بہتر ہے۔(الفقہ علی المذاھب:1/329)

نمازِ استسقاء میں نکلنے کے آداب:

1. نکلنے سے پہلے صدقِ دل سے توبہ کرنا، کیونکہ گناہ ہی اصل میں بارشوں کے رکنے کا سبب ہوتے ہیں، جب تک گناہوں پر ندامت کے ساتھ سچی توبہ نہ ہو مکمل فائدہ حاصل نہ ہوسکے گا۔
2. نکلنے سے پہلے کچھ نہ کچھ صدقہ کیا جائے، کیونکہ صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے، تو ان شاء اللہ صدقہ کی برکت سے آئی ہوئی مصیبت کو اللہ تعالیٰ دور فرمائیں گے۔
3. اہلِ حقوق کے حقوق کو اداء کیا جائے، یعنی کسی پر ظلم کیا ہوا ہو، اُس کا حق دبایا ہو، کوئی چیز غصب کی ہوئی ہو تو اُس کو معاف کرانا یا حق کی ادائیگی کرنا۔
4. عداوتوں اور دشمنیوں کو ختم کرکے باہمی مصالحت کرنا تاکہ باہمی اختلافات کی وجہ سے جو رحمتِ خداوندی روٹھی اور رُکی ہوئی ہے وہ نازل ہوسکے۔
5. نکلنے سے پہلے تین دن تک روزہ رکھ کر چوتھے دن نکلنا، کیونکہ روزہ داروں کی دعاء قبول ہوتی ہے۔
6. بوسیدہ و پراگندہ حالت میں نکلنا، اور ممکن ہو تو ننگے پاؤں نکلنا تاکہ اپنی عاجزی و انکساری کا زیادہ سے زیادہ اِظہار ہوسکے، غرض ظاہر و باطن کے اعتبار سے خوب بندگی و عبدیت اور عجز و انکساری کو ظاہر کرتے ہوئے نکلنا چاہیئے۔

7. نمازِ استسقاء کی دونوں رکعتوں میں جہر سے قراءت کی جائے گی، اور افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ قٓ اور دوسری رکعت میں سورۃ القمر یا پہلی رکعت میں سورۃ الاعلی اور دوسری میں سورۃ الغاشیہ پڑھی جائے۔

8. عیدین کے دونوں خطبوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر، تسبیح، تہلیل وغیرہ کی خوب کثرت کرنا بہتر ہے، اِسی طرح خطبوں کے بعد دعاو استغفار بھی زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیئے۔

9. دعاء کا طریقہ یہ ہے کہ اِمام خطبہ سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف پیٹھ کر کے قبلے کی طرف کو منہ کرلے اور پھر اپنی چادر کو پلٹے اور کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ خوب بلند اٹھا کر استسقا کی دعا میں مشغول ہو، مقتدی امام کی دعا پر آمین کہتے رہیں جو دعائیں احادیث میں آئی ہیں بہتر ہے کہ ان کو پڑھے۔ اپنے الفاظ میں بھی دعائیں کرنا جائز ہے، دعا کا عربی میں ہونا ضروری نہیں، اگر احادیث کی دعائیں یاد نہ ہوں تو اپنی زبان میں اس مطلب کی دعائیں مانگے۔

10. مستحب یہ ہے کہ امام لوگوں کے ساتھ مسلسل تین دن تک نماز استسقا کے لئے باہر نکلے اور ہر دن نکلنے سے پہلے توبہ کی جائے، صدقہ کیا جائے۔ تین دن سے زیادہ نہیں کیونکہ اس سے زیادہ ثابت نہیں ہے۔

11. بوڑھے لوگوں کو نمازِ اِستسقاء میں آگے کر دیں تاکہ وہ دعا مانگیں اور جوان آمین کہیں۔

12. فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ استسقاء کیلئے نکلتے ہوئے بچوں اور جانوروں کو بھی ساتھ لیا جائے اور بچوں کو استسقاء کی جگہ میں ماؤں سے جدا رکھا جائے تاکہ ان کے بے قرار ہونے اور بلبلانے سے رحمت

الٰہی جوش میں آجائے، غرض یہ ہے کہ توبہ واِستغفار کے ساتھ رحمت الٰہی کے متوجہ کرنے والے اسباب کو زیادہ سے زیادہ مہیا کرنا چاہیئے۔(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ:1/329)(ردّ المحتار:2/185)

✱«»«»«»✱«»«»«»✱

بَابٌ فِي الرِّيَاحِ وَالْمَطَرِ

صلوۃ عند الفزع یعنی خوف و گھبراہٹ میں نماز پڑھنا:

یعنی آندھی، طوفان، زلزلہ، سخت اور خوفناک ہوائیں، مستقل ہونے والی بارش اور برف باری، گھٹاٹوپ اندھیرے، وبائی مہلک بیماریوں کا پھیل جانا، دشمن کے حملے اور نقصان پہنچانے کے اندیشے اور اس طرح کی دوسری ہولناک صورتحال میں نماز پڑھنا" صلوۃ عند الفزع" کہلاتا ہے۔ فقہاء کا اس نماز کی مشروعیت میں اختلاف ہے:

- امام ابو حنیفہ و شافعی رحمۃ اللہ علیہما: انفرادی طور پر نماز پڑھنا مستحب ہے۔
- امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما: نماز مشروع نہیں۔(الفقہ الاسلامی:2/1423،1424)

ہوا کو بُرا کہنے کی مُمانعت:

نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کی چادر ہوا کی وجہ سے گر گئی، اُس نے (غصہ میں آکر) ہوا کو لعنت دیدی، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہوا پر لعنت نہ کیا کرو، اِس لئے کہ یہ تو اللہ کے حکم کے تابع ہے (اُسی کے حکم سے چلتی ہے) بے شک جو شخص کسی پر لعنت کرے اور (جس پر لعنت کی گئی ہے وہ)

لعنت کا اہل نہیں تو لعنت خود اُسی لعنت کرنے والے پر لوٹ جاتی ہے: «لَا تَلْعَنْهَا، فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ، وَإِنَّهُ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ بِأَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ»۔(ابوداؤد:4908)

ایک اور روایت میں ہے: ہوا کو بُرا مت کہا کرو، پس جب تم (ہواؤں کے چلنے میں) کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھو تو یہ دعاء مانگو: «**اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا أُمِرَتْ بِهِ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هَذِهِ الرِّيحِ وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُمِرَتْ بِهِ**» اے اللہ! ہم آپ سے اِس ہوا کی خیر وبھلائی اور جو کچھ اِس میں خیر ہے اُس کا سوال کرتے ہیں اور اِس ہوا کو جس کا حکم دیا گیا ہے اُس کی خیر کا سوال کرتے ہیں، اور اے اللہ! اِس ہوا کے شر سے ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں اور جو کچھ اِس میں شر کا پہلو رکھا گیا ہے اُس سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں اور اِس ہوا کو جس کا حکم دیا گیا ہے اُس کے شر سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔(ترمذی:2252)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل کرتے ہیں: ہوا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملنے والی ایک راحت ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی راحت رحمت بھی لاتی ہے اور عذاب بھی، پس جب تم یہ (آندھی وغیرہ) دیکھو تو اُسے برا مت کہا کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔«الرِّيحُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ» قَالَ سَلَمَةُ: «فَرَوْحُ اللَّهِ تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ، وَتَأْتِي بِالْعَذَابِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَلَا تَسُبُّوهَا، وَسَلُوا اللَّهَ خَيْرَهَا، وَاسْتَعِيذُوا بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهَا»۔(ابوداؤد:5097)

سخت آندھی وغیرہ میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت:

حضرت نضر فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک دفعہ شدید ظلمت اور اندھیرا چھا گیا، میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُن سے دریافت کیا کہ اے ابو حمزہ! کیا نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں آپ لوگوں پر اِس جیسا کوئی معاملہ پیش آیا ہے؟ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی پناہ! (تم اِس کی بات کرتے ہو! اُس زمانے میں تو یہ حالت تھی کہ) اگر ہوا بھی سخت اور تیز چلتی تھی تو ہم قیامت کے خوف سے مسجد کی جانب جلدی جلدی جاتے تھے۔ كَانَتْ ظُلْمَةٌ عَلَى عَهْدِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: فَأَتَيْتُ أَنَسًا، فَقُلْتُ: يَا أَبَا حَمْزَةَ هَلْ كَانَ يُصِيبُكُمْ مِثْلُ هَذَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: «مَعَاذَ اللَّهِ، إِنْ كَانَتِ الرِّيحُ لَتَشْتَدُّ فَنُبَادِرُ الْمَسْجِدَ مَخَافَةَ الْقِيَامَةِ۔ (ابوداؤد:1196)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب بھی تیز ہوا چلتی تو نبی کریم ﷺ دو زانو ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور یہ دعاء مانگا کرتے تھے: **«اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا، اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيحًا»** اے اللہ! اِس ہوا کو ریاح (یعنی رحمت والی ہوا) بنادیجئے، ریح (یعنی عذاب والی ہوا) نہ بنائیے۔ (الدعوات الکبیر:369)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب آسمان میں کسی برسنے والے والے بادل کو دیکھتے تو (آپ بے قرار ہو جاتے) کبھی آگے جاتے کبھی پیچھے، کبھی گھر میں داخل ہوتے اور کبھی گھر سے نکل جاتے، آپ ﷺ کے چہرہ انور کا رنگ متغیّر ہو جاتا، پھر جب بارش ہو جاتی تو آپ ﷺ کی یہ کیفیت ختم ہو جاتی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے اِس کیفیت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے

فرمایا: مجھے کیا معلوم کہ شاید یہ ویسا ہی ہو جائے جیسا کہ ایک قوم (عاد) نے کہا تھا: پھر ہوا یہ کہ جب اُنہوں نے اُس (عذاب) کو ایک بادل کی شکل میں آتا دیکھا جو اُن کی وادیوں کا رُخ کر رہا تھا تو اُنہوں نے کہا کہ: یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا رَأَى مَخِيلَةً فِي السَّمَاءِ، أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ، وَدَخَلَ وَخَرَجَ، وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ، فَإِذَا أَمْطَرَتِ السَّمَاءُ سُرِّيَ عَنْهُ، فَعَرَّفَتْهُ عَائِشَةُ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَدْرِي لَعَلَّهُ كَمَا قَالَ قَوْمٌ»: {فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ}۔ (بخاری:3206)

ایک اور روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بادل یا طوفانی ہوائیں دیکھتے اس کا اثر (خوف) آپ کے رُخِ انور پر دکھائی دیتا تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! بے شک لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو اِس امید پر کہ اُس سے بارش ہو گی، خوش ہوتے ہیں اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ کے چہرہ انور میں ناپسندیدگی کا اثر نظر آتا ہے؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اے عائشہ! مجھے اُس میں عذاب کے ہونے سے کون سی چیز مامون اور بے خوف کر سکتی ہے (ہو سکتا ہے کہ اُس میں اللہ کا عذاب ہو، کیونکہ) ایک قوم کو ہواؤں کے ذریعہ عذاب دیا گیا تھا، ایک قوم نے عذاب (جو بشکل بادل کے آرہا تھا، اُس) کو دیکھ کر کہا تھا: یہ بال ہے جو ہم برسنے کیلئے آیا ہے۔ قَالَتْ: وَكَانَ إِذَا رَأَى غَيْمًا أَوْ رِيحًا عُرِفَ فِي وَجْهِهِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الغَيْمَ فَرِحُوا رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ فِيهِ المَطَرُ، وَأَرَاكَ إِذَا رَأَيْتَهُ عُرِفَ فِي وَجْهِكَ الكَرَاهِيَةُ، فَقَالَ: " يَا عَائِشَةُ مَا يُؤْمِنِّي أَنْ يَكُونَ فِيهِ عَذَابٌ؟ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ، وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ العَذَابَ، فَقَالُوا: هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا۔ (بخاری:4828)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ جب ہم آسمان میں کوئی چیز یعنی بادل دیکھ لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کام چھوڑ کر اُس بادل کی طرف متوجہ ہو جاتے اور یہ دعاء پڑھتے:«**اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ**» پھر اگر اللہ تعالیٰ اُن بادلوں کو صاف کر دیتے (لے جاتے) تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے اور اگر وہ بادل برسنے لگ جاتے تو یہ پڑھتے:«**اللَّهُمَّ سَقْيًا نَافِعًا**»۔(مسند الشافعی:1/81)

بادلوں کا گرجنا اور بجلیوں کا کڑکنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : قیامت کے قریب بجلیوں کے کڑکے بہت زیادہ ہو جائیں گے۔تَكْثُرُ الصَّوَاعِقُ عِنْدَ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ۔(مسند احمد:11620)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادلوں کے گرجنے اور بجلیوں کے کڑکنے کی آواز سنتے تو یہ کہا کرتے تھے: «**اللَّهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ، وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ، وَعَافِنَا قَبْلَ ذَلِكَ**» اے اللہ! اپنے غضب سے قتل نہ فرمائیے، اپنے عذاب سے ہلاک نہ کیجئے اور اس (عذاب کے آنے) سے پہلے ہی ہمیں عافیت دیدیجئے۔(ترمذی:3450)

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ جب بادلوں کی گرجنے کی آواز سنتے تو باتیں کرنا ترک کردیتے اور یہ دعاء پڑھتے:«**سُبْحَانَ الَّذِي يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ، وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ**» پاک ہے وہ ذات جس کی حمد و ثنا کے ساتھ بادلوں کی گرج تسبیح بیان کر رہی ہے اور فرشتے اُس کے خوف کے ساتھ (تسبیح پڑھ رہے ہیں) پھر یہ کہتے : بے شک یہ زمین والوں کیلئے بڑی سخت وعید (ڈرنے کی چیز) ہے۔(مؤطا مالک:2094)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ہمیں بادلوں کی گرج اور بجلیوں کے کڑک کا سامنا ہوا، حضرت کعب نے ہم سے کہا: جو بادلوں کے گرجنے کے وقت یہ کلمات تین مرتبہ کہہ لے اُس کو عافیت مل جائے گی، الفاظ یہ ہیں: «**سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ، وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ**»۔ پاک ہے وہ ذات جس کی حمد و ثنا کے ساتھ بادلوں کی گرج تسبیح بیان کررہی ہے اور فرشتے اُس کے خوف کے ساتھ (تسبیح پڑھ رہے ہیں)۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے یہ کلمات کہے تو ہمیں (اللہ تعالیٰ کے فضل سے) عافیت مل گئی۔ (مرقاۃ المفاتیح: 3/1119)

زلزلے اور قدرتی آفات سے بچنے کیلئے دعائیں:

«**اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الهَدْمِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّي، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْغَرَقِ، وَالْحَرَقِ، وَالْهَرَمِ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ يَتَخَبَّطَنِي الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أَمُوتَ فِي سَبِيلِكَ مُدْبِرًا، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أَمُوتَ لَدِيغًا**» اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں دب جانے اور لڑھک جانے سے (یعنی اِس بات سے کہ کوئی مکان یا دیوار مجھ پر آ گرے یا میں خود کسی بلند مقام سے گر پڑوں) اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں غرق ہو جانے سے، جل جانے سے، (حد سے زیادہ) بوڑھا ہو جانے سے اور اِس بات سے کہ شیطان مجھے موت کے وقت بد حواس کر دے اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اِس بات سے کہ آپ کے راستے میں پیٹھ پھیر کر مر جاؤں اور اِس بات سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ (زہریلے جانور کے) کاٹنے سے مجھے موت آئے۔ (ابوداؤد: 1552)

زلزلے:

زلزلہ قدرتی آفات میں سے جس کا وجود بڑی تباہی اور عظیم نقصانات کا باعث بنتا ہے، لوگوں میں اِس کے بارے میں سائنسی اور مادّی بحثیں چلتی رہتی ہیں اور کیا؟ کیوں؟ کیسے کا جواب خالصۃً مادی سوچ و فکر کے ذریعہ تلاش کیا جارہا ہوتا ہے، جبکہ حقیقت میں نصوص اور روایات میں اِس کے بالکل مختلف اسباب اور دوسری وجوہات ذکر کی گئی ہیں، ذیل میں اِسی سلسلے کی کچھ روایات ذکر کی جارہی ہیں جن سے بڑی حد تک زلزلے کے اسباب اور اُن سے بچاؤ کے طریقے سمجھے جاسکتے ہیں:

قربِ قیامت میں زلزلوں کی کثرت ہوگی:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ علم اُٹھالیا جائے گا، زلزلوں کی کثرت ہوگی، زمانہ قریب قریب (وقت تنگ) ہوجائے گا، فتنہ ظاہر ہوجائیں گے، ہرج یعنی قتل و غارتگری کی کثرت ہوجائے گی اور تماہرے درمیان مال زیادہ ہوکر بہہ پڑے گا۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ العِلْمُ، وَتَكْثُرَ الزَّلاَزِلُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتَظْهَرَ الفِتَنُ، وَيَكْثُرَ الهَرْجُ - وَهُوَ القَتْلُ القَتْلُ - حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ المَالُ فَيَفِيضَ۔(بخاری: 1036)

حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ کے اوپر وحی آئی، آپ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے درمیان (کچھ زیادہ مدّت) ٹھہرنے والا نہیں ہوں اور تم لوگ بھی میرے بعد (زیادہ عرصہ نہیں) بہت قلیل مدّت ٹھہروگے، پھر میرے پاس گروہ در گروہ آؤ گے تم ایک دوسرے کو فنا کردوگے، اور قیامت کے قریب بہت زیادہ موتیں ہوں گی اور اُس کے بعد کئی سال

زلزلوں کے ہوں گے۔ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوحَى إِلَيْهِ، فَقَالَ:إِنِّي غَيْرُ لَابِثٍ فِيكُمْ، وَلَسْتُمْ لَابِثِينَ بَعْدِي إِلَّا قَلِيلًا، وَسَتَأْتُونِي أَفْنَادًا، يُفْنِي بَعْضُكُمْ بَعْضًا، وَبَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَوْتَانٌ شَدِيدٌ، وَبَعْدَهُ سَنَوَاتُ الزَّلَازِلِ۔(صحیح ابن حبان:6777)

زلزلے کیوں آتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جب میری امت میں پندرہ خصلتیں آجائیں گی تو ان پر مصیبتیں نازل ہوں گی ، عرض کیا گیا: یارسول اللہ !وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مال غنیمت ذاتی دولت بن جائے گی ،امانت کو لوگ مال غنیمت سمجھنے لگیں گے ، زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا، شوہر بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے گا، دوستوں کے ساتھ بھلائی اور باپ کے ساتھ ظلم و زیادتی کرے گا، مسجد میں لوگ زور زور سے باتیں کریں گے، ذلیل قسم کے لوگ حکمران بن جائیں گے، کسی شخص کی عزت اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے جائے گی، شراب پی جائے گی، ریشمی کپڑا پہنا جائے گا، گانے بجانے والی لڑکیاں اور گانے کا سامان (موسیقی کے آلات) گھروں میں رکھے جائیں گے اور امت کے آخری لوگ پہلوں پر لعن طعن کریں گے پس اس وقت لوگ عذابوں کے منتظر رہیں یا تو سرخ آندھی یا زمین میں دھنسنے اور چہرے مسخ ہو جانے والا عذاب آئے گا۔ایک اور روایت میں ہے کہ: پھر وہ لوگ سرخ آندھی زلزلے، زمین میں دھنسنے ، چہرے کے بدلنے اور آسمان سے پتھر برسنے کے عذابوں کا انتظار کریں، اس وقت نشانیاں اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی پرانی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور پے درپے گرنے لگیں ۔إِذَا فَعَلَتْ أُمَّتِي خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ، فَقِيلَ: وَمَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:إِذَا كَانَ الْمَغْنَمُ دُوَلًا، وَالأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ، وَعَقَّ أُمَّهُ، وَبَرَّ صَدِيقَهُ،

وَجَفَا أَبَاهُ، وَارْتَفَعَتِ الأَصْوَاتُ فِي المَسَاجِدِ، وَكَانَ زَعِيمُ القَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ، وَشُرِبَتِ الخُمُورُ، وَلُبِسَ الحَرِيرُ، وَاتُّخِذَتِ القَيْنَاتُ وَالمَعَازِفُ، وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ أَوْ خَسْفًا وَمَسْخًا۔(ترمذی:2211)فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ، وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ۔(ترمذی:2211)

نبی کریم ﷺ کاارشاد ہے: میری یہ امّت ”اُمّتِ مرحومہ“ ہے (یعنی اس پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمتیں نازل ہوتی ہیں) آخرت میں اس کے لئے عذاب نہیں، دنیاہی میں ان کا عذاب فتنوں،زلزلوں اور قتل و غارتگری کی شکل میں رکھا گیا ہے۔أُمَّتِي هَذِهِ أُمَّةٌ مَرْحُومَةٌ، لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ فِي الْآخِرَةِ، عَذَابُهَا فِي الدُّنْيَا الْفِتَنُ، وَالزَّلَازِلُ، وَالْقَتْلُ۔(ابوداؤد:4278)

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (زلزلہ کے موقع پر)لوگوں سے فرمایا:اے مدینہ والو!بے شک تم لوگوں پر زلزلہ آیاہے،اورزلزلہ بکثرت سود کھانے سے آتاہے،اور بے شک بارش کا نہ ہونابُرے قاضی اور ظالم حکمرانوں کی وجہ سے ہوتاہے،اور بے شک جانوروں کا مرنااور پھلوں کا کم ہوجاناصدقہ میں کمی کی وجہ سے ہوتا ہے،پس کیا تم باز آنے والے ہو؟ورنہ عمر تمہارے درمیان سے نکل جائے گا۔يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ، إِنَّكُمْ قَدْ رَجَفْتُمْ، وَالرَّجْفُ مِنْ كَثْرَةِ الرِّبَا، وَإِنَّ قُحُوطَ الْمَطَرِ مِنْ قُضَاةِ السُّوءِ وَأَئِمَّةِ الْجَوْرِ، وَإِنَّ مَوْتَ الْبَهَائِمِ وَنُقْصَانَ الثَّمَرِ مِنْ قِلَّةِ الصَّدَقَةِ، فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ، أَوْ لَيَخْرُجَنَّ عُمَرُ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِكُمْ؟۔(العقوبات لابن ابی الدّنیا:355)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد منقول ہے: جب زمین میں شر پھیل جائے تو اللہ تعالیٰ زمین والوں پر اپنا عذاب نازل فرماتے ہیں، حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سوال کیا: یارسول اللہ! اگرچہ اُن کے اندر نیک اور صالح لوگ بھی موجود ہوں تب بھی عذاب نازل فرمادیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ہاں! اگرچہ اُن کے اندر نیک لوگ ہوں تب بھی عذاب نازل ہوجاتا ہے، اُن نیک لوگوں کو بھی وہی مصائب پہنچتے ہیں جو دوسرے لوگوں کو پہنچتے ہیں، لیکن پھر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی جانب لوٹ جاتے ہیں۔إِذَا ظَهَرَ الشَّرُّ فِي الْأَرْضِ أَنْزَلَ اللهُ بَأْسَهُ بِأَهْلِ الْأَرْضِ،قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَإِنْ كَانَ فِيهِمْ قَوْمٌ صَالِحُونَ؟،قَالَ:نَعَمْ، وَإِنْ كَانَ فِيهِمْ قَوْمٌ صَالِحُونَ يُصِيبُهُمْ مَا أَصَابَ النَّاسَ،ثُمَّ يَرْجِعُونَ إِلَى رَحْمَةِ اللهِ وَمَغْفِرَتِهِ۔(طبرانی کبیر:23/377)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے: جب زنا اور سود کسی بستی میں ظاہر ہوجائے (یعنی عام ہوکر پھیل جائے) تو اُس کے رہنے والوں کی ہلاکت کا فیصلہ کردیا جاتا ہے۔إِذَا ظَهَرَ الزِّنَا وَالرِّبَا فِي قَرْيَةٍ أُذِنَ بِهَلَاكِهَا۔(العقوبات لابن ابی الدّنیا:9)

✱ « » « » « » ✱ « » « » « » ✱